تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرَّضَوِیَّۃ

فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

فہرست مضامین مفصّل

2

رسالہ فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ

ضمیمہ عقائد وسیر

آثارِ مقدسہ اور ان سے تبرک وتوسل

تبرک سلفاً خلفاً زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور بہ اجماع مسلمین مندوب ومحبوب اور بکثرت احادیث اس پر ناطق ہیں، ایسی جگہ ثبوت یقینی اور سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ ۴۱۲

سرکار کی تعظیم کا ایک طریقہ آپکے تمام متعلقات کی تعظیم ہے۔ ۴۱۲

برکاتِ نقشِ نعل پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ۴۱۳

نقشۂ نعلین شریفین پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ ۴۱۳

نعل بحالتِ استعمال اور تمثال میں فرق بدیہی ہے۔ ۴۱۳

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر حُبِسَ فی سبیل اللہ داغ فرمایا تھا۔ ۴۱۴

فصل چہارم ۴۱۴

متعلقہ آثار مقدسہ ۴۱۴

بلاسند تبرکات شریفہ کی زیارت، انکو مصنوعی کہنا، ان پر زائرین سے نذرانہ وصول کرنا یا نذرانہ مانگنا کیسا ہے۔ ۴۱۴

نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آثار و تبرکاتِ شریفہ کی تعظیم فرض عظیم ہے۔ ۴۱۴

تابوتِ سکینہ میں کیا ہے۔ ۴۱۴

تواتر سے ثابت ہے کہ جس چیز کو کسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا صحابہ و تابعین و ائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلبِ برکت فرماتے آئے۔ ۴۱۴

تبرکات وآثارِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی سند کی حاجت نہیں۔ ۴۱۵

جو چیز حضورِ انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائرِ دین سے ہے۔ ۴۱۵

شفاء شریف، مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ وغیرہ سے تائید۔ ۴۱۵

ائمہ دین نے نعلِ اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم سے [illegible] پائیں اور اس باب میں مستقل کُتب تصنیف فرمائیں۔ ۴۱۵

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین، ردائے اقدس، جبہ مقدسہ اور عمامہ مکرمہ واجب التعظیم ہیں۔ ۴۱۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملبوسات شریفہ سے آپ کے ناخن مبارک ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ ہیں۔ ۴۱۵

حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک، آپ کی ریش مبارک کا بال ارفع اعلیٰ ہے جس کی عظمت کو ہفت آسمان و زمین نہیں پہنچ سکتے۔ ۴۱۵

تعظیم آثار مقدسہ کے لئے نہ یقین درکار ہے

تصوّف وطریقت

4

ضمیمہ تصوف وطریقت

شرب وطعام

(دعوتِ ولیمہ، مہمانی، ذبیحہ، شکار اور گوشت وغیرہ)

ضمیمہ شرب وطعام

خاکروب مسلمان ہوتے ہی غسل کرکے پاک صاف ہوجائے تو اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔	۱۷۲	سبیل اور کھانا، چائے، بسکٹ وغیرہ جو رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں ناجائز و گناہ ہیں، ان میں چندہ دینا گناہ اور اس میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔	۲۲۶
غیر مسلم خاکروب کے ساتھ کھانا کھانے والے مسلمان کی ہنسی اڑانے والا گنہگار ہے۔	۱۷۴		

فہرست ضمنی مسائل

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مرض و تداوی

مخالطت، مجالست، ہجران، سلوک، موالات

صدقہ وخیرات

اسماء الرجال

فوائد اصولیہ

فضائل و مناقب

ضمان و تاوان

ایصالِ ثواب و نذر و نیاز

رَدِّ بدمذہباں ومناظرہ

شہادت وقضاء

لہو ولعب

بیوع

غیبت وکذب

سلام وتحیّت وسجدۂ تعظیمی

امامت

انجاس

حدود و تعزیر

تعزیہ اور اس سے متعلق بدعات

دیکھنا، چھونا، حجاب

علم، علماء، تعلیم، تبلیغ و تلقین، تدریس

سائنس و طب و فلسفہ و منطق

تصویر

رشوت و سُود و جُوا

اذان

داڑھی، حلق، قصر، حجامت

تسخیر ہمزاد، آسیب، جن بھوت دست غیب و عملیات

دُعا و استغفار

سیاست وامورِ سلطانیہ

نماز

لغت و بلاغت

احکامِ مسجد

تاریخ و تذکرہ

جنائز

وقف

سوگ

نکاح و طلاق و عدت

صید و ذبائح

لباس و وضع قطع

عہد و پیمان

ترغیب و ترہیب

مسواک

ہدایا وتحائف

زیارتِ قبور

حج

فوائد تفسیریہ

فوائد حدیثیہ

فوائد فقہیہ و افتاء و رسم المفتی

7

میراث

جرح و تعدیل

معجزات و کرامات

حقوق

متفرقات

متبع و دریا اور شریعت و طریقت میں کئی وجوہ سے فرق ہے۔ ۵۲۵

ابلیس فانوسِ شریعت کو بجھانے کے لئے کئی حیلوں اور بہانوں سے بندے کو دھوکا دیتا ہے۔ ۵۲۶

خلیفہ و وارث میں فرق ہے آدمی کے تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ ۵۳۱

انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ ۵۳۴

اولیاءِ طریقت مجتہدینِ شریعت کے مانند ہوتے ہیں۔ ۵۷۵

٭ ٭ ٭

کتاب الحظر والاباحۃ

(ممنوع اور مباح کاموں کا تفصیلی بیان)

اعتقادات وسیر

ایمان، کفر، شرک، تقدیر، ردت، ہجرت، سنیت، گناہ، توبہ وغیرہا سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات میں کچھ لوگ جمع تھے' ان میں ایک جذامی تھا، لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا پسند نہ کیا، ایک شخص مُصر ہوا، جب بحث بڑھی براتیوں نے اس سے کہا واسطے خدا اور رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس وقت اسے علیحدہ کردو اور صاحب مکان کا کھانا خراب نہ کرو، وہ بولا ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے، اس وقت سب نے کہا یہ شخص کلمہ کفر بولا جذامی کے ساتھ اسے بھی الگ کردیا اور اپنے جلسہ سے نکال دیا، چند شخص اور بھی اس کے شریک ہوکر چلے گئے' اس صورت میں اُس شخص اور اُس کے شریکوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ)

الجواب

ہرچند جذامی کے ساتھ کھانا جائز ہے بلکہ خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجذوم کو اپنے ساتھ کھلایا اور فرمایا:

كل معی بسم الله ثقة بالله وتوكلا على الله، رواه | میرے ساتھ ہوکر اللہ تعالٰی کا نام لے کر کھائیے اللہ تعالٰی پر اعتماد اور اس پر بھروسا رکھتے ہوئے'

ابو داؤد والترمذی وابن ماجة[1] بسند حسن وابن حبان والحاکم وصححاہ۔

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اچھی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بقصد تواضع و توکل و اتباع ہو تو ثواب پائے گا،

اخرج الطحاوی عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل مع صاحب البلاء تواضعا لربك و ایمانا[2]۔

امام طحاوی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے تخریج فرمائی کہ صاحب مصیبت کے ساتھ کھاؤ اپنے پروردگار کے لئے عجز و انکسار کرتے ہوئے اور اس پر یقین رکھتے ہوئے۔ (ت)

مگر خواہی نخواہی اس کے ساتھ کھانا ضرور بھی نہیں بلکہ جس کی نظر اسباب پر مقتصر ہو اور خدا پر سچا توکل نہ رکھتا ہو اس کے حق میں بچنا ہی مناسب ہے نہ یہ سمجھ کر کہ بیماری اڑکر لگ جاتی ہے کہ یہ خیال تو باطل محض ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں اسے رد فرمایا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاعدوی[3]۔ اخرجہ احمد والشیخان وابوداؤد عن ابی ھریرۃ و احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ وعن السائب عن یزید رضی اللہ تعالٰی عنھم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن اعدی

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مرض میں تعدیہ نہیں۔ امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے اسکی تخریج فرمائی، مسند احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت فرمائی اور حضرت سائب بن یزید سے بھی (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو)

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم امین کمپنی دہلی ۲/۴
سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والطیر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۹۱
سنن ابن ماجہ ابواب الطب باب الجذام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۱

[2] شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراھیۃ باب الاجتناب من ذی داء الطاعون الخ " " ۲/۴۱۷

[3] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۵۰
صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی الخ " " " ۲/۲۳۰

الاول اخرجه الشیخان[1] و ابو داؤد عن ابی ھریرۃ ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حضور اقدس نے ارشاد فرمایا پہلے اونٹ میں تعدیہ مرض کیسے ہوا۔ بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسکی تخریج فرمائی(ت)

بلکہ اس نظر سے کہ شاید قضائے الٰہی کے مطابق کچھ واقع ہوا اور اُس وقت شیطان کے بہکانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ فلاں فعل سے ایسا ہوگیا ورنہ نہ ہوتا تو اس میں دین کا نقصان ہوگا،

فان "لو" تفتح عمل الشیطان قالہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

لوگو! حرف "لو" سے بچو کیونکہ یہ شیطانی کاموں کا دروازہ کھول دیتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔(ت)

غرض قوی الایمان کو توکلا علی اللہ اس سے مخالطت میں کچھ نقصان نہیں اور ضعیف الاعتقاد کے حق میں اپنے دین کی احتیاط کو احتراز بہتر، ولہذا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد، اخرجہ البخاری[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کوڑھے سے اسی طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔(ت)

دوسری حدیث میں ہے:

اتقوا صاحب الجذام کما یتقی السبع اذا ھبط وادیا فاھبطوا غیرہ، رواہ ابن سعد فی الطبقات[3] عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

کوڑھ کے مریض سے اسی طرح بچو جس طرح موذی درندے سے بچاؤ کیا جاتا ہے، جب وہ کسی وادی میں اترے تو تم کسی دوسری میں اترجاؤ، ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے روایت کیا ہے(ت)

نیز حدیث میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الطب باب لاعدوٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۹
صحیح مسلم کتاب السلام " " " " " ۲/ ۲۳۰
[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الجذام " " " ۲/ ۸۵۰
[3] طبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ عبد اللہ ابن جعفر دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

کلم المجذوم وبینک وبینہ قید رمح اورمحین، رواہ ابن السنی وابونعیم فی الطب النبوی عن عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

کوڑھی سے اس حالت میں بات کرو کہ تمہارے اور اس کے درمیان ایک دو نیزے کی مسافت کی مقدار ہو۔ محدث ابن سنی اور ابونعیم نے طب نبوی میں حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

بہرحال برات والوں کا انکار کچھ بے جا نہ تھا اور اس شخص کا اصرار محض ناحق، پھر جب انھوں نے خدا کا واسطہ دیا اس پر بلاوجہ نہ ماننا گناہ ہُوا، حدیث میں ہے:

ملعون من سئل بوجہ اللہ ثم منع سائلہ مالم یسئل ھجرا اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

وہ شخص ملعون ہے کہ جس سے خدا کے نام پر کچھ مانگا جائے تو وہ سائل کو کچھ نہ دے بشرطیکہ وہ کسی کو چھوڑنے کا سوال نہ کرے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تخریج فرمائی (ت)

یہاں تک تو حماقت یا گناہ ہی تھا اس کے بعد وہ لفظ جو اس نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کو نہیں جانتے، یہ صریح کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اُس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اور اگر عورت رکھتا ہے تو نئے سرے سے نکاح چاہئے، اور جس طرح وہ کلمہ مجمع میں کہا تھا توبہ بھی مجمع میں کرے، اگر نہ مانے تو مسلمان ضرور اُسے اپنے گروہ سے نکال دیں، نہ اپنے پاس بٹھائیں نہ اس کے پاس بیٹھیں، نہ اسکے معاملات میں شریک ہوں، نہ اپنی تقریبوں میں اُسے شریک کریں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واِمّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[3]

اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن السنی وابی نعیم فی الطب حدیث ۲۸۳۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵۴

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الزکوٰۃ باب فیمن سأل بوجہ اللہ ۳/۱۰۳
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی کتاب الصدقات ۱/۶۰۱

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

اور جو لوگ اس کا ساتھ دے کر اُٹھ گئے وہ بھی سخت گناہگار ہوئے اُن پر بھی توبہ واجب، اگر نہ کریں تو مسلمانوں کو اُن سے بھی جدائی مناسب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نیاز اگرچہ حرام مال پر دیتا ہے مگر پھر بھی حضور قبول فرما لیتے ہیں، جیسے کسی امیر کا لڑکا پیدا ہو تو بھاٹ بھکاری وغیرہ جو گھاس کا پودا یا اور کچھ ڈھوئی کے لے جاتے ہیں وہ اُسے خوشی سے قبول کر لیتا ہے، اسی طرح سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بھی قبول فرما لیتے ہیں۔ اور کہتا ہے میں نے بعض کتابوں میں بھی ایسا لکھا دیکھا ہے، آیا یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ قول اس کا غلط صریح و باطل قبیح، اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فضیح ہے

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] (نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،) جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (ت)

زنہار مالِ حرام قابلِ قبول نہیں، نہ اُسے راہِ خدا میں صرف کرنا روا، نہ اُس پر ثواب ہے بلکہ نرا وبال ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ماکسبتم[2] اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔

پھر فرماتا ہے:

ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون[3] اور خبیث چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ اس میں سے ہماری راہ میں اٹھاؤ۔

اور فرماتا ہے:

انما یتقبل اللہ من المتقین[4] خدا قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۱
[2] القرآن الکریم ۲/۲۶۷ [3] القرآن الکریم ۲/۲۶۷ [4] القرآن الکریم ۵/۲۷

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اپنی صحاح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب و لایقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلھا بیمینہ[1] الحدیث۔

جو ایک کھجور کے برابر پاک کمائی سے تصدق کرے اور اللہ تعالٰی نہیں قبول فرماتا مگر پاک کو، تو حق جل وعلا اسے اپنے یمین قدرت سے قبول فرماتا ہے، الحدیث۔

وفی روایۃ ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[2]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے۔

واخرج الامام احمد وغیرہ عن عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ تعالٰی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایکسب عبد مالا من حرام فیتصدق بہ فیقبل منہ ولاینفق منہ فیبارک لہ فیہ ولایترک خلف ظھرہ الا کان زادہ الی النار ان اللہ لایمحوا السیئ بالسیئ ولکن یمحوا السیئ بالحسن ان الخبیث لایمحوا الخبیث[3]، اختصرتہ من حدیث وقد حسنہ بعض العلماء۔

(امام احمد وغیرہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ نہ ہوگا کہ بندہ حرام کما کر اُس سے تصدق کرے اور وہ قبول کرلیا جائے گا اور نہ یہ کہ اسے اپنے صرف میں لائے تو اس کے لئے اس میں برکت دی اور نہ اُسے اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا مگر یہ کہ وہ اس کا توشہ ہوگا جہنم کی طرف، بیشک اللہ تعالٰی برائی سے برائی کو نہیں مٹاتا ہاں بھلائی سے برائی کو مٹاتا ہے بیشک خبیث خبیث کو نہ مٹائے گا۔ (یہ حدیث سے مختصراً بیان کیا ہے اور بعض علماء نے اسے حسن کہا۔ت)

واخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

(حاکم نے عبداللہ ابن عباس (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء ۳/ ۳۴۶ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ " " " ۱/ ۳۲۶

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن مسعود دارالفکر بیروت ۱/ ۳۸۷

علیه وسلم لا یغبطن جامع المال من غیر حله او قال من غیر حقه فانه ان تصدق لم یقبل منه وما بقی کان زاده الی النار[1] قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یصب ففیه حنش متروك لکن له شاهد عند البیهقی عن ابن مسعود رضی الله عنه۔

انھوں نے فرمایا) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے جو غیر حلال سے جمع کرے اُس پر کوئی رشک نہ کی جائے اگر وہ اس سے خیرات کرے گا تو قبول نہ ہوگی اور جو بچ رہے گا وہ اس کا توشہ ہوگا جہنم کی طرف۔ (حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن اس نے ٹھیک نہیں کہا کیونکہ اس میں حنش نامی راوی متروک ہے لیکن امام بیہقی کے نزدیک اس کے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے شاہد موجود ہے۔ت)

واخرج ابن خزیمة وابن حبان فی صحیحھما والحاکم فی المستدرك من طریق دراج عن ابی حجیرة رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من جمع مالا حراما ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر وکان اصره علیه[2]۔

(ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں دراج کے طریقے سے ابو حجیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا۔ت) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو حرام مال جمع کرے پھر اسے خیرات میں دے اس کے لئے ثواب کچھ نہ ہوگا اور اس کا وبال اس پر ہوگا۔

اخرج الطبرانی من ابی الطفیل رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من کسب مالا من حرام فاعتق منه ووصل منه رحمه کان ذلك اصره علیه[3]۔

(امام طبرانی نے ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے۔ت) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حرام مال کمائے پس اس میں سے غلام آزاد کرے اور صلہ رحم کرے تو یہ بھی اُس پر وبال ٹھہرے۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب البیوع دار الفکر بیروت ۲/ ۵
[2] المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۹۰
[3] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الطفیل حدیث ۹۲۷۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۱۵

واخرج ابوداؤد فی المراسیل عن القاسم عن مخیمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اکتسب مالا من ماثم فوصل بہ رحما او تصدق بہ او انفقہ فی سبیل اللہ جمع ذٰلک جمیعا فقذف بہ فی جہنم۔[1]

(ابوداؤد نے مراسیل میں بواسطہ قاسم عن مخیمرۃ سے تخریج کی کہ انھوں نے فرمایا۔ ت) یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو گناہ کی وجہ سے مال کما کر اس سے صلہ رحم یا تصدق یا راہِ خدا میں خرچ کرے یہ سب جمع کرکے اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

سبحٰن اللہ! مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یہ ظاہر تصریحیں، اور بیباک لوگ حضور پر تہمت رکھیں کہ ناپاک مال بھی سرکار میں قبول ہوجاتا ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔
اے عزیز! جو چیز خدا کی بارگاہ سے مردود اور اس کی ناراضی سے آلودہ ہے کیونکر ممکن کہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں رضا و قبول سے مشرف ہو بلکہ درحقیقت زید کی یہ جرأت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں گستاخی واہانت کہ معاذ اللہ انھیں ناپاک چیزوں کا پسند و قبول کرنے والا بتاتا ہے۔ ہیہات ہیہات واللہ وہ تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں اور ستھروں کے لائق نہیں مگر ستھری چیز، گندی چیزیں گندوں کے سزاوار ہیں قال اللہ تعالٰی عزوجل:

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرءون مما یقولون۔[2]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کو اور ستھریاں ستھروں کو اور ستھرے ستھریوں کو وہ بری ہیں اُن باتوں سے جو لوگ کہتے ہیں۔

انھیں میں یہ بات بھی ہے کہ وہاں ناپاک مال مقبول ہو، وہ طیب طاہر اس خبیث قول سے بری ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، اور گھاس کے پٹھی وغیرہ کی مثال محض حماقت کہ مباح وحرام میں کیا مناسبت، لہذا امرائے دنیا بہتیرے خون آلودہ ہزاراں خباثات ہوتے ہیں انھیں تاجدارِ یطھرکم تطھیرا سے کیا نسبت، صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ ٹھیک مثال یوں ہے کہ جشن سلطانی میں کوئی احمق بیباک نذر شاہی کو پیشاب کا قارورہ لے جائے پھر دیکھے کہ مقبول ہوتا ہے یا اس مردک کے مُنہ پر مارا جاتا ہے، اور وہ جو علماء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس مال حرام ہو اور مالک معلوم

---

[1] کتاب المراسیل باب زکوٰۃ الفطر حدیث ۱۱۷ المکتبۃ القاسمیہ فیصل آباد ص ۱۷
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

نہ رہیں یا بے وارث مرجائیں تو اُن کی طرف سے تصدق کردے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ یہ صدقہ مقبولہ ہے یا ارادۂ خود میں صرف کرنا ٹھہرے گا یا اس پر انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گا بلکہ وجہ یہ ہے کہ جب اس میں تصرف حرام ہوا اور مالک تک پہنچا نہیں سکتا ناچار اس کی نیت سے فقیر کو دے دے کہ اللہ جل جلالہٗ کے پاس امانت رہے اور وہ روزِ قیامت مالک کو پہنچادے،

فی اخر متفرقات الغصب من الھندیۃ عن الغایۃ رجل لہ خصم فمات ولا وارث لہ یتصدق عن صاحب الحق المیت بمقدار ذٰلک لیکون ودیعۃ عند اللہ تعالٰی فیوصل الٰی خصمائہ یوم القیٰمۃ۔[1]

فتاوٰی ہندیہ میں متفرق مسائل غصب کے آخر میں الغایہ سے منقول ہے ایک شخص کا فریق مخالف مرگیا کہ جس کا کوئی وارث نہیں، یہ شخص صاحبِ حق میت کی طرف سے (جتنا مال میت کا اس کے پاس موجود ہے) اتنی مقدار خیرات کردے تاکہ یہ خیرات کردہ مال اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں بطور امانت رہے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کے مخالف تمام مدعیوں کو وہ مال پہنچادے۔(ت)

بالجملہ زید کی جہالت و ضلالت میں شک نہیں اور اُس کا دعوٰی کہ میں نے بعض کتابوں میں ایسا ہی دیکھا ہے، یا تو محض حکایت بے محل عندیہ یا کسی ایسے ہی سفیہ جاہل خواہ ضال مضل نے کہیں لکھ دیا ہوگا، اور اگر فقہائے کرام کے ارشاد سُنئے تو زید کے لئے حکم نہایت سخت و جگر شگاف نکلتا ہے، اس کا کہنا کہ حضور میں یہ نیاز قبول ہوتی ہے بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالٰی اُس پر ثواب دیتا ہے کہ نیاز کا حاصل نہیں مگر یہ کہ لوجہ اللہ تصدق کریں اور اس کا ثواب کسی محبوبِ خدا کی نذر ہو ورنہ یہ عین طعام ولباس وہاں نہیں پہنچتے،

نظیر ذٰلک قولہ تعالٰی "لن ینال اللہ لحومھا ولادماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم[2]"

اس کی مثال اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے (ت)

خود قربات و طاعات میں قبول و وصول ثواب کا ایک حاصل، ردالمحتار میں ہے:

القبول ترتب الغرض المطلوب من الشیئ

قبول کہتے ہیں کسی شے کی غرض مطلوب کا کسی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب باب المتفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۵۷

[2] القرآن الکریم ۲۲/۳۷

علی الشیئ کترتب الثواب علی الطاعۃ[1]

شَے پر مرتب ہونا جیسے ثواب کا عبادت پر مرتب ہونا (ت)

اُسی میں ہے:

معنی الصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد تردعدم اثابۃ العبد علیہا الخ[2]

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ذاتِ اقدس پر صلٰوۃ کے مردود ہونیکا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بندے کو ثواب نہیں پہنچتا (یعنی اس نے درود تو بھیجا مگر اس کو نفع یعنی ثواب نہ ہوا)۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

قال المتکلمون کل عمل یقبلہ اللہ تعالٰی فھو یثیب صاحبھا ویرضاہ عنہ والذی لایثیبہ علیہ ولایرضاہ منہ فھو المردود[3]

متکلمین نے فرمایا کہ جس عمل کو اللہ تعالٰی قبول فرمائے تو اس کا ثواب اس کے صاحب تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے اور جس کا ثواب اسے نہ پہنچائے اور اس سے راضی نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (ت)

تو صاف ثابت کہ زید کے نزدیک مال حرام سے تصدق پر بھی استحقاق ثواب ہے، اور علماء فرماتے ہیں جو حرام مال سے تصدق کرکے اس پر ثواب کی امید رکھے کافر ہوجائے۔ خلاصہ میں ہے:

رجل تصدق من الحرام ویرجوا الثواب یکفر[4] الخ۔

کسی شخص نے حرام مال سے صدقہ کیا اور اس پر ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ کافر ہوجائیگا الخ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوتصدق علی فقیر شیئا من المال الحرام و

اگر فقیر پر حرام مال میں سے کچھ صدقہ کیا اور ثواب

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۴۹

[2] " " " " " " " " " ۱/۳۴۹

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الجنس السابع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/۳۸۷

یرجوا الثواب یکفر[1] الخ۔ کی امید رکھتا ہے تو کافر ہوجائے گا الخ (ت)

زید پر فرض ہے کہ ایسے خرافات سے توبہ کرے اور اُسے از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھنا اور اُس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید کرنا چاہیے،

نظرا الی ما قالہ الفقہاء کما یظھر بمراجعۃ الدر المختار وغیرہ من الاسفار، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

اس بات پر نظر رکھتے ہوئے کہ جو کچھ فقہاء کرام نے ارشاد فرمایا جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی کتابوں کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالٰی پاک وبرتر، سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳ ۴ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص کو عارضہ جذام کی ابتداء ہے اس کے بھائی بند اور اولاد نے اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیا ہے اور اُس سے کہتے ہیں کہ تجھ سے تیری زوجہ بھی بلاطلاق علیحدہ ہوسکتی ہے ایسی حالت میں جو حکم شرع مطہرہ میں ایسے مریض کے واسطے ہو بیان فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر دے گا۔ فقط۔

الجواب

فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ جنھیں خدائے تعالٰی پر سچا توکل نہ ہو اور وہمی خیالات رکھتے ہوں انھیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیے، نہ اس خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دوسرا شخص بیمار ہوجاتا ہے، یہ خیال محض غلط ہے تقدیر الٰہی میں جو کچھ لکھا ہے ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا ہے ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ یوں کہیں،

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون[2]

ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی مگر وہ بات جو اللہ تعالٰی نے ہمارے لئے لکھ دی، وہ ہمارا مولٰی ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۱

خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھلایا، بلکہ یہ لحاظ کرے کہ اس کے ساتھ کھایا پیا اور معاذ اللہ شاید حسبِ تقدیرِ الٰہی کچھ واقع ہوا تو شیطان دل میں ڈالے گا کہ اس فعل نے ایسا کیا ورنہ نہ ہوتا، اس شیطانی خیال سے بچنے کے لئے اس سے احتراز کرے، اسی لئے حدیث میں حکم ہے کہ:

"جذامی سے بچو جیسا شیر سے بچتے ہیں[1] اگر وہ ایک نالے میں اُترے تم دوسرے نالے میں اترو[2]۔"

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

"جذامی سے نیزہ دو نیزہ کے فاصلہ سے بات کرو[3]۔"

والعیاذ باللہ رب العالمین، یہ اسی کے لئے ہے جسے واقعی جذام ہو نہ یہ کہ خون میں صرف قدرے جوش کی کچھ علامت سی پاکر اُسے دُور دُور کرنے لگیں کہ یہ تو ناحق مسلمان کا دل دُکھانا ہے خصوصاً بھائی بند اولاد کا ایسا کرنا کس قدر خداترسی وانسانیت سے بعید ہے، اللہ تعالٰی کی پناہ مانگیں، کیا وہ ان کو مبتلا نہیں کرسکتا والعیاذ باللہ رب العٰلمین، اس طرح کے جوش کی علامت معاذ اللہ بعض اوقات بے مرض جذام بھی خون کی حدّت وغیرہ سے پیدا ہوجاتی اور باذنِ الٰہی مصفیات وغیرہا کے استعمال سے جاتی رہتی ہے اللہ تعالٰی اپنی بلاؤں سے پناہ عطا فرمائے آمین! اور لوگوں کا یہ کہنا کہ تیری زوجہ بلا طلاق علیحدہ ہوسکتی ہے اگر اس سے یہ مقصود کہ بے طلاق اس کے نکاح سے نکل سکتی ہے تو محض خطا ہے، ہمارے مذہب میں جب تک یہ طلاق نہ دے گا وہ ہرگز اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن[4] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے میں عیب پائے جانے کی وجہ سے خواہ عیب حد سے بھی زیادہ ہو جُدائی کا حق نہیں رکھتا۔ عیب سے

مراد دیوانگی، کوڑھ، برص (پھلبہری)، رتق (مقام ستر کا جُڑ جانا) قرن (وہاں ہڈی نکل آنا) اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے کسی برتن میں مردار بکری کی چربی رکھی تھی وہ برتن کُتّا اس کے یہاں سے لاکر ایک مسلمان عورت کے دروازہ پر ڈال دیا گیا وہ عورت جب باہر کے لوٹے میں چربی دیکھ کر گھر میں لے گئی اور تھوڑی سی چربی اپنے بالوں میں لگائی، جس شخص نے

---

[1] و [2] کنز العمال حدیث ۲۸۳۳۱ و ۲۸۳۳۲ ۱۰/ ۵۴   [3] کنز العمال حدیث ۲۸۳۲۹ ۱۰/ ۵۴

[4] درمختار کتاب الطلاق کتاب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۴-۵۵

اُسے لوٹا لے جاتے دیکھا تھا اُس نے مطعون کیا کہ اس نے سُور کی چربی استعمال کی، یہ سُن کر زید اُس کے یہاں گیا اور کہا تیرے ایمان میں فرق آگیا تو پھر مسلمان ہو، اُسے مسلمان کیا، بعدہٗ کہا ہمارا حق مسلمان کرنے کا پانچ روپیہ دے، وہ بیچاری اپنی محتاجی کا عذر بھی کرتی رہی، آخر سوا روپیہ لے کر چھوڑا، اور جس نے لوٹا لے جاتے دیکھا تھا اُسے بھی دبایا کہ تُو نے منع کیوں نہ کیا چار آنہ اُس سے لئے، یہ ڈیڑھ روپیہ زید کے لئے حلال تھا یا حرام؟ اور وہ عورت اس صورت میں مسلمان رہی تھی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں وہ عورت گناہگار تو بیشک ہُوئی کہ اگر جانتی تھی کہ اس میں مردار کی چربی ہے پھر بالوں میں لگائی تو یہ گناہ، اور اگر نہ جانتی تھی تو بزعم خود پرایا مال بے مشہور کے اپنے تصرف میں لانے کی مجرم ہوئی، بہرحال اس کی معصیت میں شک نہیں مگر معاذ اللہ اتنی بات پر کافرہ نہیں ہوسکتی تجدیدِ کلمۂ اسلام بہتر ہے مگر اس فعل کے باعث اس کی حاجت نہ تھی، تو زید اس وجہ سے اس عورت کے ایمان میں فرق بتا کر گناہگار ہوا، پھر تلقینِ اسلام پر اُجرت لینا اس کا دوسرا گناہ تھا، پھر اُس دیکھنے والے کو دبا کر اُس سے چار آنہ لینا تیسرا گناہ ہوا،

فان ائمتنا لایقولون بالتعزیر بالمال و علی القول به فذالك الی الامام دون العوام۔

کیونکہ ہمارے ائمہ کرام مالی جرمانہ اور تاوان کے قائل نہیں اور مالی تاوان اور جرمانہ کے قول پر تو یہ امام کو حق ہے عوام کو نہیں۔ (ت)

یہ ڈیڑھ روپیہ کہ زید نے لیا اس کے حق میں حرام ہے اُس پر واجب کہ جن جن سے لیا انھیں پھیر دے، اگر کھا چکا ہو تو اپنے پاس سے دے، بغیر اس کے اس گناہ سے توبہ نہ ہوگی۔

قال تعالٰی: ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1] واللہ تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم واحکم فقط۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو) ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے باہم نہ کھایا کرو۔ اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے اور اس بڑی شان والے کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے فقط۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

مسئلہ ازامروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب میلاد خواں ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں، بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

مسئلہ اُولٰی

اللہ تعالٰی کو عاشق اور حضور پُرنور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوعِ قطعی۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[1]

صرف معنی محال کا وہم ممانعت کے لئے کافی ہے (ت)

امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب الانوار لاعمال الابرار میں اپنے اور شیخین مذہب امام رافعی وہ ہمارے علمائے حنفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں:

لوقال انا اعشق اللہ اویعشقنی فمبتدع و العبارۃ الصحیحۃ ان یقول احبہ و یحبنی کقولہ تعالٰی یحبھم ویحبونہ[2]

اگر کوئی شخص کہے میں اللہ تعالٰی سے عشق رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے تو وہ بدعتی ہے، لہٰذا عبارت صحیح یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اللہ تعالٰی سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرح "اللہ تعالٰی اُن سے محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالٰی سے محبت رکھتے ہیں۔" (ت)

اسی طرح امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے اعلام میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

اقول وظاھر ان منشاء الحکم لفظ یعشقنی دون ادعائہ لنفسہ الاتری الٰی قولہ ان

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ منشائے حکم لفظ "یعشقنی" ہے نہ کہ وہ لفظ جس میں اپنی ذات کے لئے دعوٰی عشق کیا گیا ہے کیا تم اس

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[2] الانوار لاعمال الابرار کتاب الردۃ المطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/۳۲۱

العبارة الصحيحة يحبني ثم الظاهر ان تكون العبارة بواو العطف كقوله احبه و يحبني فيكون الحكم لاجل قوله يعشقني والا فلا يظهر له وجه بمجرد قوله اعشقه فقد قال العلامة احمد بن محمد بن المنير الاسكندري في الانتصاف ردا على الزمخشري تحت قوله تعالٰی في سورة المائدة يحبهم ويحبونه بعد اثبات ان محبة العبد لله تعالٰی غير الطاعة وانها ثابتة واقعة بالمعنى الحقيقي اللغوي ما نصه ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد لله تعالٰی علٰی حقیقتها لغة فالمحبة في اللغة اذا تأكدت سميت عشقا فمن تأكدت محبته لله تعالٰی وظهرت اٰثار تأكدها عليه من استيعاب الاوقات في ذكره وطاعته فلا يمنع ان تسمى محبته عشقا اذ العشق ليس الا المحبة البالغة[1] اھ لكن الذي في نسختي الانوار ونسختين عندي من الاعلام انما هو بأو فليتأمل وليحرر ثم اقول لست بغافل عما اخرج، والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

قول کو نہیں دیکھتے کہ صحیح عبارت "یحبنی" ہے پھر ظاہر ہے کہ عبارت واؤ عاطفہ کے ساتھ ہے جیسے اس کا قول ہے اُحِبُّهٗ وَيُحِبُّنِیْ یعنی میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے پھر حکم اس کے یعشقنی کہنے کی وجہ سے ہے ورنہ اس کے صرف اعشقہٗ کہنے سے کوئی امتناعی وجہ ظاہر نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ احمد بن محمد منیر اسکندری نے "الانتصاف" میں علامہ زمخشری کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جو اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے ذیل میں جو سورۂ مائدہ میں مذکور ہے: يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (اللہ تعالٰی ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) اس بات کو ثابت کرنے کے بعد کہ بندے کا اللہ تعالٰی سے محبت کرنا اس کی اطاعت (فرمانبرداری) سے جدا ہے (الگ ہے) اور محبت معنی حقیقی لغوی کے طور پر ثابت اور واقع ہے (جیسا کہ) موصوف نے تصریح فرمائی، پھر جب بندے کا اللہ تعالٰی سے محبت کرنے کا اجرا حقیقت لغوی کے طریقہ سے ثابت ہوگیا اور محبت بمعنی لغوی جب پختہ اور مؤکد ہو جائے تو اسی کو عشق کا نام دیا جاتا ہے پھر جس کی اللہ تعالٰی سے پختہ محبت ہو جائے اور اس پر پختگی محبت کے آثار ظاہر ہو جائیں (نظر آنے لگیں) کہ وہ ہمہ اوقات اللہ تعالٰی کے ذکر و فکر اور اس کی اطاعت میں مصروف رہے تو پھر کوئی مانع نہیں کہ اس کی محبت کو عشق کہا جائے، کیونکہ

---

[1] کتاب الانتصاف علی تفسیر الکشاف تحت آیۃ یحبہم یحبونہ الخ انتشارات آفتاب تہران ایران ۱/۶۲۲

محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے اھ لیکن میرے پاس جو نسخہ "الانوار" ہے اور دو نسخے میرے پاس "الاعلام" کے ہیں ان میں عبارت مذکورہ صرف "اَوْ" کے ساتھ مذکور ہے لہذا غور و فکر کرنا چاہئے اور لکھنا چاہئے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں اس سے بے خبر نہیں جس کی موصوف نے تخریج فرمائی اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس عظمت والے کا علم بڑا کامل اور بہت پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ثانیہ

کیا حکم شرع شریف کا اس بارے میں کہ مدینہ شریف کو "یثرب" کہنا جائز ہے یا نہیں؛ اور جو شخص یہ لفظ کہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؛ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و ممنوع و گناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ۔ رواہ الامام احمد[1] بسند صحیح عن البراء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے (اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

فتسمیتھا بذٰلک حرام لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ[2]۔

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔

ملّا علی قاری رحمہ الباری مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں؛

قد حکی عن بعض السلف تحریم

بعض اسلاف سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۸۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من سمی المدینہ یثرب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۲۴

تسمیۃ المدینۃ بیثرب ویؤیدہ مارواہ احمد (فذکر الحدیث المذکور ثم قال) قال الطیبی رحمہ اللہ فظھر ان من یحقر شان ما عظمہ اللہ تعالٰی ومن وصف ماسماہ اللہ تعالٰی بالایمان بمالایلیق بہ یستحق ان یسمّی عاصیا[1] الخ۔

کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے، پھر حدیث مذکور بیان فرمائی، پھر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جس کو اللہ تعالٰی نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالٰی نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گنہگار) رکھا جائے الخ (ت)

قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے:

واذقالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لامقام لکم[2]۔

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں (ت)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقولون یثرب وھی المدینۃ۔ رواہ الشیخان[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (اس کو بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی سمی المدینۃ

بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام

---

[1] المرقاۃ شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک تحت حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۱۳

[3] صحیح البخاری فضائل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینہ تنفی خبثہا الخ ۱/ ۴۴۴

طابة ۔ رواہ الائمۃ احمد[1] ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

طابہ رکھا (اسے ائمہ احمد، مسلم اور نسائی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مرقاۃ میں ہے:

المعنی ان اللہ تعالٰی سماھا فی اللوح المحفوظ او امر نبیہ ان یسمیھا بھا رداعلی المنافقین فی تسمیتھا بیثرب ایماءً الی تثریبھم فی الرجوع الیھا[2]

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے لوحِ محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام "طابہ" رکھا ہے یا اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، یثرب رکھنے میں اہلِ نفاق کا رد کرتے ہوئے ان کی سرزنش (توبیخ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ انھوں نے پھر نازیبا (یا متروک) نام کی طرف رجوع کرلیا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی قد حکی عیسٰی بن دینار ان من سماھا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتھا فی القراٰن بیثرب فھی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبھم مرض[3]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیسٰی بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گنہگار ہوگا۔ جہاں تک قرآن مجید میں یثرب نام کے ذکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ (ت)

بعض اشعار اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، اُن کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اُس وقت اس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی جو مطلع ہوکر کہے اس کے لئے عذر نہیں معہذا شرع مطہر شعر وغیر شعر

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸۹
صحیح مسلم کتاب الحج باب المدینۃ تنفی خبثھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۵
[2] المرقاۃ شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک حدیث ۲۷۳۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵/ ۶۲۲
[3] " " " " " " ۵/ ۶۲۲

سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا۔ مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اورا مدینہ نام نہاد از جہت تمدن واجتماع مردم واستیناس و ایتلاف ایشاں درو دے ونہی کرد از خواندن یثرب یا از جہت آنکہ نام جاہلیت است یا بسبب آنکہ مشتق از یثرب بمعنی ہلاک وفساد وتثریب بمعنی توبیخ و ملامت ست یا بتقریب آنکہ دراصل نام صنمے یا یکے از جبابرہ بود بخاری در تاریخ خود حدیثے آوردہ کہ یکبار یثرب گوید باید کہ دہ بار مدینہ گوید تا تدارک و تلافی آں کند و در روایتے دیگر آمدہ باید کہ استغفار کند و بعضے گفتہ اند کہ تعزیر باید کرد قائل آں را و آنکہ در قرآن مجید آمدہ است یا اہل یثرب از زبان منافقان ست کہ بذکر آں قصد اہانت آں می کردند عجب کہ بر زبان بعضے اکابر در اشعار لفظ یثرب آمدہ[1] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا نام "مدینہ" رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس ومحبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ "ثرب" سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بُت یا کسی جابر و سرکش بندے کا نام تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی ایک مرتبہ یثرب کہہ دے تو اسے دس مرتبہ "مدینہ" کہنا چاہئے تاکہ اس کی تلافی اور تدارک ہوجائے۔ قرآن مجید جو "یا اھل یثرب" آیا ہے تو وہ اہلِ نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے کہ یثرب کہنے سے وہ مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یثرب کہنے والا اللہ تعالٰی سے استغفار کرے اور معافی مانگے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس نام سے پکارنے والے کو سزا دینی چاہئے، حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اشعار میں لفظ یثرب صادر ہوا ہے۔ انتہی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور عظمت وشان والے کا علم بہت پختہ اور بڑا مکمل ہے۔ (ت)

مسئلہ از کانپور مرسلہ مولوی وصی احمد سورتی ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک بُت پرست کافر نے اپنے بُت کے نام

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۴-۲۹۳

بغرض تقرب روپیہ اُٹھا رکھا اسی مبلغ منذورسے بایں نیت اسبابِ اکل وشرب خرید اکر خاص دن جس میں نذر ادا کی جاتی ہے دعوت کھلائی جائے جب وہ دن آپہنچا تو وہ ہندو اہلِ اسلام سے کہنے لگا میری نیت ہے کہ میں تمام اہلِ اسلام کو للہ اس مال مذکور سے کھلاؤں اسی موجب اس ہندو نے مسلمانوں کو بکرے چاول وغیرہا دئے بروقت دینے کے مکرر سہ کرر للہ دیتا ہوں کہا بعض مسلمانوں نے وہ مالِ منذور قبول کیا آپس میں پکا کر دعوتیں کیں بعض لوگ باز رہے لہذا باہمی اختلاف واقع ہوا ہے آپ للہ جواب سے سرفراز فرمائیں، آیا اس کافر کا قول "جو للہ دیتا ہوں" کہا معتبر ہے یا نہیں، کھانا درست ہوگا یا نہیں؛ درصورت ثانی جو لوگ کھا چکے ہیں وہ لوگ کس امر کے مرتکب ہوئے؟ مفصل تحریر ہو۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب (کتاب اللہ کے حوالے سے بیان کرو تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

کافر مشرک کا کوئی عمل للہ نہیں فان الکفر ھو الجھل باللہ فاذا جھلہ فکیف یعمل لہ (چونکہ اللہ تعالٰی کو نہ جاننا کفر ہے پھر جب یہ اس کو نہیں جانتا (یعنی اس کے معاملے میں جہالت کا برتاؤ کرتا ہے) تو اس کے لئے عمل کیسے کرسکتا ہے۔ ت) مسلمان مال مذکور (نامکمل)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہلِ اسلام میں سے کوئی شخص بغرض تماشہ دیکھنے کے کسی میلے اہل ہنود کے میں قصدًا جائے تو اس کی عورت نکاح سے باہر ہوجاتی ہے یا نہیں اگرچہ وہ شخص یہ تو جانتا ہے کہ ہنود کے میلے میں جانا گناہ ہے اور اُس شخص کے واسطے کیا حکم ہے جو کسی رئیس قوم ہنود کا ملازم ہے وہ بوجہ ملازمت کے اپنے آقا کے ساتھ مجبورًا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کافروں کے میلے میں جانے سے آدمی کافر نہیں ہوتا کہ عورت نکاح سے نکل جائے، جو لوگ ایسے فتوے دیتے ہیں شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتے ہیں، البتہ اس میں شریک ہونا مسلمان کو منع ہے، حدیث میں ہے:

من کثر سواد قوم فھو منھم۔[1] جس شخص نے کسی قوم کی جماعتی تعداد میں اضافہ کیا تو وہ انہی میں سے ہے (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[1] جو کوئی کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ ٹھہرا تو بیشک وُہ اسی مشرک کی طرح ہے (ت)

علماء فرماتے ہیں مسلمان کو چاہئے کہ مجمع کفار پر ہو کر نہ گزرے کہ اُن پر لعنت اترتی ہے اور پُر ظاہر کہ اُن کا میلہ صدہا کفر کے شعار اور شرک کی باتوں پر مشتمل ہوگا اور یہ ممانعت وازالہ منکر پر قادر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی گونگا شیطان اور کافر کا تابعدار ہو کر مجمع کفار میں رہنا اور ان کے کفریات کو دیکھنا سُننا مسلمان کی ذلت ہے اور کافر کی نوکری مسلمان کے لئے وہی جائز ہے جس میں اسلام و مسلم کی ذلت نہ ہو نص علیہ العلماء کما فی الغمز وغیرہ (علماء کرام نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ الغمز وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) رزق اللہ کے ذمہ ہے اور اس کے راستے کُھلے ہوئے، تو عذرِ مجبوری غلط ہے واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے اور اس بزرگ وعظیم ذات کا علم بڑا کامل اور زیادہ محکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۹ از ڈونگر گڑھ ضلع رائے پور سنٹرل پرونس مرسلہ شیخ حسین الدین احمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۱۲ھ

زید شراب پیتا ہے اور زید نے عمرو کو ورغلا کر شراب پلائی وُہ بھی پینے لگا تھوڑے عرصہ میں زید تائب ہوا اور قطعاً شراب چھوڑ دی مگر عمرو پیتا رہا، تو کیا عمرو کے مواخذہ میں زید بھی پکڑا جائے گا، اگر پکڑا جائے گا تو زید کے بچنے کی کون سی صورت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

سچی توبہ اللہ عزوجل نے وہ نفیس شَے بنائی ہے کہ ہر گناہ کے ازالہ کو کافی ووافی ہے، کوئی گناہ ایسا نہیں کہ سچی توبہ کے بعد باقی رہے یہاں تک کہ شرک وکفر۔ سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ گناہ پر اس لئے کہ وہ اس کے رب عزوجل کی نافرمانی تھی نادم و پریشان ہو کر فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کبھی اُس گناہ کے پاس نہ جانے کا سچے دل سے پُورا عزم کرے جو چارہ کار اس کی تلافی کا اپنے ہاتھ میں ہو بجالائے مثلاً نماز روزے کے ترک یا غصب، سرقہ، رشوت، ربا سے توبہ کی تو صرف آئندہ کے لئے ان جرائم کا چھوڑ دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ جو نماز روزے ناغہ کئے ان کی قضا کرے جو مال جس جس سے چھینا، چرایا، رشوت، سُود میں لیا انھیں اور وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض الشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

واپس کردے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اُتنا مال تصدق کردے اور دل میں نیت رکھے کہ وہ لوگ جب ملے اگر تصدق پر راضی نہ ہوئے اپنے پاس سے انھیں پھیر دوں گا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد نصوا علی ان ارکان التوبة ثلثة الندامة علی الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال هذا ان کانت التوبة فیما بینه وبین الله کشرب الخمر واما ان کانت عما فرط فیه من حقوق الله کصلٰوة وصیام وزکٰوة فتوبته ان یندم علی تفریطه اولا ثم یعزم علی ان لایعود ابدا ولو بتاخیر صلاة عن وقتها ثم یقضی مافاته جمیعا وان کانت مما یتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ماقدمناه فی حقوق الله تعالٰی علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم بان یتحلل عنهم او یردها الیهم او الی من یقوم مقامهم من وکیل او وارث وفی القنیة رجل علیه دیون لاناس لایعرفهم من غصوب او مظالم اوجنایات یتصدق

اہلِ علم نے تصریح فرمائی ہے کہ توبہ کے ارکان تین ہیں (۱) گزشتہ جُرم پر ندامت یعنی نادم وشرمسار ہونا (۲) موجودہ طرزِ عمل کو درست رکھنا اور گناہ کا ازالہ وبیخ کنی کرنا (۳) آئندہ کے لئے گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا۔ یہ اس وقت کا کام ہے جبکہ توبہ بندے اور اللہ تعالٰی کے درمیان ہو۔ جیسے شراب نوشی۔ لیکن اگر اس نے حقوق اللہ میں کوتاہی کی اور ان سے توبہ کرنا چاہے جیسے نماز، روزے اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی تو اس کے لئے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کوتاہی پر نادم ہو پھر پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ ان کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہیں لے گا اور انھیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ پھر تمام ضائع کردہ حقوق کی قضا کرے اور اگر ضائع کردہ حقوق کا تعلق بندوں سے ہو تو صحتِ توبہ اس پر موقوف ہے جس کو ہم نے پہلے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کردیا ہے کہ اس صورت میں اموال کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا اور مظلوم کو راضی کرنا ضروری ہے، جن کا مال غصب کیا گیا وُہ انھیں واپس کیا جائے یا ان سے معاف کرایا جائے اور وُہ متعلقہ افراد موجود اور بقیدِ حیات نہ ہوں تو ان کے ورثا، متعلقین اور قائم مقام افراد و وکلاء کے ذریعے اموال کی واپسی اور معافی عمل میں

يقدرها على الفقراء على عزيمة القضاء ان وجدهم مع التوبة على الله تعالٰى فيعذر انتهى وان كانت المظالم فی الاعراض كالقذف والغيبة فيجب فی التوبة فيها مع قدمناه فی حقوق الله تعالٰى ان يخبر اصحابها بما قال من ذٰلك ويتحلل منهم فان تعذر ذٰلك فليعزم علٰى انه متى وجدهم تحلل منهم فان عجز بان كان ميتا فليستغفر الله والمرجو من فضله وكرمه ان يرضی خصماءه من خزائن احسانه فانه جواد كريم رءوف رحيم[1] اھ ملتقطا۔

لائی جائے ۔ قنیہ میں ہے اگر کسی شخص پر لوگوں کے قرضہ جات مثلاً غصب، مظالم اور جنایات کی قسم سے ہوں اور توبہ کرنے والا ان متعلقہ افراد کو نہیں جانتا پہچانتا تو اتنی مقدار فقراء ومساکین میں قضا کی نیت سے خیرات کرے، اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کرنے کے باوجود اگر ان افراد کو کہیں پالے تو ان سے معذرت کرے (یعنی ان سے معافی مانگے) اگر مظالم کا تعلق عزت وغیرہ سے ہو جیسے کسی کو گالی دینا، غیبت کرنا، تو ان میں وجوبِ توبہ اس شرط سمیت جو ہم نے حقوق اللہ کے ضمن میں بیان کئے ہیں یہ ہے کہ جو کچھ اس نے ان کے بارے میں کہا انھیں اس جرم پر اطلاع دے اور ان سے معافی مانگے، اگر یہ مشکل ہو تو پختہ ارادہ کرلے کہ جب بھی انھیں پائے گا تو ضرور معذرت کرے گا۔ اگر اس طریقہ سے بھی عاجز ہوجائے یعنی مظلوم وفات پاگیا ہو تو پھر اللہ تعالٰی سے بخشش مانگے، اور اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے قوی امید ہے کہ وہ مظلوم مرحوم کو اپنے جُود واحسان کے خزانوں میں سے دے کر راضی کردے گا اور دونوں میں صلح کرادے گا کیونکہ وہ بے حد سخی، کرم کرنے والا، انتہائی شفقت فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ انتخاب کردہ عبارت مکمل ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ از لکھنؤ محلہ رام گنج متصل حسین آباد مرسلہ اسد اللہ خاں کوبک غرہ شعبان معظم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب کہ شیرینی از دکان حلوائی ہنود خریدکردہ اگر فاتحہ خوانند وثواب آں بروح رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام یا دیگر بزرگانِ دین رسانند جائزست یانہ، وجمہور ایں طرق

علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہندو حلوائی کی دکان سے مٹھائی خرید کر فاتحہ پڑھی جائے اور اس کا ثواب رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک یا دیگر بزرگانِ دین کی ارواح

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر التوبۃ وشرائطہا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹-۱۵۸

فاتحہ را جواز گفتہ اند یانہ، واحتراز از ایشاں بآیات قرآنی واحادیث نبوی جائزست یانہ، وایشاں کافراند یامشرک، وبصورتِ دیگر اگر کسے ایشاں را کافر ومشرک گوید دربارۂ او چہ حکم است۔ بیّنوا توجروا۔

کو ایصال کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ جمہور اہلِ علم اس کے جواز کے قائل ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی رُو سے یہ لوگ کافر ومشرک قرار پاتے ہیں یا نہیں؟ اور ان سے پرہیز کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص انھیں کافر ومشرک نہ خیال کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

ہنود ان قطعاً کافران ومشرکانند ہر کہ ایشاں را کافر ومشرک نداند خود کافرست آرے روایشاں طائفہ تازہ برآمدہ کہ خود را آریہ خوانند بزبان دعوی توحید کنند ودم تحریم بت پرستی زنند فاما برادری والفت ویک جہتی ایشاں ہرچہ ہست باہمیں بت پرستان ست کہ سنگ وآب ودرخت وپیکر ہائے تراشیدہ را بخدائے پرستند اینان راہم مذہب وبرادر دینی خواشان دانند وازنام مسلماناں در آب وآتش مانند قاتلھم اللّٰہ انّٰی یؤفکون[1] باز ایں خبیثاں اگرچہ بظاہر از پرستش غیر محترز مانند مادہ وروح ہر دو راہمچو خدا قدیم وغیر مخلوق دانند پس شرک اگر در عبادت نشد در وجوب وجود شد بہر وجہ سہ الٰہ برایشاں لازم ست واو قطعاً بمشرکیست پس آں ادعائے توحید ہمہ بادر ہوا ست

ہنود بلا شبہہ قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں لہذا جو انھیں کافر ومشرک نہ جانے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، ان میں ایک نیا فرقہ نکلا ہے جو آریہ کہلاتا ہے، وہ زبانی طور پر توحید کا دعوٰی کرتے ہیں اور بت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری الفت ومحبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت ومحبت ان کا اتحاد قائم ہے جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مُورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں (اور مسلمانوں کے نام سے پانی آگ بن جاتے ہیں یعنی ان کے نام سے بھی جلتے ہیں) اللہ تعالٰی ان کا ستیاناس کرے کہاں اوندھے پھرے جاتے ہیں۔ پھر یہ خبیث اگرچہ غیر کی عبادت وبندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

واگر فرض کنیم غایت آنکہ ہمیں مشرک نباشد اما
درکفر ایشاں چہ جائے سخن ہر کہ با محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نگروَد کافر ست وہر کہ ایں را کافر
نداند خود باو ہمسر ست قال اللہ تعالٰی ومن
یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ
وھو فی الاٰخرۃ من الخسرین[1] اگر دوستی وموالات
با ہر کافر کہ باشد حرام اشد وکبیرۂ اعظم ست واگر
بربنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالٰی ومن
یتولھم منکم فانہ منھم[2] وصحبت ومخالطت
بے دوستی وموانست اگر درکار دنیوی بربنائے
ضرورت بقدر ضرورت بے تعظیم وتکریم وبے مداہنت
درکار دین باشد رخصت ست ورنہ انہم حرام
مگر بحالت اکراہ شرعی قال اللہ تعالٰی فلا تقعد
بعد الذکری مع القوم الظلمین[3] ۝ وقال
تعالٰی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن
بالایمان[4] ودر شیرینی ساختۂ ایشان
تا آنکہ بالخصوص درو خلط نجاستے یا چیزے حرام
معلوم نباشد فتوٰی جواز ست وتقوٰی احتراز
کما نص علیہ فی الاحتساب ودر فاتحہ ازو
احتراز انسب ست فان اللہ طیب
لا یقبل الا الطیب[5] وطیب بودن اشیائے

روح دونوں کو اللہ تعالٰی کی طرح قدیم اور غیر مخلوق
مانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں
شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہوگیا۔ پس
ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے۔ لہذا وہ
یقیناً مشرک ہیں، ان کا دعوٰی توحید ہوا میں پاؤں
رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ
پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر
یعنی کافر ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش
نہیں اس لئے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے اور جو انھیں کافر
نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے،
چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اسلام
کے علاوہ کوئی اور دین چاہے (اور اس کا
طلبگار رہو) تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا
بلکہ وہ دارِ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں
میں ہوگا۔ لہذا ہر کافر سے دوستی اور ملاپ
سخت منع، حرام اور بہت بڑا گناہ ہے، اور
اگر دینی رجحان کی بنا پر ہو تو بلا شبہہ کفر ہے،
چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: جو کوئی تم
میں سے ان (کافروں) سے دوستی رکھے گا
تو بلا شبہہ وہ انہی میں سے ہے۔ اور اگر

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۵
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[3] " ۶/ ۶۸
[4] " ۱۶/ ۱۰۶
[5] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۲۸

ایشاں اگرچہ بحکم ظاہر طاہرست اما بباطن مشکوک پس
اسلم ہماں ست کہ حتی الامکان در ہمچو امور نفیسہ
گرد او نگردند کما فصلناہ فی فتاونٰا ورنہ
خیر کہ اصل دراشیاء طہارت ست ولقین
بہ شک زائل نشود والدین یسر[1] قال محمد
بہ ناخذ مالم نعرف شیئا
حراما بعینہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مجلس اور میل جول بر بنائے ضرورت بقدر
ضرورت بغیر دوستی اور انس ومحبت کے ،
بلا تعظیم وتکریم اور بغیر دینی نقصان یا کمزوری کے ہو
تو اس کی اجازت اور رخصت ہے ، بصورت دیگر
میل جول اور مجلس بھی حرام ہے ، ہاں اگر کوئی فریق
مخالف کے جبر واکراہ کے باعث مجبور ہو جائے
تو وہ مستثنٰی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ
یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ نیز ارشاد فرمایا: "کفریہ بات زبان سے نکالنی کفر ہے"
مگر اس حالت میں کہ کسی پر زبردستی کی جائے (یعنی اُسے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے۔ مترجم) تو وہ (اپنی
جان بچانے کے لئے۔ مترجم) کلمہ کفر کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل (بدستور) ایمان پر قائم اور
مطمئن ہو۔ رہی یہ بات کہ ان کے ہاتھوں کی بنی ہوئی مٹھائی کا استعمال، تو جب تک خصوصیت سے
اس میں کسی نجاست یا حرام کی ملاوٹ نہ ہو تو بربنائے فتوٰی اس کا استعمال جائز ہے مگر تقوٰی یہ ہے
کہ اس سے بھی پرہیز کیا جائے جیسا کہ "نصاب الاحتساب" میں صراحۃً مذکور ہے ، لہذا فاتحہ کے
عمل کے لئے اس سے پرہیز ہی زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی (بجد) پاک ہے لہذا وہ
پاکیزہ چیزوں کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں فرماتا ، اور کافروں کی چیزیں اگرچہ ظاہری اور سرسری حکم میں
پاک متصور ہوتی ہیں مگر درحقیقت مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں لہذا زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ اس
قسم کے نفیس کاموں کے سلسلے میں حتی الامکان کفار ومشرکین کے نزدیک نہ جائیں جیسا کہ ہم نے اپنے
فتوٰی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ورنہ خیر (کچھ مضائقہ نہیں) کیونکہ اصل اشیاء میں طہارت
پائی جاتی ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور دین کی بنیاد آسانی پر ہے ، چنانچہ امام محمد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ جانیں۔ اللہ تعالٰی
خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ١١: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم وفقیہ کو گالی دے یا حقارت کرے تو

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب الدین یسر قدیمی کتب خانہ کراچی ١/١٠
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ٥/٣٤٢

اس کے اوپر حکم کفر جاری ہوگا یا نہیں؟ اور اکثر عوام الناس اس زمانے میں عالموں کو گالی دیتے اور حقارت اور غیبت کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

غیبت تو جاہل کی بھی سوا صُورِ مخصوصہ کے حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے، قرآن عظیم میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا۔ اور حدیث میں آیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والغیبۃ فان الغیبۃ اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔ رواہ ابن ابی الدنیا[1] فی ذم الغیبۃ وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالٰے اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور غیبت کرنے والے کی بخشش ہی نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی تھی۔ (اس کو ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابوالشیخ نے توبیخ میں جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰے ان سے راضی ہو۔ ت)

یونہی بلا وجہ شرعی کسی مسلمان جاہل کی بھی تحقیر حرام قطعی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بحسب امرئ من الشران یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ۔ رواہ مسلم[2] عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے خون آبرو مال۔ (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اسی طرح کسی مسلمان جاہل کو بھی بے اذن شرعی گالی دینا حرام قطعی ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الغیبۃ والنمیمۃ رسالہ من رسائل ابن ابی الدنیا باب الغیبۃ وذمہا حدیث ۲۵ موسسۃ الکتب الثقافیۃ ۲/ ۴۶

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

سباب المسلم فسوق۱ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلمان کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے (اسے امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سباب المسلم کالمشرف علی الھلکۃ۔ رواہ الامام احمد۲ والبزار عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند جید۔

مسلمان کو گالی دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے (اسے امام احمد اور بزار نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی۳ فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی (اسے امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

جب عام مسلمانوں کے باب میں یہ احکام ہیں تو علمائے کرام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے، حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یستخف بحقھم الا منافق۔ رواہ الطبرانی۴ فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

علماء کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق (طبرانی نے کبیر میں ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ت)

---

۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب سباب المسلم فسوق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸
جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الشتم امین کمپنی دہلی ۲/۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۱
۲ الترغیب والترھیب بحوالہ البزار الترھیب من السباب واللعن مصطفی البابی مصر ۳/۴۶۷
۳ المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳
۴ المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۳۸

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایستخف بحقہم الامنافق بین النفاق۔ رواہ ابوالشیخ فی التوبیخ[1] عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اُن کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق۔ (اسے ابوالشیخ نے التوبیخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس من امتی من لم یعرف لعالمنا حقہ۔ رواہ احمد[2] والحاکم والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں۔ (اسے احمد، حاکم اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

پھر اگر عالم کو اس لئے بُرا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث بُرا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اُس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ میں ہے:

من ابغض عالما من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر[3]۔

جو کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے عداوت رکھتا ہے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے:

الظاہر انہ یکفر[4] (ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہوجائے گا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس عزت وتوقیر والے کا علم بڑا کامل اور بہت پختہ (محکم) ہے۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبادہ ابن صامت دار الفکر بیروت ۵/ ۳۲۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

مسئلہ ۱۲ ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیسائی نے براہِ فریب دہی مسلمانوں کا حقّہ پیا، مسلمان چونکہ اسے مسلمان سمجھتے تھے انھوں نے اس کا پیا ہوا حقّہ پیا، پھر ایک شخص آیا اس نے عیسائی کو حقّہ پیتے دیکھ کر کہا تو عیسائی ہوکر مسلمانوں کا حقّہ پیتا ہے، اس نے کہا میں فلاں مسجد میں ایک مہینہ ہُوا مسلمان ہوگیا ہُوں، جب اس مسجد میں تحقیق کیا گیا تو بیان اُس کا بے ثبوت نکلا، ایسی حالت میں وہ مسلمان جنھوں نے اس کا پیا ہوا حقّہ پیا ہے کیا کریں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب

جب نادانستہ پیا اُن پر کچھ الزام نہیں بلکہ جب وہ کہتا ہے میں مسلمان ہوچکا ہوں تو اُسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا جب تک اُس سے کفر جدید ظاہر نہ ہو اور اس تحقیقات کا کچھ اعتبار نہیں کہ نفی کی گواہی نامعتبر ہے اور کافر کا اقرار کرنا ہی اُسے مسلمان ٹھہرانے کے لئے کافی ہے کما نص علیہ فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ اس پر درمختار وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳ از کٹرہ ڈاک خانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم خان صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کمہار کا گھر جو رعیت مسلمان زمیندار کا ہے مسجد کے متصل ہے، کمہار نے اپنے گھر میں ناقوس بجایا، اس پر ایک مسلمان نے کلوخ اندازی کی اُس کمہار نے مینجر زمیندار کے پاس کہ وہ بھی مسلمان ہے نالش کی، مینجر مسلمان نے اس مسلمان کی تنبیہ کی اور اس سے جُرمانہ لیا، اس تائیدِ کفر کے سبب مینجر مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ضرور کہ اس کا یہ حکم قرآنِ عظیم کے مطابق نہ تھا،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[1] o واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جو کوئی اللہ تعالٰی کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی فاسق (نافرمان) ہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۷

مسئلہ ۱۴ : از تحصیل چورو ریاست بیکانیر مرسلہ والد مولوی امتیاز احمد صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بکرے نذر ونیاز یعنی تقرب وعبادت کسی پیر صاحب کے پرورش ہوتے ہیں اور قنڈریاں بنائی جاتی ہیں اور پنڈا بھرتے ہیں جیسے ہنود بھرتے ہیں اور ڈوری اور بدھی اور چوٹی اور جھرولا اور تاتے گلے میں ڈالتے ہیں یہ امور اخص شرع ہیں یا نہیں اور ان امور کا کرنے والا مشرک ہوتا ہے یا نہیں؟ ہمارے شہر چورو ریاست بیکانیر میں اندر ان مسائل کے بحث ہورہی ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اللّٰھم احفظنا (اے اللہ! ہماری حفاظت فرما۔ ت) آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیر خدا کو معبود یا مستقل بالذات و واجب الوجود نہ جانے، بعض نصوص میں بعض افعال پر اطلاقِ شرک تشبیہًا یا تغلیظًا یا بارادہ ومقارنت باعتقاد منافی توحید وامثال ذٰلک من التاویلات المعروفۃ بین العلماء وارد ہوا ہے جیسے کفر نہیں مگر انکار ضروریاتِ دین اگرچہ ایسی ہی تاویلات سے بعض اعمال پر اطلاقِ کفر آیا ہے یہاں ہرگز علی الاطلاق شرک وکفر مصطلح علم عقائد کہ آدمی کو اسلام سے خارج کردیں اور بے توبہ مغفور نہ ہوں زنہار مراد نہیں کہ یہ عقیدۂ اجماعیۂ اہلسنت کے خلاف ہے ہر شرک کفر ہے اور کفر مزیل اسلام، اور اہلسنت کا اجماع ہے کہ مومن کسی کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج نہیں ہوتا ایسی جگہ نصوص کو علی اطلاقہا کفر وشرک مصطلح پر حمل کرنا اشقیائے خوارج کا مذہب مطرود ہے اور شرکِ اصغر ٹھہرا کر پھر قطعًا مثل شرک حقیقی غیر مغفور ماننا وہابیہ نجدیہ کا خبط مردود۔ واللہ المستعان علٰی کل عنود (اللہ تعالٰی ہی سے مدد مانگی جاتی ہے ہر عناد کرنے والے کے مقابلے میں۔ ت)

شرح عقائد میں ہے:

الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام۔[1]

اشراک یعنی شرک اللہ تعالٰی کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا ہے یعنی وجوب وجود میں شریک ماننا جیسے مجوس یا عبادت کے استحقاق میں شریک بنانا جیسے بتوں کے پجاری۔ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بحث واللہ تعالٰی خالق لافعال العباد دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۹۱

متون عقائد میں ہے:

الکبیرۃ لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخلہ فی الکفر[1]

کوئی گناہ کبیرہ بندہ مومن کو ایمان سے نکال کر کفر میں داخل نہیں کرتا۔(ت)

نذر و نیاز کہ مسلمین بقصد ایصال بارواح طیبہ حضرات اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم (اللہ تعالٰی ہمیں ان کی برکتوں سے مستفید فرمائے۔ت) کرتے ہیں ہرگز قصد عبادت نہیں رکھتے نہ انھیں معبود و الٰہ و مستحق عبادت جانتے ہیں، نہ یہ نذر شرعی ہے بلکہ اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین و عظماء کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں، اور نیاز تو اس سے بھی عام تر ہے۔ عام محاورہ ہے کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں میں تو آپ کا نیاز مند ہوں۔ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ان اطلاقات کی بحث شافی لکھی اور خود کبرائے مانعین سے اُن کا اطلاق ثابت کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریہ طاہرہ او را تمام امت برمثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء ہمیں معاملہ است[2]

جناب امیر اور ان کی پاکیزہ اولاد کو تمام امت کے لوگ عقیدت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تکوینی معاملات کو ان سے وابستہ خیال کرتے ہیں اسی لئے فاتحہ درود صدقات خیرات اور نذر و نیاز کی کارگزاریاں لوگوں میں ان کے نام کے ساتھ رائج اور معمول بن گئی ہیں جیسا کہ دیگر اولیائے کرام کے معاملے میں یہی صورت حال ہے۔(ت)

محبوبان خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو، تقرب نزدیکی چاہنے رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبان بارگاہ عزت مقربان حضرت صمدیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجا لانا ضرور محبوب کہ ان کا قرب بعینہٖ قرب خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔

قال اللہ تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں کے لئے اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے۔(ت)

---

[1] متن شرح العقائد بحث الکبیرۃ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸۳-۸۲
مجموع المتون فی مختلف الفنون فن التوحید الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۶۱۵

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت تمہید کلام و تقریر مرام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان الصدقة یبتغی بها وجه الله تعالٰی والهدیة یبتغی بها وجه الرسول وقضاء الحاجة[1] رواه الطبرانی فی الکبیر عن عبدالرحمٰن بن علقمة رضی الله تعالٰی عنه۔

صدقے سے اللہ عزوجل کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور ہدیہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا اور اپنی حاجت روائی منظور رہوتی ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے :

فی المنیة انا لانسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهٰذا النحر ونحوه فی شرح الوهبانیة عن الذخیرة[2]۔

منیہ میں ہے کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس قربانی اور اس جیسے کام سے کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہے، شرح وہبانیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے اسی طرح مذکور ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله انه یتقرب الی الآدمی ای علی وجه العبادة لانه المکفر وهذا بعید من حال المسلم[3]۔

مصنفِ درمختار کا قول ہے کہ کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہو یعنی اس تقرب سے عبادت مراد ہو تو یہ کفر ہے اور یہ چیز مسلمان کے حال سے بعید ہے۔ (ت)

ہاں جو شخص عبادت غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے، مگر یہ قصد مسلمان کلمہ گو سے بے اُس کے صریح اقرار کے کہ وُہ غیر خدا کو معبود جانتا ہے محض اپنے ظنوں سے ثابت نہ ہوگا، یہ سب سے بدتر بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے سخت تر جھُوٹ اور اشد حرام۔

قال الله تعالٰی یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبدالرحمٰن بن علقمہ حدیث ۱۵۹۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸

[2] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی ۵/ ۱۹۷

الظن اثم[1] گناہ ہوتے ہیں (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ رواہ الائمۃ مالک[2] والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لوگوں سے گمانِ بد کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، الحدیث۔ (ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، امام ترمذی نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے روایت کیا ہے۔ ت)

مرد کے سر پر چوٹی رکھنا ویسے ہی حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشابھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری[3] وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وفیہ احادیث کثیرۃ بالغۃ حد التواتر۔

اللہ تعالٰے نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور اُن مردوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے، اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جو تواتر کی حد تک

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶
جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی سوء الظن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰
صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴
موطا امام مالک ماجاء فی المہاجرۃ کتب خانہ کراچی ص ۷۰۶

[3] مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابن عباس رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۳۹
سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبھین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴
سنن ابی داؤد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰
جامع الترمذی ابواب الادب امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲

پہنچی ہوئی ہیں۔ (ت)

خصوصاً کسی کے نام کی چوٹی کہ رسوم کفار ہنود سے ہے، یونہیں ڈوری بدھی کلاوہ بھی محض جہالت بے اصل ہے۔ پنڈا بھرنا، قندوری بھرنا، جھرولا، تاتا میری زبان کے الفاظ نہیں، نہ مجھے ان کے معانی معلوم۔ یہ بھی اگر بدھی چوٹی وغیرہ کے مثل ہوں تو ان کا بھی وہی حکم ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از چاٹگام موضع قلاؤجان مرسلہ نظام الدین ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند علمائے دین رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زید وعمرو ہر دو عالم اندہر گاہ قطعہ فرائض بعبارت صحیحہ ومسئلہ صریحہ پیش ایشاں وقوع آمد پس زید بربنائے نفاق وعداوت دنیاوی گفتہ کہ اکثرجائے فرائض غلط کردہ ودستخط بہ تصحیح مسئلہ آں ممنوع وعمرو اولاً فرائض موصوفہ بغور نظر دیدہ دستخط بداں بہ تصحیح مسئلہ آں کردہ اند باز از زبانی زید غلط عبارتش شنیدہ ودستخط خود از وے منقطع کردہ اند ہر دو عالم موصوف باوجودیکہ حضرات متدینین ادام اللہ فیوضہم آنرا تحقیق کردہ تصحیح فرمودہ اند عبارتش را غلط گویند، دستخط بداں غیر مشروع پندارند پس دریں واقعہ دماغ وغروری منسوب شوند یانہ وآنانکہ صحیح وجائز را ناجائز وحلال را حرام بربنائے دماغ وغروری میدانند کافر گردد یا بارتکاب کبیرہ۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں (اے علم والو! اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے) زید اور عمرو دونوں عالم ہیں ان دونوں کے سامنے قطعہ فرائض عبارت صحیحہ اور مسئلہ صریحہ کے ساتھ پیش کیا گیا تو زید نے نفاق اور دنیوی عداوت کی بنا پر کہہ دیا کہ فرائض کے زیادہ تر مقامات میں غلطی کی گئی ہے لہٰذا اس مسئلے کی صحت پر دستخط کرنا جائز نہیں، عمرو نے پہلے فرائض موصوفہ کو غور وفکر سے دیکھا پھر اس مسئلہ کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے دستخط کردیئے، ازاں بعد زید کی زبانی اس کی غلط عبارت سُنی تو دونوں موصوف عالموں نے اس سے اپنے اپنے دستخط مٹا دیئے اگرچہ دیندار حضرات (اللہ تعالٰی ان کے فیوض و برکات ہمیشہ پھیلائے) نے اس کی تحقیق کے بعد اس کی تصحیح فرمائی کیونکہ دونوں اس کی عبارت کو غلط کہہ کر اس پر دستخط کو ناجائز سمجھے پس کیا اس واقعہ میں وہ لوگ عالی دماغ اور تکبر کی طرف منسوب ہوں گے؟ اور جو لوگ علو دماغ اور تکبر کی بنا پر صحیح اور جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام جانیں کافر قرار پائیں گے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب؟ بیان فرما کر اجر وثواب کے مستحق ہوں۔ (ت)

الجواب

دریں سوال کمال اجمال بلکہ اہمال بکار بردہ شد می بایست نقل آں فتوٰی فرستندے تا دیدہ شود کہ آیا فی الواقع غلط است وزید بخطائے او بے پردہ وباز عمرو نیز آگاہ ومتنبہ شدہ تصحیح خود ازوے جدا کردہ دریں صورت ہردو برصواب باشند یا حقیقۃً صحیح ست وانگاہ دیدنی ست کہ مسئلہ ازاں باب ست کہ خطا در فہم او بایناں عارض شود و دریں صورت درانچہ کردند معذور باشند یا آنچناں نیست کہ بالقصد مکابرۂ حق کردہ اند انگاہ لاجرم آثم وبزہ کار شوند فاما کفر نبود مگر آنکہ مسئلہ از ضروریاتِ دیں باشد کہ انکار بلکہ شک دراں کفر است، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

اس سوال میں مکمل اجمال بلکہ ناقص چھوڑ دینے سے کام لیا گیا ہے (یعنی سوال ہی ادھورا ہے) مناسب تو یہ تھا کہ اس فتوٰی کی نقل ہمراہ سوال بھیجی جاتی تاکہ یہ دیکھا جاتا کہ آیا واقعی وہ غلط ہے اور زید اس کی غلطی کی تہہ تک پہنچا اور عمرو بھی اور وہ اس سے آگاہ اور ہوشیار ہو گئے اس لئے اپنی تصحیح (ضمانت صحت) اس سے الگ کر لی، پس اس صورت میں دونوں راہِ صواب پر ہیں یا درحقیقت وہ صحیح ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ مسئلہ اس باب سے ہے کہ اس کے سمجھنے میں ان کو غلطی لاحق ہوگئی، اس صورت میں وہ معذور متصور ہونگے پھر یہ دیکھنا ہے کہ کیا انھوں نے دانستہ حق کا مقابلہ کیا، اگر ایسا ہے تو اس صورت میں وہ ضرور گناہ کے مرتکب ہوئے لیکن کفر پھر بھی نہیں ہوگا الّا یہ کہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو (اور اس کا صراحۃً انکار ہو تو پھر کفر لازم آئے گا۔ مترجم) کہ اس کا انکار یا اس میں شک کیا جائے تو کفر ہے، اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶: ازیں شہر مرسلہ منشی احمد حسین خرسند نقشہ نویس فیض آباد دفتر اسسٹنٹ ریلوے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اُن مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جاکر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا اُن کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ اُن پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہا اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دے جاتے ہیں جس کے شاہد سماجی کتب ترک اسلام، تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر بہرائچ، آریہ تیر بریلی، ستیارتھ پرکاش موجود ہیں۔ نمونے کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں ستیارتھ پرکاش، مسافر

بہرائچ۔ آیا اُن مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور مسلمان سمجھے جائیں، ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنانِ خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں اُن کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شراکت و نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مفصّل بیان فرمائیے۔ اللہ اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے، الحمدللہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلماتِ لعینہ ملعونہ منقول ہونگے ان پر نگاہ کی، نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑا وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب یہ کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہ کرلیا ہے کہ اللہ تعالٰے ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ تعالٰے کی لعنت اُترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہرِ الٰہی کی آگ اُن کے لئے بھڑکتی ہے صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں، اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمے پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں، یہ میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے؛

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[1]	بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں، اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اُس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کردینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے، زید کسی دنیا کی عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پرواہ ہے یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا، پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، کل چلانے والا

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

غرض جان کر کے کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد دینے چلا وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا (امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح مختارہ میں حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ اس ظالم کے لئے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبا لے یا زید و عمرو کسی کو ناحق سست کہے اس کے مددگار کو ارشاد ہوا کہ اسلام سے نکل جاتا ہے نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں ان باتوں میں اُن کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے۔

طریقہ محمدیہ اور اُس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

من اٰفات الید کتابۃ مایحرم تلفظہ من شعر المجون والفواحش والقذف والقصص التی فیہا نحو ذلک والاھاجی نثرا ونظما والمصنفات المشتملۃ علی مذاھب الفرق الضالۃ فان القلم احدی اللسانین فکانت الکتابۃ فی معنی الکلام بل ابلغ منہ لبقائہا علی صفحات اللیالی والایام والکلمۃ تذھب فی الھواء ولا تبقی[3] اھ مختصرا۔

ہاتھ کی آفتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کچھ لکھا جائے جس کا بولنا حرام ہے یعنی جیسے مذمت کے اشعار، فحش باتیں، گالی گلوچ اور وہ واقعات جو اس قسم کی باتوں پر مشتمل ہوں اور ہجو کرنا خواہ نثر میں ہو یا نظم میں اور گمراہ فرقوں کے مذاہب پر مشتمل تصنیفات اس لئے کہ بولنے والی زبان کی طرح قلم بھی ایک زبان ہے (جس کے ذریعے اظہار خیال ہوتا ہے) لہذا لکھنا، بولنے ہی کی طرح ہے بلکہ بولنے سے بھی زیادہ بلیغ ہے جبکہ (زبان سے ادا ہونے والے) کلمات ہوا میں (منتشر ہو کر) گم ہوجاتے ہیں اور باقی نہیں رہتے اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۴۲-۴۴۳

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اگر تجھے شیطان (علط قسم کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کا حکم) بُھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے اس کے جنازے کی نماز حرام اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا کفن دینا دفن کرنا اس کے دفن میں شریک ہونا اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جب ان کافروں میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز مت پڑھو اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

فقیر کے یہاں فتاوی مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں، میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اُن ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں۔ سنا گیا ہے کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے میں درخواست کرتا ہوں کہ اُن ملعونات کو نکال ڈالیں اُن کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکوں کے دیکھنے سے باذنہٖ تعالٰی محفوظ رہیں۔ فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرٰحمین (اللہ تعالٰی سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ت)

مسئلہ از گونڈا ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈا عموماً و حافظ عبد العزیز صاحب مدرس انجمن اسلامیہ گونڈا ذوالحجہ ۱۳۲۴ھ

زید نے پیشتر جس کو عرصہ قریب چار سال کے ہوا تین چار شخصوں کے سامنے یہ کلمات توہین و بے ادبی کے کہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام نے گناہ کیا اور گناہ میں مبتلا رہے جب بہت کچھ کہا گیا تو پھر زید نے بلا توبہ یہ کلمہ کہا کہ اچھا نبی معصوم سہی مگر ہم سوائے انبیاء کے کسی کو قطعی جنتی نہیں کہہ سکتے، اور یہ کلمات ساٹھ ستر مسلمانوں کے سامنے مکرر سہ کرر کہے، اس کا جواب زید کو یہ دیا گیا کہ تم نے یہ بھی خلاف کلام اللہ وحدیث شریف کے کہا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

کیونکہ عشرہ مبشرہ واصحاب بدر و شہداء وغیرہ وغیرہ ضرور قطعی جنتی ہیں اور اُن کی نسبت حدیث شریف وکلام پاک میں حکم آچکا ہے مگر زید نے ایک نہ مانی اور یہ ہی کہتا رہا کہ ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے "بلکہ فوجداری کرنے کو مستعد و آمادہ ہوگیا، بروقت استفسار علمائے دین نے فتوی دیا کہ زید ایسے کلمات کہنے سے قطعاً بد مذہب وگمراہ بے دین وخارج از دائرہ اہلسنت وجماعت ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز کیا بلکہ بالکل باطل ہے، اسکو مناسب ہے کہ توبہ کرے جبکہ زید مذکور کو توبہ کرنے کے واسطے کہا گیا تو اول تو اُس نے کلمات بالا کے کہنے سے انکار کیا جب سب لوگوں پر پُورے طور سے کلمات ناشائستہ بالا کا کہنا ثابت ہوگیا تو پھر یہ حیلہ کیا کہ فلاں فلاں دو شخصوں کے روبرو ہم نے توبہ کرلی' اور ان دو شخصوں کا نام لیا کہ جو زید کے دوست واحباب ہیں اور جنھوں نے سابقاً مثل زید کے یہ کہا تھا کہ ایسے کلمات زید نے نہیں کہے اور پھر وہی دونوں شخص کہنے لگے کہ زید نے توبہ کرلی ہے، لیکن دیگر صاحبان نے اس کہنے زید اور اُن کے احبابوں کے کہنے کو تسلیم نہیں کیا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی جب علماء سے دریافت کیا کہ زید دو شخص کو گواہ دیتا ہے کہ انکے روبرو توبہ کرلی وہ شاہد ہیں تو یہ توبہ لائق پذیرائی ہے یا نہیں، تو عالم صاحب نے ارقام فرمایا کہ جب زید نے کلمات ضلالت علانیہ ساٹھ ستر مسلمانوں کے مجمع میں کہے اور مسلمانوں کو اپنی گواہی پر گواہ کرلیا اس کو لازم ہے کہ یونہی علی الاعلان توبہ کرکے مسلمانوں کو ان کلمات کے ضلالت ہونے اور اپنے رجوع کرنے پر گواہ کرلے جبکہ خود زید زندہ ہے تو توبہ کرسکتا ہے، شہادت کی کیا حاجت ہے، اور مفتی صاحب نے یہ حدیث شریف بھی ارقام فرمادی ہے:

اذا عملت سیئة فاحدث عندھا التوبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة۔ رواہ الطبرانی[1] فی معجمہ الکبیر۔

جب تم کوئی گناہ کرو تو اسی وقت توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدگی سے اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ۔ چنانچہ امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور مولوی صاحب نے یہ کل مسئلہ تحفہ حنفیہ میں طبع کرا کے شائع کرادیا ہے، اب پھر بعد چار سال کے دو تین آدمیوں کے سامنے کلمات لاطائل کا اقرار کرکے توبہ کرلی ہے اور یہ تین شخص ضرور معتبر اور معتمد ہیں مگر جس وقت زید نے ایک مجمع میں وہ کلمات بیہودہ کہے تھے اُس وقت یہ صاحب اُس مجمع میں نہ تھے

---

[1] المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰/ ۱۵۹
کنز العمال برمز حم فی الفردوس حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

اور معاملہ کو ضرور سنتا تھا، ایک مفتی صاحب سے جو اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ جب دو تین شخص معتبر توبہ کے شاہد ہیں اور وہ اس کی توبہ کی خبر دیتے ہیں تو یہ بھی ایک قسم کا اعلان ہے جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کے رُوبرو توبہ کرلی ہے تو اخبار عن التوبہ جو مجمع میں ہوا بمنزلہ توبہ کے ہے پس اعلان حاصل ہوگیا اس لئے یہ توبہ معتبر و صحیح ہوگی اس کا اعتبار کرلینا چاہئے اگرچہ اس زمانِ عالم صاحب کو مان لیا گیا مگر دوسرے صاحبوں نے کہا کہ آپ سے بھی استفتا لیا جائے یعنی دیگر علماء سے تاکہ کامل اطمینان ہوجائے۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں مجملاً تحقیق حق یہ ہے کہ وہ گناہ جو خلق پر بھی ظاہر ہو جس طرح خود اس کے لئے دو تعلق ہیں، ایک بندے اور خدا میں کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی اس کا ثمرہ حق جل وعلا کی معاذ اللہ ناراضی اس کے عذاب منقطع یا ابدی کا استحقاق، دوسرا بندے اور خلق میں کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ آثم و ظالم یا گمراہ کافر بحسب حیثیت گناہ ٹھہرے اور اس کے لائق سلام و کلام و تعظیم و اکرام و اقتدائے نماز وغیرہا امور و معاملات میں اس کے ساتھ انہیں برتاؤ کرنا ہو یونہی اس سے توبہ کے لئے بھی دو رُخ ہیں، ایک جانبِ خدا، اس کا رکنِ اعظم بصدقِ دل اس گناہ سے ندامت ہے، فی الحال اس کا ترک اور اس کے آثار کا مٹانا اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا صحیح عزم، یہ سب باتیں سچی پشیمانی کو لازم ہیں، ولہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الندم توبۃ[1] - رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابن ماجۃ والحاکم عن ابن مسعود والحاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن انس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم	ندامت توبہ ہے (امام احمد اور امام بخاری نے تاریخ میں، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا۔ امام حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان

---

[1] مسند امام احمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۳۷۶
سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴/۲۴۳
شعب الایمان حدیث ۷۰۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۳۸۷

فی الحلیۃ عن ابی سعید الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنھم وھو حدیث صحیح۔

میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسے روایت کیا اور وہ صحیح حدیث ہے۔ ت)

یعنی وہی سچی صادق ندامت کہ بقیہ ارکانِ توبہ کو خود مستلزم ہے اسی کا نام توبۃ السر ہے، دوسرا جانبِ خلق کہ جس طرح اُن پر گناہ ظاہر ہوا اور اُن کے قلوب میں اس کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور معاملات میں اس کے ساتھ اس کے گناہ لائق انھیں احکام دئے گئے اسی طرح اُن پر اُس کی توبہ و رجوع ظاہر ہو کہ ان کے دل اس سے صاف ہوں اور احکام حالتِ برأت کی طرف مراجعت کریں یہ توبۂ علانیہ ہے توبہ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا اور گناہ علانیہ کے لئے شرع نے توبۂ علانیہ کا حکم دیا ہے امام احمد کتاب الزہد میں بسندِ حسن اور طبرانی معجم کبیر اور بیہقی شعب الایمان میں بسندِ جید سیدنا معاذ بن جبل سے اور دیلمی مسند الفردوس میں انس بن مالک سے موصولاً اور امام احمد زہد میں عطا بن یسار سے مرسلاً بالفاظِ عدیدہ مطولہ و مختصرہ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیک بتقوی اللہ عزوجل ما استطعت و اذکر اللہ عزوجل عند کل حجر و شجر واذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[1] ھذا لفظ احمد عن معاذ وفی مرسلہ من قولہ اذا عملت سیئۃ الحدیث[2] ولفظ الدیلمی اذا احدثت ذنبا فاحدث عندھا توبۃ ان سرا فسروان علانیۃ فعلانیۃ۔[3]

اللہ عزوجل سے تقوٰی لازم رکھ اور ہر پتھر اور پیڑ کے پاس اللہ کی یاد کر، اور جب کوئی گناہ کرے اس وقت توبہ لا، خفیہ کی خفیہ اور آشکارا کی آشکارا۔ (یہ حضرت معاذ کے حوالے سے مسند احمد کے الفاظ ہیں اور مسند احمد کی مرسل حدیث میں ان کے قول اذا عملت (الحدیث) تک الفاظ ہیں اور محدث دیلمی کے الفاظ یہ ہیں:) جب تجھ سے نیا گناہ ہو فوراً نئی توبہ کر، نہاں کی نہاں، اور عیاں کی عیاں۔

---

[1] الزہد لاحمد بن حنبل مقدمۃ الکتاب دار الدیان للتراث القاہرۃ ص ۲۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین برمز احمد فی الزہد عن عطا بن یسار مرسلاً دار الفکر بیروت ۸/۶۰۳

[3] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن انس حدیث ۱۰۲۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۲۰

اقول وباللہ التوفیق (اللہ تعالٰی کی عطا کردہ توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ت) اس حکم میں بکثرت حکمتیں ہیں:

اول اصلاح ذات بین کا حکم ہے یعنی آپس میں صفائی اور صلح رکھو۔ یہ گناہ علانیہ میں توبہ علانیہ ہی پر موقوف کہ جب مسلمان اس کے گناہ سے آگاہ ہوئے اگر توبہ سے واقف نہ ہوں تو ان کے قلوب اس سے ویسے ہی رہیں گے جیسے قبل توبہ تھے۔

دوم جب وہ اسے بُرا سمجھے ہُوئے ہیں تو اس کے ساتھ وہی معاملات بُعد و تنفر رکھیں گے جو بددین کے ساتھ درکار ہیں علی الخصوص بدمذہب لوگ جیسا زید کا حال ہے یہ بہت برکات سے محرومی کا باعث ہوگا۔

سوم جب یہ واقع میں تائب ہولے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔(ت)

تو اب مسلمانوں کے وہ معاملات نظر بواقع بیجا ہوں گے اور انھیں اس بیجا پر خود یہ شخص حامل ہوا کہ اگر اپنی توبہ کا اعلان کر دیتا تو کیوں وہ معاملات رہتے تو لازم ہوا کہ انھیں مطلع کردے جیسے کسی کے کپڑے میں نجاست ہو اور وہ مطلع نہیں تو جاننے والے پر اسے خبر دینی ضروری ہے۔

چہارم ایسے گناہوں میں جو بدمذہبی بددینی ہے جیسے صورت مسئولہ میں زید کے وہ کلمات خبیثہ اُن میں ایک اور سخت آفت کا اندیشہ ہے کہ اگر یہ مرگیا اور مسلمانوں پر اس کی توبہ ظاہر نہیں اور بدمذہب کی مذمت اس کے مرنے پر بھی جائز بلکہ کبھی شرعاً واجب ہے تو اہل سنت اسے برا اور بددین اور گمراہ کہیں گے اور اُن کے سید و مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں زمین میں اللہ عزوجل کا گواہ بتایا ہے آسمان میں اس کے گواہ ملائکہ ہیں اور زمین میں اہلسنت تو ان کی گواہی سے اس پر سخت ضرر کا خوف ہے اور وہ خود اس میں تقصیروار ہے کہ اعلان توبہ سے ان کا قلب صاف نہ کر دیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک جنازہ گزرا حاضرین نے اس کی تعریف کی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "وجبت" واجب ہوگئی۔ ایک دوسرا جنازہ گزرا اس کی مذمت کی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "وجبت" واجب ہوگئی۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ!

---

[1] کنز العمال برمز ھ، ق، طب عن ابن مسعود حدیث ۱۰۲۴۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۲۰

کیا چیز واجب ہوگئی - فرمایا :

هذا اثنیتم علیه خیرا فوجبت له الجنة و هذا اثنیتم علیه شرا فوجبت له النار انتم شهداء الله فی الارض. رواه احمد والشیخان[۱] عن انس رضی الله تعالٰی عنه.

پہلے کی تم نے تعریف کی اُس کے لئے جنّت واجب ہوگئی، دوسرے کی مذمت کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تم اللہ تعالٰی کے گواہ ہو زمین میں. (امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

اور یہ نہ بھی ہو تو اتنا ضرور ہے کہ علماء وصلحاء اہلسنّت اس کی تجہیز میں شرکت اور اس کے جنازہ پر نماز سے احتراز کریں گے شفاعت اخیار سے محروم رہے گا، یہ شناعت کیا کم ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)

پنجم اصل یہ ہے کہ گناہِ علانیہ دوہرا گناہ ہے کہ اعلانِ گناہ دوہرا گناہ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کل امتی معافی الا المجاهرین. رواه الشیخان[۲] عن ابی هریرة والطبرانی فی الاوسط عن ابی قتادة رضی الله تعالٰی عنهما.

میری سب امت عافیت میں ہے سوا اُن کے جو گناہ آشکارا کرتے ہیں (بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اور امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

لایزال العذاب مکشوفا عن العباد لما استتروا بمعاصی الله فاذا اعلنوها

ہمیشہ اللہ تعالٰی کا عذاب بندوں سے دور رہے گا جبکہ وہ اللہ تعالٰی کی نافرمانیوں کو ڈھانپیں

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳
صحیح مسلم " باب فی وجوب الجنۃ والنار بشہادۃ المومنین الخ " " ۱/۳۰۸
[۲] صحیح البخاری کتاب الادب باب ستر المومن علی نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۶
صحیح مسلم کتاب الزہد باب عقوبۃ من یامر بالمعروف الخ " " ۲/۴۱۲
المعجم الاوسط حدیث ۴۴۹۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۵۲-۲۵۱

10 استوجبوا عذاب النار۔ رواہ فی مسند[1] الفردوس عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور چھپائیں گے پھر جب علانیہ گناہ اور نافرمانیاں کریں گے تو وہ عذاب کے مستحق اور سزاوار ہوجائیں گے محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

اعلان پر باعث نفس کہ جرأت وجسارت وسرکشی وبے حیائی ہے اور مرض کا علاج ضد سے ہوتا ہے جب مسلمانوں کے مجمع میں اپنی ندامت وپشیمانی ظاہر کرے گا اور اپنے قول یا فعل یا عقیدہ کی بدی وشناعت پر اقرار لائے گا تو اس سے جو انکسار پیدا ہوگا اُس سرکشی کی دوا ہوگا فکر حاضر میں اس وقت اتنی حکمتیں خیال میں آئیں اور شریعت مطہرہ کی حکمتوں کو کون حصر کرسکتا ہے ان میں اکثر وجوہ یہ چاہتے ہیں کہ جن جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے ان سب کے مواجہ میں توبہ کرے مگر یہ کثرت مجمع کی حالت میں مطلقاً اور بعض صورتیں ویسے بھی حرج سے خالی نہیں اور حرج مدفوع بالنص ہے تاہم اس قدر ضرور چاہئے کہ مجمع توبہ مجمع گناہ کے مشابہ ہو سب میں ادنٰی درجہ کا اعلان اگرچہ دو کے سامنے بھی حاصل ہوسکتا ہے،

کما اجاب علماؤنا عن تمسک الامام مالک فی اشتراط الاعلان بحدیث اعلنوا النکاح ان من اشھد فقد اعلن کما فی مختصر الکرخی ومبسوط الامام محرر المذھب وغیرھما۔

جیسا کہ ہمارے علمائے کرام نے حضرت امام مالک کو ان کے استدلال سے جواب دیا کیونکہ امام مالک نے حدیث اعلنوا النکاح (لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو) سے نکاح کے لئے اسے شرط قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے فرمایا: جو شخص نکاح پر گواہ بنائیگا تو بلاشبہہ اس نے نکاح کا اعلان کردیا، (گویا حدیث میں اعلان سے تشہیر مراد ہے۔ مترجم) جیسا کہ مختصر کرخی اور مذہب تحریر کرنے والے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مبسوط اور ان دو کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

مگر وہ مقاصد شرع یہاں بے مشاکلت ومشابہت حاصل نہ ہوں گے ولہذا علامہ مناوی نے فیض القدیر میں اس حدیث کی شرح میں لکھا:

احدث عندھا توبۃ تجانسھا مع رعایۃ المقابلۃ وتحقق

گناہ کے ہوتے ہی ایسی نئی توبہ کریں جو اس گناہ کی مجانس (اس کی شکل) ہو باوجودیکہ اس

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۰۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹۶/۵

المساکلۃ اھ[1] مختصراً۔ میں رعایت مقابلہ تحقق مشاکلت ہو (مختصراً عبارت مکمل ہوئی)۔ (ت)

سَو کے سامنے گناہ کیا اور ایک گوشہ میں دَو کے آگے اظہارِ توبہ کردیا تو اس کا اشتہار مثل اشتہار گناہ نہ ہوا اور وہ فوائد کہ مطلوب تھے پُورے نہ ہوئے بلکہ حقیقۃً وہ مرض کہ باعثِ اعلان تھا توبہ میں کی اعلان پر بھی وہی باعث ہے کہ گناہ تو دل کھول کر مجمع کثیر میں کرلیا اور اپنی خطا پر اقرار کرتے عار آتی ہے چپکے سے دو تین کے سامنے کہہ لیا وہ انکسار کہ مطلوبِ شرع تھا حاصل ہونا درکنار ہنوز خود داری و استنکاف باقی ہے اور جب واقع ایسا ہو تو حاشا توبہ سرکی بھی خبر نہیں کہ وہ ندامت صادقہ چاہتی ہے اور اس کا خلوص مانع استنکاف۔ پھر انصاف کیجئے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے توبہ کرلی ہے اور اس مجمع میں توبہ نہ کرنا خود بھی اُسی خود داری و استنکاف کی خبر دے رہا ہے ورنہ گزشتہ توبہ کا قصہ پیش کرنا گراہوں کے نام گنانا اُن سے تحقیقات پر موقوف رکھنا یہ جھگڑا آسان تھا یا مسلمانوں کے سامنے یہ دو حرف کہہ لینا کہ الٰہی! میں نے اپنے اُن ناپاک اقوال سے توبہ کی۔ پھر یہاں ایک نکتہ اور ہے اُس کے ساتھ بندوں کے معاملے تین قسم ہیں، ایک یہ کہ گناہ کی اس کو سزا دی جائے اس پر یہاں قدرت کہاں، دوسرے یہ کہ اس کے ارتباط و اختلاط سے تحفظ و تحرز کیا جائے کہ بدمذہب کا ضرر متعدد ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ اس کی تعظیم و تکریم مثل قبول شہادت و اقتدائے نماز وغیرہ سے احتراز کریں۔ فاسق و بدمذہب کے اظہار توبہ کرنے سے قسم اول تو فوراً موقوف ہوجاتی ہے الا فی بعض صور مستثنیات مذکورۃ فی الدر وغیرہ (مگر بعض ان صورتوں میں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ت) مگر دو قسم باقی ہنوز باقی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی صلاح حال ظاہر ہو اور مسلمان کو اس کے صدق توبہ پر اطمینان حاصل ہو اس لئے کہ بہت عیار اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے زبانی توبہ کرلیتے ہیں اور قلب میں وہی فساد بھرا ہوا ہے، عراق میں ایک شخص صبیغ بن عسل تمیمی کے سر میں کچھ خیالات بدمذہبی گھومنے لگے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور عرضی حاضر کی گئی طلبی کا حکم صادر فرمایا وہ حاضر ہوا امیر المومنین نے کھجور کی شاخیں جمع کر رکھیں اور اسے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا فرمایا تو کون ہے؟ کہا میں عبداللہ صبیغ ہوں، فرمایا اور میں عبداللہ عمر ہوں اور اُن شاخوں سے مارنا شروع کیا کہ خون بہنے لگا پھر قید خانے بھیج دیا جب زخم اچھے ہوئے پھر بلایا اور ویسا ہی مارا پھر قید کردیا سہ بارہ پھر ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ بولا یا امیر المومنین! واللہ اب وہ

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ۷۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۶

ہوا میرے سر سے نکل گئی، امیر المؤمنین نے اسے حاکم یمن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بھیج دیا اور حکم فرمایا کہ کوئی مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھے وہ جدھر گزرتا اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے سب متفرق ہو جاتے یہاں تک کہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرضی بھیجی کہ یا امیر المؤمنین! اب اس کا حال صلاح پر ہے اُس وقت مسلمانوں کو اُن کے پاس بیٹھنے کی اجازت فرمائی، دارمی سنن اور نصر مقدسی والو القاسم اصبہانی دونوں کتاب الحجۃ ابن الانباری کتاب المصاحف اور لالکائی کتاب السنۃ اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سلیمان بن یسار سے راوی:

رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قدم المدینۃ وکان عندہ کتب فکان یسأل عن متشابہ القراٰن فبلغ ذٰلک عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فبعث الیہ وقد اعدلہ عراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبد اللہ صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانا عبد اللہ عمر واوما الیہ فجعل یضربہ بتلک العراجین فما زال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم یسیل علی وجہہ فقال حسبک یا امیر المؤمنین واللہ فقد ذہب الذی اجد فی رأسی[1]

قبیلہ بنی تمیم کا ایک شخص جس کو "صبیغ بن عسل" کہا جاتا تھا مدینہ منورہ آیا اس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور قرآن مجید کے متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ایک آدمی بھیج کر اسے اپنے ہاں بلالیا اور اس کے لئے کھجوروں کی جڑ کی ٹہنیاں تیار رکھیں، جب وہ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: میں عبد اللہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالےٰ کا بندہ عمر ہوں، پھر اس کی طرف بڑھے اور ان ٹہنیوں سے اسے مارنے لگے، اُسے مسلسل مارتے رہے یہاں تک کہ وہ زخمی ہوگیا اور اس کے چہرے پر خون بہنے لگا، اس نے کہا بس بھی کریں کافی ہوگیا ہے امیر المؤمنین! خدا کی قسم میں اپنے دماغ میں جو کچھ پاتا تھا وہ نکل گیا ہے یعنی ختم

[1] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۸۴
سنن الدارمی حدیث ۱۴۶ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۵۱

ولنصر وابن عساکر عن ابی عثمان
النھدی عن صبیغ کتب
یعنی امیر المؤمنین الی اھل
البصرۃ ان لا تجالسوا صبیغا
قال ابوعثمٰن فلوجاء و نحن
مائۃ لتفرقنا عنہ[1] و للدارمی
وابن عبد الحکیم وابن عساکر
عن مولٰی ابن عمر قال قال
لہ عمر ما تسأل فحدثہ فارسل
الیہ عمر یطلب الجرید ضربہ
بہا حتی ترک ظھرہ دبرۃ ثم
ترکہ حتی برء ثم دعا
بہ لیعود بہ فقال
صبیغ یا امیر المؤمنین
ان کنت ترید قتلی
فاقتلنی قتلا جمیلا
وان کنت ترید
تداوینی فقد واللہ برءت
فاذن لہ الٰی ارضہ
وکتب لہ الٰی ابی موسی
الاشعری ان لا یجالسہ
احد من المسلمین
فاشتد ذٰلک علی الرجل

ہوگیا ہے۔ نصر مقدسی اور ابن عساکر نے ابوعثمان
نہدی کے حوالے سے صبیغ سے روایت کی،
امیر المومنین نے اہل بصرہ کو لکھا کہ وہ صبیغ کے
پاس نہ بیٹھا کریں۔ چنانچہ ابوعثمان نے بیان کیا
(کہ اس حکم کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ)
اگر وہ شخص آتا اور ہم ایک سو کی تعداد میں موجود
ہوتے تو ہم ادھر ادھر بکھر جاتے۔ دارمی،
ابن عبدالحکیم اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ
ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے روایت کی، غلام
نے کہا حضرت عمر فاروق نے اس سے دریافت
فرمایا: تو کس بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے؟
اس نے جواب دیا اور بیان کیا۔ پھر امیر المومنین
نے لاٹھیاں منگوانے کے لئے میرے پاس آدمی
بھیجا اور لاٹھیاں منگوا کر اسے مارا پیٹا یہاں
تک کہ اس کی پیٹھ زخمی ہوگئی، اسے اس
حالت میں رخصت کردیا تاآنکہ وہ صحت یاب
ہوکر ٹھیک ہوگیا پھر اسے طلب کیا تاکہ اسے
مزید زدوکوب کریں۔ صبیغ مذکور نے عرض کی
اے امیر المومنین! اگر مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں
تو مجھے مار ڈالیں اور اگر میرا علاج کرنا چاہتے
ہیں تو خدا کی قسم اب میں ٹھیک ہوگیا ہوں۔
امیر المومنین نے پھر اسے اپنے وطن جانے کی
اجازت دے دی اور اس کے بارے میں حضرت

---

[1] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۴/۶

فکتب ابو موسٰی الٰی عمر ان قد حسنت هیأته ان ائذن للناس فی مجالسته[1]، و لابن الانباری ولنصر واللالکائی و ابن عساکر عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ وذکر القصۃ قال فلم یزل یعنی صبیغا وضیعا فی قومہ حتی ھلک وکان سید قومہ[2]

ابوموسٰی اشعری کی طرف یہ ہدایت تحریری بھیجی کہ کوئی مسلمان اس شخص کے پاس نہ بیٹھنے پائے۔ یہ حکم اسے گراں گزرا، کچھ عرصہ بعد ابوموسٰی اشعری نے امیرالمومنین کو لکھا کہ اس کی حالت اچھی ہوگئی ہے، آپ نے انھیں جواب بھیجا کہ اب لوگوں کو اس کے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ ابن الانباری، نصر مقدسی، لالکائی اور ابن عساکر نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت فرمائی کہ انھوں نے پورا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ پھر ہمیشہ صبیغ اپنی قوم میں (بے قدر) کمتر ہوگیا یہاں تک کہ اسے موت آگئی، باوجودیکہ وہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ (ت)

پھر صحت توبہ پر اطمینان کتنی مدت میں حاصل ہوتا ہے صحیح یہ کہ اس کے لئے کوئی مدت متعین نہیں کرسکتے جب اس شخص کی حالت کے لحاظ سے اطمینان ہوجائے کہ اب اس کی اصلاح ہوگئی اُس وقت اُس سے وُہ قسم اخیر کے معاملات برتے جائیں گے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الفاسق اذا تاب لاتقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الٰی رأی القاضی[3]

بدکردار جب تائب ہوجائے تب بھی اسکی شہادت مقبول نہ ہوگی جب تک کہ کچھ زمانہ بیت جائے تاکہ اس پر توبہ کے آثار ہوجائیں، اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسئلہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے (یعنی جب قاضی کو اس سے مکمل اطمینان ہوجائے تو پھر شہادت مقبول ہوگی۔ مترجم)۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ بات نظر بحالات مختلف ہوجاتی ہے ایک سادہ دل راست گو سے کوئی گناہ ہوا اس نے توبہ کی اس کے صدق پر جلد اطمینان ہوجائے گا اور دروغ گو مکّار کی توبہ کا اعتبار نہ کرینگے اگرچہ ہزار مجمع میں تائب ہو۔ امام اجل ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں

---

[1] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ صبیغ بن عسل ۶/ ۳۸۶ و سنن الدارمی حدیث ۱۵۰ ۱/ ۵۱

[2] تہذیب دمشق " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۸۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الرابع الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۸

فرماتے ہیں:

المعروف بالکذب لاعدالۃ لہ ولا تقبل شہادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا اوابتلی بہ مرۃ ثم تاب[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی دروغ گوئی (یعنی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو) تو اس کے لئے کوئی عدالت نہیں لہذا کبھی بھی اس کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی اگرچہ تائب ہوجائے بخلاف اس شخص کے جس نے بھول کر جھوٹ کہہ دیا یا کبھی کبھار اس سے غلط بیانی ہوگئی پھر اس نے توبہ کرڈالی (تو اس کی شہادت توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوگی۔ مترجم) اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ صحابہ سے افضل ہیں اور ایصال نفع ونقصان کے مالک ہیں چنانچہ مجھ کو ان کی گیارھویں کرنے سے ترقی ہوئی، گیارھویں اور مولود میرا ایمان ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ صحابہ کرام سے افضل نہیں اور نہ مالک نفع وضرر ہیں البتہ ان کی مقدس روح کو فاتحہ شیرینی وغیرہ کا ثواب پہنچانا موجب خیر وبرکت ہے، گیارھویں اور مولود اقدس مروجہ داخل ایمان نہیں کیونکہ میں نے یہ دونوں اٰمنت باللہ کے معنی میں نے نہیں سنے لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ذکر ولادت جناب رسالتمآب علیہ افضل التحیات کا مشروع طور پر کرنا ایمان کے لوازمات سے ہے اور باعث فلاح دارین ہے۔ کس کا قول درست ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہنا گمراہی ہے اور بعطائے الٰہی مالک نفع وضرر کہنے میں حرج نہیں، مسلمان جب ایسا لفظ کہتا ہے اس کی مراد یہی ہوتی ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ بذات خود بے عطائے الٰہی مالک نفع وضرر جاننے کہ یہ کفر خالص ہے اور کوئی مسلمان اس قصد سے نہیں کہتا۔ مجلس میلاد مبارک ویازدہم شریف میں دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت خصوص فعل اس طور پر تو فرائض حتی کہ نماز وروزہ بھی داخل ایمان وجزء ایمان نہیں، اٰمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا۔ ت) میں ان کا بھی ذکر صریح نہیں۔ دوسری حیثیت مقصد ومنشاء یعنی محبت وتعظیم حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبت وتعظیم اہلبیت وصحابہ واولیاء وعلماء رضی اللہ تعالٰی

---

[1] بدائع الصنائع کتاب الشہادات فصل اما الشرائط ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۹

عنہم بھی اس میں داخل ہے، یہ ضرور رکن ایمان ہے،

قال اللہ تعالٰی وتعزروہ وتوقروہ[1]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا ان کی (یعنی حضور اکرم علیہ الصلٰوۃ والسلام کی) تعظیم وتوقیر کرو۔(ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں اس وقت تک کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں (یعنی وہ سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھے)۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۹ تا ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید نے ایک شخص کو حقہ بھر کر دیا، شخص مذکور نے حقہ لے کر ایک شعر پڑھا، زید نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ کہا سمع اللہ لمن حمدہ نہیں کیا۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) دیگر سوال یہ ہے کہ جس شخص کی قرابت داری رافضیوں سے ہو اور ان کے کھانے پینے میں اور زلیست ومرگ میں بھی شامل ہو اور کوئی سمجھائے تو اس کا یہ جواب کہ ہم سے یہ ترک ہو نہیں سکتا۔

(۳) اور مسئلہ سوم یہ ہے کہ جو شخص سود خور سے محبت قلبی رکھے اور بعد مرگ اس کے مال کی پیروی بہت سی کرے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۴) چہارم زید کی والدہ کا زید کی شادی کے وقت تک یہ عقیدہ تھا کہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے برابر کسی صحابی کا رتبہ نہیں ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ت)

الجواب

(۱) پہلا لفظ ناپاک جس نے بکا اُسے نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھنا چاہئے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے لانہ استھزاء بکلمۃ الحمد الالٰھی عزجلالہ (اس لئے کہ یہ اللہ تعالٰی (کہ جس کا جلال ورعب غالب ہے) کے کلمۂ حمد کے ساتھ مذاق ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

(۲) رافضیوں سے میل جول حرام ہے اور اس کا مرتکب اگر رافضی نہ بھی ہو تو سخت درجہ کا فاسق فاجر ضرور ہے اور جب وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود اس سے ملنا جلنا ترک کر دیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]	اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمہیں بھلا دے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(۳) سُود خوار سے محبت اگر اپنی کسی قرابت، رشتہ، جائز احسان کی وجہ سے ہے تو اس قدر پر انسان مجبور ہے اور بے اس کے اُس سے بھی خلط ملط منع ہے،

فی التفسیر الاحمدی بعد ما ذکر شمول الکریمۃ المتلوۃ لکل کافر والمبتدع والفاسق ان القعود مع کلھم ممنوع[2]	تفسیر احمدی میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اوپر ذکر کردہ آیۃ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے یہ بیان فرمایا کہ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعًا منع ہے۔ (ت)

اور بعد مرگ اس کے مال کی پیروی سے اگر مراد یہ ہے کہ اس کا سُود جو لوگوں پر پھیلا ہوا تھا وصول میں کوشش کی جب تو یہ کوشش کرنے والا بھی سُود خوار کی طرح ملعون ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لعن اللہ اکل الربا و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ[3]	سُود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ (ت)

اور اگر کسی مال حلال کے لئے کوشش کی تو حرج نہیں۔

(۴) زید کی والدہ عقیدۂ مذکورہ کے سبب اہلسنت سے خارج اور ایک گمراہ فرقے تفضیلیہ میں داخل ہے جن کو ائمۂ دین نے رافضیوں کا چھوٹا بھائی کہا ہے مگر اس سے زید پر کچھ الزام

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت آیۃ وما علی الذین یتقون من حسابھم مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[3] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

نہیں جبکہ وہ اس عقیدہ میں شریک نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از سنبھل ضلع مراد آباد محلہ ٹیلہ مرسلہ نادر حسین صاحب ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

زید نے بھنگی کے گھر پر جاکر اس کے گھر کے کھانے پکے ہوئے پر فاتحہ جناب شاہ بدیع الدین یعنی مدار صاحب کی اور کچھ دام اور شیرینی اور خشک آٹا وغیرہ اپنے گھر لاکر استعمال میں لایا اور سالہاسال سے ایسا ہی کیا کرتا ہے یعنی وہ اپنا اسے پیر سمجھتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ فعل شرعاً جائز تھا یا ناجائز؟ اگر جائز تھا تو احکامِ شرعیہ کے کون شے کے جواز سے؟ اور اس کے لائے جنس کا کھانا دوسرے مسلمان کو چاہئے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز تھا تو اس کی نسبت کیا حکم؟ مسلمانوں کو اس سے بچنا بہتر ہے یا نہیں؟

الجواب

زید بقید کا یہ فعل بہت ناپاک و بد ہے یہاں علی العموم بھنگی کفار ہیں' اور کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں، نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے،

قال اللہ تعالیٰ وقدمنا الیٰ ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا[1] اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کاموں کا ارادہ کیا جو انھوں نے (دنیاوی زندگی میں) کئے پھر ہم انھیں بکھرا ہُوا گرد وغبار بناکر اڑا دیں گے۔ (ت)

اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کا ثواب پہنچنے کا اعتقاد ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ زید پر توبہ فرض ہے بلکہ تجدیدِ اسلام و نکاح چاہئے بھنگی کا صدقہ جو یہ شخص لاتا اور رکھتا ہے اسلام کو ذلیل اور مسلمانوں کو متنفر کرتا ہے مسلمان اُسے نہ کھائیں' اور یہ شخص تائب نہ ہو تو اسے بھنگیوں ہی پر چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴ از ڈلیسہ اسحاق اللہ ملک گجرات مرسلہ پیرزادہ محمد معصوم شاہ صاحب ۱۷ رجمادی الاولےٰ ۱۳۳۱ھ

بخدمت جناب مجددِ ہند مولانا مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب، بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پیر ڈلیسہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرفعلی کا پیرو ہے اور یہاں پر چار سو مکان اہلسنّت وجماعت کے ہیں اُن کو مولوی اشرفعلی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یعنی ہمارے ہاں

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بجایا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے پیرو ہو کر تاشہ بجانا منع کرتا ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اس کو بھی منع کرتا ہے اس واسطہ آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تاکہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بجنا بند ہو وے تو ہم کو اپنے مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے۔

الجواب

جناب پیرزادہ صاحب دام مجدہم تسلیم !

شرع مطہر نے شادی میں دف جس میں جلاجل نہ ہوں اور قانون موسیقی پر نہ بجائیں جائز رکھا ہے، ڈھول تاشے باجے جس طرح رائج ہیں جائز نہیں، ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے تو اسے جائز نہیں کہا جا سکتا، کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اُسے بھی جائز کر دینا ہوگا، سُنی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا پوچ اعتقاد نہ چاہیے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے تو دین ہی سے پھر جائیں، دین پر اعتقاد ایسا چاہیے کہ لاتشرك باللّٰه وان حرقت (اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے جلا دیا جائے۔ ت) اگر کوئی جلا کر خاک کر دے تو دین سے نہ پھرے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن الناس من یعبد اللّٰه علٰی حرف فان اصابه خیر اطمان به وان اصابته فتنة انقلب علٰی وجهه خسر الدنیا والاٰخرة ذٰلك هو الخسران المبین[1] والعیاذ باللّٰه تعالٰی، واللّٰه تعالٰی اعلم۔

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پُوجتے ہیں اگر کوئی بھلائی پہنچی جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہُوئی تو اُلٹے منہ پلٹ گئے ایسوں کا دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا ہے یہی صریح زیاں کاری ہے۔ اللہ تعالٰی کی پناہ۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

سُود کھانا اور جُوا کھیلنا اور زنا وغیرہا یہ سب فعل بد کی گناہ ایک برابر ہے یا نہ ؟ اور ایسے آدمی کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ سب افعال حرام اور سخت کبائر ہیں، اور ان میں سے کسی فعل کا مرتکب مستحقِ نار و غضبِ جبار ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

پھر زنا کہ سخت خبیث کبیرہ ہے اس میں اگر حق العبد شامل نہ ہو تو سود اور جُوا اس سے بدتر ہیں سود کی نسبت صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الربٰو ثلث وسبعون حوبا ادناھن ان یقع الرجل علی امہ[1]

سود کھانا تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے ان میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

اور اگر زنا میں حق العبد بھی شامل ہے تو وہ سُود اور جُوئے دونوں سے بدتر ہے کہ سُود اور جوئے کا اثر مال پر ہے اور زنا کا ناموس پر اور ناموس مال سے عزیز تر ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانا نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶ تا ۲۹ ازمقام سوجت مارواڑ بازار کے اندر مسئولہ شیخ ننّے میاں کلاہ فروش واہن منڈی

(۱) یہ کہ کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھلا کر تقدیر کا بھلا یا بُرا دریافت کرنا۔

(۲) اور بیچاری نوجوان بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو بُرا سمجھنے اور نکاح ثانی کرنے والوں پر طعن کرنا۔

(۳) اور بیاہ شادیوں میں طوائف اور بھانڈ نچانا۔

(۴) اور جُوئے کا انکھ لگانا یا رجیت کا جیسا کہ اکثر ہندو مہاجن وغیرہ لگایا کرتے ہیں ایسا کام کرنے والے حنفی المذہب اور اہلسنت وجماعت رہے یا نہیں، کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا بُرا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو یعنی جو یہ بتائیں حق ہے تو کفر خالص ہے، اسی کو حدیث میں فرمایا:

فقد کفر بما نزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

بے شک اس نے انکار کیا جو کچھ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام پر اُتارا گیا۔ (ت)

اور اگر بطور اعتقاد و تیقن نہ ہو مگر میل و رغبت کے ساتھ ہو تو گناہِ کبیرہ ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵

[2] جامع الترمذی کتاب الطہارت باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹

لم یقبل اللہ لہ صلوٰۃ اربعین صباحا[1]۔ اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ فرمائیگا۔

اور اگر ہزل واستہزار ہو تو عبث ومکروہ حماقت ہے، ہاں اگر بقصد تعجیز ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نکاحِ ثانی کو بُرا سمجھنا اور اُس پر طعن کرنا اگر محض بر بنائے رسم ورواج ومصالح عرفیہ ہے نہ یوں کہ اُسے شرعاً حرام جانیں یا شرعاً حلال جان کر تحلیل شرع کو بُرا سمجھے تو چنداں موردِ الزام نہیں۔

کما فصلناہ باطیب تفصیل فی رسالتنا عقائد التہانی فی حکم نکاح الثانی۔ جیسا کہ ہم نے اس مسئلہ کی بہت عمدہ تفصیل اپنے رسالہ عقائد التہانی فی حکم نکاح الثانی میں بیان کی ہے (ت)

اور اگر اُسے شرعاً حرام سمجھتا ہے تو حکمِ کفر ہے اور شرعاً حلال جان کر تحلیلِ شرع کو معاذ اللہ بُرا جانتا ہے تو صریح مرتد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) طوائفوں کا ناچ مطلقاً حرام قطعی ہے جس کی حُرمت پر متعدد آیاتِ قرآنیہ ناطق ہیں بھانڈ جس طرح نقلیں بنایا اور لوگوں کو ہنسایا کرتے ہیں یہ بھی شرعاً حرام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قعد وسط الحلقۃ فھو ملعون[2]۔ جو مجلس کے درمیان بیٹھا وہ ملعون ہے (ت)

اور مزامیر کے ساتھ اُن کا گانا بھی حرام ہے اور اگر لچکے توڑے کے ساتھ ناچتے ہوں تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جو ابھی بنصِ قطعی قرآن حرام ہے مگر ان افعال کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے مستحقِ عذابِ نار ہوتا ہے مگر حنفیت یا سنیت سے خارج نہیں ہوتا جب تک اعتقاد میں فرق نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اطاعتِ والدین وبرادران واجب ہے یا فرض؟ اور درصورت ارتکاب ان کے یہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، داڑھی منڈانا

---

[1] جامع الترمذی کتاب الاشربۃ باب ماجاء فی شارب الخمر امین کمپنی دہلی ۲/۸

[2] ؍؍ کتاب الادب ماجاء فی کراہیۃ القعود وسط الحلقۃ ؍؍ ۲/۱۰۰

بالترواتا ترکِ اطاعت واجب ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے، اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی سے کہے کہ داڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو، اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ یہ تو ضرور کروں گا، اس حالت میں طاعت کرے یا نہیں؟ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو کافر ہُوا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، اُن کے کبیرہ کا وبال اُن پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امورِ جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں،

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللّٰہ تعالٰی۔[1] اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی وادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ غیبت میں اُن کے لئے دُعا کرے، اور اُن کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کو حلال جانا یا حکمِ شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں اُن کی اطاعت منع نہ کی جائیگی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہوجائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں، رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اُسے بھی حقِ تعظیم حاصل ہے اور بلاوجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۱ ازپیلی بھیت کچہری کلکٹری مرسلہ جناب مولوی عرفان علی صاحب رضوی برکاتی بیسلپوری ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

اہلِ ہنود کے میلوں مثل دسہرہ وغیرہ میں جو مسلمان دیکھنے کی غرض سے جاتے ہیں کیا ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہوجاتی ہیں؟ کیا تجارت پیشہ لوگوں کو بھی جانا ممنوع ہے؟

الجواب

اُن کا میلہ دیکھنے کے لئے جانا مطلقاً ناجائز ہے، اگر اُن کا مذہبی میلہ ہے جس میں وہ اپنا

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل بقیہ حدیث الحکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۶

کفر و شرک کریں گے کفری آوازوں سے چلائیں گے جب تو ظاہر ہے اور یہ صورت سخت حرام منجملہ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں اگر کفری باتوں سے نافر ہے ہاں معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے، ورنہ فاسق ہے اور فسق سے نکاح نہیں جاتا، پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے۔ حدیث میں ہے:

من کثر سواد قوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریك من عمل بہ۔ رواہ ابویعلی فی مسندہ وعلی بن معبد فی کتاب الطاعۃ والمعصیۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورواہ الامام عبد اللہ بن المبارك فی کتاب الزھد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ وھو عند الخطیب عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ من سود مع قوم فھو منھم۔[2]

جو کسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کرنے والوں کا شریک ہے (امام ابویعلٰی نے اپنی مسند میں اس کو روایت فرمایا، اور علی بن معبد نے کتاب الطاعۃ والمعصیۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسے روایت کیا، اور امام عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے کتاب الزہد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول سے اس کو روایت کیا جبکہ وہ خطیب کے نزدیک حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: جو کسی قوم کے ساتھ ہو کر ان کا جتھا بڑھائے تو وہ انہی میں شمار ہے۔ ت)

اور اگر مذہبی میلہ نہیں لہو ولعب کا ہے جب بھی ناممکن کہ منکرات وقبائح سے خالی ہو اور منکرات کا تماشا بنانا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے:

کرہ کل لھو والاطلاق

ہر کھیل مکروہ یعنی ناپسندیدہ کام ہے، اور اس کو

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ بحوالہ ابی یعلی وعلی بن معبد کتاب الجنایات المکتبۃ الاسلامیۃ ۴/ ۳۴۶

[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰

تاریخ بغداد ترجمہ عبد اللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰

شامل لنفس الفعل واستماعه[1]

مطلق (بغیر کسی قید) ذکر کرنا اس کے کرنے اور سُننے دونوں کو شامل ہے۔ (ت)

طحطاوی صدر کتاب بیان علوم محرمہ ذکر شعبدہ میں ہے:

یظهر من ذلك حرمة التفرج علیهم لان الفرجة علی المحرم حرام[2]

اس سے کھیل (تماشا) پر خوشی منانے کی حرمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ کسی حرام کام پر خوشی منانا بھی حرام ہے۔ (ت)

یعنی شعبدہ باز بھان متی بازیگر کے افعال حرام ہیں اور اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے کہ حرام کو تماشا بنانا حرام ہے خصوصًا اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس وقت تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا۔ غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعة عندهم حال الحیض حسن فهو کافر[3]

ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہوگیا' انھوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے (آتش پرستوں کے بارے میں) کہا کہ ان کا طعام کھانے کے وقت خاموش رہنا اچھی بات ہے، اور اسی طرح ایام ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا عمدہ بات ہے' تو وہ کافر ہے۔ (یعنی اہل کفر کی بات کو بھی اچھا کہنا یا سمجھنا خالص اسلام میں موجب کفر ہے)۔ (ت)

اور اگر تجارت کے لئے جائے تو اگر میلہ اُن کے کُفر و شرک کا ہے جانا ناجائز و ممنوع ہے کہ اب وہ جگہ اُن کا معبد ہے اور معبدِ کفار میں جانا گناہ۔ تیمیہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے:

یکرہ للمسلم الدخول فی البیعة والکنیسة وانما یکرہ من حیث انه مجمع الشیاطین[4]

یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے گرجے (چرچ) میں کسی مسلمان کا داخل ہونا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہ ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۹۵

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

بحرالرائق میں ہے :

والظاھر انھا تحریمیۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم[1]

ظاہر یہ ہے کہ کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ "عندالاطلاق" وہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)

بلکہ ردالمحتار میں ہے :

فاذا حرم الدخول فالصلاۃ اولٰی[2]

جب وہاں جانا اور داخل ہونا حرام ہے تو نماز پڑھنا بدرجۂ اولٰی حرام ہے۔ (ت)

اور اگر لہو ولعب کا ہے اور خود اُس سے بچے نہ اس میں شریک ہو نہ اُسے دیکھے نہ وہ چیزیں بیچے جو اُن کے لہو ولعب ممنوع کی ہوں تو جائز ہے پھر بھی مناسب نہیں کہ اُن کا مجمع ہر وقت محل لعنت ہے تو اس سے دُوری ہی میں خیر وسلامت ہے ولہذا علماء نے فرمایا کہ اُن کے محلہ میں ہو کر نکلے تو جلد لپکتا ہوا گزر جائے۔ غنیہ ذوی الاحکام، پھر فتح اللہ المعین، پھر طحطاوی میں ہے :

ھم محل نزول اللعنۃ فی کل وقت ولا شک انہ یکرہ السکون فی جمیع یکون کذٰلک بل وان یمر فی امکنتھم الا ان یھرول ولیسرع وقد وردت بذٰلک اٰثار[3]

اس لئے کہ ہر وقت، مقاماتِ کفار پر خدا کی لعنت برستی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی مجلس (اور جگہ) میں ٹھہرنا مکروہ (ناپسندیدہ امر) ہے بلکہ اُن کے مقامات کے قریب جب کبھی گزرنا پڑے تو جلدی سے دوڑ کر گزرے۔ چنانچہ آثار میں یہی وارد ہوا ہے۔ (ت)

اور اگر خود شریک ہو یا تماشا دیکھے یا اُن کے لہو ممنوع کی چیزیں بیچے تو آپ ہی گناہ و ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے :

قدمنا معزیا للنھران ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیھا[4]

ہم نے "النہر الفائق" کی طرف نسبت کرتے ہوئے پہلے بیان کردیا ہے جس کے ساتھ "بعینہٖ" گناہ قائم ہو اس کا فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت تنزیہی ہوگی (ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ مطلب تکرہ الصلوٰۃ فی الکنیسۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۴
[2] " " " " " " " " "
[3]
[4] درمختار کتاب الحظروالاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۷

11 فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ ومعہ فرسہ وسلاحہ وھو لایرید بیعہ منھم لم یمنع ذلک منہ۔[1]

جب کوئی مسلمان دارِحرب (دارِکفر) میں کاروبار کے لئے جانا چاہے اور اُس کے ساتھ گھوڑا اور ہتھیار وغیرہ ہوں اور وُہ انھیں (وہاں) بیچنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو اُسے نہ روکا جائے گا۔ (ت)

ہاں ایک صورت جوازِ مطلق کی ہے وہ یہ کہ عالم اُنھیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو یہ جانا حسن ومحمود ہے اگرچہ اُن کا مذہبی میلہ ہو ایسا تشریف لے جانا خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے مشرکین کا موسم بھی اعلان شرک ہوتا لبیک میں کہتے:

لاشریک لک الا شریکا ھولک تملکہ وما ملک۔

تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کا تُو مالک ہے مگر وہ تیرا مالک نہیں (ت)

جب وہ سفہا لاشریک لک تک پہنچتے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے: ویلکم قط قط خرابی ہو تمھارے لئے بس بس یعنی آگے استثنا نہ بڑھاؤ۔ واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰے سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۳۲: مسئولہ اکبر یار خاں محصل چندہ مدرسہ اہلسنت باشندہ شہر کہنہ روز پنجشنبہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

اس مسئلہ میں کہ حرام اور کفر اور سُود کھانے میں کون سا گناہ صغیرہ ہے اور کون سا کبیرہ ہے؟ مہربانی فرماکر کے جواب بالتفصیل وارد ہونا چاہئے۔

الجواب

لاالٰہ الا اللہ، کفر ہر کبیرہ سے بدتر کبیرہ ہے، اور سُود بھی کبیرہ ہے الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ[2] (جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بےحیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں مگر یہ کہ کبھی (شاذ ونادر) ان سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے، یقیناً تمھارا پروردگار وسیع بخشش والا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰے سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/۳۲

مسئلہ ۳۳ تا ۳۴: ازبنارس محلہ کچی باغ مدرسہ مظہر العلوم حافظ نور محمد طالب علم ساکن مئوی روز پنجشنبہ تاریخ ۹ محرم ۱۳۳۴ھ

(۱) بدعت سیئہ کا عامل ومعتقد گناہ کبیرہ کے عامل سے زیادہ فاسق ہے یا کم یا برابر؟

۲ غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، خاص کر وہ جھوٹ جن سے خلق خدا میں فتنہ ہو۔ دو دوست میں یا شوہر بی بی میں یا باپ بیٹے میں یا بھائی بھائی میں اُس جھوٹ سے رنجش ہوجائے باہم جدائی ہوکے گھر کی خرابی کی نوبت آجائے، اور مسلمان کے عیب کی تلاش وتجسس میں رہنا، کوئی مسلمان اگر پوشیدگی سے کوئی گناہ کرتا ہو تو اس کی تجسس میں لگے رہنا اور پتا پانے پر یا محض اپنی شبہ وقیاس سے اس کو فاش کرنا شہرت دینا کس درجہ کا گناہ ہے اور گناہان مذکورہ بالا کا مرتکب فاسق ومستحق لعنت خدا ورسول ہے یا نہیں؟ اور یہ سب گناہ شرعاً درجہ فسق میں زنا سے کم ہے یا زیادہ یا برابر؟ جواب مفصل اور مدلل درکار ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) عمل بدعت سیئہ مکروہ وحرام وصغیرہ وکبیرہ ہر قسم ہے تو اس کا مرتکب مطلقاً فاسق بھی نہیں ہوسکتا جب تک اصرار نہ کرے اور اعتقاد بالبدعۃ السیئۃ یعنی کسی عقیدہ قطعیہ اجماعیہ اہلسنت کے خلاف اعتقاد رکھنے والا ضرور ہر کبیرہ عمل سے بدتر کبیرہ کا مرتکب اور فاسق عملی سے بدتر فاسق ہے۔ غنیہ میں ہے:

فسق الاعتقاد اشد من فسق العمل[1] اعتقاد میں فسق، عمل کے فسق سے بدتر ہے۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

(۲) یہ سب گناہان کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ومستحق لعنت۔ حدیث میں فرمایا:

الغیبۃ اشد من الزنا[2] غیبت سخت ہے زنا سے۔

اور ظاہر ہے کہ قتلِ مومن غیبت سے اشد ہے۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[3] فتنہ قتل سے سخت تر ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴
[2] شعب الایمان حدیث ۶۷۴۱، ۶۷۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۰۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الغیبۃ الی آخرہ دار الکتاب بیروت ۸/ ۹۱
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

اور ان سب میں حق العباد ہے تو اُس زنا سے ضرور بدتر ہے جس میں حق العباد نہ ہو مگر وہ جھوٹ جس سے کسی کا ضرر نہ ہو کہ بے مصلحت شرعی ہو تو گناہ ضرور ہے مگر اسے زنا کے برابر نہیں کہہ سکتے کہ یہ صغیرہ ہے بعد اصرار کبیرہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از موضع سوہارا ضلع بجنور محلہ مولویاں مسئولہ حفظ الرحمٰن روز شنبہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جو مسلمان نماز پڑھتا ہے قبلہ کی طرف، لیکن تصویر کو سجدہ کرتا ہے اس کو کافر کہنا چاہیے یا نہیں؟ اگر کافر کہا جائے تو قولِ امام لایکفر اھل القبلۃ (امام اعظم کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ ت) کی کیا توجیہ ہے؟ نیز بخاری میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

"جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہو، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے اس کے لئے اللہ رسول کا ذمہ ہے اس کے ذمہ میں اللہ کا عہد نہ توڑو۔"

اس کا کیا مطلب ہے؟ فقط۔

الجواب

سجدۂ تحیت اگر بُت یا چاند یا سورج کو کرتا ہے ضرور اس پر حکم کفر ہے، کفر اگرچہ عقد قلبی ہے مگر جس طرح اقوالِ زبان اس پر دلیل ہوتے ہیں یونہی بعض افعال بھی جن کو شریعت نے ٹھہرادیا ہے کہ یہ صادر نہیں ہوتے مگر کافر سے انھیں میں سے اشیاءِ مذکورہ کو سجدہ ہے یا معاذ اللہ مصحف شریف کو نجاست میں پھینک دینا یا کسی نبی کی شان میں گستاخی؛

کما صرح بہ علماؤنا المتکلمون فی المسایرۃ وشروح المقاصد والمواقف والفقہ الاکبر وغیرھا۔

جیسا کہ اس کی تصریح ہمارے متکلمین علماء نے (متعدد کتبِ عقائد) مثلاً المسایرہ، شروح مقاصد، المواقف اور فقہ اکبر وغیرہ میں (اچھے انداز سے) فرمائی ہے۔ (ت)

یونہی تصویر اگر مشرکین کے معبودانِ باطل کی ہو تو اسے سجدہ کرنے پر بھی مطلقاً حکم کفر ہے

لاشتراک العلۃ بل لا فرق بینہما وبین الوثن الا بالتسطیح بالتجسیم۔

اس لئے کہ علت مشترک ہے (لہٰذا حکم بھی ایک ہے) بلکہ اس میں (یعنی تصویر) اور بت میں سوائے جسمانیت اور کوئی فرق نہیں (مراد یہ کہ وثن (بت) میں جسم ہے جبکہ عکسی اور نقشی تصویر میں جسم نہیں)۔ (ت)

اور اگر ایسی نہیں تو اسے سجدہ کرنا مطلقاً حرام وکبیرہ ہے مگر کفر نہیں جب تک بہ نیت عبادت

نہ ہو، جس صورت پر حکم کفر نہیں اُس پر تو حدیث و قول فقہ اکبر سے کوئی اشتباہ ہی نہیں اور جن صورتوں پر حکم کفر ہے اُن پر جواب ظاہر ہے اہل قبلہ وہی ہے کہ ضروریاتِ دین پر ایمان لاتا ہو اور کوئی قول و فعل قاطع ایمان اُس سے صادر نہ ہو ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوصِ قطعیہ قرآن ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔

قال تعالٰی لایاتون الصلٰوۃ الا وھم کسالٰی [1]، وقال تعالٰی اذا جاءك المنفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکاذبون [2] الٰی اٰخر الرکوع الشریف، قال تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل اباللہ و اٰیتہ ورسولہ کنتم تستھزء ون لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم [3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ (اہل نفاق) نماز ادا نہیں کرتے مگر جی ہارے سستی سے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں، اور اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، آخر رکوع شریف تک (یہی ذکر ہے)۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو) تو جھوٹ کہہ دیں گے یہ تو ہم یونہی کھیل کر رہے ہیں، (ان سے) فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیتوں اور اس کے رسول (گرامی) سے ہنسی مذاق کر رہے ہو (یعنی کیا تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اپنے مذاق کا محل کس کو بنا رہے ہو) لہٰذا اب بے جا بہانے نہ بناؤ کیونکہ اب تم اپنے ایمان کے بعد (کھلے) کافر ہوگئے ہو۔ (ت)

مسئلہ شرح فقہ اکبر و ردالمحتار وغیرہما میں مصرح ہے اور ہم نے تمہید ایمان وغیرہ میں بارہا اسے مفصل کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۹/۵۴

[2] " ۶۳/۱

[3] " ۹/۶۵-۶۶

مسئلہ ۳۶ تا ۴۱ مسئولہ سید منظور حسین صاحب بتوسط احمد حسن خاں رضوی نجیب آباد محلہ بوعلیخاں مرحوم ضلع بجنور ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت، صاحب حجت قاہرہ، مؤید ملت طاہرہ جناب مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضور کا کیا ارشاد ہے حضور کا فضل ہمیشہ رہے، دربارہ مسئلہ ذیل: کل یہاں نجیب آباد کے بازاروں گلی کوچوں میں مسلمانوں کی ایک جماعت (جس میں پڑھے لکھے بلکہ متعدد ذی اثر ومعتقد رشرفاء قصبہ بھی شامل تھے اور جن میں سے بعض تو عامی عوام کی زبانوں پر معاذ اللہ دین کا جھنڈا، اسلام کا رکن و اسلام کا پایہ وغیرہ وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں) بہ معیت ایک ہجوم کفار ہنود رنگ پاشی کرتی مغلظ وشرمناک ہولیاں گاتی، جے جے کے نعرے بلند کرتی، دکانوں پر سے مسلمانوں کو ہولی بازی میں حصہ لینے کے لئے بالجبر کھینچتی اور ہر سامنے آنے والے ہندو مسلمان پر رنگ برساتی ہوئی گزری، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ مسلمانوں کی داڑھیاں (جن کے تھیں) چہرے کپڑے گلال ورنگ میں شہڈوب تھے باؤلوں دیوانوں کی طرح بیہوش آپے سے باہر کودتے پھاندتے چیختے چلاتے پھرتے تھے، غرض ہر باغیرت مسلمان کے پیش نظر ایک ہولناک وحشت خیز منظر تھا جماعت مذکورہ نے بعض غیور مسلمانوں کے مطالبہ کرنے پر یہ جواب دیا کہ یہ حرکت شنیعہ بدیں وجہ کی گئی ہے کہ اس طرح (ان کے زعم میں) ہندو مسلم باہم متحد ومتفق ہوجائیں اور کہ ایسا کرنے میں کوئی دینی مضرت نہیں ہے مسلمان پہلے بھی کھیلا کرتے تھے، بلکہ ایک مقام پر کسی مولوی صاحب نے بھی شرکت کی تھی ہم ہنود کے کندھوں پر تعزیے رکھا کر بدلہ لیں گے جو (ان کے زعم میں) دین کا نفع عظیم ہے، اب دریافت طلب امور ذیل ہیں:

(۱) معاذ اللہ اگر کسی مسلمان نے حرکت مذکورہ جائز جان کر کی،

(۲) یا قصداً برضا ورغبت اس کا ارتکاب کیا (جیسا کہ ظاہر ہے کہ جماعت مذکورہ نے کیا اگروہ نہ چاہتے تو کفار مذکور ہرگز ہرگز ایسا نہ کرتے نہ پیشتر کبھی یہاں ایسا ہوا چنانچہ امسال بھی شہر کے اکثر باحمیت مسلمان بحمدہٖ تعالیٰ اس ناپاک وخفیف حرکت سے مجتنب ومحفوظ رہے)

(۳) یا اگر کسی مسلمان نے جماعت مذکورہ کے فعل کو بجائے رنج ونفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھنے کے بنظر مسرت وعظمت واستحسان دیکھا بلکہ غیور معترضین سے الٹا معارضہ کیا اگرچہ خود شریک نہیں ہوا۔

(۴) یا اگر کوئی مسلمان جماعت مذکورہ کو قبل از علانیہ توبہ رکن اسلام سمجھے یا حرکت مذکورہ کی تعریف

کرے یا کسی طرح اس کا ساتھ دے تو ہر چہار اشخاص کے ایمان و نکاح و بیعت پر کسی قسم کا ناقص اثر تو نہیں پڑتا ہے، اگر ناقص اثر پڑتا ہے تو ان سے کس طرح توبہ کرائی جائے۔

(۵) اور کیا ایسا اتحاد جائز ہے، جواب مدلل ومفصل و آسان عبارت میں اور حتی الامکان جلد عطا ہو تاکہ ہر مسلمان سمجھ سکے اور بروز جمعہ مساجد میں اعلان کرکے مسلمانوں کو اس قبیح حرکت سے ڈرایا اور بچایا جائے ورنہ معاذ اللہ ممکن ہے کہ رسم ناپاک نجیب آباد میں ہمیشہ کے لئے قائم ہو جائے اور نمونہ ملعونہ کی تقلید تمام ضلع بلکہ دور دور شہروں میں کی جائے۔

(۶) نیز ارشاد فرمایئے کہ اگر جماعت مذکورہ جناب کے حکم شرعی پر عمل کرکے تائب نہ ہو تو عام مسلمان اُن سے سلام وکلام کریں یا نہیں، جواب دستخط اقدس و مُہر شریف سے مزین ہو۔

ہم مستفتیان اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضور بباعث ہجوم کام نہایت عدیم الفرصت ہیں لیکن امر ہذا اگر حضور سے (کہ صدی موجود میں واحد ناخدا اسلام ہیں) نہ عرض کیا جائے تو اور کہاں جائیں؟ اللہ تعالٰی حضور کو ہم غریبوں کے سروں پر تا عرصہ دراز باعافیت وعزت صحت سلامت باکرامت اعداء دین اللہ پر نمایاں طور پر مظفر ومنصور مع جمیع متبعین قائم رکھے اور شب و روز اپنی بے انتہا برکات نازل فرماتا رہے بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الجواب

ظاہر ہے کہ افعال شنیعہ مذکورہ سخت ملعون ہیں جس نے انھیں مستحسن جانا باتفاق ائمہ کرام کافر ہے، غمز العیون والبصائر میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس (بدنصیب) نے کفار کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا (اور اس کی تحسین کی) تو وہ مشائخ کے اتفاق سے کافر ہوگیا (ت)

یہ لوگ تو اسلام سے خارج ہوگئے اُن کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں ان کی بیعتیں جاتی رہیں نیز جس نے ان افعال کو جائز وحلال جانا اور اُن پر راضی ہوا اور اُن پر معترضین سے معارضہ کیا یہ لوگ بھی اسی حکم میں ہیں کہ مشرکین کے تہوار کی خوشی منانا ان کے ایسے افعال ملعونہ میں شرکت کرنا معصیت قطعیہ ہے، اور معصیت قطعیہ کا استحلال کفر ہے، اورجنھوں نے ان افعال ملعونہ کو ملعون وشنیع ہی جانا اور انھیں بُرا جان کر

---

[1] غمز عیون البصائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

اپنی شیطانی مصلحت کے خیال سے شرکت کی اُن کے قلب کا حال اللہ عزوجل جانتا ہے ترکیب کیا تو ہوئے مستحقِ عذاب نار ہوئے سزاوارِ لعنتِ جبار ہوئے مگر عنداللہ کافر نہ ہوئے، لیکن شرع ظاہر پر حکم فرماتی ہے، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[1] — جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کثر سواد قوم فھو منھم[2] — جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ انھیں میں سے ہے۔

ان پر توبہ اور تجدید اسلام فرض ہے تائب ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں اور وہ مصلحت ملعونہ اتحاد کہ اُن کے قلب میں ابلیس نے القا کی وہ خود کب حلال ہے، کافر و مومن میں اتحاد کیسا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء[3] — اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ ٹھہراؤ۔

اور فرماتا ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین[4] — ایمان والے ایمان والوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

اور فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم — تم نہ پاؤ گے اُنھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے مخالفت کی اللہ و رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

[2] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۴۰

اتحاف السادۃ المتقین کتاب الحلال والحرام الباب السادس دار الفکر بیروت ۶/۱۲۸

[3] القرآن الکریم ۶۰/۱

[4] " " ۳/۲۸

او اخوانھم او عشیرتھم[1]	بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کُنبے والے ہوں۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]	تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

کفار سے امورِ دُنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جاسکتی ہے جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو مگر اُن کے امورِ مذہبی میں موافقت اور وُہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنتِ الٰہی اترنے کی باعث ہے اور وہ بیہودہ خیال کہ ہم اُن سے تعزیہ اُٹھوا لیں گے سخت جہالت ہے تعزیہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں بلکہ جُہّال نے اسے موسمِ ماتم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کا کوئی امر مذہبی نہیں بلکہ مذہب میں ممنوع و ناروا ہے، ہندوؤں کے مذہب میں ان کی ممانعت نہیں، اودھ میں بہتیرے ہندو آپ ہی تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں بخلاف ہولی کہ عیدِ کفار ہے اور ان کا مذہبی شعار ہے، اور دین اسلام میں سخت حرام ہے تو یہ اس کا معاوضہ کیسے ہوسکتا ہے، ایسا ملعون اتحاد منانے والے کیا ہنود سے یہ قرار داد لے سکتے ہیں کہ وُہ عید اضحیٰ میں ان کا ساتھ دیں گے گائے یہ پچھاڑیں چھوٹی سی بچیا وُہ بھی لٹائیں گے سیر بھر یہ کھائیں تو پاؤ بھر وُہ بھی کھالیں گے ایسا ہوتا تو کچھ جاہلانہ معاوضہ کا گمان ممکن تھا کہ عید اضحیٰ مسلمانوں کی عید ہے اور گاؤ کشی ان کا مذہبی مسئلہ اور ہندوؤں کے یہاں حرام ہے اُن سے کہہ کر دیکھیں کیا جواب ملتا ہے اس وقت کُھل جائے گا کہ اس ملعون اتحاد کی تالی ایک ہی ہاتھ سے بجی ہندو اپنے مذہب پر قائم ہیں اور تم مسلمان اپنے دین سے نکل گئے ایسوں کو رکنِ اسلام کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے اور شیطان ملعون کے دھوکوں سے بچائے اگر یہ لوگ نہ مانیں اور ایسے ہی اعلان کے ساتھ توبہ نہ کریں جس اعلان کے ساتھ وہ کفریات کئے تھے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کو چھوڑ دیں ان سے میل جول سلام کلام سب ترک کردیں،
قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین[3] واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کہیں تمھیں شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲ [2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] " ۶/ ۶۸

مسئلہ ۴۲ مرسلہ صالح محمد خاں سابق مدرس ساکن قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہُوا وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں:

(۱) ایک شخص نے جان بُوجھ کر بسبب دُنیوی رنجش کے قصداً فعل حلال شرعی کو حرام کر دیا۔

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور امامان مجتہدین رحمہم اللہ تعالٰی کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے اُن کو دربارہ شخصے خلافِ شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بحلف جُھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمانان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقفِ مسائل شرعی کے رُوبرو شرعی فعل حلال و جائز کو برحق اور سچّا تسلیم کرکے پھر اس کلمہ حق سے منحرف ہو کر ناجواز کا قائل ہوا، اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ مع دلیل وحوالہ کتاب اللہ وحدیثِ رسول اللہ یا عبارت فقہیہ مرتب فرما کر مزیّن بمہر خاص فرمائیں۔

(۵) اگر قاضیِ شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھا دے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کر دینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔ اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرطِ نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۴۳ مرسلہ حافظ عبدالمجید خاں حنفی از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل ہنود میں کم زیادہ ایک ہفتہ تک شام سے آدھی رات تک یا بعد تک ایسی مجلس ہوتی رہے کہ جس میں رام ولچھمن و راون و سیتاوغیرہ عورت ومرد کے قسم قسم کی تصویریں دکھائی جائیں اور ساتھ ہی ان کے طرح طرح کا باجا بجا کر بھجن وغیرہ گانا گایا جائے اور اُن تصویروں کو نعوذ باللہ معبود حقیقی سمجھیں اور ہر طرح کے فحش ولغویات پیدا ہوتے ہوں تو ایسی مجلسوں میں اُن مسلمانوں کو جواز روئے تحقیق مذہب اسلام ایسی تقاریب کی برائیوں سے بھی فی الجملہ واقف ہوں اور نمازی بھی ہوں شریک مجلس ہونا اور دلچسپی حظِ نفس اُٹھانا و بعض بعض شبیہہ ناپاک پر وقعت کی نظر ڈالنا و بعض شبیہہ عورات پر شہوت کی نظر ڈالنا اور مثل عقائد باطلہ اہل ہنود تعریف و توصیف سوانگ وتماشہ میں بتالیف قلوب مشرکین تائید یا ہُوں ہاں کرنا اور عشاء وفجر کی نمازیں بایں نمط کہ عشاء بمصروفی تماشہ وفجر کی نماز غلبہ نیند سے قضا کرنا و باعتراض بعض مانعین یہ کہنا کہ ہم توحق و باطل میں امتیاز ہوجانے کی غرض سے شامل ہوتے ہیں اور ایسی ہی بے سُود تاویلات کرنا اور زینتِ مجلس کے واسطے اپنے گھروں سے جاجم و دیگر فرش وچوکیات و پارچہ و زیورات دینا اور بوقتِ اختتام جلسہ اپنی نام آوری یا فخر یا شخصیت یا اہل ہنود میں اپنی وقعت ہونے کے یا بصورت نہ دینے کے اپنی ذلت وحقارت جان کر ہمراہ اہلِ ہنود روپیہ روپیہ دینا بالخصوص وہ مسلمان جو کسی مسافر مسکین کو باوجود مقدرت آنہ دوآنہ نہ دے سکتے ہوں اور اس مجلس کی شیرینی جو بنام نہاد پرشاد تقسیم ہوتی ہے کھانا تو ایسے مسلمانوں کے واسطے از روئے احکام شرع شریف کیا کیا حکم ہے صاف صاف مع عبارت قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ مبارک جداگانہ ہر امور مستفسرہ صدر کا جواب مفصل ارقام فرمائیں، اللہ تعالٰی اجر دے گا فقط والسلام علٰی ختم الکلام (کلام کے اختتام پر سلام ہو۔ ت) (یعنی آپ کو الوداعی سلام ہو)

الجواب

ایسے لوگ فساق فجار مرتکب کبائر مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں، مسلمان کو حکم ہے راہ چلتا ہُوا کفار کے محلہ سے گزرے تو جلد نکل جائے کہ وہ محلِ لعنت ہے نہ کہ خاص ان کی عبادت کی جگہ، جس وقت وہ غیر خدا کو پُوج رہے ہوں قطعاً اس وقت لعنت اُترتی ہے اور بلاشبہہ اس میں تماشائیوں کا بھی حصہ ہے، یہ اس وقت ہے کہ محض تماشا مقصود ہو اور اسی غرض سے نقد واسباب دے کر اعانت کی جاتی ہو اور اگر اُن افعالِ ملعونہ کو اچھا جانا یا اُن تصاویرِ باطلہ کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا یا اُن کے کسی حکم کفر پر ہوں ہاں کہا جیسا کہ سوال میں مذکور، جب تو صریح کفر ہے۔ غمز العیون

میں ہے :

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس شخص نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا تو مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وُہ بلاشک وشبہہ کافر ہوگیا ہے (ت)

اُن لوگوں کو اگر اسلام عزیز ہے اور یہ جانتے ہیں کہ قیامت کبھی آئے گی اور اللہ واحد قہار کے حضور جانا ہوگا تو اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دُور بھاگیں نئے سرے سے کلمۂ اسلام اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

یایھاالذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن، ان الشیطٰن للانسان عدو مبین[2]

اے ایمان والو ! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، کیونکہ وہ انسان کا کھُلا اور واضح دشمن ہے (ت)

مسئلہ ۴۴ تا ۵۲ مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ الموڑہ متصل مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ :

(۱) زید خاکروب نے مع اپنی ایک بی بی اور جوان لڑکی کے قبول اسلام کی درخواست کی چنانچہ اُن کو فوراً مسلمان کرلیا گیا، کیا فوراً ہی اُن کو اپنا حُقّہ دینا اور اُن کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ درست ہے یا نہیں ؟

(۲) مسماۃ ہندہ جو اس خاکروب نومسلم کی جوان نومسلمہ لڑکی ہے اُس کو مسلمان کرنے والے عالم کے پیچھے کیا نماز درست ہے حالانکہ اسکے پیچھے اب تک نماز پڑھتے تھے ؟

(۳) کسی عالم باعمل اور صالح پر جس نے خاکروب کی جوان لڑکی کو مسلمان کیا ہو کیا یہ اتہام کرنا گناہ نہیں ہے کہ تُو نے اپنے نفس کے لئے اس کو مسلمان کیا ہے اور تو اس سے آشنائی کرے گا۔

(۴) اگر ایک بار قبول اسلام کرنے کے بعد وُہ خاکروب پھر اپنی قوم میں مل گیا ہو اور دوبارہ قبول اسلام کی درخواست کرے تو کیا اس کے مسلمان کرنے میں کچھ تامل کرنا چاہئے حالانکہ خوف ہے کہ آریہ اور عیسائی فوراً اس کو لے لیں گے۔

(۵) اگر خاکروب کو مسلمان کرنے اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس خوف سے پرہیز کرے

---

[1] غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸

کہ اس کے ہمسایہ ہنود اُس پر ہنسیں گے اور اعتراض کریں گے تو یہ اس مسلمان کی مذہبی کمزوری ہے یا اس کو کیا کہیں گے؟

(۶) کیا شریعت اسلام کے نزدیک ایک برہمن سے ایک خاکروب ناپاک اور نجس تر سمجھا جاتا ہے؟ حالانکہ برہمن کو سخت شرک کی وجہ سے زیادہ ناپاک سمجھنا چاہیے۔

(۷) مستند علمائے دین کے فتاوٰی کو جو شخص ہیچ و پوچ سمجھ کر اُس پر عمل نہ کرے اور کہے کہ فتوٰی وہی ہے جو ہمارا دل گواہی دے، ایسا شخص شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

(۸) اگر کوئی مسلمان نومسلم خاکروب کے ساتھ حقّہ پینے، کھانا کھانے پر ایک مسلمان کی ہنسی اڑائے وہ مسلمان کیسا ہے؟

(۹) خاکروب کی بالغہ لڑکی جو مسلمان ہوگئی ہے کیا اس کے پانے کا اس کا شوہر خاکروب مستحق ہے یا قبولِ اسلام سے پیشتر باقاعدہ طور پر اس کے ماں باپ کے یہاں سے اس کی رسمِ رخصت عمل میں نہ آئی ہو اور دورانِ مقدمہ میں (جو اس کے شوہر نے اس کے نام دائر کیا ہے) مسلمان ہوگئی ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) اسلام لاتے ہی مظاہر قوم والے کو غسل کرنا چاہیے خصوصًا وہ قوم کہ نجاسات سے تلوث جن کا پیشہ ہو مسلمان کرتے ہی اُن کو خوب پاک کرکے نہلا دیں اس کے بعد معًا ان کے ساتھ کھائیں پئیں۔

(۲) جو کافر تلقینِ اسلام چاہے اسے تلقین فرض ہے اور اس میں دیر لگانا اشد کبیرہ بلکہ اس میں تاخیر کو علماء نے کفر لکھا اگر بلاوجہ شرعی دیر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہوتی نہ کہ وہ فرض بجا لایا اس بناء پر اس کے پیچھے نماز میں تامل کریں۔

(۳) مسلمان پر بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر غیر یقینی بات کے پیچھے نہ جا بیشک کان اور آنکھ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا[1] — اور دل سب سے پرسش ہونی ہے۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔ — بدگمانی سے دُور بھاگو بدگمانی سب سے بڑھ کر جھُوٹی بات ہے۔

(۴) ہرگز تامل جائز نہیں، بارگاہِ عزت وہ بارگاہِ کرم ہے کہ: ؎

باز آباز آ ہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و رند و بُت پرستی باز آ

ایں درگہِ ما درگہِ نا امیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(جو کچھ بھی تُو ہے اس کام سے مکرر سہ کرر رک جا یعنی اسے چھوڑ دے، اگر تو کافر ہے اوباش اور بُت کا پُجاری ہے تاہم اس کو چھوڑ دے۔ یہ دروازہ (یعنی اللہ تعالٰی کی بارگاہ) ہمارے نا امید ہو کر لوٹ جانے کا دروازہ نہیں، اگر تُو نے سو مرتبہ بھی توبہ کرکے توڑ دی تو پھر بھی (اس بارگاہ کی طرف) لوٹ آ۔ ت)

(۵) کافروں کے غلط طعنہ کا لحاظ کرنا اور اس کا خیال نہ کرنا کہ اس مسلمان کی دل شکنی ہوگی کسی ایسے ہی کا کام ہے جو نرا جاہل ہے یا معاذ اللہ کافروں کی طرف مائل ہے۔

(۶) کفر کی نجاست میں برہمن خاکروب سے نجس تر ہیں مگر ظاہری نجاست سے تلوث اس کو زائد رہتا ہے ولہٰذا مسلمانوں میں رائج ہے کہ خاکروب کی چھوئی چیز سے جیسا احتراز کرتے ہیں برہمن کی چھُوئی ہوئی سے نہیں کرتے لیکن یہ اُسی وقت ہے جب تک وُہ مسلمان نہ ہُوا، جب اسلام لے آیا اور طہارت کرلی اب وُہ اپنا بھائی ہے۔

(۷) یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتوے نہ ماننے کے سبب ضال و گمراہ ہے، قرآن عظیم نے غیر عالم کے لئے یہ حکم دیا کہ عالم سے پُوچھو نہ یہ کہ جس پر تمہارا دل گواہی دے عمل کرو۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[3] — علم والوں سے پُوچھ لیا کرو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی ظن السوء امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

جاہل کیا اور جاہل کا دل کیا،

نعم من کان عالما فقیھا مبصرا ماھرا متبحرا فھو مامور بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفت قلبك وان افتاك المفتون[1]

ہاں اگر وُہ عالم، فقیہ (یعنی قانون فقہ جاننے والا) بصیرت رکھنے والا، علم میں مہارت اور تجربہ رکھنے والا اور علم کا سمندر ہو تو اسے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا کہ اپنے دل سے فتوٰی پوچھے اگرچہ تمھیں مفتیان کرام کچھ فتوٰی دیں۔ (ت)

(۸) یہ ہنسی اڑانے والا سخت گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

یایھا الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن[2]

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے ہنسی مذاق نہ کرے، کیا خبر، شاید وہ (جن سے ہنسی مذاق کیا گیا) ہنسی کرنے والوں سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی مذاق کریں شاید وہ ہنسی مذاق کی جانے والی عورتیں ان سے بہتر ہوں (مقصد یہ کہ کوئی کسی دوسرے کو کہتر اور کمتر نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ انجام کے لحاظ سے وہ کمتر اُس بالاتر سے اچھا اور افضل ہو)۔ (ت)

کیا معلوم کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اُس ہنسنے والے سے وہ خاکروب ہی بہتر ہو۔

(۹) عورت جب مسلمان ہوجائے حکم یہ ہے کہ اس کے شوہر سے اسلام کے لئے کہا جائے اگر مان لے فبہا وہ اس کی عورت ہے اور نہ مانے تو اس کا یہ انکار کرنا اس نکاح کو ساقط کرتا ہے، یہ حکم اس وقت ہے کہ حاکمِ اسلام اس پر اسلام پیش کرے اور وہ نہ مانے، جہاں حاکمِ اسلام نہیں عورت تین حیض کا انتظار کرے، اس مدت میں اگر وہ مسلمان نہ ہو نکاح زائل ہوجائے گا۔ بہرحال مسلمہ عورت پر کافر کو شرعاً کوئی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۳: مسئولہ مولوی محمد واحد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستحبات کو بدعت سیئہ کہہ کر روکنے والے یا (قرون ثلثہ میں نہ تھے) کہہ کر منع کرنے والے کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کو کسی مسجد کا امام مستقل

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب عجائب القلب بیان مایواخذ بہ العبد من وساوس القلوب الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۲۹۸
کنز العمال برمز تخ عن وابصۃ حدیث ۲۹۳۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۵۰

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

بنانا یا مدرس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

کتب عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام وتحریم حلال دونوں کفر ہیں یعنی جو شے مباح ہو جسے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا اُسے ممنوع جاننے والا کافر ہے جبکہ اس کی اباحت وحلّت ضروریاتِ دین سے ہو یا کم ازکم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا ورسول منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزوجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ فسق شدید وکبیرہ وخبیثہ ہے، قال اللہ تعالٰی :

ولا تقولوا لما تصف السنتکم ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

اور جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں (اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو (یاد رکھو) جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (ت)

و قال اللہ تعالٰی (نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ ت) :

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[2]

اللہ تعالٰی کے ذمے وہی لوگ جھوٹا الزام لگاتے ہیں (جو درحقیقت) ایمان نہیں رکھتے (ت)

فاسق و مرتکب کبیرہ و مفتری علی اللہ ہونا ہی اس کے پیچھے نماز ممنوع اور اسے امام بنانا ناجائز ہونے کے لئے بس تھا، فتاوی الحجہ وغنیہ میں ہے :

لو قدموا فاسقا یا ثمون[3]

اگر لوگوں نے کسی فاسق (مرتکب گناہ کبیرہ) کو امام بناکر آگے کیا تو لوگ گناہگار ہونگے۔ (ت)

تبیین الحقائق وطحطاوی میں ہے :

لان فی تقدیمہ تعظیمہ و

کیونکہ اس کو (یعنی فاسق کو) آگے کھڑا کرنے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[2] ؎ ۱۶/ ۱۰۵
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

قدوجب علیهم اهانته شرعاً[1] — میں اس کی تعظیم ہے جبکہ لوگوں پر شرعاً اس کی توہین ضروری ہے۔ (ت)

مگر یہ وجہ منع کہ سوال میں مذکور آج کل اصول وہابیت مردودہ مخذولہ سے ہے اور وہابیہ بے دین ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض۔ فتح القدیر میں ہے:

الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2] — اہل ہوا (خواہش پرست) کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے (ت)

اور انہیں امام و مدرس بنانا حرام قطعی اور اللہ و رسول کے ساتھ سخت خیانت، اور مسلمانوں کی کمال بدخواہی۔ صحیح مستدرک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل علی عشرۃ رجلا وفیھم من ھو ارضی للّٰہ منہ فقد خان اللّٰہ و رسولہ والمؤمنین[3] — اگر کسی نے دس آدمیوں پر ایک شخص کو حاکم بنایا جبکہ اُن میں وہ شخص بھی تھا جو اُس حاکم سے اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند تھا، تو اس حاکم بنانے والے شخص نے اللہ تعالٰی، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔ (ت)

اور اگر اُن کے عقائدِ کفریہ پر مطلع ہو کر اُن کے استحسان یا آسان سمجھنے سے ہو تو امام و مدرس بنانے والا خود کافر ہوجائے گا،

فان الرضی بالکفر کفر ومن انکر شیئا من ضروریات الدین فقد کفر ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] — پس کفر سے خوشنودی کفر ہے، اور جو کوئی ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار کرے تو وہ بلاشبہہ کافر ہے۔ پھر جو کوئی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وُہ بھی کافر ہے (ت)

کسی مسجد یا مدرسہ کے مہتمم متولی کیا روا رکھیں گے کہ اپنے اختیار سے اسے امام و مدرس کریں جو ان کے ماں باپ کو علانیہ مغلظہ گالیاں دیا کرے، ہرگز نہیں۔ پھر وہابیہ تو اللہ عزوجل کے محبوب

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلٰوۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام ۴/۹۲ و نصب الرایۃ کتاب ادب القاضی ۴/۶۳

[4] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین خطبۃ الکتاب مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علانیہ گالیاں دیتے لکھتے چھاپتے ہیں۔ وہ کیسا مسلمان کہ اسے ہلکا جانے اور ایسوں کو مدرس و امام کرے۔ اللہ تعالٰی سچا اسلام دے اور اس پر سچی استقامت عطا فرمائے اور اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت دے اور ان کے دشمنوں سے کامل عداوت و نفرت عطا فرمائے کہ بغیر اس کے مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ لاکھ دعوٰی اسلام کرے اور شبانہ روز نماز روزے میں منہمک رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1]۔ (لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی نگاہ میں اس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ت)

کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ و رسول کی محبت و عظمت کو ایک پلہ میں رکھیں اپنے ماں باپ کی الفت و عزت کو دوسرے میں۔ پھر دشمنان و بدگویانِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلح کلی یہ بے پرواہی یہ سہل انگاری یہ نیچری ملعون تہذیب سدِ راہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت و عزت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت و عزت سے زائد ہو کر ایمان کا دعوٰی محض باطل اور اسلام قطعًا زائل، والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ ت):

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون[2]۔ کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑ گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ (ت)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ و رسول کی محبت و عظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرا دیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا اور کون سچا۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[3] وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تُو نے سیدھی راہ دکھا دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت سے نواز دے، یقینًا تُو ہی

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷
[2] القرآن الکریم ۲۹/۲
[3] " ۳/۸

مالکنا ومولٰینا والاٰل والاصحاب اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

بہت زیادہ عطا کرنیوالا ہے۔ ہمارے مالک مولٰی پر اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکات کا نزول فرمائے اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر بھی (درود وسلام اور برکات نازل ہوں) اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۵۴: از شاہجہانپور مرسلہ منصور حسن خاں صاحب تحصیلدار ۹ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

اس وقت ہندوستان میں بہت زور کے ساتھ حکومت خود اختیاری کی بحث چھڑی ہوئی ہے، حکومت خود اختیاری کے یہ معنٰی ہیں کہ برائے نام انگریزوں کی نگرانی رہے گی اور حکومت درحقیقت باشندگان ہندوستان کے ہاتھ میں ہوگی، اگر گورنمنٹ نے اسے عطا کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندو صاحبان جو اعداد اور تمول میں ہم سے بہت زائد ہیں ہم پر فوقیت رکھیں گے، بحالت موجودہ ہندو صاحبان کا مسلمانوں کے معاملات میں جو رویہ ہے اس پر مندرجہ ذیل واقعات روشنی ڈالتے ہیں:

(۱) کانپور کے پریڈ گراونڈ پر ہندو مجارٹی نے فیصلہ دیا کہ مسلمان نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

(۲) ساور اجمیر شریف میں یہ احکام نافذ کر دیے گئے کہ مسلمان عقیقہ اور قربانی میں بکرا بکری بھی ذبح نہ کرنے پائیں۔

(۳) جبلپور میں تراویح کے وقت باجا بجانا فرض سمجھا گیا اور کسی ہندو تعلیم یافتہ سے مسلمانوں کی فریاد پر توجہ تک نہ کی مسجدوں میں نماز بند کر دی گئی۔

(۴) بنگال میں شبرات کی رخصت تک ہندو سپرنٹنڈنٹ کی وجہ سے مسلمانوں کو نہ مل سکی۔

(۵) بنگال کی کونسل میں سرسنہار نے رخصتِ نماز جمعہ کی مخالفت کی، اس لئے ریزولیوشن مسٹر ابوالقاسم نے واپس لے لیا، اگر ہندو ممبر مل کر ووٹ دیتے تو ریزولیوشن پاس ہوجاتا۔

(۶) صوبہ متحدہ میں پیرانِ کلیر شریف کی چھوٹی سی سڑک بننے میں ہندوؤں نے ووٹ نہیں دیے اور سید آل نبی صاحب کا ریزولیوشن پاس نہ ہوسکا۔

(۷) الٰہ آباد اور لکھنؤ میں اب تک ہندو میونسپلٹیوں کو چھوڑے ہوئے ہیں اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ گورنمنٹ نے رعایت کی ہے۔

(۸) ہندو لیڈروں نے جو کانگریس کے ارکان وعناصر ہیں میونسپلٹی کے قانون سے اس لئے مخالفت کی کہ مسلمانوں کو تین جگہ اُن کی تعداد سے زیادہ دے دیں اس کے متعلق صرف اخبار لیڈر اور آنریبل مالوی جی اور ہندو سبھا کے جلسوں کا مطالعہ کافی ہے خصوصی اُس جلسہ کا جو بنارس میں راجہ

رامپال سنگھ کی صدارت میں ہوا تھا۔

(۹) بنگال گورنمنٹ کے بار بار اصرار پر بھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو کلرکی لائن میں نہیں گھسنے دیا جس کے لئے گورنمنٹ کو آخری کارروائی کرنی پڑی۔

(۱۰) ہندو ممبروں نے جو مشترک ووٹ سے کونسلوں میں جاتے ہیں کبھی مسلمانوں کے حق میں اپنی رائے نہیں دی، نہ مسلمانوں کے حقوق کا خیال کیا۔

(۱۱) چندوسی میں ہندوؤں نے لٹھ کے ذریعہ سے محفل میلاد شریف بند کردی۔

(۱۲) اُردو کی مخالفت صرف مالوی جی اور چنتامنی جی ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ مسٹر گاندھی بھی کرتے ہیں اور نہایت شائستگی سے سمجھاتے ہیں کہ جب تک مسلمان ہندی حروف نہ سیکھ لیں اُس وقت تک انھیں اردو خط میں اجازت دی جائے۔

(۱۳) قربانی کا مسئلہ ہمیشہ زیر بحث نہیں بلکہ موجب کُشت وخُون رہتا ہے، اور زبردستی مسلمانوں کو اپنے فرائض سے روکا جاتا ہے، اور کوشش اس بات کی کی جاتی ہے کہ بکرا بکری بھی وہ نہ ذبح کرنے پائیں۔

(۱۴) نوکریوں کا یہ حال ہے کہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے ہر صوبہ میں مسلمانوں کو محبانِ وطن اور رہوم رولر اصحاب گھسنے نہیں دیتے۔

مندرجہ بالا واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو اُس شورش میں جو ہندو صاحبان اس کے متعلق کر رہے ہیں مذہبًا شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[1]

ضرور ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہود اور مشرکوں کو پاؤ گے۔

اور فرماتا ہے:

یاایھا الذین لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم

اے ایمان والو اوروں کو اپنا ولی دوست نہ سمجھو وہ تمھاری ضرر رسانی میں گئی نہیں کرتے، اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو دشمنی ان کے منہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون [1] سے ظاہر ہورہی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت زیادہ ہے ہم نے روشن نشانیاں تمھیں بتادیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس ارشادِ الٰہی کے بعد کیا کوئی عاقل دیندار مسلمان ہنود کی شورش میں ان کا ساتھ دینا روا رکھے گا اور وقت پر زبانی باتوں کے دھوکے میں آکر بالآخر ان سے اسلام و مسلمین کے ساتھ نیک برتاؤ اور دلی دوستی کی امید رکھے گا اس حکومت با اختیار کا حاصل اگر ہندوستان میں صرف اس قدر ہوا کہ اوپر کی کونسلوں میں ہندو ممبر بکثرت کردیے گئے اور امور انتظامیہ کے سوا دیگر احکام میں ان کی رائے سُنی گئی اور کثرت پر فیصلہ ہُوا جب تو ظاہر کہ ہر طرح ہنود کی جیت ہے انھیں کی کثرت رہے گی اور انھیں کی بات، جیسا کہ بعض وقائع مذکورہ سوال اس کا نمونہ ہیں، نیچر کی کمیٹیوں میں اُن کے اور تمھارے حالات وعادات جو سُنے گئے وُہ اور بھی اُن کے مؤید ہیں یعنی یہ کہ بہت ہنود نہ فقط اپنے حفظِ حقوق بلکہ مسلمانوں کی پامالیٔ حقوق میں بیدریغ کوشش کرتے ہیں اور بہتیرے مسلمان ممبر دَم نہیں مارتے بلکہ بعض تو صلح کل و بے تعصب بننے کو اُلٹا اُن کا ساتھ دیتے ہیں، مسلمانوں کی تعداد ایک تو کم تھی ہی اور بھی کم رہ جاتے ہیں آخر بارہا پالی ہنود کے ہاتھ رہتا ہے اب اس کا اثر جزئیات پر پڑتا ہے اس حالت میں کلیات پر پڑے گا، گورنمنٹ کو مسلمانوں ہندوؤں کے معاملہ میں نہ کسی کی طرفداری نہ کسی سے خصومت۔ جب ہندوستانی ممبر بڑھے اور کثرت ہنود کی ہُوئی تو اب احکام ان رایوں سے فیصل ہوکر آئیں گے جو ایک قوم کی ذاتی طرفدار اور دُوسروں کی ذاتی مخالف ہے اس وقت وُہ اسی لیے مسلمانوں کو بُلا رہے ہیں کہ یُوں اختیارات اپنے کرلیں اور اُنھیں کی کوششوں سے ان کے حقوق پامال کرنے پر خاطر خواہ قادر ہوجائیں گے جب یہ جم گئی پھر کیا ہوتا ہے ؎

دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

(جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پھر پشیمان ہونے کا کچھ فائدہ نہیں۔ ت)

؎ مرد آخر بیں مبارک بندہ است

(نتیجہ کو دیکھنے والا مرد بابرکت آدمی ہے۔ ت)

اور اگر بالفرض حکومت خود اختیاری اپنے حقیقی معنی پر ملی تو وقت سخت تر ہے غور کرو اس وقت کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

ملک اُن کے ہاتھ میں نہیں تمھارے مذہبی شعائر میں کتنی رکاوٹیں ڈالتے ہیں، رات دن کوشاں رہتے ہیں اور اپنی کثرتِ تعداد و کثرتِ مال کے سبب کچھ نہ کچھ کامیاب ہوتے رہتے ہیں، جب اختیارات اُن کے ہاتھ میں ہُوئے اس وقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، مثلاً اُس وقت تو قربانیاں ان قیود وحدود کے ساتھ کہ اُن کا لگایا جانا بھی شورشِ ہنود کے باعث ہے ہوبھی جاتی ہیں اس وقت قتلِ انسان سے بڑھ کر جُرم ٹھہریں گی اور مسلمانوں کو مجبورانہ اپنا یہ شعارِ دینی بند کرنا پڑے گا۔ کیا گورنمنٹ تنہا تمھیں ملک دے دے گی کہ اُس میں خالص احکامِ اسلام جاری کرو، یہ تو ممکن نہیں، نہ تنہا اُن کو ملے، پھر شرکت رکھو گے یا ملک بانٹ لوگے کہ ایک حصّہ میں تم اسلامی احکام جاری کرو ایک میں وُہ اپنے مذہبی احکام جو تمھاری شریعت کی رُو سے احکامِ کفر ہیں، بر تقدیرِ ثانی ظاہر ہے کہ ہندوستان کا کوئی شہر اسلامی آبادی سے خالی نہیں تو اُن لاکھوں مسلمانوں پر اپنی شریعت مطہرہ کے خلاف احکام تم نے اپنی کوششِ متفقہ سے جاری کرائے اور اس کے تم ذمہ دار رہوئے اور

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ۰ ھم الظّٰلمون ۰ ھم الفٰسقون[1]۔ جو کچھ اللہ تعالٰی نے نازل فرمایا (بندوں پر اتارا) جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر، ظالم اور نافرمان ہیں۔ (ت)

کے تمغے پائے، بر تقدیرِ اول کیا ہنود راضی ہوجائیں گے کہ ملک مشترک ہو اور احکام تنہا احکامِ اسلام۔ ہرگز نہیں، آخر تمھیں اُن کے ساتھ کسی نہ کسی قانون خلاف اسلام پر راضی ہونا اور اپنی رضا وسعی سے مسلمانوں کو اس کا پابند کرنا پڑے گا اور قرآنِ عظیم سے وہی تین خطابوں کا تمغہ ملے گا۔ یہ سب اُس وقت ہے کہ جھگڑا نہ اُٹھے اور اگر پھوٹ پڑی اور تجربہ کہتا ہے کہ ضرور پڑے گی اُس وقت اگر ہنود حسبِ عادت آپ بے قصور بنے اور سب ڈھلی بگڑی تمھارے سر ڈالی تو زمین میں بیٹھے بٹھائے فساد اُٹھانے اور حکمِ الٰہی لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کی مخالفت کرکے خود اپنی اور لاکھوں ناکردہ مسلمانوں کی جان وعزت معرضِ خطرہ میں ڈالنے کا ذمہ دار کون ہوگا۔ اللہ عزوجل سیدھی سمجھ دے، آمین! واللہ سبحانہٗ وتعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۴، ۴۵، ۴۷

[2] ؍؍ ۲/ ۱۹۵

مسئلہ ۵۵ خیرآباد اودھ ضلع سیتاپور مرسلہ سید امتیاز حسین صاحب آنریری مجسٹریٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید مسلمان ہے اور اس کے گلے میں ہندو مذہب کی ایک کتاب بیدجز دان میں مثل کلام مجید کے بطور حمائل کے پڑا ہے۔ زید کو علم ہے کہ میرے گلے میں ہندو مذہب کی کتاب ہے یا اور کوئی غیر معظم کتاب ہے مگر کافر اس کو یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص مسلمان ہے اور اس کے گلے میں کلام مجید ہے یہ سمجھ کر اس کتاب کی جس کو وُہ کافر اپنے خیال میں کلام مجید سمجھتے ہوئے توہین کرنا چاہتا ہے زید اُس کی حفاظت کرتا ہے محض اس وجہ سے کہ یہ کافر کلام اللہ سمجھ کر توہین کرتا ہے، ایسی صورت میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ وُہ زید کے شریک ہوں اور اُس کافر کے حملہ کو روکیں یا سمجھ کر کہ اس کے اندر غیر مذہب کی کتاب ہے اور کوئی معظم چیز نہیں ہے سکوت اختیار کریں اور زید کو لعنت ملامت کریں، شرعًا کیا حکم ہے، اگر زید کو کوئی نقصان پہنچے اور اُس کے معاونین کو مدد کرنے سے تکلیف پہنچے تو وہ عنداللہ ماجور (اللہ تعالٰی کے نزدیک اجر وثواب دئے ہوئے۔ ت) ہوں گے۔ مشرح جواب تحریر فرمائیے فقط۔

الجواب

سوال تمثیلی ساختہ معلوم ہوتا ہے مثال میں بسا اوقات فرق رہ جاتا ہے جس کے سبب حکم بدل جاتا ہے اگرچہ تمثیل قائم کرنے والا اپنے ذہن میں یہ سمجھے کہ میں نے اصل واقعہ کا بالکل چربہ اتار لیا ہے بہرحال اس صورتِ مستفسرہ کا حکم یہ ہے کہ زید بوجوہ قابل سخت ملامت ہے، اوّل تو سب سے پہلے اس کا جرم شدید یہ ہے کہ اُس نے ایک کافر مذہب کی کتاب کو معاذ اللہ قرآن مجید سے تشبیہ دی، جزدان میں رکھا، گلے میں حمائل کے طور پر ڈالا، یہ خود اس نے قرآن عظیم کی توہین کی، امیر المؤمنین فاروق عادل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک کنیز کو دیکھا کہ بیبیوں کی طرح دوپٹہ اوڑھے جارہی ہے اس پر درہ لیا اور فرمایا:

ای دفار القی عنك الخمار اتتشبھین بالحرائر۔[1] اے بدبُو والی! اپنی اوڑھنی اتار، کیا بیبیوں کے مشابہ بنتی ہے۔

اور اگر واقعی اس نے کافر مذہب کی کتاب معاذ اللہ مثل قرآن کریم مستحق تعظیم سمجھا جب تو وُہ خود ہی کافر مرتد ہے ورنہ کم از کم مبتلائے حرام ضرور ہے اور اس حرام کے باقی رکھنے ہی نے اس ہندو کو غلط فہمی پیدا کی تو یہ اس کا دوسرا جرم ہے کہ حرام پر مصر ہے، پھر اُس کے سبب جو فتنہ فساد پیدا ہو گا اُس کا منشا بھی اس کا اصرار علی الحرام ہے کیوں نہیں اسے جزدان سے نکال کر فورًا پھینک دیتا ہے کہ یہ تیرے ہی مذہب کی ناپاک کتاب ہے اس کی جتنی چاہے توہین کر، یُوں یہ خود بھی حرام سے بچے اور فتنہ بھی فرو ہو، اب کہ یہ ایسا نہیں کرتا خود بانی فتنہ ہے یہ اس کا تیسرا جرم ہے، اگر پٹا تو ایک پوتھی

[1] الدرالمنثور تحت آیۃ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یوذین منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۵/۲۲۱

کی حمایت میں پیٹا اور مارا بھی تو ایک لوحتی کے پیچھے مارا، اور اگر وُہ غالب آیا اور اس نے اس کتاب کی توہین جسے اس نے اپنے فعل واصرار باطل سے اُسے معاذاللہ قرآن عظیم باور کرایا ہے تو اس ہندو کے زعم میں توہین قرآن عظیم پر قادر ہونا اور اس معاملہ دینیہ مذہبیہ میں مسلمان پر فتح پانا اس کا منشا بھی یہی شخص ہے اور اگر وہ مغلوب ہوا اور اس نے مارا اور جیل خانہ گیا تو محض بلاوجہ شرعی بلکہ برخلاف وجہ شرعی ایک گناہ پر اصرار کے لئے اپنے نفس کو سزا و ذلت پر پیش کیا اور یہ بھی بحکم حدیث حرام ہے اور یہ اس کا چوتھا جرم ہے۔ بہرحال یہ شخص سخت ملامتوں کا مستحق و سزاوار ہے جو اس کی اعانت کرینگے وہ بھی ان جرائم سے حصہ لیں گے اور اور گناہ پر مدد دے کر گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [1] لوگو! گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

ان پر لازم ہے کہ اگر وُہ فتنہ اٹھاتا ہے یہ فرو کریں اور زعم کافر میں توہین اسلام نہ ہونے دیں اس کے گلے سے لے کر جزدان سے نکال کر وہ ہندوانی پستک اُس ہندو کے سامنے پھینک دیں کہ فتنہ بند ہو اور وہ جرائم مذکورہ سب مسدود۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۶ تا ۵۹: از رائے پور چھتیس گڑھ محلہ گوہر علی عرائض نویس نیا پارہ اکھاڑا

(۱) کہ جہاں مسلمان بستے ہیں وہاں ایک شراب کی بھٹی ہے چند لوگ شیعہ اُس راہ سے گزرے جو اپنی قوم میں مقرر ہیں انھیں معلوم ہوا کہ یہاں پر مسلمان شراب پیا کرتے ہیں تو انھوں نے ایک انجمن مقرر کیا اور اپنی قوم کے چند لوگوں کو سکریٹری پریزیڈنٹ انجمن بنایا اور اس میں سُنّیوں کو ممبر مقرر کیا' از رُوئے شرع سُنّی بھی اُن کی رائے سے موافقت کر سکتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

(۲) اس انجمن میں دو مسئلے پیش ہیں کہ کوئی سُنّی شراب پئے یا زنا کرے اُس کو خارج از قوم کر دینا اور شادی و غمی میں شریک نہ ہونا زنا کس حالت میں سمجھا جائے گا جبکہ کوئی شخص کسی عورت سے صرف بات کر رہا ہے یا عورت مذکورہ اس کے گھر میں کسی مزدوری کے لئے بیٹھی ہے یا کسی پیشرو شخص کے مکان کو ضرورت سے آتی ہے کیونکہ اس شہر میں مزدور عورتیں بہت ہیں جو آدمی تنہا نوکری پیشہ وجن کی مستورات نہیں تو وہ ان کو اپنے گھروں میں کام کرنے کے ساتھ تعلق ہے اور وہ شخص باہر کھڑا ہوا اندر مکان کا حال کیا جانتا ہے کہ مکان میں کیا ہو رہا ہے علماء دین

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

باطن کے حالات کی نسبت کیا بیان کرتے ہیں، کیا یہی زنا کی صورتیں ہیں ؟

(۳) شیعہ قوم سے سُنّی کہاں تک شریک ہوسکتے ہیں ؟

ان اوپر کے ہوئے وجوہ کی نسبت حضور کرم فرما کر اس فقیر کو جواب سے سرفراز فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی، خداوندکریم آپ کو جزائے خیر دے گا۔

الجواب

(۱) سُنّیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصًا یوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین[1]

اگر تجھے شیطان کبھی بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم ان سے دُور رہو اور وہ تم سے دُور رہیں کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) زنا نہیں ثابت ہوسکتا جب تک چار مرد عاقل بالغ، ثقہ، متقی، پرہیزگار اپنی آنکھ سے ایسا مشاہدہ نہ بیان کریں جیسے سُرمہ دانی میں سلائی، بغیر اس کے جو شخص کسی مسلمان کی نسبت زنا کی تہمت رکھے گا بحکمِ قرآن مجید اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا، پھر اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے، جو لوگ انھیں نوکر رکھتے ہیں ضرور مکان میں دونوں تنہا ہوتے ہوں گے، اور اسے شرع نے حرام فرمایا۔

(۳) کہیں تک بھی نہیں، آیت وحدیث میں مطلقًا ممانعت فرمائی، بلکہ ایک حدیث خاص اس قوم کا نام لے کر آئی کہ:

یاتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ لایشھدون جمعۃ

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم آنے والی ہے ان کا بدلقب ہوگا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

ولا جماعۃ ویطعنون السلف[1] فلا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[2]۔

انھیں رافضی کہا جائے گا وہ نہ جمعہ پڑھیں گے نہ جماعت، اور امت کے اگلوں پر طعنہ کریں گے، تم اُن کے پاس مت بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا، ان کے ساتھ پانی نہ پینا، ان کے ساتھ شادی بیاہت نہ کرنا، وہ بیمار پڑیں تو انھیں پُوچھنے کو نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جانا، نہ اُن پر نماز پڑھنا، نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا۔

دیکھو حدیث نے موت وحیات کے سب تعلق کو اُن سے قطع کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از قصبہ کرتپور ضلع بجنور محلہ مدھو باڑہ مرسلہ منشی منیر الدین صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مسلمان دسہرہ کی جھنڈی کے جلسہ میں ہنود کا شریک ہو یا اس میں گنگا پھری یا بینٹی یا دیگر کھیل خود کھیلے یا دوسروں کو کھلائے یا اس میں کسی قسم کا باجا خود بجائے یا دوسروں سے بجوائے یا کوئی راگ خود گائے یا اوروں سے گوائے یا اس میں کسی قسم کی امداد دامے درمے قدمے قلمے جلوس مذکور کی رونق افزائی کی نیت سے کرے یا اُس جلوس کا تماشا کرے یا اوروں کو ترغیب دیکھنے کی دلائے یا میل ملاپ باہمی کی وجہ سے شرکت کرے یا دیگر اغراض دنیا کے باعث ہنود سے بامید حصول خوشنودی ہنود جلوس کی اعانت میں سرپرستانہ پیش آئے یا ایسی سرپرستی کا ارادہ کرے اور اُس حد تک کہ اگر اُس جلوس میں اُس مقام کے رواج و دستور کے خلاف منجانب ہنود امورِ جدیدہ کے اضافہ کرنے کی آمادگی ہو اور اُس کی اطلاع پاکر خواہ اس کا ظہور دیکھ کر وہاں کے غربا مسلمانان بخوفِ ہیجان فتنہ حسب ضابطہ کچہری اُس کے انسداد کی کوشش و چارہ جوئی کریں اور کوئی شخص مسلمان سربرآوردہ خواہ رئیس حکام رس بذاتِ خود یا بذریعہ اپنے آدمیوں کے خود داری ریاست و استطاعت یا سرپنچی و منبری کے مسلمانان کو چارہ جوئی سے باز رکھے اور تخویف دلائے یا اگر مسلمانان بامیدِ انصاف گورنمنٹ بلا خوف و خطر مصروف چارہ جوئی رہیں اور مسلمان مانع چارہ جوئی جانب دار اہل ہنود ہو کر امرِ جدید کو جلوس مذکور میں اپنی کوشش سے اضافہ کرے اور اس جلوس مذکور میں ایسی نمایاں سعی پیروی کرے کہ جس سے ایک مسجد کے اُس احترام میں فرق آجائے جس کو حکام ضلع نے بلحاظ عبادت گاہوں کے بذریعہ احکام تحریری منظوری کیا ہو یعنی باوجود ممانعت حاکم علاقہ کے مسجد مسلمانان

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ الفضل بن غانم ۶۷۹۰ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/ ۳۵۸

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ و ۳۲۵۲۹ و ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲

کے گرد پچاس پچاس قدم دونوں طرف باجا گاجا شور وغل ہر قسم اہل جلوس جھنڈی سے کرا دے تو ایسا مسلمان نیز مسلمانان متذکرہ بالا شرعاً کس گناہ کے مرتکب ہیں، آیا بدعت یا فسق یا کفر ارتداد اور دیگر مسلمانان کو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ بصراحت وتفصیل فتوٰی میں ارقام فرمایا جائے فقط۔

الجواب

مراسم کفر کی اعانت اور اُن میں شرکت ممنوع وناجائز وگناہ اور مخالفت حکم اللہ ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ارشاد ہُوا:

من سود مع قوم فھو منھم وفی لفظ من کثر سواد قوم فھو منھم[2]

جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہو کر اُن کا گروہ بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

خصوصاً توہینِ مسجد پر اعانت کہ بہت سخت تر ہے، پھر اگر یہ باتیں شامتِ نفس اور طمع دنیا سے ہوں تو صرف استحقاق جہنم ہے اور اگر کسی رسم کفر کے پسند ورضا کے ساتھ ہوں تو کھلا کفر ہے۔ غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[3]

جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]

اگر تمہیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰
" بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود " ۲۴۷۳۵ " " " ۹/۲۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن ثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[4] القرآن الکریم ۶/۶۸

اور فرماتا ہے :

ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)

مسئلہ ۶۰ تا ۶۲ از گودھرہ مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن بن مولوی محمد عیسٰی صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) قصبہ لوناواڑہ میں ہنود بکثرت رہتے ہیں یہ لوگ بماہ ساون آٹھ روز تہوار مناتے ہیں اُس کو اپنی اصطلاح میں "پچوسن" کہتے ہیں، ان دنوں میں آٹھ روزے بھی اپنے مذہب کے موافق رکھتے ہیں اور جاندار شئی کو مارنا اور تکلیف دینا بُرا سمجھتے ہیں، چنانچہ مسلمان تیلیوں کو اس بنا پر گھانی چلانے سے روکتے ہیں اس لئے کہ تلوں میں کچھ کیڑے جو ہوتے ہیں وہ پل جاتے ہیں، اُس آٹھ روز مسلمانوں کو گھانی نہ چلانے کے عوض میں روپے بھی دینا چاہتے ہیں پس مسلمانوں کو اُس آٹھ روز گھانی نہ چلانا اور روپیہ لے کر اس امر میں ان کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

(۲) جو مسلمان کہ ہنود کے تہوار میں اُن کی موافقت کرے اور اُس کو منائے اس کیلئے کیا وعید ہے؟

(۳) کسی قصبہ کا رئیس مسلمانوں کو کہے کہ تم ہنود کے تہواروں میں اُن کی اتباع کرو ورنہ تم کو سخت اذیت پہنچاؤں گا، پس مسلمانوں کو اس امر میں رئیس کی اتباع درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی[2] (یاد رکھو) اعمال کا مدار ارادوں پر ہے، اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ (ت)

اگر اس سے تیلیوں کی نیت انکی موافقت اور اُن کی رسم مذہبی میں شرکت ہے تو حرام ہے، اور حرام فعل کی اُجرت میں جو کچھ لیا جائے وہ بھی حرام کہ اجارہ نہ معاصی پر جائز ہے نہ اطاعت پر، اور اگر اُنھوں نے یہ سمجھا کہ واقعی تیل پیلنا فعل شنیع ہے کہ اس سے کیڑے پس جاتے ہیں، تو یہ وہی خیالات باطلہ ہنود کی شرکت ہوئی، ایسا ہو تو یہ فعل ہمیشہ ناجائز ہے اور ناجائز کا ترک واجب اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

اجرت اس پر لینا حرام، اور اگر انھوں نے یہ سمجھا کہ ہمارا وہ کام ایک مباح شرعی ہے کچھ واجب تو نہیں کہ اس کا کرنا ضرور ہو آٹھ دن محنت سے بچتے ہیں اور مفت کے دام مال مباح کافر سے ملتے ہیں یہ سمجھ کر آرام کیا اور دام لئے تو حرام نہیں، پھر بھی اغراض فاسدہ کفار کی تحصیل نامناسب ہے، ایسے موہومات کہ کیڑے ہوں گے اور پس جائیں گے شرعاً عرفاً عقلاً کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں ورنہ رات کو چلنا منع ہو جائے کیا معلوم اندھیرے میں کوئی چیونٹی پس جائے بلکہ پانی پینا منع ہو جائے کیا معلوم اس میں کوئی باریک کیڑا ہو کہ نظر نہ آتا ہو، بلکہ خوردبین سے مشاہدہ ہوا ہے کہ دُودھ اور پانی سب میں یقیناً کیڑے ہوتے ہیں، اور یہی مطابق قانونِ فطرت ہے کہ رطوبت میں حرارت جب عمل کریگی فیضانِ روح ہوگا، تو دین و دُنیا سب کی عافیت تنگ ہو جائے، ایسے بیہودہ خیال کسی طرح موافقِ اسلام نہیں ہو سکتے۔ صحیح حدیث میں ہے:

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یفتش التمر عما فیہ۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس وہم کو پالنے سے منع فرمایا کہ کھاتے وقت چھوہارا توڑ کر اس کی تلاشی لی جائے کہ اس میں کوئی کیڑا تو نہیں۔ (طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اسے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر اُن کے مذہبی تہوار کو اچھا جان کر منائے گا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ۔[2]

جس آدمی نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

ورنہ فسق و معصیت ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اللہ عزوجل کی معصیت میں کسی کا اتباع درست نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۰۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۶۰

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفصل الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔
اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۳ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ عبدالستار رضوی برکاتی ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

مباہلہ کیا ہے اور وہ کس وقت، کس سے، کس طرح کیا جاتا ہے؟

الجواب

مباہلہ یہ کہ دو فریق جمع ہو کر اپنا اپنا دعوٰی بیان کریں اور ہر فریق دعا کرے کہ ان دونوں میں جو جھوٹا ہو اس پر لعنتِ الٰہی ہو، یہ جائز ہے، اور اب تک مشروع ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسا کہ ردالمحتار میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) مباہلہ ہر اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اپنے قول کی حقانیت پر یقین قطعی ہو، مشکوک یا مظنون بات پر مباہلہ سخت جرأت ہے مثلاً ہم کسی شافعی المذہب سے اس امر پر مباہلہ نہیں کر سکتے کہ قراءت خلف الامام ناجائز ہے، نہ شافعی ہم سے مباہلہ کر سکتا ہے کہ واجب ہے، اور ہم اور وہ دونوں غیر مقلدوں سے اس پر مباہلہ کر سکتے ہیں کہ امام اعظم و امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما ائمہ دین ہیں اور ان کی تقلید جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۴ از اودیپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

اس شہر میں روافض یعنی فرقہ اسمٰعیلیہ بوہروں کے امام بڑے ملّا آئے ہیں ان کا دعوٰی ہے کہ "میں داعیِ وقت ہوں، امام اور عامل میں ہی مقرر کرتا ہوں، میں قوم کا مالک و مختار ہوں۔" ان کو بوہرے سیدنا کے لفظ سے پکارتے ہیں، جب یہ شہر میں آئے تو ان کی سواری بڑی شان و شوکت کے ساتھ مع دو تین ہزار بوہروں کے مدرسہ اسلامیہ حنفیہ جس راستہ میں واقع ہے اس طرف ہو کر نکلی تو مدرسہ حنفیہ کے ممبران سنت جماعت حنفی مذہب والوں نے مدرسہ کو رنگ برنگ کے کاغذ کے پھریروں سے آراستہ کیا اور ایک بڑے سرخ کپڑے پر بڑے بڑے کاغذ کے حروف بنا کر "خوش آمدید" لکھا اور بڑے ملّا صاحب کے نظارے کے لئے آویزاں کر دیا اور جب ملّا صاحب کی سواری مدرسہ کے قریب آئی تو حنفی ممبرانِ مدرسہ نے ادب کے ساتھ ملّا صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور گلدستے نذر کئے اور ان کے سر پر پھول اچھالے اور بعد میں ممبرانِ مدرسہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۲۰۸ و ۲۰۹

ملّا صاحب کی قیام گاہ میں ملّا صاحب کو مدرسہ میں آنے کی دعوت دینے کو گئے تو ملّا صاحب نے ان لوگوں کو دس دس بیس بیس روپے کا انعام دے کر رخصت کیا، اب ارشاد فرمائیں کہ حنفیوں کا ایسے فرقہ کے امام کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا کیسا ہے، اگر ان ممبروں نے اس لالچ سے کہ ملّا صاحب مدرسہ میں کچھ روپیہ دے جائیں گے، ایسا کیا تو یہ ان کا ایسا کرنا کیسا ہے، اور یہ لوگ حنفی مذہب کے مدرسہ کے ممبر مانے جانے کے قابل ہیں یا نہیں، اور بے پڑھے مسلمانوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟

الجواب

جن لوگوں نے ایسا کیا اُنھوں نے اپنے لئے جہنم کا سامان پُورا کر لیا اُنھوں نے اپنی بدفعلی سے عرشِ الٰہی کو ہلا دیا، انھوں نے واحد قہار کا غضب اپنے سر لیا، انھوں نے قرآن عظیم کی تحقیر کی، انھوں نے دینِ اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یہ اسی بنا پر ہے کہ انھوں نے روپیہ کے لالچ سے ایسا کیا، اگر دل سے اسے ان تعظیموں کا مستحق جانتے تو کُھلے کافر ہوتے، اور اب بھی فقہائے کے اطلاق اُن کے بارے میں بہت سخت ہیں کہ وُہ بخوشی بلاضرورت ان ملعون حرکات کے مرتکب ہُوئے ہیں اُن پر فرض ہے کہ جس اعلان کے ساتھ ان ناپاک حرکتوں سے شیطان پھیلایا اور بے پڑھے مسلمانوں کا دین ڈھایا ابلیس لعین کا پھریرا سربازار اُڑایا اُسی اعلان کے ساتھ عام مجلسوں میں توبہ کریں اور مناسب کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں سے نکاحِ جدید کریں، اگر توبہ نہ مانیں تو ایسے لوگ اس قابل بھی نہیں کہ مسلمان ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں سُنّی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے، اس حال پر بھی جو انھیں رکن مدرسہ دینیہ رکھیں گے اللہ و رسول و مسلمین سب کے خائن و بدخواہ ہوں گے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] — ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تم کو دوزخ کی آگ لگے گی۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[2] — اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

دو حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] " " ۶/ ۶۸

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلك العرش۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلٰی فی المسند والبیہقی فی شعب[1] الایمان عن انس وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے (محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں روایت کیا ہے اور ابویعلٰی نے اپنی مسند میں، اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کے حوالے سے، اور ابن عدی نے "الکامل" میں حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو)۔ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من سلم علٰی صاحب بدعۃ اولقیہ بالبشر او استقبلہ بما یسرہ فقد استخف بما انزل علٰی محمد۔ رواہ الخطیب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو کسی بد مذہب کو سلام کرے یا اس سے بکشادہ پیشانی ملے یا ایسی بات کے ساتھ اس سے پیش آئے جس میں اس کا دل خوش ہو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی (اسے خطیب نے حضرت ابن عمر (اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو) سے روایت کیا۔ت)

نیز چھ حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الدین۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن بشیر وابن عدی وابن عساکر عن ام المومنین الصدیقۃ والحسن بن سفیٰن فی مسندہ وابونعیم فی الحلیۃ عن معاذ بن جبل

جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اُس نے دین کے ڈھا دینے پر مدد دی (امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں عبداللہ بن بشیر سے اس کو روایت کیا۔ ابن عدی اور ابن عساکر نے مسلمانوں کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ سے اور حضرت حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے الحلیہ میں معاذ بن جبل کے حوالہ سے

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۰
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمہ سابق بن عبد اللہ الرقی دار الفکر بیروت ۳/۱۳۰۷
[2] تاریخ بغداد ترجمہ عبد الرحمٰن بن نافع ۵۳۷۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۲۶۴

والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وھو وابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم والبیھقی فی شعب الایمان عن ابراھیم بن میسرۃ التابعی المکی الثقۃ مرسلا[۱]

اور السجزی نے الابانہ میں عبداللہ ابن عمر کے حوالے سے اور اس نے اور ابن عدی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس کو روایت کیا، نیز امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابراہیم بن میسرہ جو کہ تابعی مکی اور قابل اعتماد ہیں، نے بصورت ارسال اس کو روایت کیا۔ (ت)

(۲) حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد[۲] والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن جید و احمد ایضا فیہ عن عطاء بن یسار مرسلا۔

جب تو کوئی گناہ کرے تو فورًا توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ۔ (امام احمد نے کتاب الزہد اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اچھی اور عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا، نیز امام احمد نے اسی میں عطا بن یسار سے بطور مرسل روایت فرمائی۔ ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ

جس نے کسی گروہ پر ایسے کو افسر بنایا کہ اس گروہ

---

[۱] کنز العمال بحوالہ طب عن عبداللہ بن بشیر حدیث ۱۱۰۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۱۹
الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ترجمہ الحسن بن یحیٰی ابو عبدالملک الخشنی دار الفکر بیروت ۲/۷۳۶
شعب الایمان

دار الدیان للتراث بیروت ص ۳۵
حلیۃ الاولیاء، وشرح خالد بن معدان ۳۱۸ دار الکتاب العربی بیروت ۵/۲۱۸
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسن بن یحیٰی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۸۳
[۲] کتاب الزہد لامام احمد بن حنبل دار الدیان للتراث القاہرۃ ص ۳۵
المعجم الکبیر عن معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹

13

وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین۔ رواہ الحاکم[1] وصححہ وابن عدی والعقیلی والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

میں اس سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ شخص موجود ہے اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ (ابن حاکم نے اس کو روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس سے اس کو روایت کیا (اللہ تعالٰی باپ، بیٹے دونوں سے راضی ہو)۔ت)

فتاوٰی ظہیریہ امام ظہیر الدین و اشباہ والنظائر محقق زین و تنویر الابصار شیخ الاسلام غزی و درمختار میں ہے :

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر و لو قال المجوسی یا استاد تبجیلا کفر[2]۔

اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو بطور عزت و توقیر سلام کیا تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ کافر کی عزت افزائی کفر ہے، اور اگر کسی نے آتش پرست کو تعظیم کے طور پر "اے استاد" کہا تو وہ کافر ہوگیا۔(ت)

فصول عمادی وعقد الفرائد و درمختار و جامع الفصولین و نور العین و محیط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ و تجدید النکاح[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو چیز بالاتفاق کفر ہے وہ عمل اور نکاح کو باطل کردیتا ہے اس کی اولاد، اولادِ زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر ہونے میں اختلاف ہے تو ارتکاب کرنے والے کو توبہ استغفار اور تجدید نکاح کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد " " " ۱/ ۳۵۹

13
13

مسئلہ ۶۵: از ریاست لشکر گوالیار بازار پاٹنگر مسئولہ عطا حسین صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن واقع مسجد بازار مذکور ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم ط

امّا بعد ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین ان اعلان کرنے والے صاحب کی بابت جو باوجود اہل علم اور سنّت و جماعت ہونے کے اپنے اعلان کی سطر چودہ و پندرہ میں تحریر فرماتے ہیں' اعتراض اوّل یہ کہ اعلان کے شروع میں نہ حمد ہے نہ نعت۔ اعتراض دوم سطر پندرہ وچودہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وسیلہ بھی تحریر نہیں۔ یہ دونوں اعتراض صحیح ہیں یا غلط ؟ اگر صحیح ہیں تو اعلان کرنے والے صاحب کے حق میں شرعی حکم کیا ہے ؟ اور وہ اہل سنّت و جماعت کہے جاسکتے ہیں ؟ اور اگر غلط ہیں تو کس طرح ؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت) ، امید ہے کہ حسب ذیل پتہ پر جواب باصواب سے مطلع فرمائیں گے" تاکہ اس کو شائع کردیا جائے۔

الجواب

جب سوال میں اعلان دہندہ کے سُنّی ذی علم ہونے کا اقرار ہے تو سُنّی خصوصاً ذی علم پر ایسی باتوں میں مؤاخذہ کوئی وجہ نہیں رکھتا ، شروع میں حمد و نعت نہ لکھنا ممکن کہ بلحاظ ادب ہو کہ ایسے پرچے لوگ احتیاط سے نہیں رکھتے ، اور وقتِ تحریر زبان سے ادا کرلینا کافی ہے۔ جیسا امام ابن الحاجب نے کافیہ میں کیا مسلمان پر نیک گمان کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

ظن المومنون و المؤمنٰت بانفسھم خیرا[1] مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اپنے لوگوں پر اچھا گمان کرنا چاہیے۔ (ت)

سطر چودہ میں یہ ہے : "وہ ہماری خطاؤں کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمائے"۔ اس میں توسّل کا ذکر نہیں تو معاذ اللہ توسّل سے انکار بھی تو نہیں ، اور سُنّی کیونکر انکار کرے گا ، اور انکار کرے تو سُنّی کب ہوگا ، مسلمان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل رچا ہوا ہے اس کی کوئی دُعا توسّل سے خالی نہیں ہوتی اگرچہ بعض وقت زبان سے نہ کہے۔ مولٰنا قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں : ؎

اے لبا ناوردہ استثنا بہ گفت جانِ اُو با جانِ استثناست جفت[2]

---

[1] القرآن الکریم ۲۴ / ۱۲

[2] مثنوی معنوی دفتر اول حکایت عاشق شدن بادشاہ بر کنیزک نورانی کتب خانہ پشاور ص ۵

۔(اے شخص کہ بسا اوقات تیرے کلام میں استثنار نہیں لایا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی جان استثنار کی جان سے گانٹھی ہوئی ہے۔ ت)

اور "محض" کا لفظ معاذ اللہ توسل کی نفی نہیں، دین و دنیا و جسم و جان میں جو نعمت کسی کو ملی اور ملتی ہے اور ابد الآباد تک ملے گی سب حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے اور حضور کے مبارک ہاتھوں سے ملی اور ملتی ہے اور ابد الآباد تک ملیگی قال النبی انما انا قاسم واللہ المعطی[1] دینے والا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، بایں ہمہ جو نعمت ہے اللہ عزوجل کے محض فضل وکرم سے ہے، حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وسیلہ و واسطہ و قاسم ہر نعمت ہونا یہ بھی تو محض فضل وکرم الٰہی جل وعلا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم[2] اے محبوب اللہ کی کتنی رحمت ہے کہ تم ان کے لئے نرم ورحیم ومہربان ہوئے، والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ہر تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا، حضور پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ ت) اعتراض اگرچہ صحیح نہیں مگر میں معترض کے اس حسنِ اعتقاد کی داد دیتا ہوں کہ توسل اقدس کا ذکر نہ آنا اسے ناگوار ہوا، جزاہ اللہ خیرا، واللہ تعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی سائل کو بہت اچھا صلہ عطا فرمائے، اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۶۶: از ڈربن ناٹال جنوبی افریقہ مسئولہ مولوی عبد العلیم صاحب قادری برکاتی رضوی میرٹھی ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے معزز اہلِ علم مسئلۂ ذیل کے متعلق تمہارا کیا ارشاد ہے۔ ت) حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ہندوستان سے باہر جانا چاہے یا باہر سے ہندوستان آنا چاہے تو اس کو گورنمنٹ سے ایک اجازت نامہ جس کو بزبانِ انگریزی پاسپورٹ کہتے ہیں لینا ضروری ہوگا ورنہ داخلہ خارجہ کی اجازت نہ دی جائے گی یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تاوقتیکہ ایک تصویر کم از کم نصف حصہ اعلٰی بدن کی اجازت لینے والا داخل کرے اس تصویر کی تین نقلیں ہوں گی جو تینوں بھیجی جائیں گی دو گورنمنٹ میں محفوظ رہیں گی اور ایک اجازت نامہ کے ساتھ واپس مل جائے گی جس کا اجازت گیرندہ کو اپنے پاس رکھنا ضروری ہے، بعض اشخاص مسلمین اپنے اہل وعیال سے دور بعض

---

[1] مسند احمد بن حنبل ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹

تجارتی کاروبار میں مبتلا نقل وحرکت کے بغیر چارہ نہیں، بعض علماء کو اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے باہر جانے یا جاکر واپس آنے کی ضرورت ایسی اشد شدید ضروریات میں کہ جہاں بعض شکلوں میں سخت ترین دینی نقصانات بھی ہیں اجازت لینے کی غرض سے نصف حصہ اعلیٰ بدن کی تصویر کھنچوانا بذریعہ فوٹوگراف جائز ہے یا نہیں اور اس اجازت نامہ کو اپنے پاس رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ت)

الجواب

شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے اگرچہ نصف اعلیٰ بلکہ صرف چہرہ کی ہو کہ تصویر چہرہ ہی کا نام ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح معانی الآثار میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الصورۃ الرأس[1] (سر کی تصویر کے لئے یہ حکم نہیں کیونکہ وہ جائز نہیں اس لئے کہ تصویر چہرہ ہی کا نام ہے۔ت) اگرچہ ان کے پاس رکھنے میں خلاف ہے اور صحیح ومعتمد یہ ہے کہ ان کا بھی رکھنا حرام ہے جیسا پوری تصویر کا، مگر جبکہ اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے، یا ذلت وخواری کی جگہ مثلاً فرش یا انداز میں ہو یا چہرہ بگاڑ دیں کاٹ دیں محو کردیں کہ ان صورتوں میں پوری تصویر بھی رکھنی جائز ہے یا ضرورت ومجبوری ہو جیسے سکہ کی تصویریں، اس کی کامل تحقیق ہمارے رسالہ "عطایا القدیر فی حکم التصویر" (اللہ تعالٰی قدرت وطاقت رکھنے والے کی عطائیں "تصویر کا حکم" بیان کرنے میں۔ت) میں ہے، اور ان صورتوں میں اگرچہ رکھنا جائز ہے کھینچنا ان کا بھی حرام ہے،

لاطلاق نصوص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی احادیث متواترۃ ثم اطلاق الائمۃ فی کتب متکاثرۃ۔

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے متعلق متواتر حدیثوں میں مطلق نصوص وارد ہوئیں۔ اور پھر ائمہ کرام نے متعدد کتابوں میں اس کو علی الاطلاق (بغیر کسی قید کے) ذکر فرمایا ہے (ت)

اور جس کا کھینچنا حرام ہے کھنچوانا بھی حرام ہے، شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے:

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2] قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایکدوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التصاویر فی الثوب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۰۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

وقال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو بُرا کام لوگ کیا کرتے اہلِ کتاب اس کے کرنے سے ایکدوسرے کو نہ روکتے۔ کتنا بُرا رویہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے (ت)

مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں، الضرورات تبیح المحظورات[2] (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ت) اور حرجِ بیّن و ضرورت و مشقتِ شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے،

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[3] لا ضرر ولاضرار[4]، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[5]۔

اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمھیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (ت)

ہاں مجرد تحصیل منفعت کے لئے کوئی ممنوع مباح نہیں ہوسکتا مثلاً جائز نوکری تینتیس روپیہ ماہوار کی ملتی ہو اور ناجائز ڈیڑھ سو روپے مہینہ کی تو اس ایک سو بیس روپے ماہانہ نفع کے لئے ناجائز کا اختیار حرام ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل أجر نفسہ من النصاری لضرب الناقوس کل یوم بخمسۃ دراھم ویعطی فی عمل اٰخر کل یوم درھم علیہ ان یطلب الرزق من موضع اٰخر[6]۔

ایک شخص نے عیسائیوں کے ہاں اجرت پر بگل بجانے کی ملازمت اختیار کی اِس شرط پر کہ اُسے یومیہ پانچ درہم ملیں گے، اور کسی دوسرے (جائز کام پر) ہر روز اُسے ایک درہم دئے جانے کا وعدہ ہوا تو پھر اُس پر لازم ہے کہ وُہ دوسری جگہ رزقِ حلال تلاش کرے (لہذا تھوڑی اجرت پر جائز کام کرے اور زیادہ پر حرام کام نہ کرے)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۹ [2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ۱/ ۱۱۸

[3] " " ۲۲/ ۷۸

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۱۳

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[6] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور دہلی ۴/ ۷۸۰

اس سوال کے ورود پر ہم نے ایک رسالہ جلی النص فی اماکن الرخص ۱۳ (مقاماتِ رخصت میں واضح اور ظاہر نص کا بیان۔ ت) تحقیقاتِ جلیلہ پر مشتمل لکھا ان تمام مباحث کی تنقیح وتشریح اس میں ہے تصویر کھنچوانے میں معصیت بوجہ اعانتِ معصیت ہے پھر اگر بخوشی ہو تو بلاشبہہ خود کھینچنے ہی کی مثل ہے یونہی اگر اسے کھنچوانا مقصود نہیں بلکہ دوسرا مقصدِ مباح مثلاً کوئی جائز سفر، مگر قانوناً تصویر دینی ہوگی تو اگر وہ مقصد ضرورت وحاجت صحیحہ موجب حرام وضرر ومشقت شدیدہ تک نہ پہنچا جب بھی ناجائز کہ منفعت کیلئے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا، اور اگر یہ حالت ہے تو ایسی صورت میں فعل کی نسبت فاعل پر مقتصر رہتی ہے اور یہ اس نیت سے بری اور اپنے اوپر سے دفع حرج وضرر کا قاصد ہونے کے سبب لاتزر وازرۃ وزر اخری[1] (کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ ت) اور انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2] (یاد رکھو اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہ کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ ت) کا فائدہ پاتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

ماذکر انہ لایتوصل الی الحج الابارشائھم فتکون الطاعۃ سبب المعصیۃ فیہ نظر بل الاثم فی مثلہ علی الاٰخذ لا المعطی علی ماعرف من تقسیم الرشوۃ فی کتاب القضاء[3]

جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ہے کہ ادائیگی حج کا سوائے رشوت دینے کے اور کوئی ذریعہ نہیں، تو پھر (اس صورت میں) طاعت، گناہ کا سبب ہوجائے گی۔ اس پر اعتراض اور اشکال ہے وہ یہ کہ اس نوع کے مسائل میں رشوت لینے والے کو گناہ ہوگا نہ کہ دینے والے کو، جیسا کہ کتاب القضاء میں "تقسیم رشوت" کے عنوان سے معلوم ہوا (ت)

اہل وعیال کے پاس جانے یا انھیں لانے کی ضرورت بیشک ضرورت ہے، رؤف ورحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت ہرگز یہ حکم نہ دے گی کہ تصویریں لیں گے، تم یہیں رہو اور انھیں سمندر پار پڑا رہنے دو کہ نہ تم اُن کی موت وحیات میں شریک ہوسکو نہ وہ تمھاری، تجارت اگر پہلے سے وہاں تھی اور اب اسے قطع کرکے مال وہاں سے لانے کے لئے ایک بار جانا ہے اگر نہ جائے تو مال جائے، تو یہ بھی صورت اجازت ہے کہ شرع میں مال شقیق نفس ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴
[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲
[3] فتح القدیر کتاب الحج مقدمۃ یکرہ الخروج الی الحج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۳۲۹

قال اللہ تعالٰی اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما۱؎ — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) تمہارے وُہ مال کہ جنھیں اللہ تعالٰی نے تمہارے ٹھہراؤ اور قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔(ت)

اور اگر تجارت قائم رکھنے کو جانا ہے مگر ایک ہی بار کہ پھر وہیں توطن کا ارادہ ہے یا بار بار، مگر تصویر اوّل ہی بار لی جائے گی تو یہ بھی جواز میں ہے کہ ایک بار جانے سے چارہ نہیں، اور اگر ہر بار تصویر دینی ہوگی تو دو صورتیں ہیں: اوّل یہ کہ اس کے پاس ذریعہ رزق وہی تجارت ہے اور وہ تجارت وہیں چلتی ہے، اگر یہاں مال اُٹھالائے بیکار رہ جائے یا نقصان شدید اُٹھائے تو یہ بھی حرج و ضرر کی صورت میں آگیا والحرج مدفوع، اور اگر اُس کے قطع میں معتدبہ ضرر نہیں یا وُہ تجارت یہاں بھی چلے گی اگرچہ نفع کم ملے گا تو صرف بغرضِ قطع ایک بار جانے کی اجازت ہے دوبارہ کی نہیں کہ منفعت کے لئے ناروا' روا کرنا ناروا۔ اعلائے کلمۃ اللہ میں تین صورتیں ہیں اگر کچھ کافروں نے وہاں سے اسے لکھا کہ ہم تمہارے ہی ہاتھ پر مسلمان ہوں گے آکر ہمیں مسلمان کرلو، تو لازم ہے کہ جائے کہ اس کے لئے فرض نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہوتا ہے۔ حدیقہ ندیہ بحث آفات الید میں ہے:

لوقال ذمی للمسلم اعرض علی الاسلام یقطع وان کان فی الفرض کذا فی خزانۃ الفتاوٰی۲؎ — اگر کسی ذمی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کیجئے، تو وہ فرض نماز کی نیت توڑ دے (اور پہلی فرصت میں اس کافر کو مسلمان کرے) خزانۃ الفتاوٰی میں یُونہی مذکور ہے۔(ت)

یا وہاں کچھ کفّار اسلام کی طرف مائل ہیں کوئی ہدایت کرنے والا ہو تو ظن غالب ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے، اس صورت میں بھی اجازت ہوگی فان الظن الغالب ملتحق بالیقین (کیونکہ ظن غالب (یعنی غالب گمان) یقین کے ساتھ لاحق ہے۔ ت) بلکہ اس صورت میں بھی وجوب چاہئے کہ ایسی حالت میں تاخیر جائز نہیں، کیا معلوم کہ دیر میں شیطان راہ مار دے اور یہ مستعدی جاتی رہے، اور یہاں یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ کچھ میں ہی تو متعین نہیں کہ ہر ایک یہی خیال کرے گا تو کوئی نہ جائے گا، اور اگر یہ بھی نہیں عام کفّار کی سی حالت ہے تو بحمداللہ تعالٰی دعوتِ اسلام ایک ایک ذرّہ زمین کو پہنچ چکی، ولہذا اب قتالِ کفّار میں تقدیم دعوت صرف مستحب ہے۔ ہدایہ میں ہے:

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۵

۲؎ الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الصنف الخامس المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور ۲/ ۴۵۹

یستحب ان یدعو من بلغتہ الدعوۃ مبالغۃ فی الانذار ولایجب ذٰلک[1]

جس شخص کو دعوتِ اسلام پہنچ گئی ہو تو اُسے ڈرانے میں مبالغہ کرتے ہُوئے دوبارہ اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے لیکن واجب نہیں۔ (ت)

اب یہ صرف منفعت کے درجہ میں آگیا اس کے لئے اجازت نہ چاہئے، ہاں اگر معلوم ہو کہ وہاں ہنوز دعوتِ اسلام پہنچی ہی نہیں تو تبلیغ واجب ہے یہ صورت دوم کی مثل ہو کر اجازت میں رہے گا، ظاہر ہے کہ صورتِ سوال وہ نئی تازی، حال کی صورت ہے کہ کتب میں ہونا درکنار اس سے پہلے کبھی سننے ہی میں نہیں آئی۔ فقیر نے جو کچھ ذکر کیا تفقہاً ہے اور مولٰی تعالٰی سے امیدِ صواب وثواب ہے،

فان اصبتُ فمن ربی ولہ الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان واللہ ورسولہ عنہ بریئان جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر میں مُصیب ہُوا (مراد یہ کہ میں نے ٹھیک کہا) تو پھر یہ میرے پروردگار کی طرف سے ہے، اور اگر میں خطا کار ہُوا تو پھر یہ میرا قصور اور شیطان کا وسوسہ ہے۔ لہذا اللہ تعالٰی اور اس کا محبوب رسول دونوں اس سے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالٰی بڑی شان والا اور بلند مرتبہ ہے۔ رسول گرامی پر اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ کتاب السیر باب کیفیۃ القتال المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/۵۴۰

رسالہ

جلی النّص فی اماکن الرّخص

۳۷ ۱۳

(مقاماتِ رخصت کے بیان میں واضح نص)

مسئلہ ۶۷: بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے ان کی اجمالی تفصیل کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی بعث نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشریعۃ سمحۃ سھلۃ غراء بیضاء لیلھا کنھارھا وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی من احل لنا الطیبات وحرم علینا الخبائث ووضع عنا ما کان علی الامم الخالیۃ من الاصر والاغلال واوزارھا وعلٰی اٰلہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ الذین جعلھم

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بے حد رحم کرنے والا مہربان ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایسی شریعت دے کر بھیجا جو کشادہ، نرم، آسان اور بے حد روشن ہے جس کی رات دن کی طرح ہے، اور عمدہ درود اور سب سے زیادہ کامل سلام اُن پر نازل ہو کہ جنھوں نے ہمارے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال فرمادیں، اور گندی چیزیں ہم پر حرام کر دیں۔ اور جو بوجھ، طوق اور گناہ گزشتہ اُمتوں کے ذمے تھے وہ ہم سے اتار دیئے۔ اور اُن کی اولاد، صحابہ، دوست اور ان کے گروہ پر بھی (درود و

ربهم امة وسطا فقالوا بالحق وقاموا بالعدل وفازوا بفیوض الشریعة وانوارها وعلینا بهم ولهم وفیهم یا ارحم الراحمین ابد الآبدین فی کل اٰن وحین عدد اوبار الهدایا واصواف الضحایا واشعارها اٰمین!

(سلام ہو) جن کو اُن کے پروردگار نے درمیانی امت بنایا۔ پھر انھوں نے حق بیان فرمایا اور انصاف قائم کیا۔ اور شریعت کے فیوضات و انوار کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ پھر ان کی وجہ سے ہم پر اور اُن کے لئے اور ان کے اندر، اے سب سے بڑے رحم کرنے والے! ہر لمحہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہے۔ قربانی کے اونٹوں کے بال اور مینڈھوں کی اون اور بکریوں کے بالوں کی تعداد کے مطابق رہے۔ یا اللہ! ہماری اس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔ (ت)

امّا بعد، یہ چند سطور کاشفة الستور لعون الغفور لامعة النور (چند سطریں پردہ اٹھانے والی، گناہ بخشنے والے روشن نور کی مدد سے۔ ت) اس بیان میں ہیں کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے اس کی اجمالی تفصیل کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہوسکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے ادھر اس کے متعلق بعض قواعد فقہیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے،

ایک اصل یہ ہے کہ درء المفاسد اھم من جلب المصالح[1] مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے، حدیث ذکر کی جاتی ہے:

ترك ذرة مما نهی الله عنه افضل من عبادة الثقلین[2]

ایک ذرہ ممنوع شرعی کا چھوڑ دینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

یہ قاعدہ مطلقاً لحاظ نہی بتاتا ہے۔

دوم الضرورات تبیح المحظورات[3] مجبوریاں ممنوع کو مباح کردیتی ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس کا استنباط کریمہ فاتقوا الله ما استطعتم[4] و کریمہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۵

[2] " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " ۱/۱۱۸

[4] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[1] میں ہے یعنی مقدور بھر پرہیزگاری کرو اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔ یہ مطلقاً لحاظ ضرورت فرماتا ہے۔

سوم من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[2] دو بلاؤں کا مبتلا ان میں ہلکی کو اختیار کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ کریمہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3] (مگر وہ شخص کہ جس پر زبردستی کی جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ت) سے ماخوذ ہے یہ قاعدہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔

چہارم الضرر یزال[4] (نقصان کو دور کیا جاتا ہے۔ت) ضرر مدفوع ہے۔ قال عزوجل ماجعل علیکم فی الدین من حرج[5] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار۔ رواہ ابن ماجۃ عن عبادۃ[6] وکاحمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔ نہ ضرر لو نہ ضرر دو۔ (ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبادہ سے روایت کیا اور امام احمد نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

ارتکاب ممنوع بھی ضرر ہے تو یہ اصل اول سے وافق ہے اور انسانی ضرورت بھی ضرر ہے تو اصل دوم کے مطابق ہے۔

پنجم المشقۃ تجلب التیسیر[7] مشقت آسانی لاتی ہے۔ اور اسی کے معنی میں ہے ماضاق

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[2] کشف الخفاء حدیث ۲۳۹۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۷
الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[4] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۱۸

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[6] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۰
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۰۵

[7] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۰۹

امر الا اتسع[1] (کوئی معاملہ تنگ نہیں ہوا مگر اس میں کشادگی رکھی گئی۔ت) مولیٰ سبحانہ فرماتا ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] — اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع تر ہے۔

ششم ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3] جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔

قال تعالیٰ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[4] — (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ہفتم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[5] — اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر ایک کے لئے اس کی نیت۔

قال عزوجل:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[6] — ایمان والو! آپ ٹھیک رہو دوسرے کا بہکنا تمھیں ضرر نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں حج میں مدت سے ٹیکس لئے جاتے ہیں اور اس سے حج ممنوع نہیں ہوجاتا، تجارتوں پر صدہا سال سے تمام دُنیا میں ٹیکس اور چنگیاں ہیں اس سے تجارت بند نہیں کی جاتی یہ قاعدہ ہفتم کے موافق ہے لیکن سُود کا لینا دینا دونوں حرام۔ حدیث صحیح میں دونوں پر لعنت فرمائی، دوسری حدیث میں ارشاد ہُوا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[7] — رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔

یہ قاعدہ ششم کے مطابق ہے لہذا بقدر وسعت اُن مواقع واماکن کا بیان چاہئے جہاں رخصت

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ۱/۱۱۷ [2] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

[4] القرآن الکریم ۵/۲

[5] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

[6] القرآن الکریم ۵/۱۰۵

[7] کنز العمال بحوالہ طب ص حدیث ۱۵۰۷۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۳

الترغیب والترھیب ترھیب الراشی والمرتشی مصطفی البابی مصر ۳/۱۸۰

ملتی ہے اور جہاں نہیں کہ ان قواعد کے موارد واضح ہوں نیز مسائل کثیرہ ومباحث عزیزہ باذنہ تعالٰے روشن ولائح ہوں نیز اس شریعت مطہرہ کی رحمتیں اور اس کا اعتدال اور برخلاف شرائع یہود ونصارٰی سختی ونرمی محض سے انفصال ظاہر ہو وباﷲ التوفیق (اﷲ تعالٰی ہی کے کرم سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت) علماء فرماتے ہیں، مراتب پانچ ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حاجت (۳) منفعت (۴) زینت (۵) فضول

امام محقق علی الاطلاق نے اسے اقسام اکل میں دکھایا اور ضرورت یہ بتائی کہ بے اس کے ہلاک یا قریب ہلاک ہو۔ اور حاجت یہ کہ حرج ومشقت میں پڑے۔ باقیوں کی تعریف نہ فرمائی مثال بتائی۔ منفعت گیہوں کی روٹی بکری کا گوشت۔ زینت حلوا، مٹھائی۔ فضول طعام شبہ حرام ونقلہ فی غمز العیون[1] من قاعدۃ الضرر یزال واقتصر علیہ (غمز العیون میں اُسے اس قاعدے سے نقل فرمایا کہ نقصان دُور کیا جائے، اور اسی پر اکتفاء کیا۔ ت) فقیر بقدرِ فہم کلام عام کرے **فاقول** (پس میں کہتا ہوں) پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین وعقل ونسب ونفس و مال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور و زیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم کما فی الغمز وغیرہ بھی شامل) اگر ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو، تو یہ مرتبہ **ضرورت** ہے جیسے دین کے لئے تعلم ایمانیات و فرائض عین، عقل ونسب کے لئے ترک خمر وزنا، نفس کے لئے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کےلئے کسب ودفع غصب وامثال ذٰلک، اور اگر توقف نہیں مگر ترک میں لحوق مشقت وضرر وحرج ہے تو **حاجت** جیسے معیشت کے لئے چراغ کہ موقوف علیہ نہیں ابتدائے زمانہ رسالت علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ (صاحبِ رسالت پر عمدہ درود اور ثنا ہو۔ ت) میں اُن مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہوتا۔ اُم المومنین رضی اﷲ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

والبیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح۔ رواہ الشیخان[2]۔ گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ بخاری ومسلم نے اسے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر القاعدۃ الخامسۃ الضرر یزال ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الفروش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۶

صحیح مسلم ؍؍ باب سترۃ المصلی الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱۹۸

مگر عامہ کے لئے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعثِ مشقت و حرج ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو مگر حصول مفید ہے نفس فائدہ مقصودہ اس سے حاصل ہوتا ہے تو **منفعت** جیسے مکان کے ہر دالان میں ایک چراغ، اور اگر فائدہ مقصودہ کی تحصیل اس پر نہیں بلکہ ایک امر زائد زیب و زیبائش بقدر اعتدال کے لئے ہے تو **زینت** جیسے چراغ کی جگہ فانوس، اور اگر اس سے اتنا فائدہ بھی نہیں یا اس میں افراط اور خروج عن الحد ہے تو **فضول** جیسے بے کسی نیت محمودہ کے گھر میں چراغاں۔ اب مواضع **ضرورت** کا استثنار تو بدیہی جس کے لئے اصل دوم کافی اور اس کی فروع معروف و مشہور اور استقصا سے بعید و مہجور، مثلاً کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے بیٹھ کر پڑھے ورنہ لیٹ کر ورنہ اشارہ سے الٰی غیر ذٰلک مما لایخفی (ان کے علاوہ باقی صورتیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ت) اس کے لئے تمام ممنوعات کہ کسی حال میں قابلِ اباحت یا متحمل رخصت ہوں مباح یا مرخص ہو جاتے ہیں نہ مثل زنا و قتل ناحق مسلم کہ کسی شدید سے شدید ضرورت کے لئے بھی مرخص نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ اگر صحیح خوف قتل کے سبب بھی ان پر اقدام کرے گا مجرم ہوگا حکم ہے کہ باز رہے اگرچہ قتل ہو جائے، اگر مارا گیا اجر پائے گا کما نصوا علیہ اصولًا و فروعًا (جیسا کہ اصول و فروع کے لحاظ سے ائمہ کرام نے اس کی تصریح فرمائی۔ ت) پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے۔ مثلاً،

(۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالانکہ ابطالِ عمل حرام تھا،

قال تعالٰی لا تبطلوا اعمالکم [1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔ (ت)

(۲) نماز کا وقت تنگ ہے ڈوبتے کو بچانے میں نکل جائے گا، بچائے، اور نماز قضا پڑھے، اگرچہ قصداً قضا کرنا حرام تھا۔

(۳) نماز کا وقت جاتا ہے اور قابلہ اگر نماز میں مشغول ہو بچے پر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے نماز کی تاخیر کرے۔

(۴) نماز پڑھتا ہے اور اندھا کنویں کے قریب پہنچا، اگر یہ نہ بتائے وہ کنویں میں گر جائے، نیت توڑ کر بتانا واجب ہے۔ اشباہ میں ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

تخفیفات الشرع انواع الخامس تخفیف تاخیر کتاخیر الصلٰوۃ عن وقتھا فی حق مشتغل بانقاذ غریق ونحوہ[1]

شریعت کی سہولتوں کی کئی قسمیں ہیں، پانچویں قسم یہ ہے کہ تاخیر کی سہولت ہے، جیسے وہ شخص جو کسی ڈوبتے ہُوئے کو بچائے تو اس کا اپنی نماز میں تاخیر کرنا۔ (ت)

ردالمحتار کتاب الحج میں ہے:

جاز قطع الصلٰوۃ او تاخیرھا لخوفہ علٰی نفسہ اومالہ اونفس غیرہ اومالہ کخوف القابلۃ علی الولد والخوف من تردّی اعمٰی وخوف الراعی من الذئب وامثال ذٰلک[2]

نماز توڑ دینا یا اس میں تاخیر کرنا جائز ہے جبکہ کسی شخص کو اپنی جان یا اپنے مال کا خطرہ ہو، یا کسی دوسرے کی جان و مال کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے دایہ کا بچّے کی پیدائش کے وقت ڈر یا اندھے کے کنویں میں گرنے کا خوف، یا چرواہے کا بھیڑیئے سے خطرہ، یا اس قسم کے دوسرے مواقع۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی حقیقۃً اپنے نفس کی طرف راجع کہ یہ شرعاً ان کے بچانے پر مامور ہے ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ۔۔۔ اگر خاموش بنشینم گناہ است

(اگر میں یہ دیکھوں کہ اندھا اور کنواں ہے تو اگر اس موقع پر خاموش رہوں تو گناہ ہے۔ (ت)

ولہذا جن کا نفقہ اس پر لازم ہے بے اُن کا بندوبست کئے حج کو نہ جائے اور جن کا نفقہ اس پر نہیں اگرچہ اس کے چلے جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اس پر لحاظ لازم نہیں کہ یہ یہاں رہتا جب بھی تو انھیں نفقہ دینے کا شرعاً مامور نہ تھا۔ پھر عالمگیریہ میں ہے:

کرھت خروجہ (ای للحج) زوجتہ واولادہ اومن سواھم ممن تلزمہ نفقتہ وھولایخاف الضیعۃ علیھم فلاباس بان یخرج ومن لاتلزمہ نفقتہ لوکان حاضرا فلاباس بالخروج مع کراھتہ وان

اگر اس کی بیوی اور بچّے یا اُن کے علاوہ دوسرے افرادِ کنبہ کہ جن کا خرچہ اس پر لازم ہے، اگر یہ حج کے لئے جائے اور یہ سب اس کے جانے کو پسند نہ کریں اور اُسے اُن کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس صورت میں اُس کے جانے میں کوئی حرج نہیں، اور جن لوگوں کا خرچہ

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ ادارۃ القرآن وعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۱۷

[2] ردالمحتار کتاب الحج دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۴۴

کان یخاف الضیعۃ علیھم۔[1] اس پر لازم نہیں، اگر یہ موجود ہو تو ناپسندیدگی کے باوجود اس کے باہر جانے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ (ت)

اور **زینت و فضول** کے لئے کسی ممنوع شرعی کی اصلاً رخصت نہ ہوسکنا بھی ایضاح سے غنی جس پر اصل اول بدرجۂ اولیٰ دلیل وافی ورنہ احکام معاذ اللہ ہوائے نفس کا بازیچہ ہوجائیں،

اقول یُوہیں مجرد **منفعت** کے لئے کہ وہ اصل مدلول اصل اول اور اس پر کتب معتمدہ میں فروع کثیرہ دال:

(۱) حقنہ بضرورت مرض جائز ہے اور منفعت ظاہرہ مثلاً قوتِ جماع کے لئے ناجائز ہے۔

ردالمحتار میں ذخیرۂ امام اجل برہان الدین محمود سے ہے:

یجوز الاحتقان للمرض فلو احتقن لا لضرورۃ بل لمنفعۃ ظاھرۃ بان یتقوی علی الجماع لایحل عندنا اھ[2]

بیمار کے لئے حقنہ کرنے کی اجازت ہے اگر اس نے بغیر ضرورت حقنہ لیا کسی ظاہری فائدہ کے لئے، مثلاً اس لئے کہ جماع پر قوی ہو تو ہمارے لئے یہ حلال نہیں اھ۔ (ت)

اس پر حواشی فقیر میں ہے:

اقول ھذا ظاھر اذا کان معہ من القوۃ مایقدر بہ علی اداء حق المرأۃ فی الدیانۃ و تحصین فرجھا اما اذا عجز عن ذٰلک فھل یعد ضرورۃ الظاھر لا لانہ بسبیل من ان یطلقھا فتنکح من شاءت فان الواجب علیہ احد امرین امساک بمعروف او تسریح باحسان فان عجز عن الاول لم یعجز عن

میں کہتا ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب اس میں قوتِ مردمی موجود ہو کہ جس کی وجہ سے یہ عورت کا حق ادا کرنے پر قدرت رکھتا ہے دیانت اور حفاظتِ فرج کے لحاظ سے، لیکن اگر یہ اس سے عاجز ہے تو کیا اس کو بھی ضرورت میں شمار کیا جائے گا؟ ظاہر یہ ہے کہ صورتِ ضرورت میں شمار نہیں، کیونکہ اس کے لئے یہ راستہ ہے کہ اس صورت میں یہ عورت کو طلاق دے دے، تو پھر وہ جس سے چاہے نکاح کرلے، کیونکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب المناسک الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۲۱

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۷

الاٰخر نعم المعھود فی الھند ان النساء یتعیرن بالتزوج الثانی تعیرا شدیدا لکن ھذا من قبلھن بجھلھن لیس علیہ فیہ اخذ فلیتأمل[1] انتھی ما کتبت علیہ۔

اس پر دو باتوں میں سے ایک واجب ہے، یا بھلائی کے ساتھ روک رکھنا یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دینا۔ اگر پہلی بات سے عاجز ہو گیا تو دوسری سے عاجز نہیں۔ ہاں البتہ ہندوستان میں مشہور و متعارف یہ ہے کہ عورتیں دوسرا نکاح کرنے سے سخت عار محسوس کرتی ہیں۔ لیکن یہ پابندی عورتوں کی طرف سے عائد کردہ ہے اُن کی ناسمجھی کی وجہ سے۔ اس میں اُس پر کوئی گرفت نہیں۔ اس باب میں غور و فکر کرنا چاہئے۔ یہ آخر عبارت ہے جو میں نے اس کے حاشیہ میں لکھی۔ (ت)

(۲) حلال کام میں تیس روپیہ مہینہ پاتا ہے اور نصرانی ناقوس بجانے پر ڈیڑھ سو روپے ماہوار دیں گے، اس منفعت کے لئے یہ نوکری جائز نہیں۔

(۳) یوہیں بھٹی کے لئے شیرہ نکالنے کی۔ فتاوٰی امام اجل قاضی خان میں ہے:

رجل اٰجر نفسہ من النصارٰی لضرب الناقوس کل یوم بخمسۃ دراھم ویعطی فی عمل اٰخر کل یوم درھم قال ابراھیم بن یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لاینبغی ان یؤاجر نفسہ منھم انما علیہ ان یطلب الرزق من موضع اٰخر وکذا لو اٰجر نفسہ منھم یعصر العنب للخمر لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن العاصر[2] اھ۔

ایک آدمی عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری اختیار کرتا ہے کہ اُسے ہر دن اس کام پر پانچ درہم ملیں گے لیکن اگر کوئی دوسرا جائز کام کرے تو اس پر یومیہ ایک درہم ملے گا، امام ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ عیسائیوں کے ہاں بگل بجانے کی نوکری کرے، بلکہ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ سے رزقِ حلال تلاش کرے۔ اور یہی حکم ہے اُس شخص کا جو شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑنے کی ملازمت کرتا ہے، اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس باب میں جن بدنصیبوں پر لعنت فرمائی ان میں انگور نچوڑنے والا بھی شامل ہے (عبارت مکمل ہوگئی)۔ (ت)

اقول ولاینبغی ھھنا بمعنی لایجوز

اقول (میں کہتا ہوں) لاینبغی یہاں بمعنیٰ

---

[1] جد الممتار علٰی رد المحتار

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

بدلیل قولہ "علیہ" فانہ لایجاب وبدلیل تشبیہہ فی الحکم بما صح علیہ اللعن۔

لایجوز ہے، یعنی اس کے لئے یہ جائز ہی نہیں، اور اس کی دلیل مصنف کا یہ قول "علیہ" ہے کیونکہ لفظ علیٰ ایجاب کے لئے آتا ہے، اور اس دلیل سے کہ مصنف نے اس مسئلے کو حکم میں اس سے تشبیہ دی کہ جس پر لعنت صحیح ہے۔ (ت)

(۴ و ۵) موچی کو نیچری وغیرہ فاسقانہ وضع کا جوتا بنانے یا درزی کو ایسی وضع کے کپڑے سینے پر کتنی ہی اُجرت ملے، اجازت نہیں، کہ معصیت پر اعانت ہے۔ خانیہ میں متصل عبارت مذکورہ ہے:

وکذا الاسکاف او الخیاط اذا استوجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذٰلک کثیر اجر لا یستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[1] اھ۔ **اقول** ولا یستحب ھٰھنا للنھی لاجل التشبیہ المذکور و بدلیل الدلیل ففی الخانیۃ مسئلۃ الطبل لایجوز لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[2] و فی اوائل شھادات الھندیۃ عن المحیط الاعانۃ علی المعاصی من جملۃ الکبائر[3]۔

اور یہی حکم ہے موچی اور درزی کا کہ جب اسے کسی ایسی چیز کے لینے اور بنانے پر اُجرت دی جائے جو فاسقوں کی وضع اور شکل کا لباس ہو اور اس میں اُسے زیادہ اُجرت دینے کا وعدہ کیا جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ یہ کام کرے اس لئے کہ گناہ پر یہ دوسرے کی امداد کرنا ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) یہاں "لایستحب" بمعنی نہی ہے تشبیہ مذکور کی وجہ سے اور دلیل کی دلیل کی وجہ سے، چنانچہ فتاوٰی قاضی خاں میں طبلہ بجانے کے متعلق ہے کہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد دینا ہے، اور فتاوٰی عالمگیری کی بحث "اوائل شہادات" میں محیط سے نقل کیا کہ گناہ کے کاموں میں کسی کی امداد کرنا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔ (ت)

(۶) لکڑی جنگل سے مفت مل سکتی ہے اور ایک شخص لینے نہیں دیتا جب تک اُسے رشوت نہ دو، دینا حرام۔ بحر الرائق میں ہے:

وفی القنیۃ قبیل التحری الظلمۃ تمنع الناس من الاحتطاب من

القنیہ کی بحث تحری سے تھوڑا پہلے یہ مسئلہ مذکور ہے کہ ظالم لوگ چراگاہ سے لوگوں کو لکڑیاں نہیں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الشہادات الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۱

المروج الابد فم شیئ الیھم فالدفع والاخذ حرام لانہ رشوۃ[1]

لانے دیتے جب تک کہ انھیں کچھ نہ دے۔ اور دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔ (ت)

(۷) کعبہ معظمہ کی داخلی کس درجہ منفعت عظیمہ ہے مگر بے لئے دیئے نہ کرنے دیں تو جائز نہیں کہ اس پر لینا حرام ہے تو دینا بھی حرام، اور حرام محض منفعت کے لئے حلال نہیں ہوسکتا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی شرح اللباب ویحرم اخذ الاجرۃ لمن یدخل البیت اویقصد زیارۃ مقام ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام بلاخلاف بین علماء الاسلام وائمۃ الانام کما صرح بہ فی البحر وغیرہ اھ وقد صرحوا بان ما حرم اخذہ حرم دفعہ الا لضرورۃ ولاضرورۃ ھنا لان دخول البیت لیس من مناسک الحج[2] اھ۔

شرح لباب میں ہے اس شخص کو اُجرت دینا حرام ہے جو کسی کو کعبہ شریف کے اندر لے جائے، یا وہ مقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کرنے کا ارادہ کرے۔ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ علمائے اسلام اور ائمہ انام میں سے کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ "بحرالرائق" وغیرہ میں اس کی تصریح کی گئی اھ۔ اہل علم نے یہ تصریح فرمائی کہ جس چیز کا لینا حرام اس چیز کا دوسرے کو دینا بھی حرام ہے۔ مگر یہ کہ خاص مجبوری ہو۔ اور یہاں کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ کعبہ شریف کے اندر داخل ہونا احکام حج میں سے نہیں اھ (ت)

اُس پر حواشی فقیر میں ہے:

ولاھو واجبا فی نفسہ فمن الجھل ارتکابہ لاتیان مستحب بل این الاستحباب مع لزوم الحرام وما عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ من بذلہ شطر مالہ للسدنۃ لیبیت لیلۃ فی الکعبۃ الشریفۃ

اور یہ اس بنا پر بذاتہٖ واجب بھی نہیں تو پھر مستحب ادا کرنے کے لئے اجرت دینے کا ارتکاب جہالت ہے بلکہ لزوم حرام کے ساتھ استحباب کیسے ہوسکتا ہے۔ اور جو کچھ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے مال کا کچھ حصہ خادمانِ کعبہ کے لئے خرچ کیا تاکہ خانہ کعبہ میں رات گزاریں اور وہاں

---

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار کتاب الحج باب الھدی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶-۲۵۵

فختم فیها القرآن الکریم فی رکعتین **فاقول** یجب انه کان بعد التصریح بنفی الاجرۃ والصریح یفوق الدلالۃ کما نصوا علیہ فی الخانیۃ وغیرھا۔

دو نفلوں میں پورا قرآن مجید ختم کریں۔ **فاقول** (پس میں کہتا ہوں) ضروری ہے کہ یہ کلام نفی اجرت کی تصریح کے بعد ہو۔ اور صریح کلام دلالت سے فائق (اُوپر) ہوتا ہے، جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ میں ائمہ کرام کی اس پر تصریح موجود ہے۔ (ت)

(۸) وقف اگر قابلِ انتفاع نہ رہے اُسے بیچ کر اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کرسکتے ہیں لیکن اگر وہ قابلِ انتفاع ہے اور اس کی قیمت کو دوسری جگہ وہ زمین مل سکتی ہے کہ اس سے سَوحصّے زائد منفعت رکھتی ہو تبدیل جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

الاستبدال اعن شرط ان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیھم بہ فینبغی ان لایختلف فیہ وان کان لالذلك بل امکن ان یوخذ بثمن الوقف ماھو خیر منہ فینبغی ان لایجوز لان الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ اخری[1]۔ (ملتقطاً)

تبادلہ کرنا بغیر شرط، جبکہ وقف "موقوف علیہ" کے لئے قابلِ انتفاع نہ ہو۔ مناسب ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہ کیا جائے۔ اور اگر یہ نہ ہو (یعنی وقف قابلِ انتفاع ہو) لیکن وقف کو فروخت کردیا جائے اور اس کے بدل اُس سے اعلٰی اور عمدہ زمین خریدلی جائے تو مناسب ہے کہ یہ صُورت جائز نہ ہو۔ کیونکہ واجب یہ ہے کہ جس حالت پر پہلے وقف تھا اُسی حالت پر اُسے باقی رکھا جائے اور اس میں کوئی زیادت اور اضافہ نہ کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ مسائل بکثرت ہیں کہ محض منفعت مبیح ممنوع نہیں ہوسکتی،

فانقلت الیس فی سیر الھندیۃ عن الذخیرۃ وفی کراھتیھا عن المحیط ما نصہ وان اراد الخروج للتجارۃ الی ارض العدو

اگر کہا جائے کہ کیا فتاوٰی عالمگیری، بحثِ سیر بحوالہ ذخیرہ اور بحث کراہۃ بحوالہ محیط میں یہ مذکور نہیں کہ جس کی اُس نے تصریح فرمائی۔ اگر تجارت کے لئے سرزمینِ دشمن کی طرف

---

[1] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰

بامان فكرها (اى الابوان) خروجه فان كان امرا يخاف عليه منه وكانوا قوما يوفون بالعهد يعرفون بذلك وله فى ذلك منفعة فلا باس بان يعصيهما[1] اھ فقد ابيح عصيانهما للمنفعة **اقول** يجب ان يراد به ما اذا كان نهيهما لمجرد محبة وكراهة فراقه غير جازم ولذا فرضوا خروجه بامان وكونهم معروفين بالوفاء حتى لا يخاف عليه منه اما اذا خيف لم يحل له الخروج بغير اذن لان نهيهما اذن يكون نهى جزم ففى الكتابين بعده وان كان يخرج فى تجارة ارض العدو مع عسكر من عساكر المسلمين فكره ذلك ابواه او احدهما فان كان ذلك العسكر عظيما لا يخاف عليهم من العدو باكبر الرأى فلا باس بان يخرج وان كان يخاف على العسكر من العدو

اجازت نامہ لے کر جانا چاہے لیکن والدین اس سے وہاں جانے کو ناپسند کریں۔ اگر معاملہ پُرامن ہو، اس میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو، اور وہ وعدہ وفا کرتے ہوں اور اس وصف میں مشہور و معروف ہوں، اور اس کا بھی وہاں جانے میں فائدہ ہو تو پھر اس صورت میں والدین کا حکم نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں اھ (یہاں دیکھئے کہ) حصولِ فائدہ کے لئے والدین کی نافرمانی کو جائز اور مباح قرار دیا گیا **اقول** (میں کہتا ہوں) واجب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہو کہ جس میں والدین کا اُسے روکنا محض محبت اور شفقت کے طور پر ہو اور اُس کی جدائی کا ناپسند ہونا غیر یقینی ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کو امن اور وہاں کے لوگوں کا وفادار ہونے میں مشہور و معروف ہونے پر مسئلہ کو فرض کیا یہاں تک کہ اُسے اس معاملہ میں کوئی خوف و خطرہ نہ ہو، لیکن اگر خطرہ و اندیشہ ہو تو پھر والدین کی اجازت بغیر اس کا باہر جانا اور سفر کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ دریں صورت اُن کی نہی یقینی ہوگی۔ پھر ازیں بعد دُو کتابوں میں مذکور ہے اگر کاروبار کے لئے دشمن کے ملک میں اسلامی فوجوں میں سے کسی اسلامی فوج کے ساتھ باہر جائے تو والدین یا اُن میں سے کوئی ایک اس جانے کو ناپسند

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۱۸۹
" کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون " " " ۵/۶۶-۳۶۵

بغالب الرای لایخرج بغیر اذنہما و کذٰلک ان کانت سریۃ اوجریدۃ الخیل لایخرج الاباذنہما لان الغالب ھو الھلاک فی السرایا[1] اھ فتسمیتہ عصیانا بحسب الصورۃ الاتری ان العبد بسبیل من خیرۃ نفسہ فی نہی الشرع الارشادی الغیر الجازم فکیف بنہی الابوین کذٰلک لولم یرد ذٰلک فکیف یحل عصیانہما لمنفعۃ مالیۃ وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائلا ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک رواہ احمد[2] بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ فی اوسط الطبرانی اطع والدیک وان اخرجاک من مالک ومن کل شیئ ھو لک[3] فافھم وتثبت بالتنبہ فلیس الفقہ الا بالتفقہ ولا تفقہ الا بالتوفیق۔

کریں۔ پس اگر یہ لشکرِ عظیم ہو کر اُن کی موجودگی میں غالب رائے کے مطابق دشمن سے کوئی خطرہ اور کھٹکا نہ ہو تو پھر اس صورت میں اس کے باہر جانے میں کچھ حرج نہیں، لیکن اگر لشکرِ اسلام کو غالب رائے کے مطابق دشمن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ وخطرہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے اور اسی طرح اگر فوجی دستہ یا گھڑ سواروں کا رسالہ ہو تو بغیر اجازتِ والدین باہر نہ جائے کیونکہ فوجی دستوں میں غالباً ہلاکت ہُوا کرتی ہے اھ، پھر اس کو "عصیان" کہنا بلحاظ صورت ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ شرعی غیر جازم نہی ارشادی کے باوجود بندے کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے، پھر جب والدین کی نہی ایسی ہے تو کیسے نہ ہوگا اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر اُن کا "عصیان" دنیاوی مالی فائدے کے لئے کیسے جائز ہوگا۔ یہ ہمارے حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں "اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وُہ تمہیں اہل وعیال اور مال سے الگ ہونے کا حکم دیں۔" امام احمد نے ہمارے اصولوں کے مطابق سندِ حسن کے ساتھ اس کو روایت فرمایا، اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت فرمایا۔ اور اس کے الفاظ "اوسط طبرانی" میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۸۹

" کتاب الکراہیۃ الباب السادس والعشرون " " " ۵/ ۳۶۶

[2] مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ معاذ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۳۸

[3] المعجم الاوسط للطبرانی " " " حدیث ۷۹۵۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۲۶۰

یہ ہیں: "(اے شخص!) اپنے والدین کی اطاعت کیجئے اگرچہ وُہ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری ہر مملوکہ شئے سے تمہیں الگ اور برطرف کردیں"۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے، اور ہوشیاری سے ثابت قدم رہیے کیونکہ فقہ بغیر سمجھے نہیں ہوسکتی، اور سمجھ بُوجھ حصول توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ ت (رسالہ جلی النص فی اماکن الرخص ختم شد)

مسئلہ ۶۸ و ۶۹ مسؤلہ عبدالرحیم صاحب دکان محمد عمر صاحب عطار محلہ پاٹہ نالہ لکھنؤ

حضرت قامع ضلالت قیم و مروج سنت حسنا تکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،!

(۱) جناب کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ زید نے مؤذنِ مسجد کی اذان کے ساتھ تمسخر کیا یعنی لفظ حی علی الصلوٰۃ سُن کر یُوں مضحکہ اڑایا "بھیا لٹھ چلا"۔ آیا زید کے لیے حکمِ ارتداد و سقوطِ نکاح ثابت ہُوا یا نہیں، اور زید کا نکاح ٹوٹا یا نہیں؟ اس کی منکوحہ اس پر حرام ہوتی یا نہیں؟ اور بغیر دوبارہ نکاح میں لائے ہوئے وطی کرنا حرام اور زناکاری ہے یا نہیں؟ اور بعد علم اگر منکوحہ زید نہ مانے اور ہمبستری ہوتی رہے تو منکوحہ زید پر بھی شرعاً جرم زنا عائد ہوگا یا نہیں؟

(۲) زید نے ایک مرتبہ شعارِ اسلامیہ داڑھی کے متعلق کہا کہ میں داڑھی نہیں رکھوں گا مجھے ان خباثتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی دین کے ساتھ استہزاء اور موجب ردت وسقوطِ نکاح ہے یا نہیں؟ اور زید کا عذر کہ ہم کو مسئلہ معلوم نہ تھا لہذا ہمارا نکاح باقی ہے، شریعت میں مقبول ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) اذان سے استہزاء ضرور کفر ہے اگر اذان ہی سے اُس نے استہزاء کیا تو بلاشبہہ کافر ہوگیا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، یہ اگر پھر مسلمان ہو اور عورت اس سے نکاح کرے اُس وقت وطی حلال ہوگی ورنہ زنا، اور عورت اگر بلا اسلام و نکاح اس سے قربت پر راضی ہو وُہ بھی زانیہ ہے۔ اور اگر اذان سے استہزاء مقصود نہ تھا بلکہ خاص اس مؤذن سے بایں وجہ کہ وہ غلط پڑھتا ہے تو اُس حالت میں زید کو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) داڑھی کے ساتھ استہزاء بھی ضرور کُفر ہے، زید کا ایمان زائل اور نکاح باطل اور عذر جہل غلط و عاطل کہ زید نہ کسی دُور دراز پہاڑ کی تلی کا رہنے والا ہے نہ ابھی تازہ ہندو سے مسلمان ہُوا ہے کہ اُسے نہ معلوم ہو کہ داڑھی شعارِ اسلام ہے، اور شعارِ اسلام سے استہزاء اسلام سے

استہزا ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جانا نہ جانتا ہو، مگر اس کا نہ جاننا اس کے نکاح کو محفوظ نہ رکھے گا، شیشے پر پتھر پھینکے شیشہ ضرور ٹوٹ جائے گا اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ مسئولہ حکیم محمد اکبر صاحب جاگدیش کا چوک اودے پور میواڑ

جس شخص کے عقائد کا ٹھکانہ نہ ہو دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟

الجواب

عقائد کا ٹھکانہ نہ ہونا دو معنی پر مستعمل ہوتا ہے، کبھی یہ کہ اس کی صحت عقیدہ پر اطمینان نہیں، کبھی یہ کہ یہ مذبذب العقیدہ متزلزل العقیدہ ہے، کبھی سُنیوں کی سی باتیں کرتا ہے کبھی بدمذہبوں کی سی۔ ان دونوں معنی پر اسلام سے خارج ہونا لازم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر، مدرس مدرسہ قومیہ

(۱) ہمزاد کیا ہے۔ اس کے تسخیر کے لئے عمل کرنا کیسا ہے؟

(۲) آسیب، بھوت، چڑیل وغیرہ شہید وغیرہ جو مشہور ہیں صحیح ہیں یا غلط؟

(۳) دستِ غیب اور مصلے کے نیچے سے اشرفی وغیرہ نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہمزاد از قسم شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے وہ مطلقاً کافر ملعون ابدی ہے سوا اس کے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھا وہ برکت صحبت اقدس سے مسلمان ہوگیا، صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامنکم من احد الا وقد وکل اللہ قرینہ من الجن وقرینہ من الملٰئکۃ، قالوا وایاک یارسول اللہ قال وایای الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر[1] اھ، اعنی علی

لوگو! تم میں سے کوئی شخص نہیں کہ جس کے ساتھ ہمزاد جن اور ہمزاد فرشتہ نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کی اے اللہ تعالٰی کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالٰی نے میری مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب صفۃ المنافقین باب تحریش الشیطان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۷۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۸۵

روایۃ الفتح المؤیدۃ بما یأتی من الاحادیث | لہذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا اھ، اس سے میری مراد فتح الباری کی روایت ہے کہ جس کی تائید آئندہ احادیث سے ہوتی ہے۔ (ت)

اسی طرح طبرانی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور بزار حضرت عبداللہ بن عباس یا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم[1] الحدیث۔ | دوسرے انبیاء کرام پر دو باتوں میں مجھے فضیلت بخشی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اس پر قوت دی یہانتک کہ وہ مسلمان ہوگیا، الحدیث۔ (ت)

بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فضلت علی اٰدم بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم وکن ازواجی عونالی وکان شیطان اٰدم کافرا وزوجتہ عونالہ علی خطیئتہ[2]۔ | حضرت آدم پر مجھے دو خصلتوں میں فضیلت دی گئی ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اس پر غلبہ دیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری بیویاں میری مددگار رہیں، اور حضرت آدم کا شیطان کافر رہا اور انکی بیوی نے خطا پر ان کی مدد کی۔ (ت)

اس کی تسخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صور میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح ومرضیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصولت وسطوت ہے مگر اُس کا ثمرہ غالباً اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبہ قاہرہ کر

ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر[3]۔ | اور ان میں سے جو کوئی اس کے حکم سے مُنہ پھیرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۲۴۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۴۶
مجمع الزوائد بحوالہ البزار باب عصمتہ صلے اللہ علیہ وسلم عن القرین ۸/۲۲۵ و باب منہ خصائص ۸/۲۶۹
[2] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۴۸۸
[3] القرآن الکریم ۳۴/۱۲

جو استجابتِ دُعا هب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی[1] (مجھے ایسی بادشاہی دے ڈال جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ ت) سے تاشّی ہر ایک کو کہاں نصیب، اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالطت ضرور مورث تغیّر احوال و حدوث ظلمت، حضرت سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ ضرر کہ صحبتِ جن سے ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، تو راہِ سلامت اُس سے بُعد و مجانبت ہی میں ہے، رب عزوجل تو اس دُعا کا حکم دے کہ اعوذ بك رب ان یحضرون[2] (اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس حاضر ہوں۔ ت) اور یہاں یہ رَٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (حاضر ہو جا، حاضر ہو جا، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

(۲) ہاں جن اور ناپاک رُوحیں مرد و عورت احادیث سے ثابت ہیں اور وہ اکثر ناپاک موقعوں پر ہوتی ہیں، انھیں سے پناہ کے لئے پاخانہ جانے سے پہلے یہ دُعا وارد ہوئی:

اعوذ باللہ من الخبث و الخبائث[3]

میں گندی اور ناپاک چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (ت)

وہ سخت جھُوٹے کذّاب ہوتے ہیں اپنا نام کبھی شہید بتاتے ہیں اور کبھی کچھ۔ اس وجہ سے جاہلان بے خرد میں شہیدوں کا سر پر آنا مشہور ہو گیا ورنہ شہدائے کرام ایسی خبیث حرکات سے منزّہ و مبرا ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) ہاں صحیح ہے مگر اس عملداری میں کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ دستِ غیب کے نہایت درجہ کا حاصل اب صرف فتوحِ ظاہرہ و وسعت رزق ہونا ہے، پھر اگر دستِ غیب اس طرح ہو کہ جن کو تابع کرکے اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مالِ معصوم منگوائے جائیں تو اشد سخت حرام کبیرہ ہے، اور اگر سفلیات سے ہو تو قریب بکفر اور علویات سے ہو تو خود یہ شخص مارا جائے گا یا کم از کم پاگل ہو جائے یا سخت سخت امراض و بلایا میں گرفتار ہو اعمال علویہ کو ذریعہ حرام بنانا ہمیشہ ایسے ثمرے لاتا ہے اور اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہہ ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۸
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۱
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

اور اگر کسی دوسرے کی ملک معصوم نہ لائی جاتی ہو بلکہ خود از غیب سے اس کو کچھ پہنچایا جائے یا مال مباح غیر معصوم اور وہ جن کہ مسخر کیا جائے مسلمان ہو نہ کہ شیطان، اور اعمال علویہ سے ہو نہ کہ سفلیہ سے، اور اسے منگا کر مصارف محمودہ یا مباحہ میں صرف کرے نہ کہ معاذ اللہ حرام و اسراف میں، تو یہ عمل جائز ہے، اور جو اس طریقے سے ملے اس کا صرف کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طُرق ہیں اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے، دستِ غیب کا سب سے اعلیٰ عمل، قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تخلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے سہل تر خود قرآن عظیم میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنیات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اُس سہل و آسان یقینی و قطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے،

قال اللہ تعالٰی ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو اللہ سے ڈرے تقوٰی و پرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو گا۔

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں، اسی طرح لوگ عملِ حُب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا، اور حُب کا سہل و یقینی و قطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالٰی ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودا[2]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان ان کے لئے محبت کرے گا (دلوں میں انکی حُب ڈال دے گا)

نسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے حسنِ توفیق مانگتے ہیں۔ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حامد علی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نصیر الدین طوسی ملوم و مذموم کو بلفظ مولی الاعظم اور قدوۃ العلماء الراسخین اور نصیر الملۃ والدین قدس اللہ تعالٰی نفسہ وروح رمسہ (بڑا مولٰی، پختہ علماء کے پیشوا، دین اور ملت کے مددگار، اللہ تعالٰی ان کے نفس کو پاک کرے اور انکی ہڈیوں کو آرام پہنچائے۔ت) سے تعبیر کرے تو ایسے کو فاسق یا کافر جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۲
[2] " " ۱۹/۹۶

نہیں، اگر نہ ہُوا تو فاسق بھی ہُوا یا نہیں؟ امید کہ دلیل عقلی و نقلی سے اس کا اثبات فرمایا جائے۔

الجواب

طوسی کا رفض حدِ کفر نہ تھا بلکہ اس نے حتی الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں اور نہ بن پڑی تو منکر ہوگیا اُس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے اور منطقی فلسفی شراح و محشین معصوم نہیں جہاں جہاں اس نے خلافِ اہلسنت کیا ہے اُس کا رَد کردیا گیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۵ ۲۳ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ گھر اور گھوڑا اور عورت منحوس ہوتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب

یہ سب محض باطل و مردود خیالات ہندوؤں کے ہیں، شریعتِ مطہرہ میں ان کی کوئی اصل نہیں، شرعاً گھر کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو، ہمسائے بُرے ہوں۔ گھوڑے کی نحوست یہ کہ شریر ہو، بدلگام، بدرکاب ہو۔ عورت کی نحوست یہ کہ بدزبان ہو، بدرویہ ہو۔ باقی وہ خیال کہ عورت کے پہرے سے یہ ہوا، فلاں کے پہرے سے یہ۔ یہ سب باطل اور کافروں کے خیال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۶ از جاورہ مرسلہ مصاحب علی صاحب امام مسجد چھیپیان ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص تعزیہ ثواب و عبادت جان کر خود بنائے یا اور لوگوں کو بنانے کی ترغیب دے اور تعزیہ دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہوجائے اور اُس پر فاتحہ پڑھے اور تعزیہ کے ساتھ ننگے پیر تعظیماً چلے اور مرثیہ بھی پڑھوا تا جائے، شاہ مولٰنا عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوٰی کی جلد اول میں لکھا ہے کہ جو بدعت کو عبادت سمجھ کر کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے[1] اور اس پر ابن ماجہ کی ایک حدیث لائے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

"بدعتی اسلام سے ایسا صاف نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال صاف۔"[2]

تو شاہ صاحب کے قول "خارج اسلام ہے" سے کیا مطلب ہے، یعنی ایسا شخص کافر و مرتد ہے یا گمراہ

---

[1] فتاوٰی عزیزیہ رسالہ بیع کنیزان مطبع مجتبائی دہلی (فوٹوسٹیٹ) ۱/۶۱

[2] سنن ابن ماجہ مقدمہ باب اجتناب البدع والجدل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶

و رافضی ہے، بہر نوع ایسے شخص کا ذبح کیا ہوا جانور حرام یا حلال؟ ایسے شخص کی نماز جنازہ درست ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسے تعزیہ پرست کے مرید ہوں اُن کا کیا حکم ہے؟ ایسے تعزیہ پرست اور بُت پرست میں کیا فرق ہے؟ ایسے تعزیہ پرست پر لعنت آتی ہے یا نہیں؟ کیا بزرگانِ چشت سے کسی بزرگ نے تعزیہ بنایا یا بنوایا یا تعظیم دی ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

تعزیہ ضرور ناجائز و بدعت ہے مگر حاش کفر نہیں کہ نماز جنازہ ناجائز یا ذبیحہ مردار یا بُت پرستوں میں شمار ہو، افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ قطع نظر اس سے کہ شدید الضعف ہے اپنے امثال کی طرح اسلام کامل سے ماوّل یا بدعتِ مکفرہ پر محمول، ورنہ ہر بدعت سیئہ کفر ہو جبکہ اُس کا صاحب استحسان کرے، اور یہی غالب ہے۔ اور بدعت عقیدہ تو مطلقاً کفر ہو جانا لازم کہ اُس کی تعریف ہی یہ ہے کہ:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما کما فی البحر الرائق[1]۔

جو حق حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے (بطور یقین) ہمیں موصول ہوا اس کے خلاف کوئی نیا عقیدہ ایجاد کرکے اس کو ٹھیک اور سیدھا دین قرار دینا جیسا کہ بحر رائق میں مذکور ہے (بدعت اعتقاد کرے)۔ (ت)

حالانکہ باجماع اُمت بعض بدمذہبیاں کُفر نہیں۔ فتاوٰی خلاصہ و فتح القدیر و عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

الرافض ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر[2]۔

اگر رافضی (کٹر شیعہ) جناب علی کو دوسرے خلفاء پر فضیلت دے تو وُہ بدعتی ہے لیکن اگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا انکار کرے تو پھر وُہ کافر ہے۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

اذا قال ان للہ یدا او رجلا کما

جب یہ کہے کہ بندوں کی طرح اللہ تعالٰی کے ہاتھ،

---

[1] بحرالرائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور
خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

للعباد فهو كافر وان قال جسم لا كالاجسام فهو مبتدع۔[1]

پاؤں ہیں، تو وہ کافر ہے۔ اور اگر کہے کہ اللہ تعالٰی کا جسم ہے لیکن دوسرے اجسام کی طرح نہیں تو وہ بدعتی ہے۔ (ت)

نیز اُسی میں ہے:

وجملة ان من كان اهل قبلتنا ولم يغل فی هواه حتی لم يحكم بكونه كافرا يجوز الصلٰوة خلفه ويكره۔[2]

خلاصہ کلام اگر ہماری طرح اہل قبلہ ہیں، اور اپنی خواہش پرستی میں حد سے بڑھے ہوئے درجہ غلو میں نہیں یہاں تک کہ اُن کے کافر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ (ت)

ہزارہا مسائل متواترہ اسی تفصیل پر دال ہیں تو حکم مطلق کیسے صحیح ہو سکتا ہے ہاں افعال مذکورہ سوال کا مرتکب قابل بیعت نہیں کہ شرائط پیر سے اس کا سُنّی العقیدہ غیر فاسق معلن ہونا ہے اور لعنت بہت سخت چیز ہے ہر مسلمان کو اُس سے بچایا جائے بلکہ لعین کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اُس کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی قصبہ دیوبند مدرسہ مولوی اشرفعلی تھانوی کے یہاں سے سند یافتہ ہو ویسے ہی عقائد ہیں حقہ، سگریٹ و پان نماز خورد و نوش میں شرکت یہ سب باتیں چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

دیوبندیوں کے عقائد والے مرتد ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا میل جول سب حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فریمیسن کیا ہے اور اس میں داخل ہونے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فریمیسن سحر ہے اور جہاں تک اس کی نسبت معلوم ہوا وہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر ایمان کے سلب کے لئے رکھا گیا ہے فلہذا اُس میں صرف مسلمان یا کتابی کو لیتے ہیں، معاذ اللہ جو اس کے اثر کا

[1] و [2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلٰوۃ الفصل الخامس عشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

معمول ہوجاتا ہے بظاہر اپنے دین پر جو پہلے تھا زیادہ مستقیم ہوجاتا ہے اور باطن میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے محض انکار نقیض لہ شیطنا فھولہ قرین[1] (لہذا ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پھر وہ اس کا ہمنشین ہوجاتا ہے (اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے) ۔ ت) کا کھلا مصداق ہوجاتا ہے ۔ ایک شیطان علانیہ اس کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ دیکھتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے اور وہ اسے یہ راز ظاہر کرنے سے ہر وقت مانع رہتا ہے ۔ اور یہی سبب ہے کہ فریقین اگر شہر کے ایک کنارے سے گزرے تو دوسرے کو جو شہر کے دوسرے کنارے پر ہے اطلاع ہوجاتی ہے ، ایک کا شیطان دوسرے کے شیطان کو اطلاع کر دیتا ہے' واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ از موضع ہری پورہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مسلمان کافر کو نفع پہنچائے اور مسلمانوں کو ضرر اور مسلمانوں کو بُرا کہے اور کافروں کو اچھا سمجھے اور ان کی طرفداری کرے اور مسلمانوں کی نہیں ۔ کیا حکم ہے اس شخص پر' دائرہ اسلام میں ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب

تفصیل واقعہ کی لکھی جائے اجمالی لفظ ہولناک ہوتے ہیں اور تفصیل معلوم کی جائے تو کچھ سے کچھ نکلتا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ از مراد آباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کواکبِ فلکی کے اثراتِ سعد ونحس پر عقیدت رکھنا کیسا ہے، اور تعویذات میں عامل کو اُن کی رعایت کہاں تک درست ہے ؟

الجواب

مسلمان مطیع پر کوئی چیز نحس نہیں اور کافروں کے لئے کچھ سعد نہیں' اور مسلمان عاصی کےلئے اس کا اسلام سعد ہے ، طاعت بشرط قبول سعد ہے ، معصیت بجائے خود نحس ہے اگر رحمت وشفاعت اس کی نحوست سے بچالیں بلکہ نحوست کو سعادت کر دیں اولئٰک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات[2] (یہی وُہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالٰی ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے ۔ ت) بلکہ کبھی گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۶

[2] " " ۲۵/ ۷۰

یوُں سعادت ہوجاتا ہے کہ بندہ اُس پر خائف و ترساں و تائب و کوشاں رہتا ہے وہ دُھل گیا اور بہت سی حسنات مل گئیں، باقی کواکب میں کوئی سعادت و نحوست نہیں اگر اُن کو خود مؤثر جانے مشرک ہے اور اُن سے مدد مانگے تو حرام ہے ورنہ اُن کی رعایت ضرور خلافِ توکل ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

آنچہ اہلِ عزائم و تکسیر می کنند مثل تبخیر و تلوین و حفظ ساعات نیز مکروہ و حرام است نزد اہلِ دیانت و تقوٰی کذا قال العلماء[1]

جو کچھ اہلِ عزائم اور اصحابِ تکسیر کرتے ہیں جیسے تبخیر (یعنی وقت کے ستاروں کی رعایت کرکے خاص بخورات کا استعمال کرنا) اور تلوین (یعنی مصلّے وغیرہ کو ستاروں کے خصوصی رنگوں کی طرح رنگین کرنا) اور ان کی ساعات کی حفاظت کرنا پس یہ بھی اہلِ دیانت اور احبابِ تقوٰی کے نزدیک مکروہ اور حرام ہے۔ (چنانچہ) علمائے کرام نے اسی طرح فرمایا ہے۔ (ت)

تبخیر سے مراد حسب رعایت کواکب وقت اس کے بخورات خاصہ کا استعمال، ورنہ تعظیم ذکر و تلاوت کے لئے عود و لوبان سلگانا مستحب ہے، اور تلوین سے مراد مصلّے وغیرہ کو الوانِ خاصہ کواکب سے رنگین کرنا، اور فقیر نے اس کے ہامش پر لکھا:

یعنی چونکہ مقصود استعانت بکواکب باشد حرام ست کہ استعانت بانچہ استقلال او بزعم مشرکاں راسخ شدہ است روا نبود ورنہ مکروہ و ترک اولٰی ست کہ از اعمال اہلِ توکل نیست و مشابہتے دارد با فعال آناں و ظاہر ست کہ اگر استعانت بکواکب نباشد و اہلِ تجربہ صلحا بتجربہ دانستہ باشند کہ مراعات ایں امور ہمچو مراعات اوزان و تخصیصات کثیرہ در ادویہ مقصود و بقضاء اللہ تعالٰی مے افتد دریں حال باکے نیست خود اشدہم فی امر اللہ عزوجل امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہنگام استسقاء بمراعات منزل قمر

چونکہ اصل مقصود ستاروں سے طلبِ امداد ہے اس لئے حرام ہے۔ اس لئے کہ اُن اشیائے سے مدد لینا جائز نہیں کہ جن کا استقلال مشرکین کے خیال میں پختہ ہوگیا ہے، ورنہ مکروہ اور ترک اولٰی ہے (یعنی بہتر کام نہ کرنا) اس لئے کہ یہ اربابِ توکل کے اعمال میں سے نہیں بلکہ اُن دوسرے لوگوں کے افعال سے مشابہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے بشرطیکہ طلبِ امداد ستاروں سے نہ ہو اور صالح اہلِ تجربہ اپنے تجربہ سے جانتے ہیں کہ ان امور کی رعایت کرنا بالکل اُسی طرح ہے جس طرح اوزان اور بے شمار تخصیصات کی رعایت کرنا

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الطب والرقی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان ۳/ ۰ ۵۹۸

امر فرمود و ہمیں ست محمل باشد، آنچہ شاہ محمد غوث گوالیاری و حضرت شیخ محمد شناوی وغیرہما اجلۂ اکابر قدست اسرارہم کردہ اند و در کتب نفیسۂ خود با بحوا ہر و شروح آن باو تصریح فرمودہ فلیکن التوفیق و باللہ التوفیق۔[1]

دواؤں میں مناسب مقصود۔ اور وہ اللہ تعالٰی کے فیصلہ کے مطابق واقع ہو (اور ان کا ظہور ہو) پس اس صورت میں کچھ ڈر نہیں (کیا غور نہیں کرتے) کہ خود وہ بزرگ ہستی جو اللہ تعالٰی غالب اور جلیل القدر کے معاملات میں بہت سخت گیر تھے یعنی مومنوں کے امیر حضرت عمر، سب سے بڑے فرق کرنیوالے (یعنی حق و باطل میں معیار اور کسوٹی) اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو، نے طلب باراں کی دعا مانگتے وقت منزلِ قمر کی رعایت کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اسی پر وہ سب باتیں قیاس شدہ ہیں جو شاہ محمد غوث گوالیاری اور حضرت شیخ محمد شناوی اور ان کے علاوہ دوسرے جلیل القدر اکابرین نے (ان کے اسرار و رموز پاک کردے جائیں) اپنی اپنی عمدہ کتابوں میں ذکر فرمائیں، جیساکہ جواہر خمسہ اور اس کی شروح میں اُن کی صراحت فرمائی۔ لہٰذا توفیق ہونی چاہئے، اور حصولِ توفیق اللہ تعالٰی کے فضل و کرم ہی سے ہوسکتی ہے۔ (ت)

مسئلہ

از شہر کہنہ محلہ قاضی ٹولہ کلن خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے پالے کی بازی بدی، پھر ایک شخص کے سمجھانے سے منکر ہوگیا۔ جب پالے والے مُصر ہوئے اور کھیل پر مجبور کیا تو اس معصیت کے بچانے کی غرض سے دو شخصوں نے جھوٹ کہہ دیا کہ اس نے بازی نہیں بدی تھی، پس بازی والوں نے ان دو شخصوں سے طعنًا پوچھا کیا تمھارے یہاں فقیری میں جھوٹ بولنا اور حرام کھانا جائز ہے؟ ان شخصوں نے جواب دیا: ہاں اس میں جائز ہے۔ اور نیت جانب خیر سے یہ الفاظ کہے، پس اس صورت میں ان پر کیا معصیت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

سوال میں حرام کھانا بھی تھا اور حرام کھانا کبھی جائز نہیں ہوتا جس وقت جائز ہوتا ہے اُس وقت وہ حرام نہیں رہتا اگر "ہاں جائز ہے" کہنے میں حرام کھانا بھی اس نے مراد لیا تو البتہ سخت لفظ کہا توبہ لازم ہے بلکہ تجدید اسلام چاہئے، اور اگر صرف جھوٹ بولنے کی نسبت کہا کہ ایسی صورت میں جہاں حرام سے بچنا ہوتا ہو خلاف واقع بات کہنا جائز ہے تو حرج نہیں، اگرچہ اس میں بھی تفصیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] حاشیہ امام احمد رضا خاں علی اشعۃ اللمعات

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۵ ازمحلہ کچی باغ مسئولہ خلیل الرحمن بنارسی ۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

معدن عالم صوری ومخزن اسرار معنوی جناب حضرت مولانا حافظ مفتی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ
بعد ہدیۂ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بکمال ادب ملتجی ہُوں براہِ کرم اپنے اوقاتِ گرانمایہ سے چند منٹ حرج فرماکر جواب سوالاتِ مرسلہ مزیّن فرماکر بصیغۂ بیرنگ پتہ ذیل سے مرحمت فرماکر مجھ مترصد کو شاد فرمائیے۔ ان مسائل کی یہاں سخت ضرورت ہے۔ ہم سب اعلٰحضرت دام فیضہ کے معتقدین سے ہیں لہذا ہم سب بیحد انتظار کرتے رہیں گے۔ اگر جلد جواب سے مزیّن فرماکر مرحمت فرمایا جائے تو عنایت لطف وکرم ہے۔ اس سے پیشتر حقیر نے اعلٰحضرت کے دارالافتاء سے ڈھائی سو نسخے رسالہ "انفس الفکر" منگواکر مسلمانوں کو تقسیم کیا جس سے بہ نسبت سال گزشتہ وسال پیوستہ کے امسال باوجود کوشش بلیغ دشمنانِ دین کے قربانی گاؤ بکثرت المضاعف ہوئیں، الحمدللہ حضور کا فیض ایسا ہی ہے، زیادہ بجز تمنائے حصولِ زیارت اور کیا عرض کروں فقط۔
آپ کا خادم عاصی خلیل الرحمن عفی عنہ بنارسی ازمحلہ کچی باغ مورخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری

(۱) یہ کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں عرصہ پچیس سال سے خزانہ گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سَو روپے مقرر ہے جب یہ درسگاہ جس میں کتب فقہ واحادیث وقرآن شریف کی تعلیم ہوتی ہے اس میں ممبرانِ خلافت کمیٹی نے جو تجویز پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ سے امداد نہ لینا چاہئے، پس استفسار ہے کہ یہ امداد جو گورنمنٹ سے عرصہ پچیس سال سے برابر ملتی ہے اب لینا جائز ہے یا نہیں، مدرسہ ہذا میں سوائے تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی نہیں ہوتی۔

(۲) یہ کہ زید جو اس درسگاہ دینی کا منتظم وخادم ہے بسبب حسنِ انتظام گورنمنٹ نے خطاب دیا ہے اور یہ خطاب بھی عرصہ دس سال سے ملا ہے ممبران خلافت کمیٹی نے یہ بھی پاس کیا ہے کہ گورنمنٹ کو خطاب واپس کردینا چاہئے پس ایسی حالت میں کہ جس خدمت انتظام درسگاہ تعلیم علوم دین کے صلہ میں خطاب دیا ہے اندیشہ ہے کہ واپس کرنے میں یہ امداد بھی نہ ملے ایسی حالت میں خطاب کا واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ زید جلسہ خلافت کمیٹی میں اس سبب سے شرکت نہیں کرتا کہ اس میں اہل ہنود جن کو اس وقت ممبران خلافت کمیٹی اپنا بھائی کہتے ہیں اور ان سے اس قدر ارتباط بڑھا رکھا ہے کہ تلک مہاراج کے مرنے کے غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر ننگے پیر جمع ہوکر تلک مہاراج کے لئے دُعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لئے اشتہار شائع کیا اور قربانی گاؤ کو بلحاظ اہلِ ہنود منع کرتے ہیں اور بکری قربانی کرنا افضل وفعلِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بتلاتے ہیں اور نقصان اور عدمِ جواز قربانی گاؤ میں رسالے چھاپتے ہیں اور جلسہ خلافت کمیٹی میں کُل دشمنانِ دینِ محمدی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اسپیچ وتقریر کراتے ہیں جو اپنی کتاب الجرح علٰی ابی حنیفہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو سگ وزندیق وبے علم و

صدہا باتیں ناشائستہ ناگفتہ بہ لکھا ہے، اگر ایسے شخصوں کی تقریر نہ سننے کی غرض سے اور کفار کی اعانت و شرکت نہ کرنے کی غرض سے اگر زید ایسے جلسوں میں نہ شریک ہو تو کیا بوجہ ان امور متذکرہ بالا کے زید قابلِ ملامت و ناقابلِ امامت ہے، کیونکہ جو لوگ کہ ان وجوہ سے شرکت نہیں کرتے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز بتلاتے ہیں، ان لوگوں نے اس قدر ارتباط ان کفاروں سے بڑھا رکھا ہے کہ جس وقت اُن میں کا کوئی مقرر و نامور کسی شہر میں جاتا ہے تو اہلِ اسلام ان کفاروں کی گاڑیاں بدستِ خود کھینچ لاتے ہیں، ان کفاروں نے اس قدر تعصب اپنے مذہب میں بڑھا رکھا ہے کہ یہاں بعض مسجد میں اذان نہیں کہنے دیتے۔ بعض مسجد کے فرش پر جو اُن کی پرستش کے درخت کی ڈالیں لٹکی ہوئی ہیں جس سے حوض دہ در دہ کا پانی پتیوں کے گرنے اور سڑنے سے متغیر و متعفن ہو جاتا ہے اس درخت کی ڈال کو تعصبِ مذہبی سے نہیں کاٹتے۔ بعض مسجد پر صحنِ مسجد میں جو اُن کا بُت پرستش کا نصب ہے اس کی پرستش کے لئے فرشِ مسجد پر سے جو سجدہ گاہِ مسلمانان ہے بپائے نجس مرور کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانان اہلِ ہنود کو اپنا بھائی بناتے ہیں۔ اور ان کی خاطرداری سے گاؤ کی قربانی بند کرنے میں بہرنوع کوشش تمام کرتے ہیں اپنے مساجد کی بے حرمتی و نقصان اور اذان بند ہونے کا جو بعض مسجد پر بند کر رکھا ہے کچھ صدمہ و خیال نہیں ہوتا، آیا ایسے دشمنوں کے جلسہ میں نہ شرکت ہونے سے کیا آدمی گنہگار ہوتا ہے قابلِ امامت نہیں رہتا۔

(۴) یہ کہ زید جو پنجگانہ و بروز جمعہ و خطبہ ثانیہ بروز جمعہ و خطبہ عیدین وغیرہا میں بیشتر مسلمانان کی جماعت کثیر میں بہ اعلان تمام دعاء و ترقی جاہ و جلال و قیام سلطنت سلطان اعظم والی سلطنت روم و بلادِ غرب کے لئے محافظتِ مقاماتِ مقدسہ حرمین شریفین کے لئے دُعا کرتا ہے اور خطبہ نباتہ جس کے خطبہ ثانیہ میں سلطان المعظم کے لئے خلد اللہ ملکہ کے لئے دُعا در از طبع بپڑھتا ہے سامعین آمین کہتے ہیں، آیا اس طریق پر دعا کرنا سلطان المعظم کے لئے جائز ہے یا جلسۂ کفار اور غیر مقلدین میں شریک ہو کر دشنام دہی کرنا اور اظہارِ وفاداری سلطان المعظم کیلئے کرنا جائز ہے؛ زید پر بعد حملہ اس امر کا ہے کہ تو کیوں نہیں ایسے جلسوں میں شریک ہوتا، اس لئے طرح طرح کی بندشیں عدم جواز امامت و وہابی خطاب وغیرہ کے لئے حملہ کرتا ہے۔ پس آیا اس صورت سے دعا کرنا بعد نماز و درمیان خطبہ جائز ہے یا اس جلسہ مخالفین میں؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا بالصواب (کتاب کے حوالہ سے (مسئلہ کو) بیان فرماؤ اور راہِ صواب یعنی راہِ راست کا اجر پاؤ۔ ت) فقط۔

الجواب

(۱) جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعًا کوئی حرج نہیں، تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) خطاب واپس کرنا نہ کرنا کوئی مسئلہ شرعی نہیں، اور اگر یہ اندیشہ صحیح ہے کہ واپسی خطاب میں امداد بھی بند ہوجائے گی تو واپس کرنا حماقت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) اگر یہ امور واقعی ہیں تو ایسے جلسوں کی شرکت حرام ہے اور جو اُن میں شریک ہو قابلِ ملامت اور ناقابلِ امامت ہے، نہ وہ کہ احتراز کرے۔ دشمنانِ دین سے احتراز فرض ہے، اور فرض کا ترک موجبِ ملامت، اور مانع امامت ہے نہ کہ اس کا بجالانا، اور کافر کے لئے دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفرِ خالص و تکذیبِ قرآنِ عظیم ہے کما فی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاووں میں مسئلہ مذکور ہے۔ت) اور اُن کے خاروبوار کے لئے یہی بہت تھا کہ مشرک کے ماتم میں سر ننگا کیا اور اُس پر ظلمِ شدید یہ کہ عبادت گاہ واحد قہار کو مشرک کا ماتم گاہ بنایا پھر اُس کے لئے نماز کا اشتہار پورا پورا موجبِ لعنتِ جبار قہار ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر اُن میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔ (ت)

بلاشبہہ یہ اشتہار دینے اور اس پر عمل کرنے والے سب قطعی مرتد ہیں وہ اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں نکاح سے قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون۔[2] (اللہ تعالٰی انھیں مارے وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم نے بُدنہ (قربانی کا جانور) کو تمھارے لئے اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے کیا ہے۔ (ت)

اور ہندوستان میں اُس کا جاری رکھنا واجب ہے کما حققناہ فی انفس الفکر فی قربان البقر (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق (اپنے ایک رسالہ بنام) انفس الفکر فی قربان البقر (بہت عمدہ سوچ گائیوں کی قربانی کرنے میں) میں کردی۔ت) اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[2] " ۹/ ۳۰
[3] " ۲۲/ ۳۶

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (اور مائل ہو) ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی ۔ (ت)

ناپاکوں کافروں مرتدوں کو واعظ مسلمین بنانے والے اسلام کو ڈھاتے ہیں اور کفر و لعنتِ الٰہی کی نیو چُنواتے ہیں، حدیث تو بدمذہب کی توقیر پر فرماتی ہے :

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی ۔ (ت)

نہ کہ کفار و زنادقہ مثل وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ وغیرہم کو واعظ مسلمین و پیشوائے دین بنانا کہ صراحۃً اسلام کو کُند چُھری سے ذبح کرنا ہے ، افسوس کہ گائے کی قربانی بند اور ذبح اسلام کے نعرے بلند، مگر اسلام گائے سے بھی گیا گزرا' عزت و جبروت ہے اُس کے لئے جس نے اُن کے دل اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں کہ اُن کو اسلام کفر سُوجھتا ہے اور کفر اسلام ،

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔

پاک اور منزّہ ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا۔ اے ہمارے پروردگار ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر دیجئے ، یقیناً تُو بلا معاوضہ بہت زیادہ بخشش اور عطا فرمانیوالا ہے (ت)

کفار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرام قطعی ہے ، قرآن عظیم کے نصوص اُس کی تحریم سے گونج رہے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ ،

من یتولھم منکم فانہ منھم[3]

واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وُہ بیشک انھیں میں سے ہے ۔

اللہ عزّوجل کا ارشاد اور وہ بھی "بیشک" کے ساتھ ، آخر اُس کے نتائج ظاہر ہیں کہ کفار سے اتحاد و وداد منانے والے بوافق ارشاد الٰہی بیشک منھم (انھی میں سے) ہو گئے ، کیا آج تک کبھی ہوا تھا

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹

[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

کہ مشرک کے ماتم میں مسلمان سربرہنہ ہوئے ہوں، مسلمانوں نے مسجد کو اُس کی ماتم گاہ بنایا ہو، مسلمانوں نے اُس کے لئے دعا و نماز کا اشتہار دیا ہو، مسلمان مشرکوں کی گاڑی کے بیل بنے ہوں، اور یہ ہونا ہی تھا کہ جب اسلام چھوڑا انسانیت خود گئی، اب جو چاہے بیل بنے جو چاہے گدھا کہ اللہ عزوجل فرما چکا:

اولٰئك كالانعام بل هم اضل[1] — وہی لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے۔ (ت)

بلکہ فرمایا:

اولٰئك هم شر البرية[2] — وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں (ت)

کافر تو کافر فاسق کی تعریف پر حدیث میں فرمایا:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش[3] — جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے ربّ عزوجل غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔

نہ کہ مشرک کی تعظیم اور وہ بھی اس درجہ عظیم،

فانها لا تعمی الابصار ولكن تعمی القلوب التی فی الصدور[4] — (لوگو!) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں مستور ہیں۔ (ت)

سائل بیچارہ اس کا شاکی ہے کہ ہندوؤں نے اذان بند کی اور یہ کیا اور یہ کیا اور ان مسلمان کہلانے والوں نے اس کے برعکس یہ کچھ کیا، یہ شکایت محض بے جا و نادانی ہے ہندو اپنے دین باطل پر قائم ہیں وہ کیوں چھوڑیں، دین تو انھوں نے چھوڑا ہے، ہر جھوٹ انھیں کی طرف سے چاہئے ایسے لوگوں کے جلسوں میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) جلسہ مخالفین کا حکم اُوپر گزرا اور سلاطین اسلام و ممالک اسلام و اماکن مقدسہ اسلام کے لئے دُعا خطبہ جمعہ و خطبہ عیدین میں اور ہر نماز کے بعد مستحب و مندوب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

[2] " " ۹۸/ ۶

[3] کشف الخفاء حدیث ۲۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۷

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

رسالہ

الرمز المرصف علٰی سوال مولٰنا السیّد اٰصف

۱۳۳۹ھ

(مولانا سید آصف کے سوال پر مضبوط اشارہ)

مسئلہ ۸۶: از کانپور فیل خانہ قدیم مسئولہ جناب مولٰنا مولوی سید محمد آصف صاحب قادری برکاتی رضوی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم (یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک) قبلۂ کونین وکعبۂ دارین دامت برکاتھم۔

اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی کی نئی نئی تعریف کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر نئے نئے انداز سے درود بھیجتے ہیں، اے اللہ کے محبوب کے حبیب! میری روح آپ پر قربان ہو دونوں جہان کے قبلہ اور دنیا وآخرت کے کعبہ ان کے فیوض وبرکات ہمیشہ رہیں۔ (ت)

بعد تسلیمات فدویانہ وتمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی التماس ایں کہ بفضلہ تعالٰی کمترین بخیریت ہے حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہِ احدیت سے مطلوب۔ اشتہار اسلامی پیام میں عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ "مسلمان ڈوب رہا ہے نامسلم تیراک ہاتھ دے تو جان بچانا چاہئے یا نہیں"، یوں

درج ہے کہ "مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو یا کوئی مسلمان فریاد رس خواہ کوئی درخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ" معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو اُن سے علاج بھی نہ کرائے لایالونکم خبالا (وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے ۔ ت) سے کیا مقصود ہے آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں اور ایک کافر کو غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لاینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم الی اٰخر الاٰیۃ (اللہ تعالٰی تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے جنگ نہیں کرتے الی آخر الاٰیۃ ۔ ت) کے متعلق لکھا ہے :

وقال اھل التاویل ھذہ الاٰیۃ تدل علی جواز البر بین المشرکین والمسلمین وان کانت الموالاۃ منقطعۃ[1]

(امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ) اہل تفسیر نے اس آیۃ کے متعلق فرمایا کہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہلِ شرک اور اہلِ اسلام کے درمیان حُسنِ سلوک کرنا جائز ہے اگرچہ موالات منقطع ہے (ت)

رسالہ الرضا بابت ماہ ذیقعدہ حصہ ملفوظات ص ۸۶ میں ہے :

"حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں سے خلق برتتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرمائی الخ"۔

بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھیرنا تو قصاصاً تھا کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبل نزول آیت یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین[2] (اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو ۔ ت) نرمی نہ فرماتے تھے اور کیا جو رجوع نہ لانے والے تھے اُن سے ہمیشہ بشدت پیش آتے تھے یا پہلے اُن سے بھی نرمی سے پیش آتے، کفار مختلف طبائع کے تھے اور ہیں بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے اور بعض کو بہت کم، کیا سب سے یکساں حکم ہے یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اُن سے حسب مراتب تدریجاً سختی کرنے کا حکم ہے اور محارب وغیر محارب کا فرق ہے۔ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے لیکن فتاوٰی کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ خلجان رہتا ہے حضور کے فتاوٰی میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہو جاتے ہیں لیکن

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

فتاوی ہندیہ جو قریب زمانہ کی ہے اس میں بھی نہیں ہے اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ نہ ہونے کے مرتدہ پر احکام شریعت نہیں جاری کئے جاسکتے مثل ضرب وغیرہ کے، لیکن جب وہ اسلام سے خارج ہوگئی تو نکاح کا باقی رہنا کیسا، کیا وہ ترکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعًا پائے گی اور اس کے مرنے پر اس کا جو پہلے شوہر تھا ترکہ اس کا شوہر پائے گا، اگر کفار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفار کا مقابلہ کیا جائے اور محارب کفار کو غیر محارب کے امداد سے نقصان پہنچایا جائے تو کیا گناہ ہے اسی "اسلامی پیغام" میں ہے "اب جو قرآن کو جھٹلائے وہ مشرک یا مرتد کو ڈوبنے سے نجات دینے والا حامی ومددگار جانے" کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں فقط والتسلیم عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم (اللہ تعالٰی اسے، اس کے والدین اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو حضور نبی کریم کے طفیل بخش دے، ان پر صلوٰۃ وسلام کا نزول ہو۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالٰی کے عظیم نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا ہے، ہم اللہ تعالٰی کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولانا گرامی! اللہ تعالٰی تمہاری عزت وتوقیر فرمائے تم پر سلام ہو اور اللہ تعالٰی کی برکت اور اس کی برکتیں ہوں (ت)

ارشادِ الٰہی یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا[1] (اے ایمان والو! اپنے سوا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ت) عام ومطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقًا ممنوع ہے اگرچہ امورِ دنیویہ میں ہو وہ ہرگز تا قدرِ قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللہ[2] ومن اصدق من اللہ قیلا[3] (فرمادیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا اور بات کرنے میں اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے۔ ت) سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث لاتستضیئوا بنار المشرکین[4] (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۹۵ [3] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[4] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں اُن سے مشورہ نہ لو اور اُسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابو یعلٰی مسند اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذٰلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم، یقول لاتستشیروھم فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلک فی کتاب اللہ تعالٰی ثم تلا ھٰذہ الاٰیۃ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم[1]

انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) شرک کرنے والوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔ فرمایا: ہم نہ سمجھے کہ اس کا مفہوم کیا ہے، یہاں تک کہ لوگ حسن بصری کے پاس گئے اُن سے اس کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے "اپنے کسی کام میں شرک کرنے والوں سے مشورہ نہ لو" حضرت حسن نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی: اے ایمان والو! اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی آیت کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اُس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھٰھنا غلامامن اھل الحیرۃ حافظ کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا قال اتخذت اذًا بطانۃ من دون المؤمنین[2]

حضرت عمر فاروق کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ یہاں حیرہ کا رہنے والا ایک غلام ہے جو حافظ اور کاتب ہے اگر آپ اس کو اپنے ہاں کاتب مقرر کردیں تو کیا ہی اچھا ہوگا، اس پر ارشاد فرمایا کہ پھر تو میں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر اس کافر کو اپنا رازدار بنالیا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں انھیں امورِ دنیویہ میں اُن سے مشاورت وموانست کو سبب نزول کریمہ اور اس سے

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۴/ ۳۸
شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۰

[2] تفسیر لابن ابی حاتم تحت آیۃ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ الخ حدیث ۴۰۳۸ مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۴۳

نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے رَد ٹھہرایا کہ :

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنا منھم انھم خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھٰذہ الاٰیۃ عنہ فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار وقال تعالٰی یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ومما یؤکد ذٰلک ماروی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من ذٰلک وقال اذا اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ النصرانی بطانۃ[1]

مسلمان اپنے دنیوی معاملات میں کافروں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور اُن سے موانست رکھتے تھے اس لئے کہ دونوں کے درمیان رضاعت اور قسمیں تھیں، پس مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ اگرچہ کافر دین میں اُن کے مخالف ہیں تاہم اسبابِ معاش وغیرہ میں اُن کے خیرخواہ ہیں، پھر اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اس آیۃ مذکورہ میں کافروں کے ساتھ دوستداری اور رازداری سے منع فرمایا، لہذا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اہلِ ایمان کے علاوہ غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت فرمائی، پھر یہ تمام کافروں سے نہی ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ اور اس کی اس روایت سے تاکید ہوتی ہے کہ جس میں یہ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک شخص عیسائی ہے اس کی یادداشت (قوتِ حفظ) بھی بڑی قوی ہے اور خط بھی خوبصورت (یعنی خوشنویس) ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنے ہاں اسے منشی مقرر کرلیں۔ ارشاد فرمایا پھر تو میں نے غیر مسلموں کو اپنا رازدار بنالیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس آیۃ مذکورہ کو اس پر دلیل ٹھہرایا کہ عیسائی کو رازدار بنانے کی ممانعت ہے۔ (ت)

اس سے جملہ انواعِ معاملت کیوں ناجائز ہوگئے، بیع وشراء اجارہ واستیجار وغیرہا میں کیا رازدار

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا بطانۃ الخ مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۲۰۹

بنانا یا اس کی خیرخواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دے جُوتا گنٹھوا لیا، بھنگی کو پیسہ دیا پاخانہ اٹھوا لیا بزاز کو روپے دے کپڑا مول لے لیا، آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے حربی و محارب ایک ہی ہے جیسے جدلی و مجادل، وہ ذمی و معاہد کا مقابل ہے، رازدار بنانا ذمی و معاہد کو بھی جائز نہیں، امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے، یونہی موالات مطلقہ جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی، ہاں صرف در بارہ بر و احسان ان میں فرق ہے معاہد سے جائز ہے کہ لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1] (اللہ تعالٰی تمہیں ان لوگوں سے (معاملات کرنے سے) نہیں روکتا جو دین میں تم سے جنگ نہیں کرتے۔ ت) اور حربی سے حرام کہ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2] (البتہ ان لوگوں سے تمہیں منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔ ت) عبارت کبیر منقولہ سوال کا یہی مطلب ہے یہی قول اکثر اہل تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و تعویل ہے، اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے خود کبیر میں زیر کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے:

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی[3]۔

اکثر ائمہ تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس سے اہل عہد مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، دو مقاتلوں اور کلبی کا یہی قول ہے۔ (ت)

ہم نے المحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب بنفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفٰی و نہایہ و فتح القدیر و بحر الرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی و فتح اللہ المعین و غنیہ ذوی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جوی زادہ و بدائع امام ملک العلما سے ثابت کیا حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیھم (کافروں اور منافقوں پر سختی کرو۔ ت) انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر اس ارشاد کریم پر عفو و صفح کو نسخ فرما دیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا،

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا[4]۔

فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے لہذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی دیواروں نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۸
[2] القرآن الکریم ۶۰/ ۹
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ لاینھٰکم اللہ الذین لم یقاتلوکم الخ مطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۳
[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ کریمہ واغلظ علیھم کو فرماتے ہیں:

نسخت ھذہ الاٰیۃ کل شیئ من العفو والصفح[1] — اس آیت کریمہ نے ہر قسم کی معافی اور درگزر کرنے کو منسوخ کردیا ہے (ت)

قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوتِ مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[2] — تم اہلِ ایمان سے عداوت کرنے میں سب سے زیادہ یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے (ت)

مگر ارشاد:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم و بئس المصیر[3] — اے نبی مکرم! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کیا کرو، اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (ت)

عام آیا اس میں سب کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتب ہونا اُس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انھیں وصفِ کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ مشعر اِن کے نفس کفر کی ہے نہ کہ عداوت مومنین کی، اور نفسِ کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملۃ واحدۃ (سارا کفر ایک ہی ملّت ہے۔ ت) ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم جاھد سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداءً کما افادہ فی البحرالرائق (پھر نفسِ نص ابتداءً ہی اُس سے متعلق نہیں (یعنی معاہد کو نص شامل ہی نہیں) جیسا کہ البحر الرائق میں یہ افادہ پیش کیا ہے۔ ت) تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصارٰی کا حکم یہود سے کم تر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔ ذمّی و حربی کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے حسبِ حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہُوئے مسخر کُتّے سے شکار میں، امام سرخسی نے شرح صغیر

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ واغلظ علیھم الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۳-۱۲۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

[3] " " ۹/ ۷۳

میں فرمایا:

والاستعانة باھل الذمة کالاستعانة بالکلاب[1] — ذمی کافروں سے مدد لینا سدھائے ہوئے کتوں سے مدد لینے کی طرح ہے۔ (ت)

اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم وصاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو، ان مباحث کی تفصیل جلیل "المحجة المؤتمنہ" میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لایالونکم خبالا (وہ کافر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ت) سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات میں بیع وشراء واجارہ واستیجار کی مثل ہے، ہاں اندرونی علاج جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یوں اعتماد کیا کہ ان کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا ولی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشادِ آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان وایمان وقرآن سب کا دشمن اور انھیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فانہ منھم[3] (وہ انھی میں سے ہے۔ ت) ہوگیا ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔

قال تعالٰی ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء[4] — (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی اُن کی طرح کافر ہو تو تم اور وہ ایک سے ہوجاؤ۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) ـــــ مگر الحمدللہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیب قرآن کی، بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہوں دکان پھیکی پڑے کھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو یوں

---

[1] شرح الجامع الصغیر للسرخسی (محمد بن احمد)
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ — [3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۳
[4] ؍؍ ؍؍ ۴/ ۸۹

بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے، اس میں تکذیب نہ ہوئی، پھر بھی خلافِ احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربرآوردہ مسلمان کو، جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں، وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمہ لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا[1] کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، و کریمہ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ[2] اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا، و حدیث مذکور لاتستضیئوا بنار المشرکین[3] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیلِ کار و مشیر بنانا ہوگا۔ امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

واشد فی القبح واشنع ما ارتکبہ بعض الناس فی ھذا الزمان من معالجۃ الطبیب والکحال الکافرین الذین لایرجی منھما نصح ولاخیر بل یقطع بغشھما واذیتھما لمن ظفرا بہ من المسلمین سیما اذا کان المریض کبیرا فی دینہ او علمہ[4]

یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آجکل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سیتے سے علاج کرانا، جن سے خیر خواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں اس کی بدسگالی کریں گے اور اسے ایذا پہنچائیں گے خصوصاً جبکہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔

پھر فرمایا:

انھم لایعطون لاحد من المسلمین شیئا من الادویۃ التی تضرھا ظاھرا لانھم لوفعلوا ذلک لظھر غشھم وانقطعت مادۃ معاشھم لکنھم یضیفون لہ من الادویۃ مایلیق

یعنی وہ مسلمان کو کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے کہ یوں تو ان کی بدخواہی ظاہر ہو جائے اور ان کی روزی میں خلل آئے بلکہ مناسب دوا دیتے اور اس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے جس میں ان کا نام ہو اور معاش خوب چلے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] " " ۹/ ۱۶

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

[4] المدخل لابن الحاج فصل فی المزین الکحال والطبیب الکافرین دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۱۴

بذلك المرض ويظهرون الصنعة فيه و
النصح وقد يتعافى المريض فينسب ذٰلك
الى حذق الطبيب ومعرفته ليقع عليه
المعاش كثيرا بسبب ماوقع له من الثناء
على نصحه فى صنعته لكنه يدس فى اثناء
وصفه حاجة لا يفطن لما فيها من الضرر
غالبا وتكون تلك الحاجة مما تنفع ذٰلك
المريض وينتعش منه فى الحال لكنه يبقى
المريض بعدها مدة فى صحة وعافية ثم
يعود عليه بالضرر فى اٰخر الحال وقد يدس
حاجة اخرى كما تقدم لكنه ان جامع
انتكس ومات وكذلك يفعل فى حاجة اخرى
يصح المريض بعد استعمالها لكنه اذا دخل
الحمام انتكس ومات وقد يدس حاجة
اخرى فاذا استعملها المريض صح وقام من مرضه
لكن لها مدة فاذا انقضت تلك المدة عادت
بالضرر عليه وتختلف المدة فى ذٰلك فمنها مايكون
مدتها سنة او اقل او اكثر الى غير ذٰلك من غشهم
وهو كثير ثم يتعلل عدو الله بان هذا مرض
اٰخر دخل عليه فليس له فيه حيلة فلو سلم
منه لعاش وصح ويظهر التاسف والحزن على
ما اصاب المريض ثم يصف بعد ذٰلك اشياء تنفع
لمرضه لكنها لا تفيد بعد ان فات الامر فيه فينصح
حيث لا ينفع نصحه فمن يرى ذٰلك منه يعتقد انه
انه من الناصحين وهو من اكبر الغاشين وقد قيل؎

اور اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال
مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے یا ایسی
دوا کہ اس وقت مرض کھو دے مگر جب مریض
جماع کرے مرض لوٹ آئے اور مر جائے یا
ایسی کہ سردست تندرست کر دے مگر جب
حمام کرے مرض پلٹے اور موت ہو یا ایسی کہ اس
وقت مریض کھڑا ہو جائے اور ایک مدت
سال بھر یا کم و بیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے
اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے اور بہت
طریقے ہیں - پھر جب مرض پلٹا تو اللہ کا دشمن
یوں بہانے بناتا ہے کہ یہ جدید مرض ہے اس
میں میرا کیا اختیار ہے اور مریض کی حالت پر
افسوس کرتا ہے پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے
مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی کیا فائدہ،
تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے جب اس سے
نفع نہیں، دیکھنے والے اسے خیر خواہ سمجھتے ہیں
حالانکہ وہ سخت تر بدخواہ ہے ؎

16

کل العداوۃ قد ترجی ازالتہا الا عداوۃ من عاداك فی الدین[1]

ہر عداوت کے ازالہ کی امید کی جاسکتی ہے سوائے اس شخص کے جو تیرے ساتھ دین میں عداوت رکھے۔

پھر فرمایا:

وقد یستعملون النصح فی بعض الناس ممن لاخطر لھم فی الدین ولا علم و ذٰلك ایضا من الغش لانھم لولم ینصحوا لما حصلت لھم الشھرۃ بالمعرفۃ بالطب ولتعطل علیھم معاشھم وقد یفطن لغشھم ومن غشھم نصحھم لبعض ابناء الدنیا لیشتھروا بذٰلك وتحصل لھم الحظوۃ عندھم وعند کثیر ممن شابھھم ویتسلطون بسبب ذٰلك علی قتل العلماء والصالحین وھذا النوع موجود ظاھر وقد ینصحون العلماء والصالحین وذٰلك منھم غش ایضا لانھم یفعلون ذٰلك لکی تحصل لھم الشھرۃ وتظھر صنعتھم فیکون سببا الی اتلاف من یریدون اتلافہ منھم وھذا منھم مکر عظیم[2]

یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے کہ ایسا نہ کریں تو شہرت کیسے ہو روٹیوں میں فرق آئے اور کبھی انکے فریب پر لوگ چرچ جائیں۔ یونہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شہرت اور اس کے نزدیک اور اس جیسوں کی نگاہ میں وقعت ہو پھر علما وصلحا کے قتل کا موقع ملے اور ایسے اب موجود و ظاہر ہیں اور کبھی علما وصلحا کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی فریب ہے کہ مقصود ساکھ بندھنی ہے، پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اسکی راہ ملنا اور یہ اُن کا بڑا مکر ہے پھر اپنے زمانے کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا رئیس نے کسی بات پر ناراض ہوکر اسے نکال دیا وہ خوشامدیں کرتا رہا یہاں تک کہ رئیس راضی ہوگیا کا فروقت کا منتظر رہا پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا۔ میں طبیب مغربی سے طب پڑھ رہا تھا لوگ انھیں بلانے آئے اُنھوں نے عذر کیا لوگوں نے اصرار کیا، گئے، اور مجھے فرما گئے میرے آنے تک بیٹھے رہنا، تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے، میں نے کہا خیر ہے، فرمایا میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا، معلوم ہُوا کہ وہ رئیس کا کام تمام کرچکا، میں اندر نہ گیا کہ ایک تو اس کے بچنے کی امید نہیں

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی المزین وسائس الطبیب الکافر دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۶-۱۱۵
[2] " " " " " " " " " " ۴/ ۱۷-۱۱۶

پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمے نہ رکھ دے رئیس کل تک نہ بچے گا، وہی ہوا کہ صبح تک اس کا انتقال ہوگیا، پھر فرمایا کہ بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں کہ جو نسخہ وہ بتائے مسلمان کو دکھالیں، یوں اس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے۔

فرمایا:

وهذا ليس بشئ ايضا من وجوه الاول ان المسلم قد يغفل عن بعض ما وصفه الثانی ما فيه اقتداء الغير به الثالث ما فيه الاعانة لهم على كفرهم بما يعطيه لهم الرابع ما فيه ذلة المسلم لهم الخامس ما فيه تعظيم شانهم سيما ان كان المريض رئيسا وقد امر الشارع عليه الصلوٰة والسلام بتصغير شانهم وهذا عكسه[1]

یہ بھی بوجوہ کچھ نہیں۔ ایک تو ممکن کہ جو دوا کافر نے بتائی اُس وقت مسلمان طبیب کے خیال میں اس کا ضرر نہ آئے پھر اس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے، فیس وغیرہ جو اسے دی جائے وہ اس کے کفر پر مدد ہوگی، مسلمان کو اس کے لئے تواضع کرنی پڑے گی، علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی خصوصًا اگر مریض رئیس تھا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انکی تحقیر کا حکم دیا اور یہ اس کا عکس ہے۔

پھر فرمایا:

ثم مع ذٰلك ما يحصل من الانس والود لهم وان قل الامن عصم الله وقليل ما هم وليس ذٰلك من اخلاق اهل الدين[2]

پھر ان سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اس سے ان کے ساتھ انس اور کچھ محبت پیدا ہوجاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی سوا اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے اور وہ بہت کم ہیں اور کافر سے انس اہلِ دین کی شان نہیں۔

پھر فرمایا:

ومع ذٰلك يخشى على دين بعض من يستطبهم من المسلمين[3]

ان سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی ان سے علاج کروانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی المزین وسائس الطبیب الکافر دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۱۶-۱۱۷

[2] و [3] المدخل " " " " " " " " " " " ۴/ ۱۲۰

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُن کے یہاں بیماری ہوئی مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا، انھوں نے اسے بلایا، وہ علاج کرتا رہا، ایک دن اسے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہتا ہے کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین قدیم ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہیے، اور یونہی کیا کیا بکتا رہا، یہ ترساں ولرزاں جاگے اور عہد کرلیا کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں بھی وہ جہاں ملتا یہ اوٗر راہ ہوجاتے کہ مبادا اس کا وبال انھیں پہنچے، امام فرماتے ہیں:

فهذا قد رحم بسبب انه كان معتنى به فيخاف من استطبهم ولم يكن معتنى به ان يهلك معهم ولو لم يكن فيه الا الخوف من هذا الامر الخطر لكان متعينا تركه فكيف مع وجود ما تقدم۔[1]

ان صاحب پر تو یوں رحمت ہوئی کہ زیرِ عنایت تھے جو ایسا نہ ہو اور اُن سے علاج کرائے اُس پر خوف ہے کہ اُن کے ساتھ ہلاک ہوجائے اُن کے علاج میں اُس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تو اسی قدر سے اُس کا ترک لازم ہوتا نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گزرا۔

ان امام ناصح رحمہ اللہ تعالٰی کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں اور بالخصوص علمائے وعظمائے دین کے لئے زیادہ خطر کا مؤید امام رازی رحمہ اللہ تعالٰی کا واقعہ ہے علیل ہوئے ایک یہودی معالج تھا اچھے ہوجاتے پھر مرض عود کرتا کئی بار یونہی ہوا، آخر اسے تنہائی میں بلاکر دریافت فرمایا اس نے کہا اگر آپ سچ پوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں کہ آپ جیسے امام کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں، امام نے اسے دفع فرمایا، مولٰی تعالٰی نے شفا بخشی، پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی اور اس میں تصانیف کیں اور طلبہ کو حاذق اطبا کردیا اور مسلمانوں کو ممانعت فرمادی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں، یہود کے مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا اور لایالونکم خبالا تو عام کفار کے لئے فرمایا۔

عورت کا مرتدہ ہوکر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامۂ شروح وفتاوٰئے قدیمہ سب کے خلاف ہے اور سب کے موافق، خلاف ہے قول صوری کے اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول ضروری اور صوری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتوٰی مطلقا علٰی قول الامام (بالکل ظاہر اور واضح اعلان ہے کہ فتوٰی دینا علی الاطلاق امام کے قول پر ہے۔ ت) میں ملے گا کہ میرے فتاوٰی

---

[1] المدخل لابن الحاج فی فصل فی المزین وسائس الطبیب الکافر دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۲۰

جلد اوّل میں طبع ہوا اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علی گڑھ لکھا ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے باقی تمام احکام ارتداد جاری ہوں گے نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی نہ شوہر اس کا اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی ہو، نیز جب تک وہ اسلام لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔ عالمگیری منشا مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے:

لو اجرت کلمۃ الکفر علٰی لسانہا مغایظۃ لزوجہا او اخراجا لنفسہا عن حبالتہ او لاستیجاب المہر علیہ بنکاح متانف تحرم علٰی زوجہا فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنٰی شیئ ولو بدینار سخطت اورضیت ولیس لہا ان تتزوج الابزوجہا قال الہندوانی اٰخذ بہذا قال ابو اللیث وبہ ناخذ کذا فی التمرتاشی[1]

اگر کسی منکوحہ عورت نے اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کیا اپنے شوہر کو طیش دلاتے ہوئے یا اپنی ذات کو اس سے باہر کرنے کے لئے یا اس لئے کہ اس پر جدید نکاح سے مہر واجب ہو، تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی، پھر اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائیگا۔ اور ہر قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ بالکل کسی معمولی چیز سے دوبارہ اس کا نکاح پڑھادے اگرچہ ایک اشرفی ہی کیوں نہ ہو، چاہے عورت ناراض ہو یا راضی۔ اور عورت کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے۔ فقیہ ہندوانی نے فرمایا کہ میں اسی کو اختیار کرتا ہوں۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ یونہی تمرتاشی میں مذکور ہے۔ (ت)

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے:

صرحوا بتعزیرہا خمسۃ وسبعین وتجبر علی الاسلام وعلٰی تجدید النکاح بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولوالجیۃ[2]

فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ عورت کو پچھتّر کوڑے سزا دی جائے اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے اور بالکل معمولی مہر سے جدید نکاح کیا جائے جیسے کہ ایک اشرفی وغیرہ۔ اور اسی پر فتوٰی ہے ولوالجیہ۔ (ت)

یہ احکام اُسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہوگیا کہ ارتداد احدہما فسخ فی الحال

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۳۹
[2] درمختار ؍؍ باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

ف: رسالہ اجلی الاعلام فتاوٰی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، جلد اول کے صفحہ ۹۵ پر موجود ہے۔

(میاں بیوی دونوں میں سے کسی ایک کا اسلام سے روگردانی کرنا فوراً نکاح کو ختم کردیتا ہے۔ ت) پھر بعد عدت دوسرے سے اُسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی، اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی، کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے اور اس تجدید میں زبردستی ادنٰی سے ادنٰی مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی، مہر عوض بضع ہے اور معاوضات میں تراضی شرط **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ ان اکابر کے قول ماخوذ ومفتٰی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالٰی سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا بُعد نہیں، تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے اور شوہر پر حرام ہوجانا موجب زوال نکاح نہیں، بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہوجاتی ہے اور نکاح باقی ہے جیسے بحال نماز و روزہ رمضان واعتکاف واحرام وحیض ونفاس، یونہیں جبکہ زوجہ کی بہن سے نکاح کرکے قربت کرلے زوجہ حرام ہوگئی یہاں تک کہ اس کی بہن کو جُدا کردے اور اس کی عدت گزر جائے بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور نکاح زائل نہیں جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہوجائیں نکاح میں اصل خلل نہیں اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ (مسائل مذکورہ کی درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں صراحت کردی گئی الخ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(رسالہ "الرمز المرصف علی سوال مولٰنا السید اٰصف" ختم شد)

مسئلہ از وزیر احمد مدرس مہارانا ہائی اسکول اودے پور میواڑ ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

بُت یا تعزیہ کا چڑھاوا مسلمان کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان کے نزدیک بُت اور تعزیہ برابر نہیں ہوسکتے اگرچہ تعزیہ بھی جائز نہیں، بُت کا چڑھاوا غیر خدا کی عبادت ہے، اور تعزیہ پر جو ہوتا ہے وہ حضرات شہدائے کرام کی نیاز ہے، اگرچہ تعزیہ پر رکھنا لغو ہے، بُت کی پُوجا اور محبوبانِ خدا کی نیاز کیونکر برابر ہوسکتی ہے۔ اُس کا کھانا مسلمانوں کو حرام ہے اور اس کا کھانا بھی نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۸ محرم الحرام کو روافض جریدہ اُٹھاتے ہیں گشت کے وقت اُن کو اگر کوئی اہل سنّت وجماعت شربت کی سبیل لگا کر شربت پلائے یا اُن کو چائے، بسکٹ یا کھانا کھلائے اور اُن کی شمول میں کچھ اہلسنّت وجماعت بھی ہوں اور کھائیں پئیں، تو یہ فعل کیسا ہے اور اس سبیل وغیرہ میں چندہ دینا کیسا ہے؟

الجواب

یہ سبیل اور کھانا چائے، بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں جو تبرا ولعنت کا مجمع ہے ناجائز وگناہ ہیں اور اُن میں چندہ دینا گناہ ہے اور اُن میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم[1] وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2] وقال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کسی جماعت کو بڑھائے (اور اس میں اضافہ کرے) تو وہ انہی میں شمار ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھُوئے گی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

مسئلہ ۸۹ ازموضع مزنگ لاہور بڑا بازار مسئولہ اللہ دتہ زرگر ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع مزنگ لاہور میں فرقہ وہابیہ و دیوبندیہ نے اس بات پر بہت زور دے رکھا ہے بلکہ جابجا اشتہار جاری کئے ہیں کہ محرم شریف کے دنوں میں تعزیہ نکالنا اور سبیل لگانا اور گھوڑا نکالنا سخت گناہ ہے براہ مہربانی ان کی تردید فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

سبیل لگانا ضرور جائز ہے، دیوبندی ضرور گمراہ ہیں بے دین ہیں، البتہ تعزیہ ناجائز ہے، اور گھوڑا نکالنا نقل بنانا ہے اور اکابر کی نقل بنانی بے ادبی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰ خلیل الرحمٰن خاں صاحب رکن انجمن خادم الساجدین قاضی ٹولہ ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گاندھی کا جلوس جو آنے والا ہے اس کو لیڈر یعنی ہادی اور رہبر سمجھ کر اور یہ جان کر کہ اُس کا بڑا رتبہ بڑی عزت ہے اور اس کے آنے سے شہر کی خاک پاک ہوجائے گی اس کا استقبال شاندار بنانے کیلئے جانا کیسا ہے اور یہ جو بعض جاہلوں نے مشہور کیا ہے کہ کوئی کسی نیت سے جائے مطلقًا کافر ہوجائے گا یہ سچ ہے یا افترا؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اُس جلوس میں شرکت حرام ہے اور اُسے شاندار بنانے کی نیت بدخواہیِ اسلام ہے اور اسکی آمد سے شہر کی خاک پاک ہونے کا خیال تکذیبِ کلام ذی الجلال والاکرام ہے، اور صرف تماشا دیکھنے کی نیت سے جانا ہرگز کفر نہیں البتہ یہ بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے،

التفرج علی المحرم حرام[1] حرام کام پر خوش ہونا حرام ہے (ت)

یہ جس نے کہا کہ مطلقًا جانے پر حکم کفر ہے محض افترا کیا، البتہ ایسی تعظیم کو ائمہ نے کفر لکھا ہے جبکہ بلااکراہ ہو۔ اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار وغیرہ میں ہے،

لوسلّم علی الذمی تبجیلا کفر[2] اگر کسی نے ذمی کافر کی تعظیم کرتے ہوئے سلام دیا تو کافر ہوگیا (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱

[2] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

اُنھیں میں ہے:

لوقال لمجوسی یا استاد تبجیلا یکفر[1] — اگر آتش پرست کو عزت افزائی سے "اے استاد" کہا تو کافر ہوجائے گا۔ (ت)

جو صرف تماشا دیکھنے کو جائے اور شریکِ تعظیم نہ ہو اُسے کافر کہنا وہابیہ کا شیوہ ہے ان کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ ہنود کے میلوں میں جانے سے مطلقاً کافر ہوجاتا ہے اور بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے حالانکہ وہابیہ خود کافر ہیں، تماشائی کافر نہیں ہوسکتا البتہ گنہگار ضرور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۱: از شہر محلہ قانون گویاں مسئولہ دردی بیگ ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی شوکت علی اور مولوی محمد علی اور مسٹر گاندھی ان کے جلسہ میں جانا چاہئے کہ نہیں؟ اور جیسا حکم حضور دیں۔

الجواب

اس جلسہ میں جانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۲ تا ۹۴: از کراچی کیمپ (سندھ) صدر بازار مسئولہ سیٹھ حاجی ابوبکر و حاجی ایوب عفا اللہ عنہ رکن اعلٰی مجلس منتظمہ مدرسہ اسلامیہ جماعت میمنان ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علٰی رسولہ وحبیبہ سیدنا وسید المرسلین محمد واٰلہ الطیبین الطاھرین وصحبہ اجمعین۔ فامابعد

سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور درود وسلام اس کے رسول اور اس کے حبیب پر ہو جو ہمارے آقا اور رسول کے سردار ہیں جو کہ محمد کریم ہیں، اور اُن کی پاک صاف اولاد پر اور اُن کے تمام ساتھیوں پر۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان ومسند آرایان شرع متین حضرت سیدنا وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس باب میں کہ:

(۱) آج کل کی شورشہائے سیاسی میں ہندوستان کے اہل اسلام کو ارباب حکومت ہند سے شرعاً قطع علائق ضروری ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو کس حد تک؟

(۲) نیز ایک ایسے صوبہ میں جس کی قریباً پچاسی فیصدی آبادی اسلامی فلاحین اور کاشتکاروں

---

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

پر مشتمل ہے جن کے سالانہ محاصل اراضی کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وصولی کرکے پھر سے حصہ رسدی اور بلا تفریق مذہب وملت مدارس مروجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے، آیا اس حصہ رسدی امداد سے جو ایک طرح سے اپنی ہی رقم ادا کردہ کا حصہ واپس کردہ ہے استفادہ کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، خصوصاً ایسے مدارس و مکاتب کیلئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں اور جن کے دینی و مذہبی شعبۂ تعلیم پر ارباب حکومت ہرگز کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کے نصابِ تعلیم کا سرکاری حصہ مروجہ تعلیم بھی کسی خفیف سے خفیف شائبۂ موانع شرعیہ سے جزءًا و کلاً پاک ہے مثلاً کلام مجید، حدیث شریف، فقہ حنفیہ وغیرہ کی تعلیم و تدریس کی پوری پوری آزادی کے پہلو بہ پہلو صرف علومِ مروجہ مثل ریاضیات، تاریخ، جغرافیہ اور کتب اردو بھی اس اہتمام خاص کے ساتھ پڑھانے کی اجازت ہے کہ بجائے مقررہ مدارس گورنمنٹ کے کتب اسلام پڑھائی جائیں جن کا بیشتر حصہ ارکان خمسہ اسلامی تشریح و توضیح سے مملو اور خالص و مستند اسلامی تاریخ مثل سریات و غزواتِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معمور ہے اس امداد سے متمتع ہونا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) نیز بصورتِ جواز جو شخص (مسلمان) محض مشرکین ہنود سے خراجِ تحسین و آفرین حاصل کرنے کے لئے ایسے اسلامی مدارس کے لئے جن میں غریب و مفلس و کم استطاعت طلباء اور مساکین و یتامٰی کی تعلیم و تدریس دینی و دنیوی کا اہتمام مفت ہوتا ہو اور انھیں سال بھر میں دوبار سرد و گرم پوشاکیں بمناسبت موسم مفت بہم پہنچائی جاتی ہیں اور محض اللہ پاک کے بھروسہ پر اور کافی امدادی فنڈ کے بل بوتے پر ہی ان کی رہائش و خورش کا انتظام مناسب بھی زیر غور ہے، نیز ان بیکس طلباء کو آئندہ اپنی تعلیمات دینی و دنیوی کے اس اہتمام کے یعنی اہتمام پابندی جملہ اشعار اسلامی کے ساتھ جاری رکھتے ہیں للہ اور محض حبۃً لوجہ اللہ ہر طرح کی ممکن امداد دی جاتی ہے اسی امداد سرکاری سے دست کشی پر مجبور کرکے اسے نقصان صریح پہنچانا چاہتا ہو محض بایں خیال کہ چونکہ بعض مشرکین ہنود اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ شرعاً بھی ناجائز ہے، اس کے باب میں شرعاً کیا رائے ان کی درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) حکومت ہو یا رعیت ہند کی ہو یا کہیں کی، ہر شخص سے جتنا تعلق حدود شرع سے باہر نہیں اپنے تنوع احوال پر جائز یا مستحسن یا فرض ہے اور جو کچھ حد سے باہر ہو باختلاف احوال مکروہ یا ممنوع یا حرام ہے یہ حکم جیسا پہلے تھا اب بھی ہے جدید شورشوں نے جو نئے احکام جاری کئے بے اصل ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جو مدارس ہر طرح خالص اسلامی ہوں اور اُن میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو اُن کا جاری رکھنا موجب اجرِ عظیم ہے احادیث کثیرہ اُن کے فضائل سے مملو ہیں، ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ

اگر اپنے پاس سے امداد کرتی بلاشبہہ اُس کا لینا جائز تھا اور اُس کا قطع کرنا حماقت خصوصاً جبکہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سدباب خیر تھا اور مناع للخیر پر وعید شدید وارد ہے نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو، اب دوہری حماقت بلکہ دونا ظلم ہے کہ اپنے مال سے اپنے دین کو نفع پہنچانا بند کیا اور جب وہ مدارس اسلامیہ میں نہ لیا گیا گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دے گی تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہو بلکہ اورکسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہو، کیا کوئی مسلم عاقل اسے گوارا کرسکتا ہے۔ ردالمحتار میں قبیل باب المرتد ہے:

وفی اواخر الفن الثالث من الاشباہ اذا ولی السلطان مدرسالیس باھل لم تصح تولیتہ وفی البزازیۃ السلطان اذا اعطی غیر المستحق فقد ظلم مرتین بمنع المستحق واعطاء غیرہ اھ ففی توجیہ ھذہ الوظائف لابناء ھٰؤلاء الجھلۃ ضیاع العلم والدین واعانتھم علی اضرار المسلمین[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

الاشباہ والنظائر کے تیسرے فن کے آخر میں ہے کہ اگر بادشاہ کوئی ایسا پڑھانے والا استاد مقرر کرے کہ جو قابل نہ ہو تو اس کا تقرر کرنا صحیح نہیں۔ اور فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ جب بادشاہ کسی غیر مستحق کو کچھ دے تو اس نے دُگنا ظلم کیا، ایک یہ کہ مستحق کو نہ دیا، دوسرا یہ کہ غیر مستحق کو دے دیا (اھ) پس یہ وظائف اس قسم کے جاہلوں کو دینا علم اور دین کو ضائع کرنا ہے، اور مسلمانوں کو دُکھ پہنچانے پر اُن کی مدد کرنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) ظاہر ہے کہ اُس کی یہ رائے باطل ومضر ہے اور مشرک کے کہنے کو شرع کا حکم ماننا سراسر خلافِ اسلام ہے احمق جاہلوں نے آج کل مشرکین کو اپنا خیر خواہ سمجھ رکھا ہے، اور یہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لایالونکم خبالا ودوا ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[2]۔

وہ تمھاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو بے شک عداوت اُن کے منہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو اُن کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بے شک ہم نے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمھیں سمجھ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۸۱

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۱

مسئلہ ۹۵ تا ۹۷ از سندیلہ ضلع ہردوئی مکان چودھری نبی جان صاحب مرسلہ مولوی مقیم الدین صاحب دامانی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وطریقت اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ رابطہ شیخ بدعت اور شرک ہے اور نماز میں کفر ہے۔ اور مکتوب ۳۰ جلد ثانی مکتوبات امام ربانی صاحب کی یہ تاویل کرتا ہے کہ وہ حالت بے اختیاری کی تھی اور بے اختیاری خیال نماز میں جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ مذہب فرقہ اسمٰعیلیہ کا ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ قول زید کا حق ہے یا عمرو کا؟ اگر قول عمرو کا حق ہے تو حکم کفر مطابق حدیث شریف زید پر عائد ہوگا یا نہیں؟ اور زید پر تعزیر شرعی آئے گی یا نہیں؟ زید چونکہ علم سے ناواقف ہوکر فتوٰی دے بیٹھا تو مورد حدیث فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] (پھر انہوں نے بغیر علم فتوٰی دیا تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ت) کا ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا کامل ظاہر ہو کہ جس کے فیض سے علاوہ فوائد دینی و دنیوی کے صدہا لوگ نمازوں میں روتے نظر آئیں اگر کوئی اس فیض کو روکنے کی کوشش کرے تو مورد ویصدون عن سبیل اللہ[2] (اور وہ دوسروں کو اللہ تعالٰی کے راستہ سے روکتے ہیں۔ ت) کا ہوگا یا نہیں؟

دوسرا امر یہ کہ علماء سابق کہ جن کا تقوٰی اور تبحر علمی شہرۂ آفاق تھا انہوں نے مسائل اختلافیہ فقہیہ میں ایک جانب کو راجح سمجھ کر عوام میں رائج اور شائع کردیا اور عوام میں بلحاظ فتنہ وفساد اس اختلاف کو ظاہر نہ کیا' اب اس زمانہ میں بعض علماء نے دوسری جانب کو عوام میں شائع کرکے فتنہ اور فساد میں ڈال دیا کہ اول تو عوام کہنے لگے کہ ہم کس کس مولوی کی مانیں کہ کوئی مولوی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ دوسرا علمائے سابق کہ تقوٰی اور تبحر علمی میں مشہور تھے ان پر الزام غلطی کا لگا کر ضمناً راستہ جہنم کا دکھایا۔

تیسرے پہلے تو ذبح قبور اور ذبح فرق العقدہ اور ضاد ظا اور سنت فجر وغیرہ میں جھگڑا کرکے اپنا اعتبار جمایا پھر رفع یدین اور جہر آمین تک بھی پہنچیں گے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے، تو جب ان علماء سابق سے تقلید چھڑائی حالانکہ ان کے دلائل ترجیح کی کتابوں میں موجود ہیں کہ بعضے رسالہ صیقل میں راقم نے ذکر کئے ایسا ہی بڑے اماموں سے بھی تقلید چھڑا کر اپنا مقلد بنا کر چھوڑیں گے تو ایسے مولویوں کا کیا حکم ہے؟

المستفتی خاکسار محمد مقیم الدین دامانی

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۵

الجواب

دربارہ رابطہ قولِ عمرو حق ہے اور قولِ زید سراسر باطل۔ رابطۂ شیخ بلاشبہہ جائز و مستحسن و سنتِ اکابر ہے، فقیر کا رسالہ الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ اسی مسئلہ کے بیان میں ہے۔ عبارتِ مکتوبات کی تاویل کہ زید نے کی، تاویل نہیں، تحویل و تبدیل ہے۔ اور اسے شرک و کفر کہنا مسئلۂ وہابیت ہے، اور وہابیہ خود مشرک و کافر ہیں۔ کسی شخص مسلم پر بلاوجہ شرعی حکمِ تکفیر بحسب ظواہر احادیثِ صحیحہ و نصوصِ صریحۂ جمہور فقہاء، خود قائل کے لئے مستلزمِ کفر ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما[1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو "او کافر" کہے تو وہ کفر دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹ پڑتا ہے۔ (ت)

اور اس پر ضرور تعزیرِ شرعی لازم کہ حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے سلطانِ اسلام یا اس کے مقرر کردہ حکام ضرب و حبس سے قتل تک اُسے تعزیر دے سکتے ہیں، تعزیر ہم لوگوں کے ہاتھ میں نہیں، ہمارے پاس اسی قدر ہے کہ اس سے میل جول سلام کلام ترک کریں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]، وقال تبارک وتعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گمراہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

بے علم فتوٰی دینے والا اگر کچھ جاہلوں کا مقتدا ہو تو ضرور حدیث فضلوا واضلوا (وہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔ ت) کا مصداق ہے، آپ بھی گمراہ ہُوا اور انہیں بھی گمراہ کرے گا کہ صدرِ حدیث یوں ہے:

اتخذ الناس رؤسا جھالا

لوگوں نے جاہل سرداروں کو (سربراہ) بنالیا پھر

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء " " " ۱/ ۱۰

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1] ان سے اسلامی مسائل دریافت کئے گئے تو انھوں نے بے علمی سے فتوے دیئے، خود بھی بھٹک گئے اور دوسروں کو بھی بھٹکا دیا۔ (ت)

اور اگر مقتدائے دیگران نہ ہو تو اس حدیث سے کسی حال بچ کر نہیں جا سکتا کہ:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[2] جو بغیر علم کے فتوٰی دے آسمان وزمین کے فرشتے اُس پر لعنت کریں۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) نماز میں حضور قلب وخشوع وخضوع مغز مقصود و اعز مطلوب ہے اگر واقعی کسی کامل کے فیض سے حاصل ہو جو شرائط اربعہ مشیخت کا جامع ہے تو اس سے روکنے والے بیشک فصدوا عن سبیل اللہ[3] (پھر وہ اوروں کو اللہ تعالٰی کی راہ سے روکتے ہیں۔ ت) کے مصداق ہیں باطل یا ضعیف یا مشکوک مسائل پھیلا کر مسلمانوں میں اختلاف وفتنہ وفساد ڈالنا حرام ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بشروا ولا تنفروا[4] بشارت دیا کرو، نفرت نہ دلایا کرو (ت)

جو بنام علم کسب شہرت کے لئے ایسا کرے عالم نہیں۔ عالم دین نائب رسول ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی اختلاف وفتنہ پیدا کرنا نیابت شیطان۔ حدیث میں ہے:

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[5] فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

[2] کنز العمال حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳

[3] القرآن الکریم ۵۸/۱۶

[4] صحیح البخاری کتاب العلم ما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[5] کشف الخفاء حرف الفاء حدیث ۱۸۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۷۷

مسئلہ ۹۸: از قصبہ مالیگاؤں ضلع ناسک احاطہ بمبئی مسئولہ سیکریٹری انجمن ہدایت اسلام ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

بحضور ہادیٔ متین مدظلہ العالی پس از سلام سنّت والاسلام ہم چند دردمند مسلمانانِ قصبہ مالیگاؤں خدمتِ اقدس میں عرض پرداز ہیں کہ آیا گاندھی کو مہاتما کہنا جائز ہے؟ نان کوآپریشن میں ہم شریک ہوں یا نہیں، اور ہمارے مدرسہ میں گورنمنٹ سے گرانٹ ملتی ہے آیا ہمارے لئے اس کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ بات واضح رائے عالی رہے کہ گورنمنٹ مالگزاری کے ساتھ بطریق ابواب ہم لوگوں سے بنام تعلیم، ڈاکخانہ، سڑک، شفاخانہ وغیرہ وغیرہ روپیہ وصول کرلیتی ہے تو یہ روپیہ ہمارا ہی ہے جو ہم کو ملتا ہے، زیادہ ادب!

الجواب

گاندھی خواہ کسی مشرک یا کافر یا بدمذہب کو مہاتما کہنا حرام اور سخت حرام ہے۔ "مہاتما" کے معنی ہیں رُوحِ اعظم۔ یہ وصف سیّدنا جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ مخالفانِ دین کی ایسی تعریف اللہ عزّوجل و رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذٰلك العرش[1]۔ رواہ ابویعلٰی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزّوجل غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔ (ابویعلٰی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس سے اس کو روایت کیا۔ اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

جب فاسق کی مدح پر یہ حکم اس مشرک کی مدح پر اور ایسی عظیم مدح پر کیا حال ہوگا، نان کوآپریشن کہ آجکل کے لیڈر بننے والوں نے نکالا محض بے بنیاد ہے، شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ موالات کا حکم ہے، مجوس ہوں یا ہنود، نصارٰی یا یہود، خصوصاً وہابیہ وغیرہم مرتدین عنود، اور عام طور پر صاف ارشاد ہوا:

لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ ابی بن عبداللہ الرقی دار الفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷
شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

ذٰلك فلیس من اللّٰہ فی شیئ [1] علاقہ نہیں۔

اور صاف تر فرمادیا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم [2] جو تم میں اُن سے دوستی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

ان ساختہ لیڈروں نے معاملت کا نام موالات رکھ کر اُسے تو مطلقًا حرام بلکہ کفر ٹھہرادیا اور مشرکوں سے موالات بلکہ اتحاد بلکہ اُن کی غلامی وانقیاد کو حلال بلکہ موجبِ رضائے الٰہی بنالیا ہر طرح اللہ و رسول و شریعت پر سخت افترا کیا، جس مدرسہ میں تعلیم خلافِ شرع ہوتی ہو یا اور کسی طرح مخالفتِ شرع ہو وہ خود ہی ناجائز ہے اور ناجائز پر امداد لینی بھی ناجائز، ورنہ جو امداد نہ کسی امر خلافِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو اس میں حرج نہیں خصوصًا جبکہ ہمارا ہی روپیہ ہم کو دیا جاتا ہے اُسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون [3] جو لوگ اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی بامُراد نہیں ہوسکتے۔ (ت)

مسائل موالات و امداد کے روشن بیان میں ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ زیرِ طبع ہے[عہ] اُس سے تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹

از امروہہ محلہ گذری مسئولہ سید خادم علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طرف تو خلافت اسلامیہ کے دردناک مصیبت میں عالم اسلامی گھرا ہوا ہے اور مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور دوسری طرف ہندوستان کے بعض مقامات پر مرزائیوں کا بعض مقامات پر شیعوں کا زور بڑھ رہا ہے وہ لوگ اہلسنت وجماعت سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اور عوام کو بہکا کر اور مطاعنِ مذہب سنا سنا کر اکثر کو مذہب میں متشکک اور بعض کو بالکل برگشتہ بنا رہے ہیں اور اس مقصد کے لئے اُن کے یہاں بہت سی انجمنیں

عہ فتاوٰی رضویہ کی جلد ۱۴ میں شاملِ اشاعت کر دی گئی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[3] " " ۱۰/ ۶۹

قائم ہیں اور بہت سے رسائل موقت وشیوع وجاری ہیں ہزاروں روپیہ ماہوار وہ لوگ ان کاموں میں صرف کر رہے ہیں، آیا اس وقت بحالتِ موجودہ اہلسنت کو وعظ کی مجالس قائم کرکے عوام کے خیالات کو صاف کرنے اور اُن کو شکوک وشبہات سے بچانے کی غرض سے اُن کا جواب دینا اور رَدکرنا اور اگر فریق ثانی مباحثہ پر آمادہ ہو اور مطالبہ کرے تو اس کا انتظام کرنا چاہئے یا نہیں؛ اور اگر چاہئے تو یہ کام فرض ہے یا واجب؟ مستحب ہے یا ناجائز؟ اور اگر زمانہ حال کا لحاظ کرکے اس طرف سے چشم پوشی کی جائے تو یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعض ایسے مخصوص مقامات پر جہاں اُن لوگوں کا زور ہے ان کی مدافعت کے لئے دو ایک ٹوٹی پھوٹی انجمنیں بھی قائم ہیں اور وہ کبھی کبھی ان کا رَد کرتی ہیں، اب اُن انجمنوں کا قائم رکھنا اور مدافعت کرتے رہنا چاہئے یا اُن کاموں کو ترک کر دینا چاہئے اور اس وقت ان امور میں روپیہ صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لیڈرانِ قوم جن میں کچھ مولوی بھی ہیں جو آج کل مسئلۂ خلافت میں بڑے بڑے کام کر رہے ہیں زمانہ موجودہ میں کسی رَد وجواب اور بحث مباحثہ کو اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی کاموں میں اشتغال کو مسئلہ خلافت کے اہتمام میں مخل خیال فرماکر ناجائز فرماتے ہیں، اُن کی یہ رائے صحیح اور اُن کا یہ حکم قابلِ پابندی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خذلہم اللہ تعالٰی اجمعین (اللہ تعالٰی ان کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ ت) مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا[1] میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا، نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی کا کام ہوسکتا ہے، جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحقِ عذابِ نار وغضبِ جبّار ہوتے ہیں، اُدھر ہندو سے وداد واتحاد منایا، ادھر روافض ومرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سدِ فتنہ ناجائز ٹھہرایا، غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھُری حلال کر دیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں واللہ لایھدی القوم الظّٰلمین[2] (اور اللہ تعالٰی ظالم لوگوں کو راہ نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۵
[2] 〃 〃 ۲/ ۲۵۸

17

دکھاتا۔ت) مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گروں، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں۔ ان پر فرض ہے کہ روافض ومرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سدِّ باب کریں۔ وعظِ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعتِ رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں۔ حسبِ استطاعت اس فرضِ عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما ظھرت الفتن او قال البدع فلیظھر العالم علمه ومن لم یفعل ذٰلك فعلیه لعنة اللہ والملئكة والناس اجمعین لایقبل اللہ منه صرفا ولا عدلا۔[1]	جب ظاہر ہوں فتنے یا فساد یا بدمذہبیاں اور عالم اپنا علم اس وقت ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے، اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والے پر یہ لعنتیں ہیں تو جو خبیث اُن کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب ولعنتِ اکبر ہوگی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	اور ظالم جلدی جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰ تا ۱۰۲: از راجکوٹ کاٹھیاوار مسئولہ قاضی سید عبدالاول میاں صاحب سُنّی حنفی ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو مشرک کا لیکچر مسجد میں ہو اور سُننے کو مشرک اور مسلمان مسجد میں جمع ہوں اور تالی اور بجے اور اللہ اکبر کے نعرے بلند کریں، تو آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ یہ جائز ہے اور علمائے دین نے فتوٰی دیا ہے، اس باعث دہلی وغیرہ شہروں میں ایسا ہوا ہے۔

(۲) اور اس روز جمعہ تھا تو جائے نماز اور مصلّے وغیرہ بچھے ہوئے تھے اور اس کے اوپر کھلے پیر پھرنے والے مشرک پیر دھوئے بغیر پھرتے رہے تو اب یہ جائے نماز اور مصلّے دھو کر پاک کئے جائیں یا نہیں؟

(۳) اور مولوی شوکت علی ومحمد علی اور گاندھی وغیرہ خلافت کے نام کا جو چندہ کر رہے ہیں اس چندہ میں

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۲۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۱ وصحیح البخاری ۲/ ۱۰۸۴
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

روپیہ دیا جائے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

(نوٹ) یہاں پر راجکوٹ میں ایک گاندھی کا چیلا آیا ہوا ہے اور لکچر کرکے ہنود مشرک اور مسلمان کو ایک کرنا چاہتا ہے اور مسلمان کثرت سے شامل ہورہے ہیں اور مالی امداد بھی دے رہے ہیں، اور آئندہ بھی خوف ہے کہ مسجد میں لکچر ہوں گے، للہ آپ بہت جلد اس مسئلہ کا جواب مرحمت فرمائیں تاکہ اس خرافات کا بندوبست ہو۔

الجواب

(۱) یہ حرام حرام سخت حرام ہے توہینِ مسجد ہے، تعظیمِ مشرک ہے، تذلیلِ اسلام ہے۔ جہاں ہوا ابلیس کے فتوے سے ہوا کسی مسلمان عالم نے اس کے جواز کا فتوٰی نہ دیا، اور جو پابندیِ اسلام سے آزاد اور کفر وابلیس کے غلام ومنقاد ہوں نہ وہ قابلِ فتوٰی نہ ان کے بکنے پر التفات روا۔ والتفصیل فی المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ (اس کی تفصیل رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ فی اٰیۃ الممتحنۃ میں بیان کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) کُتا اگر جانماز پر چلا جائے اور اس کے پاؤں اور جانماز دونوں خشک ہوں تو بالاتفاق اس کا دھونا لازم نہیں آتا تو مشرکوں کے یوں پھرنے سے مسجد کی توہین ضرور ہوئی مگر مصلّے ناپاک نہ ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) گاندھی کو امام بنانا ہندوؤں مشرکوں سے اتحاد منانا سخت سے سخت حرام وکبیرہ ودشمنیِ اسلام ہے، اسلام کی بیخکنی کے لئے چندہ دینا کسی مسلمان کا کام نہیں۔

قال اللہ تعالٰی فسینفقونہا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون[1] یعنی اس وقت تو مال دے رہے ہیں پھر قیامت میں اس دینے کی حسرت اٹھائیں گے ہاتھ چبائیں گے کہ مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی سر پر لیا پھر مغلوب ومقہور کرکے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

ترکوں کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کا نام دھوکے کی ٹٹی بنا رکھا ہے، صاف چھاپ چکے ہیں کہ اگر ترکی مسئلہ حسبِ خواہش فیصل بھی ہوجائے جب بھی ہماری یہ کوشش برابر جاری رہے گی جب تک گنگا جمنا کی مقدس زمینیں آباد نہ کرالیں، صاف چھاپ چکے ہیں کہ اگر ترک بھی ہندوستان پر چڑھ آئیں تو ہم اُن سے بھی لڑیں گے تو اصل غرض ہندوؤں کی بجے منانا اور گنگا جمنا کی زمینوں کو مقدس کرانا ہے ایسی کفری غرض کے لئے چندہ دینا اسلام کی دشمنی اور اللہ واحد قہار کی سخت ناراضی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۶

مسئلہ ۱۰۳ ضلع بھاگلپور ڈاک خانہ سبور موضع ابراہیم پور مسئولہ محمد شریف عالم صاحب
۵ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید، عمرو، بکر تین اشخاص ہیں جن کی تعریف ذیل میں درج ہے:

(۱) زید ایک وہابی کافر مرتد شخص ہے۔

(۲) عمرو ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے لیکن زید مذکور کے مکان پر جاتا آتا ہے، اس سے ہم کلام ہوتا اور اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے لیکن زید مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے بلکہ اُس سے عقیدۃً نفرت رکھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا، ایسی صورت میں کیا عمرو بھی مثل زید کے عندالشرع وہابی کافر مرتد ہوجائے گا یا صرف فاسق گنہگار ہوگا یا کچھ بھی نہیں؟

(۳) بکر ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے اور زید مذکور کے نہ مکان پر آتا جاتا، نہ اس سے گفتگو کرتا نہ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے نہ زید مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے بلکہ اُس کو کافر مرتد سمجھتا اُس کے کفر میں شک نہیں کرتا اُس سے نفرت دینی و دنیوی ہر دو پہلو رکھتا ہے ہاں عمرو مذکور سے جو پکا سُنّی صحیح العقیدہ ہے راہ ورسم رکھتا ہے اس سے ہم کلام ہوتا ہے اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے اس کے گھر پر جاتا آتا ہے، ایسی صورت میں کیا بکر مذکور مثل زید کے عندالشرع وہابی کافر مرتد ہوجائیگا یا صرف فاسق گنہگار رہوگا یا نہ وہابی اور نہ فاسق ہوگا بلکہ مسلمان صحیح العقیدہ رہے گا۔

صورت مذکورہ بالا ۲ و ۳ کا جواب بالتفصیل ارقام فرمائیں۔

الجواب

صورتِ مذکورہ میں عمرو و بکر دونوں سُنّی مسلمان ہیں اُن میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔

وقد قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

اور بکر کا عمرو سے ملنا اگر بربنائے مصلحت شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا چھوڑ دے تو حرج نہیں ورنہ نامناسب ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ بکر کوئی اعزاز علمی و دینی رکھتا ہو کہ ایسے کو فاسق سے بے ضرورت اختلاط مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشھور المقتدی[1] الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین ایدی الناس ولو کان رجلا لایعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ من غیر اثم فلا باس بہ کذا فی الملتقط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو شخص مشہور ہو اور لوگوں کا پیشوا ہو اُسے اہل باطل اور صاحب شر لوگوں سے میل ملاپ رکھنا مکروہ ہے، ہاں اگر قدرے ضرورت کی اجازت ہے کیونکہ لوگوں میں اس کی شان معظم ہے لیکن اگر کوئی شخص غیر معروف ہو تو اس سے مصالحت رکھنا تاکہ اپنی ذات سے بغیر گناہ ظلم کا دفاع ہوجائے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴: از شہر محلہ ذخیرہ چاہ چڑیماراں مسئولہ شمشیر علی قادری رضوی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

حضور پُرنور اعلحضرت قبلہ وکعبہ دام برکاتہم، حضور! یہ جلسہ وہابیوں کا جو ۲۴، ۲۵، ۲۶ مارچ کو متصل مسجد نو محلہ ہونے والا ہے اس میں اہلسنت وجماعت خصوصاً حضور کے مریدین کو جلسہ مذکور میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز؟ اہل وہابیہ وہاں جائیں گے، ایسے جلسے میں جہاں وہابی ہوں ہم اہلسنت وجماعت کو جانا جائز ہے یا ناجائز؟ امید کہ حضور اپنے مُہر اور دستخط سے مشرف فرمائیں تاکہ ہم اہل السنت والجماعت شریک ہونے سے پرہیز کریں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

شمشیر علی قادری رضوی محلہ ذخیرہ چاہ چڑیماراں بریلی نیاز محمد رضوی شمس الحسن رضوی ذخیرہ

الجواب

وہ کہ وہابیہ و دیوبندیہ ومخالفانِ دین وغلامانِ مشرکین کا جلسہ ہو اس میں سُنّی کو شرکت کیسے حلال ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔[2]

اُن سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے متوسلین کو بالخصوص تاکید ہے کہ یک لخت ایسے لوگوں سے دُور رہیں تاکہ اپنے رب جل وعلا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نزدیک رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵ تا ۱۲۴ از بدایوں مرسلہ عبدالماجد از نام حبیب الرحمن ۱۲ رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) خلافتِ ترک صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) خلیفۃ المسلمین سے بغاوت کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے آیا اُس باغی سے قتال واجب ہے یا نہیں؟

(۳) بادشاہِ اسلام سے کوئی غیر مسلم حکومت جنگ کرے ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر جس طرح ممکن ہو بادشاہ کی اعانت اور حکومت کو نقصان پہنچانا فرض ہے یا نہیں؟

(۴) اہلِ اسلام کو جائز ہے یا نہیں کہ خلیفہ کے مقابلے میں کفار نصارٰی کی مالی امداد کریں۔

(۵) مسلمانوں پر یہ حرام ہے یا نہیں کہ حکومت نصارٰی کی فوج میں ملازم ہو کر اپنے برادران اسلام سے مقابلہ ومقاتلہ کریں۔

(۶) شرعاً اُن لوگوں کے واسطے کیا سزا مقرر ہے جو مخالف اسلام لشکر کے ساتھ شریک ہو کر عمداً مسلمانوں کو قتل کریں۔

(۷) نصارٰی کی وہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑتے ہیں (مثلاً ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) جائز ہیں یا نہیں، ارشاد باری عز اسمہ،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون[1]، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون[2]، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[3]

اور جو کوئی اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں، اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں، اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ نافرمان ہیں (ت)

کے کیا معنٰی ہیں؟

(۸) یونہی آنریری مجسٹریٹی جس میں قانون کی پابندی لازم ہے اگرچہ وہ خلافِ شریعت ہو جائز ہے

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۴
[2] القرآن الکریم ۵/۴۵
[3] ؍؍ ۵/۴۷

یا حرام ؟ اور بموجب فرمانِ الٰہی :

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1] گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

مسلمانوں پر اس کا ترک واجب ہے یا نہیں ؟

(۹) نصارٰی سے موالات جائز ہے یا نہیں ؟ یونہی ان کی تعظیم درست ہے یا نہیں ؟

(۱۰) یہاں مذہبی منافرت میں نصارٰی کا حکم ہنود سے سخت ہے یا نہیں ؟

(۱۱) بڑے دن میں نصارٰی کو ڈالی دینا حرام ہے یا نہیں ؟

(۱۲) کسی نصرانی حاکم یا شہزادے کے جلوس میں شرکت کیسی ہے، ایسے شخص پر جو اس جلوس میں شریک ہو لزومِ کفر و تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کا حکم ہے یا نہیں ؟

(۱۳) نصارٰی سے ترکِ معاملات بیع و شراء وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

(۱۴) مشرکین سے اس طور پر مدد لینا کہ کوئی بات خلافِ شرع لازم نہ آتی ہو جائز ہے یا ناجائز ؟

(۱۵) مسلمانوں کو علی گڑھ کالج کی امداد حرام ہے یا کیا ؟

(۱۶) لڑکوں کو اس میں پڑھنا اور پڑھوانا درست ہے یا نہیں ؟

(۱۷) اُس کی ملازمت کیسی ہے ؟

(۱۸) جزیرۃ العرب خصوصاً مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بالخصوص حرم شریف کے اندر مشرکین و یہود و نصارٰی کے داخل ہونے کی ممانعت ہے یا نہیں ؟

(۱۹) جو شخص قصداً ان کو حرمین محترمین کے اندر داخل کرے اور اس کا باعث ہو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

(۲۰) بلادِ اسلامیہ و مقاماتِ متبرکہ اور مساجد خصوصاً مسجدِ اقصٰی پر نصارٰی کا قبضہ ہوجانے یا بیحرمتی ہونے کی حالت میں مسلمانوں پر جلسے کرنا ریزولیوشن پاس کرنا وغیرہ فرض ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) ترک اور تونے کیا جانا کیا ترک۔ صدہا سائل سے حامیانِ دینِ متین اور حافظانِ بیضۂ دین خادمانِ حرمین محترمین اور مالکانِ قلب وعین اُن کے اختیار نہ خلفاء کہ بیسوں خلفاء کہلانے والوں سے افضل و اعلٰی خیر خواہی و نصیحت اور بقدرِ قدرت اعانت کی فرضیت لفظِ خلافت پر موقوف جاننا جہالت

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

اور اُس کے لئے محض بلا وجہ احادیثِ متواترہ و اجماعِ صحابہ و اجماعِ تابعین و اجماعِ ائمۂ دین و عقیدہ باجملہ اہلسنت و جماعت کا رُد کرنا اور خارجیوں معتزلیوں کا دامن پکڑنا ضلالت ۔

(۲) یہ سوال اوّل پر متفرع تھا ۔

(۳) جو جس قدر پر قادر ہو شرع اُسی قدر کا اُسے حکم فرماتی ہے اُس سے آگے بڑھانا شرع پر زیادت اور اللہ پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے ۔

(۴) لفظِ خلیفہ سائل نے حماقۃً بڑھایا کیا سلطنتِ اسلام کی بدخواہی میں حرج نہیں رسدیں دیں، مددیں دیں، چندے دیئے، طبّی وفد کا سامان کہ جنگِ بلقان میں مسلمانوں نے ترک کے لئے خریدا تھا گورنمنٹ کو دے دیا جو بمقابلہ ترک استعمال میں آیا ۔

(۵) مسلمان بادشاہ کی فوج میں بھی نوکر ہو کر خواہ بے نوکری مسلمانوں سے مقاتلہ کسی حال میں جائز نہیں مگر باغیوں خارجیوں واشالہم سے تو اہلِ خلافت کمیٹی جن کا مقولہ ہے کہ ہم ہندی قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم اس کے خلاف تلوار اٹھائیں، خلافت کمیٹی کے طور پر بھی کافر و خارج از اسلام ہیں ۔

(۶) اس کا جواب جوابِ سابق سے واضح ہے اسبب جانتے ہیں کہ عمداً قتل ناحق مسلم اشد کبائر سے ہے اگرچہ لشکر مسلمین کے ساتھ ہو اس کی سزا اگر پارٹی دے سکتی ہے تو پہلے اپنے لیڈروں کو دے جن کا قول مذکور ہوا ۔

(۷) شرع مطہر کا حکم عام ہے اسلامی ریاست خواہ اسلامی سلطنت کی بھی وہ ملازمت جس میں خلافِ شرع حکم کرنا ہو جائز نہیں قصداً خلافِ شریعت حکم کرنا اگر براہِ عناد یا استحسان یا استحلال مخالفت یا استخفافِ حکمِ شریعت ہو کفر ہے ورنہ ظلم و فسق ۔ اور یہ کچھ ملازمت ہی پر موقوف نہیں ، نہ مقدمات سے خاص، ویسے ہی جو شخص خلاف ما انزل اللہ حکم کرے گا انھیں صورتوں پر کافر ، ظالم ، فاسق ہے جیسے یہ لوگ کہ ہندوؤں سے اتحاد منا رہے ہیں اُن سے استمداد کر رہے ہیں ان سے بھائی چارہ گانٹھ رہے ہیں انھیں رہنما اور آپ ان کے پس رو بن رہے ہیں معاملۂ دینی میں اُن کی اطاعت کر رہے ہیں جو وہ کہتے ہیں وہی مانتے ہیں انھیں مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بناتے ہیں ان کی خاطر شعارِ اسلام بند کرتے ہیں ان کے معاہد و حلیف بنتے ہیں انھیں اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ کہ تمام لیڈر بننے والے ان میں مبتلا ہیں اور انھیں باتوں کا عوام کو حکم دیتے ہیں سب انھیں آیات کٰفرون ، ظٰلمون ، فٰسقون کے تحت میں داخل ہیں کہ یہ سب باتیں خلافِ ما انزل اللہ ہیں ۔

(۸) اس کا جواب جوابِ سابق سے واضح۔

(۹) موالات کسی غیر مسلم بلکہ کسی غیر سُنّی سے جائز نہیں، مجرد دنیوی معاملات سوائے مرتد سب جائز ہیں۔ ہنود و وہابیہ و دیوبندیہ سے جو موالاتیں خلافت کمیٹی والے کر رہے ہیں وہ سخت حرام و تباہیِ دین و موجبِ لعنتِ رب العالمین ہیں۔ کتابیوں سے بدتر مجوس ہیں، مجوس سے بدتر مشرکین ہیں، جیسے ہنود مشرکین سے بدتر مرتدین ہیں جیسے وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ سالکوں کی وُہ پارٹی ہنود و وہابیہ کی کیا کیا تعظیمیں کر رہی ہے جو حسبِ روشن تصریحاتِ فقہائے کرام کفر ہیں۔ کیا پارٹی زیرِ حکمِ شریعت نہیں یا مسئلہ تعظیم کفار سے ہنود، وہابی، دیوبندی مستثنیٰ ہیں، ہرگز نہیں۔ ہاں صورت ضرورت سلطنت مستثنیٰ ہے کما یفیدہ ما فی المدارك والمفاتیح وغیرھما (جیسا کہ مدارک اور تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کا افادہ پیش فرمایا۔ ت) خود قرآن عظیم اس استثناء پر دال، واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالٰی فساد کرنے والے اصلاح کرنے والے کو جانتا ہے۔ ت)

(۱۰) مذہبی منافرت بحسبِ مراتب کفر و ضلالت ہے۔ ہنود مشرک بُت پرست ہیں اور شرک بدترین اصنافِ کفر سے ہے، تو ہنود ہی سے مذہبی منافرت اشد و آکد ہے۔ اور ہنود سے بھی سخت تر منافرت کے مستحق وہابیہ دیوبندیہ ہیں کہ مرتد ہیں لیکن ہندوؤں اور دیوبندیوں سے اتحاد منایا جا رہا ہے انھیں جگر کا پارا آنکھ کا تارا بنایا جا رہا ہے، اسلام واحد قہار کے حضور تماشا کی ہے۔

(۱۱) بڑے دن کا حکم پارٹی کے جگری بھائیوں کی ہولی دوالی سے خفیف تر ہے اور ماتھوں پر ہندوؤں سے قشقے لگوانا سب سے سخت تر۔ اگر ثابت ہو کہ یہ دن ولادتِ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے تو بے شک شرع میں ہر نبی کا روزِ ولادت صاحبِ عظمت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے وجوہِ فضیلتِ روزِ جمعہ سے پہلی وجہ یہی ارشاد فرمائی کہ اس میں تخلیق سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا،

خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم[2] الحدیث۔

سب سے بہتر دن کہ جس پر سورج طلوع ہوا ہو روزِ جمعہ ہے، اسی میں حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیدا کئے گئے، الحدیث۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۲

ابن ماجہ نے ابولبابہ ابن عبدالمنذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :

ان یوم الجمعۃ سیّد الایّام واعظمھا عند اللہ تعالٰی فیہ خمس خصال خلق اللہ فیہ اٰدم [1]

یقیناً روزِ جمعہ تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالٰے کے نزدیک اُن سب سے عظیم تر ہے ، اس میں پانچ خصلتیں ہیں ، ایک یہ کہ اس میں اللہ تعالٰے نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا ۔ (ت)

اگر کوئی اس نکتے سے غافل ہوکر (جس سے آج بڑے بڑے لیڈر بننے والے اور تمام عوام غافل ہیں کہ شرع مطہر میں تاریخ قمری معتبر ہے نہ کہ شمسی ۔ علماء نے فرمایا اپنے معاملات میں بھی مسلمانوں کو اس کے اعتبار کی اجازت نہیں ۔

قال اللہ تعالٰی ان عدّۃ الشھور عند اللہ اثناعشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذٰلک الدین القیّم [2]

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا : یقیناً مہینوں کا شمار اللہ تعالٰے کے نزدیک بارہ [12] مہینے ہیں نوشتۂ الٰہی میں ، جب سے اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ، ان میں سے چار عزت و حرمت رکھتے ہیں ، اور یہی ٹھیک دین ہے ۔ (ت)

اُسے روزِ ولادتِ مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام جان کر بہ نیتِ تعظیمِ نبوّت نہ کہ بہ نیتِ تشبّہ نصارٰی تعظیم کرے ، وہ ہرگز ہولی دوالی کی تعظیم کے مثل نہیں ہوسکتا کہ وہ اسی غفلت نکتہ کے باعث غلطی ہوئی ، اور یہ کفر ہے ۔ تنویر الابصار میں ہے :

الاعطاء باسم النیروز والمھرجان لایجوز وان قصد تعظیمہ یکفر [3]

نیروز اور مہرجان کے نام پر کچھ دینا جائز نہیں ، اگر اُن کی تعظیم کا ارادہ کرے تو کافر ہوجائیگا ۔ (ت)

پھر ڈالی والوں کی نیت بوجہ سلطنت خوشامد ہوتی ہے جس میں کسی نہ کسی وجہ پر عوام کو ابتلاء ہے اور خود لیڈر بننے والوں کو اب تک یا آج سے پہلے کل تک تھا بلکہ غناء کے سبب خوشامد مسلمان امراء کے ساتھ

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ والسنۃ فیہا باب فی فضل الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[2] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتّی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

کب روا ہے،

من تواضع لغنی لاجل غناہ ذھب ثلثا دینہ[1] جس نے کسی مالدار کی اس کے سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے عزت و تواضع کی اس کا دو حصے دین ضائع ہوگیا۔ (ت)

اس سے بچتے ہیں تو وہی بچتے ہیں جن کو اللہ عزّوجل نے نعمتِ زُہد و قناعت و مجانبتِ امراء عطا فرمائی ہے وقلیل ماھم[2] (اور بچنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ ت) یوں بھی تحائف ہولی و دوالی ناجائز تر ہیں کہ بلا وجہ کفار کی طرف میل ہیں خصوصاً جب اس اتحاد ملعون کے سبب ہوں جس کی آگ نے آج مشتعل ہو کر ان لوگوں کا دین یکسر پھونک دیا۔

(۱۲) عجب کہ وُہ پارٹی جسے عمر بھر ایسی ہی باتوں اور اُن سے زائد میں ابتلاء رہا اور ہنود کے ساتھ بہت اخبث واشنع ہیں اب علانیہ مبتلا ہے ایسے سوال اُن بندگانِ خدا سے کرے جن کو ہمیشہ تلوّثِ دنیا سے بکرمہٖ تعالٰی محفوظ رکھا ایسے افعال اگر بضرورتِ صحیحہ ہوں محذور نہیں اور خوشامد سلطنت کے لئے ہوں جب بھی شرکت کفر نہیں کہ لزومِ کفر ہو آگے حکم و فرق اسی طرح ہیں جو ابھی گزرے خوشامد سلطنت نہ اضطرار ہے نہ مفیدِ دین ٹھہرا کر خالص طیب قلب سے استحسان و اختیار بخلاف پرستش جلوس گاندھی وغیرہ مشرکین کہ اُس اتحاد ملعون کی بنا پر ہے جسے بہبود دین بنا کر غایت درجہ استحسان میں بتایا جاتا ہے تو وُہ ضرور شرکتِ کفر ہے اور اُس پر لزومِ کفر اور تجدید ایمان و نکاح کا حکم، ہاں جسے نہ یہ اتحاد منظور تھا نہ تعظیمِ شرک مقصود محض بطور تماشا جلوس گاندھی میں شریک ہوا اُس پر بھی لزومِ کفر نہیں، البتہ اتنا کہا گیا اور یہ ضرور حق ہے کہ حرام فعل کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔

(۱۳) معاملاتِ مجردہ مثل بیع و شرائے اشیائے مباحہ شرع نے نہ کسی خاص قوم سے واجب کئے نہ حرام مباح کا فعل و ترک یکساں ہے جب تک خارج سے کوئی وجہ داعی یا مانع نہ پیدا ہو مگر کسی امر مباح کو شرعاً فرض ٹھہرا لینا جیسا پارٹی والے کر رہے ہیں یہ قطعاً حرام اور شریعت مطہرہ پر افتراء و اتہام ہے۔

(۱۴) ان مشرکین سے دین میں مدد لینی ہی حرام ہے، کوئی بات خلافِ شرع لازم نہ آنا کیا معنی، اس کی تفصیل المحجۃ المؤتمنہ میں ہے۔

(۱۵ و ۱۶) کالج ہو یا مدرسہ اگرچہ کیسا ہی دینی کہلاتا ہو اعتبار تعلیم کا ہے اگر اس میں دینِ اسلام یا مذہب اہلسنّت یا شریعتِ مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام

---

[1] کشف الخفاء حدیث ٢٤٤٢ دار الکتب العلمیۃ بیروت ٢/ ٢١٥

[2] القرآن الکریم ٣٨/ ٢٤

اور اُس میں پڑھنا پڑھوانا بھی حرام۔ علی گڑھ کالج زمانہ پیر نیچر میں ان باتوں کا معدن تھا اور اب اُس کی حالت جہاں تک معلوم ہے عام کالجوں کی ہے مسلمان بچّوں کو زندیق و بے دین بنانے کی خاص لگاتار جان توڑ کوشش جو پیر نیچر کو تھی ظاہراً اب اس میں اُس کا جانشین کوئی نہیں۔ ایک انگریزی کی تعلیم گاہ ہے جس میں حساب، ریاضی، ہندسہ، جبر و مقابلہ وغیرہ علوم جائزہ کے ساتھ سائنس و جغرافیہ بھی پڑھائے جاتے ہیں کہ بعض کفریات پر مشتمل ہیں جس طرح درسِ نظامی کے عام مدارس میں فلسفۂ قدیمہ پڑھاتے ہیں، وہ کیا کفریات سے خالی ہے قدم زمانہ و قدم عقول و قدم افلاک و قدم انواع عناصر و خالقیت عقول و مسئلۃ الواحد لایصدر عنہ الّا الواحد (اور یہ مسئلہ ہے کہ ایک سے صرف ایک ہی صادر ہو سکتا ہے۔ ت) (فلاسفہ قدیم کا یہ خیال ہے) و نفیٔ علم جزئیات وغیرہا کثیر کفریات کیا اُس میں نہیں پھر اگر پڑھانے والے پڑھائیں اور پوری کوشش سے اس کا رد طلبہ کے ذہن نشین نہ کریں تو وہ سب نظامی مدارس علی گڑھ کالج ہی ہیں اور اگر علی گڑھ کالج کے معلم حرکت ارض و سکون شمس وغیرہا کفریات کا رد متعلمین کے ذہن نشین کریں تو وہ بھی ایک مدرسہ نظامیہ کے رنگ پر ہے، ہاں اب خصوصیت کے ساتھ تمام ہندوستان میں تعلیم کفر و تلقین ارتداد و سلب ایمان کا مرکز مدرسہ دیوبند ہے جو کمیٹی کے شیخ الہند اور بہت جوشیلے لیڈروں کا مرجع و ماوٰی ہے یونہی دہلی، سہارن پور، میرٹھ، بریلی وغیرہا کے مدرسے جو اسی مدرسہ دیوبند کی فاسد شاخیں ہیں ان سب میں امداد قطعاً حرام اور پڑھنا پڑھانا قاطع اسلام۔ اب علی گڑھ کے متعدد پڑھے ہوئے مسلمان پائے لیکن دیوبند اور اس کی شاخوں کا رنگ جس پر چڑھا وہ اللہ و رسول کو گالیاں دینے والا مرتد ہی نظر پڑا۔

(۱۷) کالج ہو یا مدرسہ جس کی ملازمت اعانت کفر یا ضلال یا حرام کے لئے ہو با ختلافِ احوال کُفر یا ضلال یا حرام ہے۔ اور جو ملازمت اس سے پاک ہو اس میں حرج نہیں۔ اور اگر کوئی عالم خدا شناس، خدا ترس، سُنّی المذہب، حامیِ دین ایسی جگہ تعلیم کی ملازمت اس نیّت سے کرے کہ کفریات سے طلبہ کو بچاؤں گا اُن کا رد ذہن نشین کروں گا گمراہی کی طرف نہ جانے دُوں گا، اور ایسا ہی کرے تو اُس کے لئے اجرِ عظیم ہے۔ وُہ بازار میں ذاکر کے مثل ہے کہ اموات میں زندہ ہے نہیں نہیں بلکہ جو موت کے مُنہ میں ہیں انھیں زندگی کی طرف لانے والا۔

(۱۸ و ۱۹) حرم شریف سے سائلوں کی مراد مسجد الحرام شریف ہے ورنہ مکّہ معظمہ و مدینہ منورہ خود حرم ہیں بلکہ اُن کے گرد و پیش کے جنگل بھی۔ مسجد الحرام شریف نہ صرف مسجد الحرام کسی مسجد میں کسی کافر حربی کا لے جانا مطلقاً ناجائز ہے خصوصاً یہ ظلم جو اہل پارٹی نے متعدد مساجد کے ساتھ برتا کہ ان میں مشرکین کو بطور استعلا لے گئے اور انھیں واعظ مسلمین بنا کر مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کیا اور مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم کے مسند پر جلوہ دیا یہ خاص وحی شیطان و مخالف دین و ایمان ہوا پھر اس کی حلت پر زور دینا اور اغوائے مسلمین کے لئے اس کے جواز میں رسائل لکھنا صریح نیابت ابلیس اور اپنے باطنی کفر کی تلبیس ہے۔ جزیرۂ عرب شریف میں کفار کو ساکن و متوطن کرنا ناجائز ہے مگر مدتوں سے سلاطین جہاں حدود وغیرہ احکام شرعیہ بدل دیئے اس حکم پر بھی عامل نہ رہے تجارت وغیرہا کے لئے نہ آمد و رفت ممنوع ہے نہ اس کی اجازت مدفوع۔

(۲۰) جلسے اور ریزولیوشن اگر معاملہ مسجد کانپور میں کئے جاتے تو ضرور امید منفعت تھی جس کا بیان ابانۃ المتواری سے واضح، ملک اور وہ بھی اتنا وسیع اور وہ بھی مسلمانوں کا اور وہ بھی نصارٰی سے محض چیخ و پکار کی بناء پر واپس مل جانا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔ شرع مطہر مہمل بات فرض نہیں کرتی، ہندوستان یا ذرا سا لکھنؤ ہی واپس لینے کے لئے لیڈر بننے والوں میں جن جن کے باپ دادا اہل علم تھے انھوں نے کتنے جلسے کئے کتنے ریزولیوشن پاس کئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۵ ازبھاگلپور مسئولہ عظمت حسین صاحب پیشکار سب جج ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک شخص پکا سُنّی ہے اور اس کے یہاں برادری کی قید ہے اور چند لوگ اس کی برادری کے پکے وہابی ہیں، ان وہابیوں کی چند عورات زید سُنّی کے یہاں آیا کرتی ہیں اور زید ان کی پوری خاطر مدارات کرتا ہے اور پلاؤ قورمہ پکا کر کھلاتا ہے، مطابق فتوٰی حسام الحرمین کے زید سُنّی رہا یا وہابی ہوگیا؟ آیا اسلام میں اس کے کسی قسم کا فرق آیا یا نہیں، دائرۂ اسلام کے اندر رہا یا خارج ہوگیا؟ بیان زید یہ ہے کہ ہم اس کے عقیدہ کو برا سمجھتے ہیں مگر بخیال رشتہ کے اس کی خاطر کرتے ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر فی الواقع زید اس کے مذہب کو برا اور وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو وہ اس حرکت سے وہابی تو نہ ہوا مگر گنہگار فاسق ضرور ہوا، اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتیاط فرض۔ برادری ہی کب رہی جب دین مختلف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظٰلمون[1]۔

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی پکا ظالم ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامك الا تقی۔ رواہ احمد وابوداؤد[1] والترمذی[2] وابن حبان والحاکم باسانید صحیحۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رفاقت نہ کر مگر مسلمان سے، اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار یعنی سُنّی۔ (امام احمد، ابوداؤد، جامع ترمذی، ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا، انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۶ تا ۱۳۶: از مہروناگھاٹ ڈاکخانہ قصبہ لار ضلع گورکھپور مسئولہ شیخ عباس علی و شیخ غوث علی و شیخ فضل حسین و شیخ رخت علی زمیندارن ۲۲ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ذیل کے مسائل میں، زید خیالاتِ مندرجہ کی عام طور پر تبلیغ کرتا ہے، جواب بحوالہ نام کتاب وعبارت وصفحہ وسطر درکار ہے:

(۱) مشرک وکفار کے جنازہ میں مشایعت، کاندھا دینا اہل اسلام کے لئے صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

(۲) مساجد وعیدگاہ میں جلسہ وسبھا کرتا ہے اور تمام بُت پرست بلا روک ٹوک آتے جاتے ہیں جس میں صدر جلسہ وسبھا بُت پرست مشرک ہوتا ہے عیدگاہ میں اُس مشرک صدر کے لئے کرسی بچھائی جاتی ہے وُہ اس پر بیٹھتا ہے اور نام کے اہلِ اسلام زمین پر ہوتے ہیں۔ سترِ عورت مشرکین کا عام طور پر کُھلا ہوتا ہے جلسہ میں عام طور پر تالیاں بجیں اور مشرکین کے جے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

(۳) سوم بکرے کے گوشت کا نرخ چھ پیسے سیر مقرر کیا ہے اس لئے کہ ارزاں دیکھ کر اہل اسلام کھائیں اور گائے کے گوشت سے احتراز کریں، اور کہتا ہے کہ جو اس مقرر نرخ سے زائد دام لے یا زائد دام سے خریدے وہ سوئر بیچتا اور سوئر خریدتا ہے اور جو نرخ مقرر سے زائد دام دے کر بکرے کا گوشت کھائے وُہ سوئر کھاتا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب من یؤمران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۳۰۸/۲

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی صحبۃ المومن امین کمپنی دہلی ۶۲/۲

(۴) شوالہ مندر میں جا کر لیکچر دیتا ہے جس میں عام اہل اسلام کو بھی شریک کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جیسے مسلمانوں کا قرآن ایسا ہنود کا وید ہے مسلمانوں کو قرآن پر اور ہنود کو اپنے وید پر عمل کرنا چاہئے۔

(۵) ہزار داڑھی بڑھاؤ ہزار مسجد بناؤ مسلمان نہیں کچھ ثواب نہیں جب تک ہنود کے ساتھ میل جول کرکے ساتھ ہو کر ملک کی بہبود میں سعی نہ کرو دیس بھگت نہ بنو۔

(۶) مسلمانوں کے امور کے فیصلہ کے لئے پنچایت مقرر کی ہے جس میں ہنود سرپنچ و پنچ ہیں ہر قسم کے فیصلہ جات شرعی کو بھی اُن پنچوں سے کراتا ہے۔ بعض مواقع پر اہل اسلام نے کہا کہ ہم لوگ فلاں معاملہ کا فیصلہ بحسب شریعت چاہتے ہیں اُس میں بھی دیگر اہل اسلام پنچ کے ساتھ ایک مشرک ہندو کو پنچ بنا کر شریک فیصلہ کیا جب اہل اسلام نے اس پر اعتراض کیا کہ ہندو شرعی معاملہ میں کیسے پنچ ہوسکتا ہے تو ناراض ہو کر اس ہندو کی خاطر سے بلا فیصلہ اُٹھ گیا اور کہا کہ میں اُس وقت تک شریک فیصلہ نہیں ہوسکتا جب تک ہندو کو بحیثیت پنچ شریک فیصلہ نہ کرو گے۔

(۷) لوگوں کو ترغیب و تحریص کرتا ہے کہ ہندو بھائی کی خاطر سے گائے کا ذبح کرنا اُس کا گوشت کھانا چھوڑ دو۔ اور اگر کوئی چھپا کر دوسرے گاؤں سے گائے کا گوشت لاتا ہے اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔

(۸) باوجودیکہ ہر گاؤں میں قیام کا موقع مسجد کے علاوہ دوسرے مکان اہل اسلام پر آسانی سے ممکن ہے اور ہر اہل اسلام مکان پر قیام کو کہتا بھی ہے لیکن مسجد میں قیام، بُود و باش، خورد و نوش رکھتا ہے اور ہر وقت مشرکین و عوام کا مجمع عام رہتا ہے جس میں ہر قسم کا فیصلہ مسلم و غیر مسلم ہوتا ہے۔

(۹) مسلمانوں سے محض دباؤ کے خیال سے ایک پرامیسری پرونوٹ ہر فیصلے سے پہلے رکھوا لیتا ہے کہ بعد فیصلہ اگر فیصلے سے انکار کرو گے تو یہ پرونوٹ کا روپیہ تم سے وصول کرلیا جائے گا یا نقد روپیہ جمع کراتا ہے اور اگر فیصلہ پنچ سے انکار کرو گے تو یہ روپیہ سوخت ہوجائے گا، جس خیال کی تبلیغ کرتا ہے اُس پر وہ ترک صلوٰۃ و ارتکاب منہیات پر جرمانہ ایک مقدار میں وصول کرتا ہے۔

(۱۰) فیصلہ معاملات کے لئے جو لوگ درخواست پنچایت میں دیتے ہیں ان سے ۸؍ یا کم سے کم ۵؍ رسوم وصول کیا جاتا ہے۔

(۱۱) اہل ہنود سے بلا کسی معاوضہ کے بنا مسجد کے لئے زمین لی ہے اور اس کی تعمیر میں بھی ان سے ہر قسم کی مدد لیتا ہے۔

الجواب

(۱) زید شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے جلد بتائے کہ کہاں شریعت نے مشرک و کافر کے جانے

کو کندھا دینا اور مشایعت کرنا ضروری بتایا ہے ورنہ کریمہ :

لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] (لوگو!) جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (ت)

میں داخل ہونے کا اقرار کرے، حدیث میں توروافض کے لئے فرمایا، واذا ماتوا فلا تشھدوھم[2] (اور جب وُہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہوں۔ ت) نہ کہ کفار۔ اگر اس کا حکم ہوتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضرور جنازۂ ابو طالب کی مشایعت فرماتے۔

(۲) یہ تعظیم مشرک ہے اور تعظیمِ مشرک کفر ہے، ظہیریہ و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے: تبجیل الکافر کفر[3] (کافر کی تعظیم کفر ہے۔ ت) مشرک کا اس طرح مسجد میں لے جانا بلاشبہہ حرام ہے، المحجۃ المؤتمنہ میں اس کی تفصیل تام ہے، اور مساجد وعیدگاہ میں ایسے جلسے اور سبھائیں حرام ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان المساجد لم تبن لھذا[4] (مسجدیں اس لئے تعمیر نہیں ہوئیں۔ ت) مشرک کی جے پکارنا مشرک کا کام ہے رب عزوجل اس پر غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے کما فی الحدیث[5] عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے۔ ت)۔

(۳) یہ اس کے مُنہ کا سوَر ہے، مسلمانوں پر اس کا کیا اثر ہے، وہ اس میں شریعت پر افترا کر رہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تسعروا[6] (لوگو! قیمتیں مقرر نہ کرو۔ ت) بلکہ اگر بیچنے والے اس کے جبر سے اتنا ارزاں بیچیں تو خریدنا اور رکھنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۲
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن الولید السمین النیسابوری دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۶۹
[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱
[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی کراہیۃ انشاد الضالۃ فی المسجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۸
[5] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰
[6] کشف الخفاء حدیث ۳۰۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۱

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1] مگر یہ کہ تجارت تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو۔ (ت)

(۴) مندر ماوائے شیاطین ہے، اس میں مسلمان کو جانا منع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ حیث انہ مجمع الشیاطین قال فی البحر والظاھر انہا تحریمیۃ لانہا المرادۃ عند اطلاقھم اھ فاذا حرم الدخول فالصلوٰۃ اولٰی[2]

فتاوٰی تاتارخانیہ میں ہے کسی مسلمان کو یہودیوں، عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ شیطانوں کے جمع ہونے کے مکانات ہیں۔ بحرالرائق میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہاں کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ اطلاق کے وقت یہی مراد ہوا کرتی ہے اھ۔ جب وہاں جانا حرام ہے تو پھر نماز پڑھنا بدرجۂ اولٰی حرام ہے۔ (ت)

جب اس میں یونہی جانا حرام ہے جن مقاصد فاسدہ کے لئے زید سا شخص لے جاتا ہو اُن کا کیا ذکر۔ قرآن عظیم کو مثلِ وید بتانا کفر ہے اور ہندوؤں کے وید پر عمل کا حکم حکمِ کفر ہے اور حکمِ کفر کفر ہے۔ عام کتب میں ہے: الرضا بالکفر کفر[3] (کُفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ ت)

(۵) مشرکینِ ہند سے میل جول حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

حرام کو مدارِ اسلام بنانا کفر ہے والتفصیل فی المحجۃ المؤتمنۃ (اور تفصیل المحجۃ المؤتمنہ میں ہے۔ ت)

(۶) یہ حرام ہے اور بحکمِ قرآن سخت ضلالت وبے دینی،

قال اللہ تعالٰی یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلًا بعیدا[5]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس اپنا فیصلہ لے جائیں حالانکہ انھیں حکم دیا گیا کہ اس کا انکار کریں حالانکہ شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو دُور کی گمراہی میں بہکا دے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

[3] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفی البابی مصر ص ۱۷۷

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[5] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

18

(۷) یہ حرام ہے، بدخواہیِ اسلام ہے، مشرک کی خوشی کو شعارِ اسلام کا بند کرنا حرام ہے۔ مسلمان پر اس کے جائز فعل کے سبب تشدد کرنا ظلمِ صریح اور شیطان کا کام ہے، خود ان کے بڑے لیڈر مولوی عبدالباری صاحب نے اپنے رسالہ "قصہ بانی گاؤ" میں تصریح کر دی ہے کہ ہنود کی خاطر یا مروت کے لئے گاؤکشی چھوڑنا حرام ہے، والتفصیل فی الطاری الداری (اور پوری تفصیل رسالہ مذکورہ الطاری الداری میں ہے۔ ت)۔

(۸) مسجد میں سکونت و خورونوش سوائے معتکف کسی کو جائز نہیں۔ فتاوٰی سراجیہ میں ہے:

یکرہ النوم والاکل فیہ لغیر المعتکف[1]۔ معتکف کے علاوہ کسی کو مسجد میں سونا، کھانا پینا مکروہ ہے۔ (ت)

اور مشرکین کا مجمع توہینِ مسجد ہے وانظر المحجۃ المؤتمنۃ (اور تفصیل المحجۃ المؤتمنۃ میں دیکھئے۔ ت)

(۹) وہ نوٹ لکھوانا یا روپیہ جمع کراکر ضبط کرنا یا گناہ پر مالی جرمانہ ڈالنا یہ سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ (ت)

مالی جرمانہ منسوخ ہوگیا اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔

(۱۰) یہ سنتِ نصارٰی اور شرعاً حرام و رشوت ہے اور رشوت لینے و دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[3]۔ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔ (ت)

(۱۱) کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی، نہ وہ مسجد مسجد ہوگی، نہ مسجد وقف ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[4]۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراھیۃ باب المسجد نولکشور لکھنؤ ص ۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[3] کنز العمال حدیث ۱۵۰۷۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۳

[4] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

مسلمان اسے وقف نہیں کرسکتے کہ پرائی مِلک ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

الواقف لابد ان یکون مالکالہ وقت الوقف ملکا باتا[1] کسی چیز کو وقف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقف کرتے وقت اس چیز کا مکمل طور پر مالک ہو۔ (ت)

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کرسکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ماکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: شرک کرنے والوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے گھروں کی تعمیر کریں۔ (ت)

ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین بیعًا یا ہبۃً دے دیتا اور مسلمان کی مِلک ہوجاتی وہ اپنی طرف سے وقف کرتا تو جائز تھا، اور مشرک سے امورِ دینیہ میں مدد لینی بھی جائز نہیں۔ تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحاتِ الٰہیہ زیر آیۂ کریمہ لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء (مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ ت) ہے:

نھوا عن موالاتھم وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ[3]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ انہیں (مسلمانوں کو) کافروں کی دوستی سے روک دیا گیا اور غزوات اور تمام دینی کاموں میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے، اور اُس بڑی شان والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۷: از پوکھریرا محلہ نور الحلیم شاہ شریف آباد مسئولہ اراکین انجمن نور اسلام ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جلسہ میں وہابی، ندوی، نیچری، دیوبندی، ہندو مقرر، لکچرار، واعظ ہوں اور اُن کا صدر دیوبندی وغیرہا یا ہندو ہو ایسے جلسوں میں مسلمانانِ اہلسنت وجماعت

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۷

[3] الفتوحاتِ الٰہیہ تحت آیۃ لایتخذ المؤمنون الخ ۳/ ۲۸ مصطفٰی البابی حلبی مصر ۱/ ۲۵۷

کو شرعاً شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو وہ خارج از اسلام ہے یا نہیں؟ اس سے ترکِ موالات کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام اور سخت مضرِ اسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[1] اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اللہ تعالٰی اُن کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد آنے پر فوراً اُٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ اُن کا وعظ و لیکچر سُننا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[2] اُن سے دور بھاگو انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

نہ کہ انھیں مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر بٹھانا۔ انھیں صدر یا واعظ بنانے میں ان کی تعظیم و توقیر ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[3] جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بے شک اُس نے دین اسلام ڈھا دینے پر مدد کی۔

فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و منح الغفار و درمختار وغیرہا میں ہے: تبجیل الکافر کفر[4] کافر کی تعظیم کفر ہے۔ تو جو مسلمان ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوں وہ اللہ و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا حکم مانتے ہیں اپنے اسلام کو دستبردِ کفار و مرتدین و شیاطین سے بچاتے ہیں اس بناء پر جو اُن کو خارج از اسلام بتاتا ہے خود خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: فقد باء بھا احدھما[5] جو کسی کو کافر کہے اگر وُہ کافر نہیں تو یہ کہنے والا خود کافر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

[4] دُرمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[5] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

ہوجاتا ہے۔ جو اُن سے اس بناء پر ترکِ موالات کرے وہ ابلیس سے موالات کرتا ہے، مسلمانوں کو اس سے ترکِ موالات چاہئے۔

قال اللہ تعالٰی لاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔[1] والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (اللہ تعالٰی نے فرمایا) ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ اللہ تعالٰی کی پناہ۔

واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۳۱: از بنارس محلہ مدنپورہ متصل دھتوریا پورہ مسئولہ محمد امین و محمد سلیمان ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

شہر بنارس میں جس تاریخ کو آپ کا اشتہار جماعت رضائے مصطفٰی کی طرف سے بابت نکاح کے جو آیا ہے اس پر مخالف لوگ اعتراض کر رہے ہیں، ہم لوگ بہت پریشان ہیں لہذا ہم نے دوسرے ہفتہ کو جو کاروبار بند کردیا یہ مسئلہ ہم کو معلوم نہ تھا کہ بند کرنے سے ہم کو کلمہ پڑھنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت ہوگی اور ہم لوگوں کو خلافت کمیٹی سے حکم ہوا تھا کہ تم لوگ ہڑتال کردو یعنی اپنا کاروبار بند کردو جس میں سے کچھ لوگ مسجد میں دُعا کرنے کے لئے گئے اور کچھ لوگ فضول اِدھر اُدھر گھومتے رہے۔ لہذا ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے موقع پر جو لوگ دُعا مانگنے کے لئے گئے تو اُن کے واسطے کیا مسئلہ ہے اور جو لوگ کہ فضول گھومتے رہے اُن کے لئے کیا مسئلہ ہے، اگر خاص کر ہڑتال کی وجہ سے بند تھا بالکل کاروبار، مہربانی فرماکر جواب سے جلد مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

مخالفوں کے اعتراض کی پرواہ نہ کیجئے، وہ تو قرآن و حدیث کو پیٹھ دے کر مشرک کے پیرو ہولئے ہیں، مشرک کو اپنا رہنما بنالیا ہے، مشرک جو کہتا ہے وہی مانتے ہیں حالانکہ مشرک کی اطاعت کو قرآن مجید نے حرام فرمایا ہے، مشرکوں کا سوگ درکنار تین دن بعد مسلمان کا سوگ بھی صحیح حدیثوں نے حرام فرمایا ہے۔ مشرکوں کے سوگ میں بازار بند کرنا مشرک کی تعظیم ہے، اور کافر کی تعظیم کو فقہائے کرام نے کفر فرمایا ہے۔ مشرکوں سے اتحاد حرام و کفر ہے، مشرک کے حکم سے کاروبار بند کرنا حرام ہے، حرام کو حلال و خوب سمجھنا کفر ہے، جن لوگوں نے مفسدوں کے مجبور کرنے سے دفع فتنہ کے لئے دکان بند کی اُن پر تجدید اسلام و نکاح کا حکم نہیں کہ وہ اس پر راضی نہ تھے، ہاں یہ الزام ہے کہ بلا مجبوری خلافِ شرع بات کرنے میں مجبور بن گئے اگر کوئی دس روپے چھیننا چاہتا تو یوں سہل مجبور نہ بن جاتے اور جن لوگوں نے خوشی سے بند کئے وہ سخت کبیرہ گناہ کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

مرتکب ہُوئے، پھر اگر مشرکوں کا سوگ منانا یا مشرک کا حکم اس کی فرمانبرداری کو ماننا منظور تھا تو بیشک اُن پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں، اس کے بعد اگر اپنی عورتیں رکھنا چاہیں تو اُن سے دوبارہ نکاح کریں۔ فضول گھومنا بُرا ہے اور دُعا اگر اچھی ہے خوب ہے مگر مشرک کا حکم ماننے کو دُعا کرنا روزہ رکھنا رسالت میں شرک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از راندیر ضلع سورت ڈاکخانہ خاص مسئولہ جناب مولانا مولوی فقیر غلام محی الدین صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کسی ضروری امر کے لئے سُورت گیا، قریب مغرب ایک مسجد میں پہنچا، امام نے گاندھوی خبثا کے لئے ہار بنائے تھے اقامت ہونے کے سبب امام تو مصلے پر کھڑا ہوگیا، یہ خبثا آئے تو اُس شخص کو چند احباب نے گھیر کر کہا کہ یہ ہار پہنادو، اُن احباب کے کہنے سے شخص مذکور نے ہار پہنا کر اپنی جان چھڑائی اور بعد اُس امام کے پیچھے بلکہ اُس مسجد ہی میں نماز نہ پڑھی، اُس کے دل میں نہ امام کی عظمت نہ اُن خبثا کی عزت، لیکن مجبوراً شرماشرمی ہار پہنائے ہیں، اس میں کچھ گناہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ ہار پہنانا عرفاً تعظیم ہے اور یہ لوگ فساق وگمراہ ہیں بلکہ ان میں بعض فنا فی المشرکین ہو کر اسلام سے بھی گزر گئے۔ تعظیمِ فاسق ناجائز ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعاً[1]

چونکہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے جبکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل واجب ہے۔ (ت)

اور تعظیم کافر کو علمائے کرام نے کفر لکھا ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا کفر لان تبجیل الکافر کفر[2]

اگر کافر کے احترام میں اس کو سلام کیا تو کافر ہوگا کیونکہ کافر کا احترام کفر ہے۔ (ت)

شخص مذکور نے اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی بہت اچھا کیا مگر یہ ہار پہنانا اُس سے بڑی خطا ہُوئی توبہ فرض ہے منکر کا حکم دینے والے احباب نہ تھے نہ احباب کی خاطر کوئی شرعی مجبوری، ہاں

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

اکراہ کی حالت ہوتی تو معذوری تھی۔ وھو تعالٰی اعلم (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ت)

مسئلہ ۱۴۱: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

رئیس المحققین قاطع بیدین عمدۃ الامین دام لطفہ، تسلیم کے بعد حضور انور کی خدمت اقدس میں غلامانہ عرض ہے کہ ایک مولوی صاحب نے ارشاد کیا ہے کہ جو شخص غیر مقلدین و مرزائی کے ساتھ نشست برخاست کرے گا وُہ کافر اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی حالانکہ نشست و برخاست اُن کے ساتھ برائے امورِ دُنیا ہے قرابت یا کسی امر ضروری کے سبب سے ان کے شریک مجلس ہونا ضروری پڑتا ہے اُن کے افعال و اقوال کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے تب بھی ان کی مجلس میں شرکت کفر ہے۔ اب جو حکم شرعی ہو بیان فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب

وہابیہ وغیر مقلدین و دیوبندی و مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کفار مرتدین ہیں ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے اُن سے میل جول حرام ہے اگرچہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمہیں شیطان بھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

وقال تعالٰی لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم لوگوں کو ایسا پاؤ گے کہ جو اللہ تعالٰی اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وُہ ان سے دوستی رکھیں کہ جنہوں نے اللہ تعالٰی اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اگرچہ وُہ انکے باپ دادا یا انکے بھائی یا انکے قبیلہ کے لوگ ہوں (ت)

اور ان لوگوں سے کسی دنیاوی معاملت کی بھی اجازت نہیں، کما بیّناہ فی المحجۃ المؤتمنہ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب المحجۃ المؤتمنہ میں بیان کردیا ہے۔ت) ان کے پاس بیٹھنے والا اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کے پاس بیٹھتا ہے یا ان کے کفر میں شک رکھتا ہے اور وہ انکے اقوال سے مطلع ہے تو بلاشبہہ خود کافر ہے۔ فتاوٰی بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۵۸/ ۲۲

من شك في عذابه وكفره فقد كفر[1] جس نے اُن کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو بلاشبہہ وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

اور اگر ان کو یقیناً کافر جانتا ہے اور پھر ان سے میل جول رکھتا ہے تو اگرچہ اس قدر سے کافر نہ ہوگا مگر فاسق ضرور ہے اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور معاذ اللہ بالآخر اس پر اندیشۂ کفر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح الصدور میں فرماتے ہیں ایک شخص رافضیوں کے پاس بیٹھا کرتا تھا اُس کے مرتے وقت لوگوں نے اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی، اس نے کہا نہیں کہا جاتا، پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے ہیں یہ کہتے ہیں تو اُن کے پاس بیٹھا کرتا تھا جو ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو بُرا کہتے تھے اب چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اُٹھے نہ پڑھنے دیں گے[2]۔ جب صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بُرا کہنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں کی یہ حالت ہے تو یہ لوگ تو اللہ جل و علا اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بُرا کہتے ہیں ان کی تنقیصِ شان کرتے ہیں، انھیں طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں اُن کے پاس بیٹھنے والے کو کلمہ نصیب ہونا اور بھی دشوار ہے، نسأل اللہ العفو و العافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۳: مسئولہ مولٰنا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد گرامی ہے۔ ت):

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد، مہدی، مسیح موعود اور پیغمبر صاحبِ وحی و الہام ماننے والے مسلم ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد؟

(۲) بشکل ثانی اس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا اُن کی ہم عقیدہ عورت سے شرعاً درست ہے یانہیں؟

(۳) بصورت ثانیہ جن عورات کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے کیا ان عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لئے اور بلا عدت کسی مردِ مسلم سے عقد نکاح کرلیں۔ بیّنوا اجرکم اللہ تعالٰی (بیان کرو اللہ تعالٰی تمھیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔ ت)

الجواب

(۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وُہ تو مطلق کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] شرح الصدور باب ما یقول الانسان فی مرض الموت مصطفٰے البابی مصر ص ۱۶

قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لیکن محمد کریم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام انبیاء کرام سے آخر میں آیا لہذا میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر[3]

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہوکر اس کے کافر ہونے میں ادنٰی شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً قطعاً ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیطان کسی سے نہیں ہوسکتا جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط[4]

کسی مرتد مرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مرتد عورت سے یا کسی اصلی کافر عورت سے نکاح کرے۔ اسی طرح کسی مرتد عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ کسی شخص سے نکاح کرے۔ مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت)

اسی میں دربارۂ تصرفاتِ مرتد ہے:

منہا ما ھو باطل بالاتفاق نحو النکاح لایجوز لہ ان یتزوج امرأۃ مسلمۃ ولا مرتدۃ ولا ذمیۃ ولا حرۃ

مرتد آدمی کے بعض تصرفات بالاتفاق باطل ہیں جیسے نکاح کرنا۔ لہذا مرتد شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان عورت یا اپنے جیسی کسی مرتد عورت یا ذمی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] اللآلی المصنوعۃ کتاب المناقب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۳
الموضوعات لابن جوزی کتاب الفضائل باب ذکر انہ لانبی بعدہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۸۰

[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب النکاح الباب الثالث القسم السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

ولا مملوکۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔ کافرہ عورت، چاہے آزاد ہو یا لونڈی سے نکاح کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) جس مسلمان عورت کا غلطی یا جہالت سے کسی ایسے کے ساتھ نکاح باندھا گیا اس پر فرض فرض فرض ہے کہ فوراً فوراً فوراً اس سے جدا ہوجائے کہ زنا سے بچے، اور طلاق کی کچھ حاجت نہیں، بلکہ طلاق کا کوئی محل ہی نہیں، طلاق تو جب ہو کہ نکاح ہوا ہو، نکاح ہی سرے سے نہ ہوا، نہ اصلاً عدت کی ضرورت کہ زنا کے لئے عدت نہیں، بلا طلاق و بلا عدت جس مسلمان سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لایثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل[2] کسی کافر نے کسی مسلمان عورت سے (اپنے خیال میں) نکاح کرلیا تو اس سے عورت نے بچہ جنا تو اس سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا اور نہ عورت پر عدت واجب ہوگی، اس لئے کہ وہ ایک باطل نکاح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فالوطء فیہ زنا لایثبت بہ النسب[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ یہ وطی زنا قرار پائے گی اس سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴: از لاہور مسجد بیگم شاہی مرسلہ مولوی احمد الدین صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں، اکثر واعظین لوگوں کو کابل ہجرت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

شریعت مجبور نہیں کرتی، ہندوستان میں بکثرت شعائر اسلام اب تک جاری ہیں تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک بدستور دارالاسلام ہے،

ما بقیت علقۃ من علائق الاسلام فان الاسلام یعلو ولا یعلی جب تک اسلام کے ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اسلام موجود ہو تو وہ دارالاسلام ہے، کیونکہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۵۵

[2] درمختار کتاب الطلاق فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۳

کما فی جامع الفصولین والدر المختار و جلائل الاسفار۔

اسلام ہمیشہ غالب ہوتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ جیساکہ جامع الفصولین، درمختار اور دوسری بڑی بڑی کتابوں میں (یہ مسئلہ) مذکور ہے (ت)

اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فتح کے بعد ہجرت جائز نہیں (ت)

اور یہ ہجرت جائز ہمیشہ تھی اور اب بھی ہے مگر عالم دین کو جس کے علم کی طرف یہاں کے لوگوں کو حاجت ہے اُسے ہجرت ناجائز ہے، ہجرت درکنار اُسے سفر طویل کی اجازت نہیں دیتے، حتی کہ بزازیہ و تنویرالابصار وغیرہا میں ہے:

فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس لہ ذٰلك و لفظ الدر من صدر کتاب الجہاد وعمم فی البزازیۃ السفر ولایخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کسی شہر میں کوئی ایسا عالم ہو کہ اس سے بڑا اُس شہر میں کوئی اور عالم نہ ہو اگر وہ جہاد پر جانا چاہے تو یہ اس کے لئے مناسب نہیں، یعنی وہ جہاد کیلئے نہ جائے۔ درمختار کے کتاب الجہاد میں ہے کہ فتاوٰی بزازیہ میں سفر کو عام رکھا ہے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ سفر مقید یہ فائدہ دیتا ہے کہ سفر غیر مقید میں بطریق اولٰی یہ حکم جاری ہے (اسکی وضاحت یہ ہے جب جہاد کے لئے جانا جائز نہیں تو پھر دوسرے کاموں کے لئے سفر کرنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے)۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ تا ۱۴۹: از حسن پور ضلع مرادآباد مسئولہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) تمام علمائے دیوبند قطعی کافر ہیں جو اُن کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب وجوب النفیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب المبایعۃ بعد الفتح " " " ۲/ ۱۳۱
المعجم الکبیر حدیث ۳۳۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۷۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۹

(۲) جو علمائے دیوبند یہ ظاہر کریں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں جو منسوب کیا جاتا ہے بلکہ ہم لوگ بھی ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں تو اس حیلۂ شرعی سے بریت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ علاوہ ازیں وہ تقویۃ الایمان وغیرہ کی عبارت کی تاویل کرکے اُن کا اچھا مطلب نکالتے ہیں، تو ایسے علماء کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور یہ لوگ امکانِ کذب کے قائل ہیں، اور اقرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو امکانِ کذب کا قائل نہیں وہ کافر ہے، تو اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ اور ہم کو گزشتہ نمازیں جو ان کے پیچھے ادا کی گئی ہیں لوٹانی چاہئیں یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص نہ عالم ہیں نہ دیوبند کے تعلیم یافتہ، نہ اُن سے بیعت وعقیدت رکھتے ہیں محض اپنی لاعلمی عقائد کی وجہ سے اُن کو کافر نہیں سمجھتے اور اُن کے عقائد بھی ایسے بالکل نہیں ہیں جن پر تکفیر لازم آتی ہے تو اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا تنہا بہتر ہے، اور جو امام مسجدوں کے اور حافظ ایسے ہیں کہ تقویۃ الایمان وغیرہ کو بُرا سمجھتے ہیں اور نہ اُن کے عقائد باطلہ ہیں صرف علمائے دیوبند کو کافر نہیں سمجھتے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو کیا ایسے لوگ بھی کافر ہیں اور قابلِ اقتدار نہیں؟

(۴) کیا یہ حدیث ہے کہ کسی کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اور کیوں؟ اور اگر کسی نے علمائے دیوبند یا اور کسی کافر کو کافر کہا تو اس کے ذمہ کتنا گناہ ہوگا؟

(۵) مصنف تقویۃ الایمان، صراطِ مستقیم، تحذیر الناس، حفظ الایمان، یکروزی کے کون کون ہیں؟ اور شرع شریف میں اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

مدلّل ومفصّل جواب حوالۂ کتب مع مُہر ودستخط فرمادیں، خدائے عزوجل جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

الجواب

(۱) بیشک وہ سب کفّار ہیں، اور جو اُن کے اقوال پر مطلع ہوکر انھیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے، علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق اُن کی نسبت فرمایا ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1] — جو اُن کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔

(۲) قال اللہ تعالٰی یحلفون — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالٰی کی قسمیں

---

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مقدمۃ الکتاب مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[1]
کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا اور بیشک وہ کفر کا بول بولے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

یہ حیلہ شرعی نہیں حیلہ شیطانی ہے اور اس سے برات نہیں ہوسکتی، وہ ملعون عقائد و اقوال اُن کی کتابوں میں موجود ہیں اور اُن پر اب تک مُصر ہیں اُن کو بار بار چھاپ رہے ہیں تو وہ ان کا فقط ناواقف کے بہلا دینے کو ہوتا ہے اور جو واقف ہے مگر ذی علم نہیں اس کے سامنے یہ حیلہ ہوتا ہے کہ ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور جو ذی علم ہے اس کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ رنگون پہنچے وہاں سے بھاگا کلکتے میں پیچھا کیا وہاں سے بھی اڑگیا۔ اہلِ علم کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ میں اس فن سے جاہل ہوں میرے اساتذہ بھی جاہل تھے تم مجھے معقول بھی کردو تو میں وہی کہے جاؤں گا، تقویۃ الایمان کو جو اچھا سمجھے یا امکانِ کذب نہ ماننے والے کو کافر کہے اُن سب پر ستر ستر اور زائد زائد وجوہ سے کفر لازم ہے جس کی تفصیل سبحٰن السبوح و کوکبۂ شہابیہ و کشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا میں ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے اور جو پہلے پڑھیں اُن کا پھیرنا فرض ہے اور نہ پھیرنا فسق۔

(۳) سائل صورت وہ فرض کرتا ہے جو واقع نہ ہوگی، دیوبندیوں کے عقائد کفر طشت ازبام ہوگئے، منکر بننے والے اپنی جان چھڑانے کے لئے انکار کرتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں جو منکر ہو اس سے کہیے فتاوٰی موجود و شائع ہیں دیکھو کہ کافروں کا کفر معلوم ہو اور دھوکے سے بچے اور ان کے پیچھے نمازیں غارت نہ کرو، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی فرض ہے اس فرض پر قائم ہو تو کہتے ہیں ہمیں کتابیں دیکھنے کی حاجت نہیں، یہ اُن کا کید ہے، اُن کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو جن کی نسبت ایسی عام اشاعت سنتے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دشنام دہندہ ہے اس سے فوراً خود ہی کنارہ کش ہوتے اور آپ ہی اس کی تحقیق کو بیقرار ہوتے، کیا کوئی کسی کو سُنے کہ تیرے قتل کے لئے گھات میں بیٹھا ہے اعتبار نہ آئے تو چل تجھے دکھادیں، وہ یوں ہی بے پروائی برتے گا اور کہے گا مجھے نہ تحقیقات کی ضرورت ہے نہ اس سے احتراز کی حاجت، تو یہ لوگ ضرور مکار اور بباطن انھیں سے انفار یا دین سے محض بیعلاقہ و بیزار ہوتے ہیں ان کے پیچھے نماز سے احتراز فرض ہے، ہاں اگر واقع میں کوئی نووارد یا نرا جاہل یا ناواقف ایسا ہو جس کے کان تک یہ آوازیں نہ گئیں اور وہ بوجہ ناواقفی محض اُنھیں کافر نہ سمجھا وہ اس وقت تک معذور ہے جبکہ سمجھانے سے فوراً قبول کرلے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

(۴) یہ حدیث پر کافر پرستوں کا افترا ہے جس نے دیوبندیہ وغیرہم کفار کو کفار کہا اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا قل یاایھا الکفرون[1] (اے نبی! فرما دیجئے اے کافرو!) ہاں کافر ذمی کو سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہوکر رہتا ہے اُسے کافر کہہ کر پکارنا منع ہے اگر اُسے ناگوار ہو۔ درمختار میں ہے:

شتم مسلم ذمیا عزر وفی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یاکافر یاثم ان شق علیہ[2]

کسی مسلمان نے کسی ذمی کافر کو گالی دی تو اس پر تعزیر جاری کی جائے گی۔ قنیہ میں ہے: کسی یہودی یا آتش پرست کو "اے کافر" کہا تو کہنے والا گنہگار ہوگا اگر اُسے ناگوار گزرا۔ (ت)

یوں ہی غیر سلطنت اسلام میں جبکہ کافر کو "او کافر" کہہ کر پکارنے میں مقدمہ چلتا ہو،

فانہ لایحل لمسلم ان یذل نفسہ الا بضرورۃ شرعیۃ۔

تو کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے مگر جبکہ کوئی شرعی مجبوری ہو (ت)

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کافر کو کافر نہ جانے یہ خود کفر ہے،

من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر[3]

جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو وہ بلاشبہہ کافر ہوگیا۔ (ت)

اسی طرح جب کسی کافر کی نسبت پُوچھا جائے کہ وہ کیسا ہے، اس وقت اس کا حکم واقعی بتانا واجب ہے۔ حدیث میں ہے:

اترعون من ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس[4]

کیا تم بدکار کا ذکر کرنے سے گھبراتے اور خوف رکھتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے، لہذا بدکار کا اُن برائیوں سے ذکر کرو جو اُس میں موجود ہیں تاکہ لوگ اُس سے بچیں اور ہوشیار رہیں۔ (ت)

یہ کافر کہنا بطور دشنام نہیں ہوتا بلکہ حکم شرعی کا بیان۔ شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۹/۱

[2] درمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۹

[3] " کتاب الجہاد باب المرتد " " " ۱/۳۵۶

[4] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

قال اللہ تعالٰی ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمھارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمھارے اندر مومن ہیں۔ (ت)

سوال حکم کے وقت حکم کو چھپانا اگریُوں ہے کہ اُسے یقیناً کافر جانتا ہے اور اُسے کافر کہنا معیوب نہیں جانتا مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے جبکہ وہ مصلحت صحیحہ تا حدِ ضرورت شرعیہ نہ ہو، اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب وخلافِ تہذیب جانتا ہے تو قرآن عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآن عظیم کو عیب لگانا کُفر ہے، اور اُسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے کہ اُس نے کفر کو کفر نہ جانا تو ضرور کفر کو اسلام جانا لعدم الواسطۃ (کیونکہ کفر اور اسلام کے درمیان کوئی واسطہ نہیں) تو اسلام کو کفر جانا۔

لان ماکان کفرا فضدہ الاسلام فاذا جعلہ اسلاما فقد جعل ضدہ کفرا لان الاسلام لایضادہ الا لکفر، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اس لئے کہ جو کچھ کفر ہو تو اس کی ضد اسلام ہے، پھر جب کفر کو اسلام ٹھہرایا تو پھر اس کی ضد کفر ہو گی (یعنی اسلام کُفر اور کفر اسلام ہو جائے گا) کیونکہ اسلام کے مخالف صرف کفر ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

(۵) تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ویکروزی کا مصنف اسمٰعیل دہلوی ہے، اُس پر صدہا وجہ سے لزوم کفر ہے۔ دیکھو سبحٰن السبوح وکوکبۂ شہابیہ ومتن وشرح الاستمداد اور تحذیر الناس نانوتوی وبراہین قاطعہ گنگوہی وحفظ الایمان تھانوی میں قطعی یقینی اللہ ورسول کو گالیاں ہیں اور ان کے مصنفین مرتدین ان کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے،

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2]

جو ان کے کفر وعذاب میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے۔

دیکھو کتاب مستطاب حسام الحرمین۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/ ۲

[2] حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین مقدمۃ الکتاب مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

مسئلہ ۱۵: از دفتر ریلوے انجنیر سرسہ ضلع حصار مسئولہ سید محمد ابراہیم نقشہ نویس صاحب ۱۲ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں جو حضرت غوث پاک کی توہین اور ان کے خاندان کی بے عزتی رُوبروِ اہلِ اسلام علانیہ کرتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے آیا ایسا شخص مومن ہے یا دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ ایسے شخص سے سلام یا کلام کرنا مسلمانوں کو چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

حضور سیدنا غوثِ اعظم قطبِ اکرم، جگر پارۂ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی توہین فی نفسہٖ زہرِ قاتل و موجبِ بربادیِ دین و دُنیا۔ بہجۃ مقدسہ میں ہے:

تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم و سبب لذھاب دنیاکم واخراکم[1] تم لوگوں کا مجھے جھٹلانا زہرِ قاتل، اور تمھاری دُنیا اور آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے (ت)

اور یہاں نظر بواقع اس طرح توہینِ علانیہ کا مرتکب ومُصر نہ ہوگا مگر کٹر رافضی بغیض یا پکّا وہابی خبیث، اور یہ دونوں قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں کما ھو مفصل فی حسام الحرمین و فتاوی الحرمین و ردالرفضۃ (جیسا کہ مسائل مذکورہ کی پوری تفصیل حسام الحرمین، فتاوی حرمین اور ردالرفضہ میں ہے۔ ت) مسلمانوں کو ان سے میل جول رکھنا، سلام کرنا، پاس بیٹھنا، پاس بٹھانا سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھُلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ورنہ اُن جیسے ہی ہو جاؤ گے)۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3] واللہ تعالٰی اعلم۔ (لوگو!) تم اُن سے دُور بھاگو، اور انھیں اپنے سے دُور کردو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں اور تمھیں کسی فتنے میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبربہا عن نفسہ محدثا بنعمۃ ربہ الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

مسئلہ ۱۵۱: از بمبئی مرسلہ سید فیاض الدین بریلوی نواب مسجد لائن، ۵، پوسٹ ۹
۲۳ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

الجواب

انہوں نے اللہ واحد قہار جل جلالہ اور اس کے رسول حبیب مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دی ابلیس لعین کے قدموں پر اس کی پیروی کی نام اسلام کو ذلیل کیا کفر و کفار کو فروغ دیا غضب الٰہی اپنے سر پر لیا اپنی ملعون حرکات سے عرش الٰہی کو لرزادیا کفار کے ساتھ اُن کے خاص دفتر میں اپنا چہرہ دکھایا اللہ اور رسول اور ملائکہ سب کی لعنت کے کام کئے ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان[۱] (وہ لوگ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے۔ ت) میں صراحۃً داخل ہوئے اُن پر ہر فرض سے اعظم فرض ہے کہ اپنی ان کفری حرکات سے علی الاعلان توبہ کریں نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں کو رکھنا ہو تو ان سے دوبارہ نکاح کریں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[۲] ۰ الٰی قولہ تعالٰی ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر[۳]

(لوگو!) شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک) وہ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ اُن پر چھائے ہوئے بادلوں میں (اللہ تعالٰی کا) عذاب آجائے اور فرشتے نازل ہوجائیں اور کام کا فیصلہ ہوجائے (تو پھر ایمان لانے کا کیا فائدہ)۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من جامع المشرک وسکن معہ فانہ مثلہ[۴] اھ فاذا کان فی محض المساکنۃ فکیف فی مثل المعاونۃ۔

جو کوئی کسی مشرک کے ساتھ جمع ہوا اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کی تو وہ اسی جیسا ہوجائے گا اھ جب صرف رہنے سہنے کا یہ حکم ہے تو پھر مدد کرنے میں کتنا سخت حکم ہوگا۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷
[۲] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸
[۳] ؍؍ ۲/ ۲۱۰
[۴] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الاقامۃ بارض المشرک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

دوسری حدیث میں ہے :

من کثر سواد قوم فھو منھم [1]

جس شخص نے کسی جماعت کو بڑھایا (اور پھیلایا) تو وہ اسی میں شمار ہوگا۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے :

من سود مع قوم فھو معھم [2] اھ فاذا کان ھذا فی مجرد التسوید فکیف مع المشارکۃ المذکورۃ التأیید۔

جو کوئی کسی قوم کے ساتھ ہو کر انھیں بڑھائے (اور ان کی کثرت میں اضافہ کرے) تو وہ ان ہی کے ساتھ ہوگا اھ، پھر جب طلبِ کثرت کا یہ حکم ہے تو پھر ان کے ساتھ شراکت مذکورہ کہ جس میں اُن کی تائید و تصدیق ہے اُس کا کتنا سخت حکم ہوگا۔ (ت)

چوتھی حدیث میں ہے :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلك العرش [3] اھ فاذا کان ھذا فی الفاسق فما ظنك بالکافر المارق۔

جب کسی نافرمان کی تعریف کی جائے تو اللہ تعالٰی غضب ناک ہوجاتا ہے اور اس وجہ سے اُس کا عرش کانپ جاتا ہے اھ، جب فاسق کا یہ حکم ہے تو پھر کافر سرکش کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے (ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض و اعلام امام ابن حجر مکی میں ہے :

وکذا (یکفر) من فعل فعلا اجمع المسلمون علی انه لا یصدر الا من کافر وان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله [4]

اور اسی طرح وہ شخص کافر ہوجائے گا جس نے کوئی ایسا کام کیا کہ مسلمانوں کا جس پر اتفاق ہے کہ ایسا کام بغیر کسی کافر کے نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ کام کرنے والا اپنا کام کرنے کے باوجود اسلام کا اظہار کرے۔ (ت)

جامع الفصولین و منح الروض الازہر میں ہے :

من خرج الی السدة کفر اذ فیه

جو کوئی کفار کی مجلس میں جائے تو کافر ہوگیا اس لئے

---

[1] کنز العمال بحوالہ عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۱۰

[3] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۲۳۰

[4] الاعلام بقواطع الاسلام الفصل الثالث مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۷۸

19
19

اعلان الکفر وکانہ اعان الیہ[1] اھ فاذا کان ھذا فی کانہ فکیف فی انہ۔

کہ اس میں کفر کا اعلان ہے، گویا وہ اس کے پاس امداد کے لئے گیا ہے اھ، جب گویا میں یہ حکم ہے تو پھر اصل اور تحقیق میں کیا حکم ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر او قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر کوئی ذمی کافر کو تعظیم کے طور پر سلام دے تو کافر ہوجائے گا اس لئے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔ اگر کسی نے آتش پرست کو بطور تعظیم "اے کافر" کہا تو کافر ہوگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۲: واقع دربار عالیہ بھرچونڈی شریف اسٹیشن ڈھرکی ضلع سکھر (سندھ) مسؤلہ عاکف فقیر عبداللہ قادری ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔

بخدمت تاج الفقہاء سراج العلماء المدققین حامی السنۃ والدین غیاث الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضر جناب سید احمد رضاخاں صاحب قادری بعد الوف الوف تسلیمات مع التکریمات بصد آداب واضح برائے عالی باد کہ مسئلہ ہجرت معروف معلوم کہ در ہند و سندھ کہ بتمام جوش وخروش علماء وقت بفرضیت او قائل شدہ اند و واعظ دینیہ و زاھد و جاہد بعام وخاص بمجالس مخصوصہ بشدت وحدت تمام دریں بارہ گشتہ اند بحدیکہ از اکثر علماء وقت مقال بدیں منوال رفتہ کہ

بخدمت فقہاء کے تاج، باریک بین علمائے کرام کے چراغ، سنت اور دین کے مددگار، اسلام اور مسلمانوں کے فریادرس، اس موجودہ صدی کے مجدد، جناب سید احمد رضا خاں صاحب قادری، ہزاروں ہزاروں سلام عزت واحترام کے ساتھ، سیکڑوں قسم کے آداب بجالاتے ہوئے حضور کی رائے عالی پر ظاہر ہو کہ مسئلہ ہجرت جو مشہور و معروف ہے کہ ہند اور سندھ میں پورے جوش وخروش سے وقت کے علماء اس کی فرضیت کے قائل ہوگئے ہیں۔ پس دینی وعظ کرنے والے، گوشہ نشین زاہد اور جہاد کرنے والے عام اور خاص خصوصی مجالس میں نہایت

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۳
منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۶
[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

ہر آنانکہ ہجرت نکنند و یا قائل بفرضیت او نشوند خارج از ایمان اند و زنان بر ایشاں حرام گردند آیا آں مفتی الزماں دریں مسئلہ کہ منزلۃ الاقوام است چہ فرمایند بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ دریں باب چہ تحریر دارند براہ نوازش و عنایت بترسیم حقیقت مسئلہ حق مسئولہ شتاب بر جواب سرفراز فرمایند کہ ما در فرضیت و استحبابیت ایں ہجرت سخت متردد و متشکک و مضطرب حال مذبذب بایم تاکید مزید۔

وحدت اختیار کرتے ہوئے اس معاملے میں ایک ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اکثر علماء سے اس طرز پر گفتگو کرتے وقت وہ اس طرف گئے ہیں کہ جو لوگ ہجرت نہیں کرتے یا اس کی فرضیت کے قائل نہیں تو وہ ایمان سے خارج ہیں اور منکوحہ عورتیں ان پر حرام ہیں۔ کیا زمانے کے مفتی حضرات اس مسئلہ میں کہ لغزش اقدام کا سبب ہے یقینی دلائل اور روشن شواہد کے پیش نظر اس باب میں کیا تحریر رکھتے ہیں رائے نوازش اور نظرِ عنایت سے اس مسئلہ مسئولہ کا جلدی جواب عنایت فرماکر سرفراز فرمائیں اس لئے کہ ہم اس ہجرت کے فرض اور مستحب ہونے میں سخت تردد، شک اور اضطراب اور تذبذب میں اپنے آپ کو پاتے ہیں، اور مزید تاکید سے عرض کرتے ہیں۔ (ت)

الجواب

بحمد اللہ تعالٰی ہندوسندھ تا حال دار الاسلام است کما حققناہ فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ہندستان دار الاسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامہ وغیرہ بابکثرت شعار اسلامیہ جاری ست و شہرے کہ دار الاسلام بود تا رشتہ از رشتہا اسلام برجاست ہمچناں دار الاسلام ست کہ اسلام غالب ست و مغلوب نتواں شد و للہ الحجۃ البالغۃ در جامع الفصولین ست ما بقی شیئ من احکام دار الاسلام تبقی دار الاسلام علی ما عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما

اللہ تعالٰی کی تعریف و ستائش کرتے ہوئے گزارش ہے کہ ہند اور سندھ ابھی تک دارِ اسلام ہیں جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ موسومہ "اعلام الاعلام بان ہندستان دار الاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے، نماز، جمعہ، عیدین، اذان اور اقامت وغیرہ بے شمار شعائرِ اسلامیہ اس میں جاری ہیں اور جو شہر کہ دارِ اسلام ہے جب تک اسلام کے رشتوں میں سے کوئی رشتہ قائم ہے تو وہ حسبِ سابق دارِ اسلام ہی ہے کیونکہ اسلام غالب ہے اور کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا، اور کامل دلیل اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے۔ چنانچہ جامع الفصولین میں ہے جب تک دارِ اسلام کا کوئی حکم باقی ہو تو وہ دارِ اسلام ہی رہے گا، جیسا کہ معلوم ہے کہ کوئی حکم جب کسی

بقی شیٔ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ[۱] ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر الاصل و در فصول عمادی ست دار الاسلام لاتصیر دار الحرب اذا بقی شیٔ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام[۲] امام ناصر الدین فرماید مابقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[۳] و در شرح نقایہ است ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیھا کما فی العمادی وغیرھا[۴]، و ہجرت از دار الحرب فرض است نہ از دار الاسلام، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاھجرۃ بعد الفتح رواہ الشیخان[۵] ہجرت خاصہ کہ بر شخصے خاص بوجہ خاص لازم آید چیزے دیگر ست و آواز محلہ بمحلہ بلکہ از خانہ بخانہ دیگر توان شد و الیھا الاشارۃ فی حدیث من

علّت کی وجہ سے ثابت ہو تو جب تک وہ علت موجود رہے گی وہ حکم باقی رہے گا۔ شیخ الاسلام حضرت ابوبکر نے شرح سیر الاصل میں اسی طرح بیان فرمایا، اور فصول عمادی میں ہے کہ دار الاسلام میں جب تک کوئی حکم اسلامی موجود ہو تو وہ "دار حرب" نہ ہوگا اگرچہ مسلمانوں کا غلبہ ختم ہوگیا ہے۔ امام ناصر الدین فرماتے ہیں کہ جب تک اسلام کے رشتوں میں سے کوئی رشتہ باقی ہو تو اسلام کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ اور "شرح نقایہ" میں مذکور ہے کہ اگر ملک میں ایک بھی اسلامی حکم باقی ہو تو اس پر دار الاسلام کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ "عمادی" وغیرہ میں مذکور ہے اور ہجرت کرنا دار کفر سے فرض ہے نہ کہ دار الاسلام سے، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فتح مکّہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت فرمایا۔ خاص ہجرت کہ کسی شخص پر کسی خاص وجہ کی بنا پر لازم ہو تو یہ ایک دوسری بات ہے، ایک محلّہ سے دوسرے محلہ تک بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تک آواز پہنچ سکتی ہے۔

---

[۱] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
[۲] فتاوٰی جامع الفوائد بحوالہ فصول العمادی کتاب الجہاد مکتبہ حقانیہ کوئٹہ ص ۴۴۴
[۳] " " " " " ناصر الدین ص ۴۴۵
[۴] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶
[۵] صحیح البخاری " باب وجوب النفیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۶
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب المبایعۃ بعد الفتح " " " ۲/ ۱۳۱

فر بدینہ[1] الحدیث،

واما ہجرت عامہ نباشد مگر از دار الحرب و ادعائے فرضیتش از دار الاسلام باطل محض ست و اصلے ندارد وتفوہ بتکفیر منکر فرضیت غلو فی الدین ست وتکفیر تارک ازاں ہم بالاتر ضلال مبین ست مگر آنا نترسند از احادیث کثیرہ ناطقہ بآنکہ اکفار مسلم کفر ست قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایما امرء قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ[2] رواہ مسلم والترمذی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما موجب ہجرت اگر تسلط نصاری ست او نہ از امروزست صد سال بیش می گزرد اینھا و آباء ایشاں تاحال اقامت داشتند وبزعم خود بترک تخم کدام حکم کاشتند و اگر چیزے ست کہ در ممالک دیگر ناشی شدہ پس ایں حکم عجیبے ست کہ حادثے بملکے رود وہجرت از ملک دیگر واجب شود۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو کوئی اپنے دین کی حفاظت فرمائیگا الحدیث۔ لیکن عام ہجرت سوائے دار حرب کے نہیں ہوسکتی، لہذا دار الاسلام سے ہجرت کی فرضیت کا دعوٰی کرنا بلاشبہہ باطل ہے یہ اپنے اندر کوئی اصلیت نہیں رکھتا، اور جو کوئی اس کی فرضیت کا انکار کرے اسے کافر قرار دینا دین میں بڑی زیادتی ہے پھر تارک کی تکفیر اس سے بھی بڑھ کر گمراہی ہے۔ مگر کیا وہ لوگ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ بے شمار روایات اس پر ناطق ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا کفر ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو یہ کفران دونوں میں سے کسی ایک پر پلٹ جائے گا۔ لہذا اگر کہنے والے کے مطابق وہ کافر ہے تو وہی کافر ہوگا ورنہ کہنے والے پر کفر لوٹ آئے گا۔ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس حدیث کو روایت کیا (جو لوگ ہجرت کے قائل ہیں اور اُسے فریضہ ایمان قرار دیتے ہیں ہم ان سے پُوچھتے ہیں کہ) ہجرت کرنے کا سبب اور وجہ کیا ہے؟ اگر عیسائیوں کا تسلط ہے تو وہ کوئی آج نہیں ہوا بلکہ آج سے سو سال پہلے کا ہے پھر اتنی مدت یہ لوگ اور ان کے باپ دادے اب تک یہاں کیوں ٹھہرے رہے، اور اپنے خیال میں ہجرت نہ کرکے اُنھوں نے کون سے حکم کا بیج بویا؟ اور اگر ہجرت

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۴/ ۹۷ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۲/ ۲۰۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ یا کافر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

جامع الترمذی " باب ما جاء فی من رمی اخاہ بکفر امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰

کسی ایسے کام کی وجہ سے ہے جو کسی دوسرے ممالک میں پیدا ہو گیا، تو پھر یہ حکم عجیب ہے کہ کوئی جدید حادثہ کسی ملک میں پیدا ہو جائے تو پھر ہجرت کرنا کسی دوسرے ملک پر واجب ہو جائے۔ (خلاصہ کلام) ہم اللہ تعالےٰ سے معافی اور عافیت کی دُعا کرتے ہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۳ ، ۱۵۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی کی زبان سے کلمۂ کفر نکل گیا یا اللہ و رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو گالی دی پھر نادم ہو کر فورًا توبہ کی، اب بی بی اس کی نکاح میں اُس کے رہے گی یا نہیں؟

(۲) یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ اگر کوئی جاہل عالم کو گالی دے تو بی بی پر اُس کے طلاق واقع ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؛ اگر صحیح ہے تو عالم کو کس مرتبہ کا ہونا اور گالی کا کس مرتبہ کا ہونا شرط ہے اور اگر عالم بدخو یا فاسد العقیدہ کو گالی دے یا صحیح العقیدہ کو کسی بات پر خواہ دنیاوی یا اُخروی یا مسئلہ اختلافی لے کر جھگڑا کر کے باہم گالی گلوچ کی، یہ جھگڑا مابین دو عالموں کے ہو تو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) جس نے کلمۂ کفر قصدًا کہا یا اللہ یا نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی وہ کافر ہو جاتا ہے اس کی عورت نکاح سے نکل جاتی ہے پھر اگر مسلمان ہوا اور توبہ کرے عورت کو اختیار ہے کہ اُس سے دوبارہ نکاح کرے خواہ بعد عدت کے اور سے کرے۔

(۲) عالمِ دین کو بُرا کہنا اگر اُس کے عالمِ دین ہونے کے سبب ہے تو کفر ہے اور عورت نکاح سے باہر، خواہ بُرا کہنے والا خود عالم ہو یا جاہل، اور عالمِ سُنّی العقیدہ کی توہین جاہل کو جائز نہیں اگرچہ اُس کے عمل کیسے ہی ہوں، اور بدمذہب و گمراہ اگرچہ عالم کہلاتا ہو اُسے بُرا کہا جائے گا مگر اسی قدر جتنے کا وہ مستحق ہے، اور فحش کلمہ سے ہمیشہ اجتناب چاہیے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۵ تا ۱۵۸ از آرہ محلہ نواده ڈاک بنگلہ مرسلہ محبوب علی و عبدالغفور صاحب آخر ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

ایک پنڈت صاحب ساکن بلیا کے، وہ آج کل آرہ میں آکر بہت زوروں کے ساتھ ہندو مسلمان کو ایک جا مجمع کر کے لکچر دیا کرتے ہیں بعد ختم لکچر کے پنڈت صاحب اکثر موقعوں پر خود اپنے ہاتھ ہندو و مسلمانوں کو ٹیکا دیتے ہیں بعد اُس کے مسلمان سے گلے ملتے ہیں مگر قبل ٹیکا دینے کے مسلمانوں سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے یہاں ممانعت ہے یا نہیں، اُس پر چند مسلمانوں نے جواب دیا کہ کوئی ممانعت نہیں ہے اور نہ ٹیکے سے انکار ہے، اس کہنے پر وہ ٹیکا دیتے ہیں اور گلے ملتے ہیں اور اسی لکچر کے اندر یہ کہا کہ ہندو و مسلمان ایک دل ہو کر اپنے اپنے گھروں میں انتظام کریں بلکہ اُس کے انتظام کے لئے چند

مسلمان ممبر بنائے گئے اور یہ رائے مانی کہ اس غلہ کو بیچ کر ایک جگہ جمع کیا جائے، اسی رائے کو دونوں فریق نے پاس کرکے ایک ہندو کے یہاں جمع کرنے کے لئے قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ دونوں فریق کی رائے سے یہ پیسہ اپنے کارِ خیر کے لئے خرچ کریں۔ اب میں علمائے دین سے اس امر کو دریافت کرتا ہوں کہ وہ شراکت کا پیسہ ہم لوگ اپنے کارِ خیر میں جیسے مسجد کی مرمت یا تجہیز و تکفین مداراتِ میت وغیرہ وغیرہ میں لاسکتے یا نہیں۔ اور ایک روز پنڈت صاحب نے ہندو مسلمان سے مخاطب ہوکر کہا کہ آج ہم اپنے رامائن کا اور مسلمانوں کے قرآن مجید کی اور انگریزوں کی بائبل کی یعنی تینوں کتابوں کی پوجا کریں گے، اس کے انتظام اور اہتمام کے لئے یہ تھا کہ ایک ڈولہ جس کو وہ لوگ سنگاسن کہتے ہیں اس کو بڑے تکلف کے ساتھ ہار پھول سے سجا کر اس کے اندر ایک طرف رامائن ایک طرف بائبل اور بیچ میں مسلمانوں سے قرآن مجید منگوا کر رکھا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بھجن گاتے اور ڈھول و جھانج وغیرہ بجاتے اور اس میں مسلمان بھی شریک ہوکر شہر سے گھماتے ہوئے اپنے مندر کے اندر لیجا کر رکھا، خیر کہا ہماری شریعت میں علماء نے اس امر کو کہ کلام پاک غیر مذہب میں بے دین کی مجلس میں لے جانا اور یہ برتاؤ کرنا اور مندر کے اندر لیجا کر رکھنا کیا جائز ہے؟ جب مسلمانوں سے کہا گیا تو اُن لوگوں نے جواب دیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہوا اگر ایسا کیا گیا کیونکہ ہم لوگوں نے شہر کے ایک ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے اور ٹیکا کے بارے میں بھی یہی جواب ملا، ان سب واقعات کو لکھ کر خدمت بابرکت میں اپنے علمائے دین شرع متین کے پیش کرتا ہوں کہ فی الحقیقت یہ سب بات شرع کے اندر جائز ہے یا نہیں، جیسا کہ یہاں پر مسلمان ہم کو جواب دیتے ہیں کہ ہم نے یہ سب مولوی صاحب سے دریافت کرلیا ہے، لہٰذا ذیل چند جملے درج کرتا ہوں جو مضمون بالا کا لب لباب ہوسکتا ہے، ان سوالوں کے جواب سے بالتفصیل سرفراز فرمایا جائے تاکہ ان بھائی مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرکے اُن کی اصلاح کی جائے، اُن کے عقائد دربارہ مذکورہ درست نہیں ہیں اور ان کی ان خود پرستیوں کی پوری پوری گوشمالی ہوجائے، وہ مذہب پر دھبہ لگانے والی حرکت سے باز آکر راہِ راست پر آجائیں، اس لئے گزارش خدمت عالی ہے کہ جلد جواب اسی پرچہ کی پشت پر تحریر فرمائیں۔

(۱) مسلمانوں کو پیشانی پر ٹیکا لگانا خواہ وہ کسی قسم کا مانند زعفران و صندل وغیرہ کے ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہندوؤں کے شال غول باندھ کر گاتے بجاتے رامائن وغیرہ ہندوؤں کی کتابوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ سنگاسن وغیرہ میں رکھ کر ہندوؤں کی مجلس میں جانا جہاں پر "رام چندر کی جے" کی صدا بلند ہوتی ہو مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرآن مجید کا دوسری کتابوں کے شامل مانند رامائن بائیبل وغیرہ ہندوؤں کے ساتھ پوجا کیا جانا خواہ مندر کے اندر لیجانا اور اس کے اہتمام میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں ؟

(۴) ہندوؤں کے شامل چندہ جمع کرنا اور اس چندہ سے رفاہ عام مسلمان کرنا مثلاً مرمت مسجد، تجہیز وتکفین میت لاوارث مسلمانی، امداد بیوگان مسلم یا یتیم بچوں کی تربیت وتعلیم وغیرہ وغیرہ ممنوع ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) ماتھے پر قشقہ (ٹیکا) لگانا خاص شعارِ کفر ہے اور اپنے لئے جو شعارِ کفر پر راضی ہو اُس پر لزومِ کفر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من شبہ بقوم فھو منھم[1] جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

عبادۃ الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ وکذا لو تزنر بزنار الیھود والنصارٰی دخل کنیستھم او لم یدخل[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بُت کی پُوجا کرنا کفر ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اُس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہودیوں اور عیسائیوں کا زنار گلے میں ڈالا چاہے انکے گرجوں میں جائے نہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) سائل یہ پُوچھتا ہے کہ وہ حرکات ملعونہ جائز ہیں یا نہیں، یہ پُوچھے کہ کفر ہے یا نہیں، اُن کی عورتیں نکاح سے نکلیں یا نہیں ان حرکات سے۔

جامع الفصولین منح الروض الازہر میں ہے:

من خرج الی السدۃ (قال القاری ای مجمع اھل الکفر) کفر لان فیہ اعلان الکفر وکانہ اعان علیہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی (دارالاسلام کو چھوڑ کر) کفار ومشرکین کے مجمع میں جائے (السدۃ، محدث ملا علی قاری نے فرمایا: اس کا معنی مجمع اہل کفر ہے) تو وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے، گویا وہ کفر پر ان کی امداد کر رہا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ زیادہ جاننے والا ہے۔ (ت)

---

[1] سُنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

[2] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ الفن الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحًا وکنایۃً مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۶
جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۳

(۳) قرآن عظیم کا مندر میں لیجانا اُس کی توہین ہے اور قرآن عظیم کی توہین کفر، اور رامائن کی پُوجا اگر کفر نہ ہوئی تو دنیا میں کوئی بات کفر نہیں ہوسکتی، اور کفر کے اہتمام میں شریک ہونا اور اس پر راضی ہونا کفر ہے الرضا بالکفر کفر (کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ت) وہ لوگ اسلام سے نکل گئے اور انکی عورتیں ان کے نکاح سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ممنوع ہے اور سخت ممنوع ہے شرکت کے سبب اگر ان کا روپیہ ہمارے یہاں کے کارِ خیر میں صرف ہوگا تو مسلمان کا روپیہ ان کے کفر کے کاموں میں صرف ہوگا جن کو وہ کارِ خیر سمجھتے ہیں مثلاً مندروں کی اعانت بتوں کی زینت وغیرہ، اور اُن پر راضی ہونا کفر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: از امرتسر کٹرہ پرجہ مرسلہ غلام محمد صاحب دکاندار ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر ہجرت ہی کرنی ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منورہ ہجرت کروں گا کم از کم یہ تو ہوگا کہ مسجد نبوی شریف میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ہوگا اور کہتا ہے دین مدینہ منورہ سے نکلا ہے اور پھر اسی طرف پلٹ جائے گا، پس اُس جگہ سے کون جگہ افضل ہوگی، اور اس زمانہ میں جبکہ نصارٰی کا قبضہ اُس جگہ ہے کابل سے ہزار درجہ اُس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے اور اپنے لئے باعثِ سلامتی دین وشفاعت تصور کرتا ہے، زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں؟ یہ ہجرت اس کی درست ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں نہ آئے گا، ایسی نیت اسکی درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب

زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں بیشک مدینہ طیبہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہوسکتی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

والمدینۃ خیر لھم لوکانوا یعلمون[1] مدینہ اُن کے لئے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔

مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظِ آداب نہ ہوسکے گا اور قبضۂ کفار کا بیان غلط ہے اور ہو تو یہ نیت کہ اُن کے قبضہ تک وہیں رہے گا اُلٹی نیت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب من رغب عن المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب ترغیب الناس فی سکنی المدینۃ الخ " " ۱/۴۴۵

مسئلہ ۱۶۰ تا ۱۶۱: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۳۳ مرسلہ حکیم سعید الرحمن صاحب دہلوی ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

حضرت اقدس جناب مولانا صاحب قبلہ دام فیضہ السلام علیکم، مزاج گرامی! نہایت ادب سے مگر بیتابی کے ساتھ خدمتِ والا میں گزارش ہے کہ برائے کرم امورِ ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلی فرمائیں:

(۱) مسائل خلافتِ اسلامیہ وہجرت عن الہند کے متعلق مولوی عبدالباری اور ابوالکلام وغیرہ نے جو کچھ آواز اٹھائی ہے یہ حدودِ اسلامیہ وشرعیہ کے موافق ہے یا خلاف؟

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے؟ اگر موافق ہے تو کیوں ان اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اٹھاتے؟ اور اگر خلاف ہے تو دوسرے مسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے نہیں روکا گیا' جناب والا نے اپنے لئے کیا راہِ عمل تجویز فرمائی ہے؟

الجواب

مقصد بتایا جاتا ہے اماکنِ مقدسہ کی حفاظت، اس میں کون مسلمان خلاف کرسکتا ہے اور کارروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی وتقلید قرآن وحدیث کی عمر کو بُت پرستی پر نثار کرنا، مسلمانوں کا قشقہ لگوانا، کافروں کی جے بولنا، رام لچھمن پر پھول چڑھانا، رامائن کی پوجا میں شریک ہونا، مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ کو لے جانا، کافروں کو مسجد میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا' شعارِ اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامد میں بند کرنا ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام وکفر کی تمیز اٹھادے اور بُتوں کے معبد پر آگ کو مقدس ٹھہرائے، اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا اور جنھوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا۔ کون مسلمان ان میں موافقت کرسکتا ہے، ان حرکاتِ خبیثہ کے رَدّ میں فتوے لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں، اس سے زیادہ کیا اختیار رہے، پاکی ہے اُسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (اور ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ گناہوں سے تحفظ، اور نیکی بجالانے کی طاقت کسی میں نہیں مگر اللہ تعالٰی بلند شان والے، بڑی عظمت والے کی توفیق سے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ تا ۱۶۳: از گوری ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبدالجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک شخص نماز نہیں پڑھتا ہے لوگوں نے زبردستی نماز پڑھنے کو کہا اور اس نے انکار کیا، اس صورت میں انکار کرنے والے اور تاکید کرنے والے کے ایمان میں نقص آیا یا نہیں؟ اگر نقص آیا تو کس درجہ کا؟ بصورتِ اکراہ وخوفِ سزا سے جبریہ نماز پڑھتا ہے، نہ معلوم نمازِ ریا ادا کرتا ہے

یا خلوص، لیکن ظاہر اسباب زبردستی دباؤ ہے، پس نماز عام جاہل کے دباؤ سے مقبول ہے یا نہیں؟

(۲) ذابح البقر جس نے اپنا پیشہ ذبح کرنا مویشیوں کا و نفع اٹھانا فروختِ گوشت سے ہمیشہ اختیار کرلیا ہے بخشا جائے گا یا نہیں؟ و پرسشِ خون ناحق اس کا یوم الحشر میں ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک مسلمان نذر لغیر اللہ کھاتا و امدادِ مخلوق مثل شیخ سدّو و خواجہ خضر و کالی بھوانی وغیرہ تعزیہ پرستی سے طلب کرتا ہے وبصورت حصول مراد نہیں نذر دینے سے ضرر جان و مال کا تصور کرتا ہے، ان صورتوں میں نقصِ ایمان واقع ہوا یا نہیں؟ و ذبیحہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) تاکید کرنے والے پر الزام نہیں، اور انکار اگریوں ہے کہ تیرے کہنے سے نہیں پڑھتا تو گناہ ہی ہے اور اگر فرضیتِ نماز سے انکار کرے تو کفر کما فی جامع الفصولین[۱] وغیرہ (جیسا کہ جامع الفصولین وغیرہ میں ہے۔ ت) قبول و عدمِ قبول کا بیان اُوپر گزرا سقوط فرض ہوجائے گا لامریاء فی الفرائض کما فی الاشباہ وغیرھا (فرائض میں دکھاوا نہیں، جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ ت) مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ذبح بقر کو خونِ ناحق کہنا کلمۂ کفر ہے اور اس کی بخشش نہ جاننا ضلالت و گمراہی اور اُس پیشے کے جواز میں کوئی شُبہہ نہیں اور ذابح البقر کی وعید موضوع و بے اصل ہے حوالہ اس پر ہے جو ان دعاوی باطلہ کا مدعی ہو اُلٹا مطالبہ جہالت و وہابیہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) کالی بھوانی سے مدد مانگنے والے کو مسلمان کہنا کفر ہے، کہنے والے پر تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح لازم ہے۔ اور کالی بھوانی، شیخ سدّو اور ارواحِ خبیثہ کے ساتھ نبی اللہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد کو ملانا صریح گمراہی اور نبی اللہ کی توہین اور امام الوہابیہ مخذول کی طرز لعین ہے توبہ فرض ہے اور جب وہ کالی بھوانی سے مدد مانگتا ہے تو قطعاً کافر مشرک ہے اس کے ایمان کے نقصان کمال اور اُس کے ذبیحہ سے سوال نادانی ہے، نہ اس کے بعد کسی امرِ محتمل سے بحث کی حاجت نہ کہ جائز یا مستحب۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[۱] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۳۰۶

رسالہ

برکات الامداد لاھل الاستمداد ۱۳۱۱ھ

(مدد طلب کرنے والوں کیلئے امداد کی برکتیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۶۵ از سہسوان محلہ شہباز پورہ مرسلہ احمد نبی خاں ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیۂ وایاک نستعین کے معنی وہابی یوں بیان کرتا ہے کہ استعانت غیر حق سے شرک ہے ؎

دیکھ حصر نستعین اے پاک دیں — استعانت غیر سے لائق نہیں

ذاتِ حق بیشک ہے نعم المستعان — حیف ہے جو غیر حق کا ہو دھیان

اور علمائے صوفیہ کرام کا عقیدہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالٰی کا بھی یہی ایمان تھا کہ ع

نداریم غیر از تو فریاد رس

(ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔ ت)

اور حضرت مولانا نظامی گنجوی رحمہ اللہ تعالٰی بھی دعا میں عرض کرتے تھے ؎

بزرگا بزرگی دہا بیکسم تُوئی یاوری بخش ویاری رسم

(اے بزرگ! بزرگی عطا فرما کہ میں بیکس ہوں، تُو ہی حمایت کرنیوالا اور میری مدد کو پہنچنے والا ہے)

اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ دلچسپ و عبرت، دلہا بیان کرتا ہے جو تحفۃ العاشقین میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نماز پڑھ رہے تھے جب نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش ہوا فرمایا: جب رب العالمین ایاك نستعین فرمائے اور میں غیرحق سے مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا۔ دُوسری آیت شریف جناب ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قصہ کی کہ انی وجھت وجھی للذی سے بیان کرتا ہے اور بہت سی آیاتِ شریفہ اور حدیث پاک اور قولِ علماء وصُوفیہ بتاتا ہے لہذا مستدعی خدمتِ عالی ہوں کہ تردید اس کی مرحمت ہوکہ اس وہابی سے بیان کروں، جواب قرآن کا قرآن سے، حدیث کا حدیث سے، اقوال کا اقوال سے ارشاد فرمائیے گا اور معنی لفظی ہوں۔ بینوا توجروا۔

راقم نیاز احمد نبی خاں، سہسوان

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وبہ نستعین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اعظم غوث اکرم ومعین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے، اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں، اور صلوٰۃ وسلام سب سے بڑے بزرگی والے غوث و مددگار محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ (ت)

الحمدُ للہ آیاتِ کریمہ تو مسلمان کی ہیں اور حضرت مولٰنا سعدی و مولٰنا نظامی قدس سرہ السامی کے جو اشعار نقل کئے وُہ بھی حق ہیں، مگر وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا آیۂ کریمہ انی وجھت وجھی کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں، اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اُسی کا قصد کرتا ہُوں جس نے پیدا کئے زمین وآسمان، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہو سکے۔ جلالین شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

قالوا لہ ما تعبد قال انی وجھت وجھی قصدت بعبادتی[1] الخ

یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا تم کسے پُوجتے ہو، فرمایا میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان وزمین۔

---

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۶/۷۹ اصح المطابع دہلی ص ۱۱۹

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو، نماز میں قبلہ کی طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے خدا نہیں۔ اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[1] جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے۔ آیۂ کریمہ وایاك نستعین مناجات سعدی و نظامی میں استعانت و فریاد رسی و یاوری دیاری حقیقی کا حضرت عزوجل وعلا میں حصر ہے نہ کہ مطلق کا، اور بلاشبہہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود ہستی کی خاص بجناب احدیت عز جلالہ ہے استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہرگز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصول و فیض و ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[2] اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر ہرگز اس سے حصر ایاك نستعین کے منافی نہیں، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجناب الٰہی تعالیٰ وتقدس ہے، پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہوگیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہل اسلام کا ہے، یونہی علم حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور تعلیم حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔ خود رب العزت تبارک وتعالےٰ قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم وعلماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے:

یعلمھم الکتٰب والحکمۃ[3] یہ نبی انھیں کتاب و حکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزوجل وسیلہ و توسل و توسط بننے سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۴۴ [2] القرآن الکریم ۵/۳۵

[3] " " ۳/۱۶۴

پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالٰی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے، پھر فرمایا:

ویحک انہ لایستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذٰلک۔ رواہ ابوداؤد[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اہل اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہوجائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف، نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اسی استعانت کو ایاک نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالٰی سے خاص کئے دیتے ہیں، ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے	جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کہا:

توسل کر نہیں سکتے خدا سے	اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کرکے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنایئے، اس وسیلہ بننے کو ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہوجائیں۔ اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیہ کریمہ میں دیا ہے:

عہ۱ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم	عہ۲ جل جلالہ	عہ۳ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۴

20 ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[1]

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کرکے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالےٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا، پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرمارہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیہ کریمہ ایاک نستعین میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جل وعلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں، جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے؛

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ[2] استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے؛

وتعاونوا علی البرّ والتقوٰی[3] آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اُس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

احادیث مبارکہ؛ ــــــ حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ ــ صبح کی عبادت سے استعانت کرو ــ شام کی عبادت سے استعانت کرو ــ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۳
[3] " ۵/ ۲

کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو ـــ علم کے لکھنے سے استعانت کرو ـــ سحری کے کھانے سے استعانت کرو ـــ دوپہر کے سونے سے استعانت وصدقہ سے استعانت کرو ـــ عورتوں کی خانہ نشینی میں انھیں سنگار رکھنے سے استعانت کرو ـــ حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو ـــ کیا یہ سب چیزیں وہابیہ کی خدا ہیں کہ ان سے استعانت کا حکم آیا۔ یہ حدیثیں خیال میں نہ ہوں تو مجھ سے سنئے:

(۱) البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِسْتَعِیْنُوْا بِالْغُدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَشَیْئٍ مِّنَ الدُّلْجَۃِ۔[1]

امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔ (ت)

(۲) الترمذی عن ابی ھریرۃ۔[2]

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کیا (ت)

(۳) والحکیم الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعن بیمینک علٰی حفظک۔[3]

حکیم ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اپنے حافظہ کی امداد کرو اپنے ہاتھ سے۔ (ت)

(۴) ابن ماجۃ والحاکم والطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعینوا بطعام السحر علٰی صیام النھار وبالقیلولۃ علٰی قیام اللیل۔[4]

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے روزے رکھنے پر سحری کے کھانے سے استعانت کرو اور رات کے قیام کیلئے قیلولہ سے استعانت کرو۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب الدین یسر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی الرخصۃ فیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۱

[3] کنز العمال حدیث ۲۹۳۰۵ ۱۰/ ۲۴۵ و مجمع الزوائد کتاب العلم باب کتابۃ العلم ۱/ ۱۵۲

[4] سنن ابن ماجۃ ابواب الصیام باب ماجاء فی السحور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۳

المستدرک للحاکم کتاب الصوم الاستعانۃ بطعام السحر دارالفکر بیروت ۱/ ۴۲۵

(۵) الدیلمی فی مسند الفردوس عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعینوا علی الرزق بالصدقۃ۔[۱]

دیلمی نے مسند فردوس میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روایت کیا کہ رزق پر صدقہ سے استعانت کرو۔ (ت)

(۶) ابن عدی فی الکامل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعینوا علی النساء بالعری فان احدٰھن اذا کثرت ثیابھا و احسنت زینتھا اعجبھا الخروج۔[۲]

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگیِ لباس سے، کیونکہ جب ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔ (ت)

(۷) الطبرانی فی الکبیر والعقیلی و ابن عدی و ابونعیم فی الحلیۃ و البیہقی فی الشعب عن معاذ بن جبل۔[۳]

طبرانی نے کبیر میں اور عقیلی اور ابن عدی اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب میں معاذ بن جبل سے روایت کیا (ت)

(۸) والخطیب عن ابن عباس۔[۴]

خطیب نے ابن عباس سے روایت کیا (ت)

(۹) والخلعی فی فوائدہ عن امیرالمؤمنین علی المرتضٰی۔[۵]

خلعی نے اپنی فوائد میں امیرالمؤمنین حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا (ت)

(۱۰) والخرائطی فی اعتلال القلوب عن امیرالمؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خرائطی نے اعتلال القلوب میں امیرالمؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حاجت روائیوں میں

---

[۱] کنز العمال بحوالہ فر عن عبداللہ بن عمرو حدیث ۱۵۹۶۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۳

[۲] کنز العمال بحوالہ عد عن انس حدیث ۴۴۹۵۲ 〃 〃 〃 ۱۶/ ۳۷۲

[۳] حلیۃ الاولیاء ترجمہ خالد بن معدان ۳۱۸ دارالکتب العلمیہ 〃 ۵/ ۲۱۵

[۴] تاریخ بغداد ترجمہ حسین بن عبیداللہ ۴۱۲۴ 〃 〃 〃 〃 ۸/ ۵۷

[۵] الجامع الصغیر حدیث ۹۸۵ 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۶۶

استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان[1] حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔ (ت)

یہ دس حدیثیں تو افعال سے استعانت میں ہوئیں، بلکہ حدیثیں اشخاص سے استعانت میں لیجئے کہ تیس[30] احادیث کا عدد کامل ہو۔

حدیث ۱۱: احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ بسند صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لانستعین بمشرک[2] ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کرتے۔

اگر مسلمان سے استعانت بھی ناجائز ہوتی تو مشرک کی تخصیص کیوں فرمائی جاتی۔ ولہذا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی طور کا امانت دار تھا، ارشاد فرماتے ہیں:

اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِکَ عَلٰی اَمَانَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مسلمان ہو جا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

حدیث ۱۲: امام بخاری تاریخ میں خبیب بن یساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے:

انا لانستعین بالمشرکین علی المشرکین[3] ہم مشرکوں سے مشرکوں پر استعانت نہیں کرتے۔

ورواہ الامام احمد ایضًا۔ (امام احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن نسائی میں ہے چند قبائل عرب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنز العمال بحوالہ عق، عد، طب، حل، ھب عن معاذ بن جبل، الخرائطی فی عتلال القلوب عن عمر، خط وابن عساکر خل فی فوائدہ عن علی، حدیث ۱۶۸۰۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی المشرک یسہم لہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۶۸

سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب الاستعانۃ بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرکین ادارۃ القرآن ۱۲/ ۳۹۴

مسند احمد بن حنبل حدیث جد خبیب رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۵۴

علیہ وسلم سے استعانت کی، حضورِ والا نے مدد عطا فرمائی۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ رعل و ذکوان و عصیۃ و بنولحیان فزعموا انھم قد اسلموا واستمدوہ علیٰ قومھم فامدھم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رِعل، ذکوان، عصیۃ اور بنولحیان قبائل کے لوگ آئے اور انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ اسلام قبول کرچکے ہیں اور اپنی قوم کے لئے آپ سے مدد طلب کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی، الحدیث۔ (ت)

حدیث ۴۱: صحیح مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو۔ فرمایا بھلا اور کچھ۔ عرض کی بس میری مراد تو یہی ہے۔ فرمایا تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل، ولفظ الطبرانی فقال یوما یاربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الیٰ لفظ مسلم فقال فقلت اسألک مرافقتک فی الجنۃ، قال اوغیر ذٰلک، قلت ھو ذاک، قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود۔[2]

الحمدللہ یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے وہابیت کُش ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اَعِنّی فرمایا کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں، یہ درکنار حضورِ والا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مطلق طور پر سَلْ فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقیید و تخصیص فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۱
[2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ " " ۱/ ۱۹۳
المعجم الکبیر عن ربیعہ بن کعب حدیث ۴۵۷۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۵۸

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں :

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبی خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت کرامت اوست صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرچہ خواہد و ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد ؎

فان من جودك الدنيا وضرتها
ومن علومك علم اللوح والقلم[1]

مطلق سوال کے متعلق فرمایا "سوال کر" جس میں کسی مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی، تو معلوم ہوا کہ تمام اختیارات آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دستِ کرامت میں ہیں، جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے عطا کریں، آپ کی عطاء کا ایک حصہ دنیا و آخرت ہے اور آپ کے علوم کا ایک حصہ لوح وقلم کا علم۔ (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں :

يؤخذ من اطلاقه صلی الله تعالٰی عليه وسلم الامر بالسؤال ان الله مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق[2]

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالٰی کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔ (ت)

پھر لکھا :

وذكر ابن سبع فی خصائصه وغيره ان الله تعالٰی اقطعه ارض الجنة يعطی منها ما شاء لمن يشاء[3]

یعنی امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں (ت)

امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی "جوہر منظم" میں فرماتے ہیں :

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۶

[2] و [3] مرقات المفاتیح " " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۱۵

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہ یعطی منہا من یشاء ویمنع من یشاء[1]

۳۱۱ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرمانبردار اور حضور کے زیر حکم و ارادہ واختیار کر دئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔ (ت)

اس مضمون کی تصریحیں کلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں حدِ تواتر پر ہیں جو اُن کے انوار سے دیدۂ ایمان منور کرنا چاہے فقیر کا رسالہ سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی (۱۲۹۷ھ) مطالعہ کرے۔

اس جلیل حدیث میں سب سے بڑھ کر جانِ وہابیت پر یہ کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت مانگی کہ اسألك مرافقتك فی الجنۃ یارسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقتِ والا سے مشرف ہوں۔ وہابیہ کے طور سے یہ کیسا کھلا شرک ہے مگر اس کی شکایت کیا' ابھی فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب سوال دہلی ایک نفیس رسالہ اکمال الطامۃ علی شرك سوی بالامور العامۃ تالیف کیا اور بتوفیقہ تعالیٰ اس میں تین سو ساٹھ آیتوں حدیثوں سے ثبوت دیا کہ وہابیہ کے طور پر حضرات انبیاء کرام وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خود حضرت رب العزت جل جلالہ تک معاذ اللہ کوئی شرک سے محفوظ نہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ؂

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

(ایک مذہب میں شرک اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے وہ سب کو معلوم ہے اور مذہب والے بھی سبکو معلوم ہیں)

حدیث ۱۵ تا ۲۸ چودہ حدیثوں میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ[2] خیر طلب کرو نیک رُویوں کے پاس۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل السادس المطبعۃ الخیریۃ مصر ص ۴۲

[2] التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۱۵۷
موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/۴۹
کشف الخفاء حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۲

وفی لفظ (دوسرے الفاظ میں):

اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ[1] — نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔

وفی لفظ (بالفاظِ دیگر):

اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ[2] — جب نیکی چاہو تو خوبرُویوں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ (دوسرے لفظوں میں):

اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا عند حسان الوجوہ[3] — جب حاجتیں طلب کرو خوش چہروں کے پاس طلب کرو۔

وفی لفظ بزیادۃ (اضافہ کے ساتھ دیگر الفاظ میں):

فان قضٰی حاجتك قضاھا بوجہ طلق و ان ردك ردك بوجہ طلق۔ اخرجہ الامام البخاری فی التاریخ[4] وابوبکر بن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج[5] وابویعلٰی فی مسندہ[6] والطبرانی فی الکبیر والعقیلی[7] وابن عدی[8]

خوش جمال آدمی اگر تیری حاجت روا کرے گا تو بکشادہ رُوئی اور تجھے پھیرے گا تو بکشادہ پیشانی (اسے امام بخاری نے تاریخ میں، ابوبکر بن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، ابویعلٰی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی نے، عدی نے،

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۸۱

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ یعلی بن ابی الاشدق الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۲۷۴۲

کنز العمال حدیث ۱۶۷۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۵۱۶

[3] اتحاف السادۃ کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ الخ دار الفکر بیروت ۹/ ۹۱

[4] التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۸ دار الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۷

[5] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۴۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/ ۵۱

[6] مسند ابی یعلی عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۴۰۴۰ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۳۸۶

[7] الضعفاء الکبیر حدیث ۵۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۲۱

[8] الکامل لابن عدی ترجمہ حکم بن عبداللہ بن سعد دار الفکر بیروت ۲/ ۶۲۲

والبیھقی فی شعب الایمان[1] وابن عساکر[2]۔

بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ (ت)

(۱۵) عن ام المؤمنین الصدیقۃ، وعبد بن حمید فی مسندہ، وابن حبان فی الضعفاء، وابن عدی فی الکامل[3] والسلفی فی الطیوریات۔

(۱۵) حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کو عبد بن حمید نے اپنی مسند اور ابن حبان نے ضعفاء اور ابن عدی نے کامل اور سلفی نے طیوریات میں ذکر کیا (ت)

(۱۶) عن عبد اللہ بن عمر الفاروق، وابن عساکر[4] وکذا الخطیب[5] فی تاریخھما۔

(۱۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت کو اور ابن عساکر اور ایسے ہی خطیب نے اپنی اپنی تاریخ میں ذکر کیا۔ (ت)

(۱۷) عن انس بن مالک بلفظ التمسوا، والطبرانی فی الاوسط[6] والعقیلی[7] و الخرائطی فی اعتلال القلوب وتمام فی فوائدہ و ابوسھل عبد الصمد بن عبد الرحمٰن البزار فی جزئہ وصاحب المھروانیات۔

(۱۷) حضرت انس بن مالک کی روایت میں التمسوا کا لفظ ہے اور اس کو طبرانی نے اوسط اور عقیلی اور خرائطی نے اعتدال القلوب اور تمام نے اپنی فوائد میں اور ابوسہیل عبد الصمد بن عبد الرحمٰن بزار نے اپنی جزء میں اور مہروانیات والے نے روایت کیا ہے (ت)

(۱۸) عن جابر ابن عبد اللہ، والدارقطنی فی الافراد[8] بلفظ ابتغوا و العقیلی و

(۱۸) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کو دارقطنی "ابتغوا" کے لفظ کے ساتھ اور عقیلی اور

[1] شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و ۳۵۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۷۸
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ حدیث ۱۶۷۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶
[3] الکامل لابن عدی ترجمہ یعلی بن اشدق دار الفکر بیروت ۷/ ۲۷۴۲
[4] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ خیثمہ بن سلیمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۰
[5] تاریخ بغداد ترجمہ ۱۲۰۷ محمد بن محمد المقری دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۲۶
[6] المعجم الاوسط حدیث ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۱
[7] الضعفاء الکبیر حدیث ۶۲۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳۹
[8] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶

وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج[1] و الطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالک۔

ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، اور طبرانی نے اوسط میں اور تمام اور خطیب نے رواۃ مالک میں ذکر کیا ہے (ت)

(۱۹) عن ابی ھریرہ، وابن النجار فی تاریخہ[2]۔

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کو ابن النجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا (ت)

(۲۰) عن امیرالمؤمنین علی المرتضٰی والطبرانی فی الکبیر[3]۔

(۲۰) حضرت امیرالمومنین علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی روایت کو طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا۔

(۲۱) عن یزید بن خصیفہ عن ابیہ عن جدہ ابی خصیفہ بلفظ التمسوا وتمام فی الفوائد۔

(۲۱) حضرت یزید بن خصیفہ نے اپنے والد انھوں نے یزید کے دادا ابی خصیفہ سے "التمسوا" کے لفظ کے ساتھ اور تمام نے فوائد میں ذکر کیا۔

(۲۲) عن ابی بکرۃ والخطیب[4] وتمام و لفظہ التمسوا والبیہقی فی الشعب و الطبرانی[5]۔

(۲۲) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کو اور خطیب اور تمام نے "التمسوا" کے لفظ کو اور بیہقی نے شعب میں اور طبرانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

(۲۳) عن عبداللہ بن عباس ھذا الاخیر منھم خاصۃ عن ابن عباس باللفظ الثانی وابن عدی عن ام المؤمنین باللفظ الثالث، واخرجہ ابن عدی فی الکامل والبیہقی فی الشعب[6]۔

(۲۳) یہ آخری ان سے خاص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثانی لفظ کے ساتھ اور ابن عدی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے تیسرے لفظ کے ساتھ اسکو ابن عدی نے کامل میں اور بیہقی نے شعب میں ذکر کیا (ت)

---

[1] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۳ موسسۃ الکتب بیروت ۲/ ۵۱
[2] کشف الخفاء بحوالہ ابن النجار فی تاریخ بغداد حدیث ۵۲۷ موسسۃ الکتب العلمیہ ۱/ ۱۶۰
[3] المعجم الکبیر عن ابی خصیفہ حدیث ۹۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۳۹۶
[4] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ابوبکر المقری ۱۲۸۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۲۶
[5] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۸۱
[6] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۷۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۳۵

(۲۴) عن عبد اللہ بن جراد باللفظ الرابع۱ واحمد بن منیع فی مسندہ عن الحجاج بن یزید۔
(۲۵) عن ابیہ یزید القسملی۲ باللفظ الخامس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ھذہ کلھا مسندات، وابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنّفہ۔
(۲۶) عن ابن مصعب۳ الانصاری و
(۲۷) عن عطاء۴ و
(۲۸) عن الزھری۵ مرسلات

(۲۴) حضرت عبد اللہ بن جراد سے چوتھے لفظ کے ساتھ اور احمد بن منیع نے اپنی مسند میں حجاج بن یزید نے ذکر کیا (ت)
(۲۵) اس نے اپنے باپ یزید قسملی سے پانچویں لفظ کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، یہ تمام مسندات اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا (ت)
(۲۶) ابن مصعب انصاری سے اور
(۲۷) عطاء سے
(۲۸) اور زہری سے سب مرسلات ہیں۔

امام محقق جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں:
الحدیث فی نقدی حسن صحیح۶ یہ حدیث میری پرکھ میں حسن صحیح ہے، قلت وقولہ ھذا لاشك حسن صحیح فقد بلغ حد التواتر علی رأی (میں کہتا ہوں اور ان کا یہ قول حق ہے بیشک یہ حسن صحیح حد تواتر کو پہنچی میری رائے میں)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ یا حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

قد سمعنا نبینا قال قولا ۔۔۔ ھو لمن یطلب الحوائج راحۃ
اغتدوا واطلبوا الحوائج ممن ۔۔۔ زین اللہ وجھہ بصباحۃ

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے، ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالٰی نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔ رواہ العسکری۔

۱؎ کشف الخفاء بحوالہ القسملی حدیث ۵۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶۰
۲؎ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الادب ما ذکر فی طلب الحوائج حدیث ۶۳۲۷ کراچی ۹/ ۱۰
۳؎ " " " " " " ۶۳۲۸ " "
۴؎ " " " " " " ۶۳۲۹ " "
۵؎ کشف الخفاء تحت حدیث ۵۲۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶۰
۶؎ الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ تحت حدیث ۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ص ۶۸

حدیث ۲۹ کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ فرماتے ہیں:

اطلبوا الفضل عند الرحماء من امتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی[1]۔

فضل میرے رحمدل امتیوں کے پاس طلب کرو کہ ان کے سائے میں چین کرو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔

وفی لفظ (اور دوسرے الفاظ میں۔ ت):

اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وتنجحوا[2]۔

اپنی حاجتیں میرے رحمدل امتیوں سے مانگو رزق پاؤ گے مرادیں پاؤ گے۔

وفی لفظ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بالفاظِ دیگر رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت):

یقول اللہ عزوجل اطلبوا الفضل من الرحماء من عبادی تعیشوا فی اکنافھم فانی جعلت فیھم رحمتی[3]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فضل میرے رحمدل بندوں سے مانگو ان کے دامن میں عیش کرو گے کہ میں نے اپنی رحمت ان میں رکھی ہے۔

رواہ باللفظ الاول ابن حبان والخرائطی فی مکارم الاخلاق والقضاعی فی مسند الشھاب والحاکم فی التاریخ وابوالحسن الموصلی وبالثانی العقیلی والطبرانی فی الاوسط وبالثالث العقیلی، کلھم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

روایت کیا پہلی حدیث کو ابن حبان اور خرائطی نے مکارم الاخلاق میں، اور قضاعی نے مسند الشہاب میں، اور حاکم نے تاریخ میں، اور ابوالحسن موصلی نے، اور دوسری حدیث کو عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں، اور تیسری کو عقیلی نے۔ یہ ساری حدیثیں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئیں۔ (ت)

حدیث ۳۰ کہ حضور والا ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اطلبوا المعروف من رحماء امتی

میرے نرم دل امتیوں سے نیکی واحسان مانگو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق حدیث ۱۶۸۰۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۹

[2] کنز العمال بحوالہ عق وطس عن ابی سعید خدری حدیث ۱۶۸۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۸

[3] الضعفاء الکبیر حدیث ۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳

تعیشوا فی اکنافھم۔ اخرجه الحاکم[1] فی المستدرك عن امیر المؤمنین علی المرتضٰی کرم الله وجھه الاسنٰی۔

اُن کے ظلِ عنایت میں آرام کروگے (اسے حاکم نے مستدرک میں امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الاسنی سے روایت کیا۔ ت)

انصاف کی آنکھیں کہاں ہیں، ذرا ایمان کی نگاہ سے دیکھیں، یہ سولہ[۱۶] بلکہ سترہ[۱۷] حدیثیں کیسا صاف صاف واشگاف فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر واحسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی رواکرینگے، ان سے مانگو تو رزق پاؤ گے، مرادیں پاؤ گے، ان کے دامنِ حمایت میں چین کروگے ان کے سایۂ عنایت میں عیش اٹھاؤ گے۔

یارب! مگر استعانت اورکس چیز کا نام ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا صورتِ استعانت ہوگی، پھر حضرات اولیاء سے زیادہ کون سا امتی نیک ورحمدل ہوگا کہ ان سے استعانت شرک ٹھہرا کر اس سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جائے گا۔ الحمد للہ حق کا آفتاب بے پردہ وحجاب روشن ہوا، مگر وہابیکا منہ خدا نے مارا ہے انھیں اس عیش چین آرام، خیر، برکت، سایۂ رحمت، دامنِ رافت میں حصہ کہاں جس کی طرف مہربان خدا مہربان رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے امتیوں کو بلا رہا ہے ع

گر بر تو حرام ست حرامت بادا

(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ ت)

والحمدُ لله رب العٰلمین تیس[۳۰] حدیث کا وعدہ بحمداللہ پورا ہوا، آخر میں تین[۳] حدیثیں وہابیت کُش اور سُننے جائیے کہ عدد وتر اللہ عزوجل کو محبوب ہے:

حدیث ۳۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی فان لله عبادا لایراھم[2]۔ (والحمد لله)

جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھول جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیے یُوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲۱

[2] المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۸-۱۱۷

رواه الطبرانی عن عتبة بن غزوان رضی الله تعالٰی عنه۔ میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا وہ اس کی مدد کرینگے (والحمدللہ)، (اسے طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۲ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یاعباد اللّٰہ احبسوا[1] تو یوں ندا کرے اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ رواہ ابن السنی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے ابن السنی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۳ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یوں ندا کرے اعینوا یاعباد اللّٰہ مدد کرو اے اللہ کے بندو۔[2] رواہ ابن ابی شیبة والبزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما (اسے ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ حدیثیں کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روایت فرمائیں قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و معمول و مجرب ہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل اور ان حدیثوں کی شوکت قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکت مذبوحی کا حال دیکھنا ہو تو فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ملاحظہ ہو، اور اس سے زائد ان حضرات کی بُری حالت حدیث اجل واعظم یا محمد انی توجھت بك الٰی ربی[3] (یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ ت) کے حضور ہے کہ وہ حدیث صحیح و جلیل و مشہور منجملہ اعظم واکبر احادیث استعانت ہے جس سے ہمیشہ ائمہ دین مسئلہ استعانت میں استدلال فرماتے رہے، اس کی تفصیل بھی فقیر کے اُسی رسالے میں مسطور ہے کہ یہاں بخوف تطویل ذکر نہ کی۔

---

[1] عمل الیوم واللیلة لابن سنی باب مایقول اذا انفلتت الدابة نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

[2] المصنف لابن ابی شیبة کتاب الدعاء باب مایدعوبہ الرجل الخ حدیث ۹۷۷۰ ۱۰/ ۳۹۰

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۷
المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دارالفکر بیروت ۱/ ۳۱۳ و ۵۱۹

اقوالِ علماء: رہے اقوالِ علماء، ان کا نام لینا تو وہابی صاحبوں کی بڑی حیاداری ہے۔ صدہا قول علمائے اہلسنّت وائمۂ ملّت کے نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار نہ صرف ایک آدھ رسالے بلکہ تصانیف کثیرہ اہلسنّت میں ان حضرات کے سامنے پیش ہو چکے، دیکھ چکے، سن چکے، جانچ چکے، جن کے جواب سے آج تک عاجز ہیں اور بحولہٖ تعالٰی قیامت تک عاجز رہیں گے، مگر آنکھوں کے ڈھلے پانی کا علاج کیا کہ اب بھی اقوالِ علماء کا نام لے جاتے ہیں یعنی ہزار بار مارا تو مارا اب کی بار مار لو تو جانیں، سبحان اللہ!

شفاء[1] السقام امام علامہ مجتہد فہامہ سیدی تقی الملّۃ والدین علی بن عبد الکافی و کتاب[2] الافکار امام اجل اکمل سیدی ابوزکریا نووی و احیاء[3] العلوم وغیرہ تصانیف عظیمہ امام الانام حجۃ الاسلام قطب الوجود محمد غزالی و روض[4] الریاحین و خلاصۃ[5] المفاخر و نشر[6] المحاسن وغیرہا تصانیف جلیلہ امام اجل اکرم عارف باللہ فقیہ محقق عبداللہ بن سعد یافعی و حصن[7] حصین امام شمس الدین ابوالخیر ابن جزری و مدخل[8] امام ابن الحاج محمد عبدری مکی و مواہب[9] لدنیہ و منح محمدیہ امام احمد قسطلانی و افضل[10] القرٰی لقراء ام القرٰی و جوہر[11] منظم و عقود[12] الجمان وغیرہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی ابن حجر مکی و میزان[13] امام اجل عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی و حرز[14] ثمین ملا علی قاری و مجمع[15] بحار الانوار علامہ طاہر فتنی و لمعات[16] التنقیح و اشعۃ[17] اللمعات و جذب[18] القلوب و مجمع[19] البرکات و مدارج[20] النبوۃ وغیرہا تالیف شیخ الشیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی و فتاوٰی[21] خیریہ علامہ خیر الملّۃ والدین رملی و مراقی[22] الفلاح علامہ حسن وفائی شرنبلالی و مطالع[23] المسرات علامہ فاسی و شرح مواہب[24] علامہ محمد زرقانی و نسیم[25] الریاض علامہ شہاب الدین خفاجی وغیرہا تصانیف کثیرہ علمائے کرام و ساداتِ اسلام جن کی تحقیق و تنقیح و اثبات و تصریح استمداد و اعانت سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں۔ اگر مطالعہ کرنے کی لیاقت نہ تھی تو کیا تصحیح[1] المسائل و سیف[2] الجبار و بوارق[3] محمدیہ وغیرہا تصانیف نفیسہ علماء السنۃ معین الحق حضرت مولانا فضل رسول قدس سرہ المقبول بھی نہ دیکھیں، یہ تو عام فہم زبان اردو فارسی میں خاص تمہارے ہی مذہب نامہذب کے رد میں تصنیف ہوئیں اور بحمد اللہ بارہا مطبوع ہو کر راحتِ قلوب صادقین و غیظ صدور مارقین ہوا کیں، علی الخصوص کتاب جلیل فیوض[4] ارواحِ قدس جس میں خاندان عزیزی کے صدہا اقوال صریحہ قائل وہابیت قبیحہ منقول، مگر ہے یہ کہ ؎

بیحیا باش و آنچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تصانیف فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ سے کتاب حیاۃ[5] الموات فی بیان سماع الاموات و رسالہ[6] انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار و رسالہ[7] انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ

ورسالہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال وکتاب[۹] الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء خصوصاً کتاب مستطاب[۱] سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی وغیرہا میں جابجا بکثرت ارشادات واقوالِ ائمہ وعلماء واولیائے کرام مذکور یہاں ان کے ذکر سے اطالت کی حاجت نہیں اور خود اسی تحریر میں جو اقوال حضرت شیخ محقق ومولانا علی قاری وامام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالٰی نے زیر حدیث ۱۴ مذکور ہوئے قتلِ وہابیت کو کیا کم ہیں۔ پھر وہابی صاحب کی اس سے بڑھ کر پرلے سرے کی شوخ چشمی یہ کہ علماء کے ساتھ صوفیاء کرام کا نام پاک بھی لے دیا، کیا وہابیت وحیا میں ایسا ہی تناقض تام ہے کہ ایک آن کو بھی حیا کا کوئی شمہ وہابیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا، اناللہ و انا الیہ راجعون۔

دربارہ استعانت صوفیاء کرام کے اقوال، افعال، احوال، اعمال سے دفتر بھرے ہیں دریا بہہ رہے ہیں۔ اس دیدے کی صفائی کا کیا کہنا، ذرا آنکھوں پر ایمان کی عینک لگاکر حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ مشکوٰۃ شریف ملاحظہ ہو، اس مسئلہ میں حضرات اولیائے کرام قدست اسرارھم سے کیا ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں:

آنچہ مروی ومحکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصراست ومذکورست در کتب ورسائل ایشاں ومشہوراست میان ایشاں کہ حاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر ومتعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں۔ عافانا اللہ من ذٰلک[۱]

مشائخ اہل کشف سے کامل لوگوں کی ارواح سے استمداد اور استفادہ گنتی سے باہر ہے اور ان کی کتب ورسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے لہذا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے کلمات منکر ومتعصب لوگوں کو فائدہ نہ دیں۔ اللہ تعالٰی اس سے محفوظ رکھے۔ (ت)

اللہ اکبر، ان منکران بے دولت کی بے نصیبی یہاں تک پہنچی کہ اکابر علماء وعرفاء کو کلمات

---

[۱] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

حضرات اولیائے کرام سے انھیں نفع پہنچنے کی امید نہ رہی اور فی الواقع ایسا ہی ہے، یُوں نہ مانئے تو آزمالیجئے اور ان ہزار در ہزار ارشاداتِ بیشمار سے امتحاناً صرف ایک کلام پاک فرزند دلبند صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کریں جو بتصریح اعاظم اولیاء سید الاولیاء و امام الاصفیاء وقطب الاقطاب و تاج الاوتاد و مرجع الابدال و مفزع الافراد اور باعتراف اکابر علماء امام شریعت و سردارِ اُمت و محی دین وملت و نظامِ طریقت و بحرِ حقیقت و عین ہدایت و دریائے کرامت ہے، وہ کون، ہاں وہ سید الاسیاد واہب المراد سیدنا و مولٰنا و ملاذنا و ماونا و غوثنا و غیثنا حضرت قطبِ عالم و غوثِ اعظم سید ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی صلے اللہ تعالٰی علٰی جدہ الاکرام وعلٰی آلہٖ وعلیہ وبارک وسلم، اور وہ کلام پاک نہ ایسا کہ کسی ایسے ویسے رسالے یا محض زبانوں پر مشہور ہوا بلکہ اکابر و اجلّہ ائمہ کرام و علمائے عظام مثل امام اجل عارف باللہ سید القراء ثقہ ثبت حجت فقیہ محدث راویۃ الحضرۃ العلیۃ القادریۃ سیدنا امام ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی پھر امام اکرام شیخ الفقہاء فرد الوفا عالمِ ربانی لوائے حکمت یمانی سیدنا امام عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی مکی پھر فاضل اجل فقیہ اکمل محدثِ اجل شیخ الحرم المحترم مولٰنا علی قاری حنفی ہروی مکی وبقیۃ السلف جلیل الشرف صاحب کرامات عالی و برکات معالی مولٰنا محمد ابوالمعالی سلمی معالی پھر شیخ شیوخ علماء الہند محقق فقیہ عارف نبیہ مولٰنا شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم کبرائے ملت و عظمائے امت قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم و افاض علینا من برکاتھم و انوارھم اپنی تصانیف جلیلہ جمیلہ معتمدہ مستندہ مثل بہجۃ الاسرار شریف و خلاصۃ المفاخر و نزہۃ الخاطر الفاتر و تحفہ قادریہ و اخبار الاخیار و زبدۃ الآثار وغیرہ میں ذکر و روایت فرمایا کہ حضور پُر نور جگر پارہ شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ فعلیہ وبارک وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ و من نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ و من صلی رکعتین یقرأ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی ویسلم علی رسول اللہ

جو کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دفع ہو، اور جو اللہ عزوجل کی طرف کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے وہ حاجت پوری ہو اور جو دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد السلام و یذکرنی ثم یخطو الی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانھا تقضی باذن اللہ تعالٰی [1]

درود وسلام بھیجے اور مجھے یاد کرے، پھر بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کے حکم سے وہ حاجت روا ہو۔

یقول العبد صدقت یا سیدی یا مولائی رضی اللہ تعالٰی عنك وعن کل من کان لك ومنك فالحمد للہ الذی جعل وارث ابیك المرسل رحمۃ ومولی النعمۃ وصلی اللہ تعالٰی علی ابیك وعلیك وعلی کل من انتمی الیك وبارك وسلم وشرف وکرم اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہ بندہ (یعنی احمد رضا) عرض کرتا ہے کہ میرے آقا و مولٰی! آپ نے سچ فرمایا اللہ تعالٰی آپ سے اور آپ کے متوسلین اور آپ کی اولاد سے راضی ہو، تمام حمدیں اللہ تعالٰی کیلئے جس نے آپ کے والد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وارث، رحمت اور آقائے نعمت بنایا۔ اللہ تعالٰی آپ کے والد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ پر اور آپ سے منسوب سب پر رحمتیں نازل فرمائے اور برکتیں اور سلامتی اور کرم فرمائے، آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین (ت)

حضرت ابوالمعالی قدس سرہ العالی کی روایت میں الفاظ کریمہ کشفتُ فرّجتُ قضیتُ بصیغہ متکلم معلوم ہیں، وہ ان کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

عمر بزاز قدس سرہٗ میگوید من شنیدہ ام از حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ہرکہ در کُربتے بمن استغاثہ کند کشفتُ عنہ دور گردانم آں کُربت را ازو، وہرکہ در شدّتے بنام من ندا کند فرّجتُ عنہ خلاص بخشم او را ازاں

عمر بزاز فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا کہ جو شخص مصیبت میں مجھ سے استغاثہ کرے گا میں مدد کروں گا اور اس سے اس کی تکلیف دُور کروں گا، اور جو سختی میں مجھے ندا کرے گا اس کی سختی کو دُور

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

شدت ، و ہر کہ در حاجتے توسل بمن کند در حضرت جل وعلا قضیت لہ حاجت او را بر آرم۔[1]

کر دوں گا اور خلاصی دلاؤں گا۔ اور جو اپنی حاجت میں مجھ سے توسل کرے گا اللہ تعالٰی کے دربار میں اس کی حاجت پوری کروں گا۔ (ت)

علامہ علی قاری بعد ذکر روایت فرماتے ہیں ؛

قَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ مِرَارًا فَصَحَّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔[2]

بیشک یہ بار ہا تجربہ کیا گیا ٹھیک اترا، اللہ تعالٰی کی رضا شیخ پر ہو۔ (ت)

فقیر غفرلہٗ نے اس نماز مبارک کی ترکیب وبعض نکات ولطائف غریب میں ایک مختصر رسالہ مسمّٰی بہ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) اور اس کے ہر ہر فعل کے ثبوت کو کافی ، ہر ہر جز کے احادیث کثیرہ واقوال ائمہ وحکم شرعیہ سے اثبات وافی میں ایک مفصل رسالہ نفیسہ بر فوائد جلیلہ مسمّٰی بہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) تصنیف کیا جس کی خداداد شوکت قاہرہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وللہ الحمد۔ ایمان سے کہنا یہ وہی اولیاء ہیں جن پر تم یہ جیتا بہتان اٹھاتے ہو مگر وہ تو حضرات اولیاء تمھیں منکر متعصب فرما ہی چکے ، تم پر ارشادات اولیاء کا کیا اثر ہو ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ عنانِ قلم روکتے روکتے سخن طویل ہوا جاتا ہے ، چند فوائد ضروریہ لکھ کر ختم کیا چاہیے۔

فائدہ ضروریہ

حضرت امام سفیان ثوری قدس سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے ، اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سُنئے ، لکھتے ہیں ؛

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نماز شام امامت میکرد ، چوں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی ، جب ایاک نعبد و

---

[1] تحفہ قادریہ باب دہم فی التوسل الیہ الخ قلمی ص ۷۶

[2] نزہۃ الخاطر والفاتر

نستعین گفت بیہوش افتاد ، چوں بخود آمد گفتند اے شیخ ! ترا چہ شدہ بود ؟ گفت چوں ایاک نستعین گفتم ترسیدم کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گو ! چرا از طبیب دارو می خواہی واز امیر روزی واز بادشاہ یاری می جوئی ، ولہذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند از انکہ ہر روز وشب پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد ، لیکن دریجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد واُورا مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است ، واگر التفات محض بجانب حق است واُورا مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانۂ اسباب وحکمتِ او تعالیٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید ، دور از عرفان نخواہد بود ، ودر شرع نیز جائز وروا است ، وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند ودر حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرتِ حق است لاغیر[1]

وایاک نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے ، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا ، اے شیخ ! آپ کو کیا ہوگیا تھا ؟ فرمایا : جب ایاک نستعین کہا تو خوف ہوا کہ مجھ سے یہ نہ کہا جائے اے جھوٹے ! پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے ، امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے ؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہوکر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے اور اگر توجہ حضرتِ حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور اللہ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دُور نہیں ، اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے ، اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے بلکہ یہ حضرتِ حق سے ہی استعانت ہے ۔ (ت)

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی کھُل جاتی ہے ۔ طبیبوں سے دوا چاہنی ، امیروں سے نوکری مانگنی ، بادشاہوں سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہُوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہیں ، لہٰذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یُوں بتایا کہ "غیر حق سے مدد مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا" تاکہ جاہلوں کے بہکانے کو اسے بزورِ زبان

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تفسیر سورہ فاتحہ پارہ الٓمٓ افغانی دار الکتب دہلی ص ۸

حضرات انبیاء و اولیاء علیہم السلام والثناء سے استعانت پر جائیں اور آپ حکیم جی سے دوا کرانے نواب، راجہ کی نوکریاں کرنے، منصف ڈپٹی کے یہاں نالشیں لڑانے کو الگ بچ جائیں۔ سبحان اللہ کہاں وہ تبتل تام و اسقاط تدبیر و اسباب کا مقام جس کی طرف امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس قول میں ارشاد فرمایا جس کے اہل مریض ہوں تو دوا نہ کریں، بیماری کو کسی سبب کی طرف نسبت نہ فرمائیں، عین معرکہ جہاد میں کوڑا ہاتھ سے گر پڑے تو دوسرے سے نہ کہیں آپ ہی اتر کے اٹھائیں، اور کہاں مقام شریعت مطہرہ و احکامِ جواز و منع و شرک و اسلام، مگر ان ذی ہوشوں کے نزدیک کمال تبتل و شرک متقابل ہیں کہ جو اس اعلٰی درجۂ انقطاع محض و تفویضِ تام پر نہ ہوا مشرک ٹھہرا یا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو، اسی حکایت کے بعد شاہ صاحب نے کیسی تصریح فرمادی کہ استعانت بالغیر وہی ناجائز ہے کہ اس غیر کو مظہرِ عونِ الٰہی نہ جانے بلکہ اپنی ذات سے اعانت کا مالک جان کر اس پر بھروسا کرے، اور اگر مظہرِ عونِ الٰہی سمجھ کر استعانت بالغیر کرتا ہے تو شرک و حرمت بالائے طاق، مقامِ معرفت کے بھی خلاف نہیں خود حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ایسی استعانت بالغیر کی ہے۔

مسلمانو! مخالفین کے اس ظلم و تعصب کا ٹھکانا ہے کہ بیمار پڑیں تو حکیم کے دوڑیں، دوا پر گریں، کوئی مارے پیٹے تو تھانے کو جائیں، رپٹ لکھائیں، ڈپٹی وغیرہ سے فریاد کریں، کسی نے زمین دبالی کہ تمسک کا روپیہ نہ دیا تو منصف صاحب مدد کیجیو، جج بہادر خبر لیجیو۔ نالش کریں، استغاثہ کریں، غرض دنیا بھر سے استعانت کریں، اور حصر ایاك نستعین کو اس کے منافی نہ جانیں، ہاں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استعانت کی اور شرک آیا، ان کاموں کے وقت آیت کا حصر کیوں نہیں یاد آتا، وہاں تو یہ ہے کہ ہم خاص تجھی سے استعانت کرتے ہیں، کیا مخالفین کے نزدیک "خاص تجھی" میں بید، حکیم، تھانیدار، جمعدار، ڈپٹی، منصف، جج وغیرہ سب آگئے کہ اس حصر سے خارج نہ ہوئے، یا معاذ اللہ آیۂ کریمہ کا حکم ان پر جاری نہیں، یہ خدا کے ملک سے کہیں الگ بستے ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غرض مخالفین خود بھی دل میں خوب جانتے ہیں کہ آیۂ کریمہ مطلق استعانت بالغیر کی اصلاً ممانعت نہیں، نہ وہ ہرگز شرک یا ممنوع ہوسکتی ہے بلکہ استعانت حقیقیہ ہی رب العزۃ جل وعلا سے خاص فرمائی گئی ہے اور اس کا اختصاص کسی طرح حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

سے استعانت جائزہ کا منافی نہیں ہوسکتا، مگر عوام بیچاروں کو بہکانے اور محبوبانِ خدا کا نام پاک ان کی زبان سے چھڑانے کو دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کے معنی بدلتے ہیں، تو بات کیا کہ سر کی کھلی اور دل کی بند ہیں، پاؤں تلے کی نظر آتی ہے، حکیم جی کو علاج کرتے، تھانہ دار کو چوریاں نکالتے، نواب راجہ کو نوکریاں دیتے، ڈپٹی منصف کو مقدمات بگاڑتے سنبھالتے آنکھوں دیکھ رہے ہیں، ان کی امداد و اعانت سے کیونکر منکر ہوں، اور حضرات عُلیہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے جو باطن وظاہر، قاہر و باہر مددیں پہنچ رہی ہیں، وہ نہ دل کے اندھوں کو سُوجھیں اور نہ ہی اپنے نصیبے میں ان کی برکات کا حصہ سمجھیں، پھر بھلا کیونکر یقین لائیں، جیسے معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کہ ان کے پیشوا ظاہری عبادتیں کرتے کرتے مرگئے، کراماتِ اولیاء کی اپنے میں بوند نہ پائی، ناچار منکر ہوگئے ؎

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(جب انھوں نے حقیقت کو نہ سمجھا تو افسانہ کی راہ اختیار کی۔ ت)

پھر ان حضرات کو ڈپٹی، منصف، حکیم سے خود بھی کام پڑتا رہتا ہے، ان سے استعانت کیونکر شرک کہیں، معہذا ان لوگوں سے کوئی کاوش بھی نہیں، دل میں آزار تو حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے ہے، ان کا نام تعظیم ومحبت سے نہ آنے پائے ان کی طرف کوئی سچی عقیدت سے رجوع نہ لائے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

فائدہ مہمّہ

مخالفین بیچارے کم علموں کو اکثر دھوکا دیتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہیں فلاں عقیدہ یا معاملہ ان سے شرک نہیں، وہ مردہ ہیں ان سے شرک ہے، یا یہ تو پاس بیٹھے ہیں ان سے شرک نہیں، وہ دور ہیں ان سے شرک ہے، وعلیٰ ہٰذا القیاس طرح طرح کے بیہودہ وسواس، مگر یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، جو شرک ہے وُہ جس کے ساتھ کیا جائے شرک ہی ہوگا، اور ایک کے لئے شرک نہیں تو کسی کے لئے بھی شرک نہیں ہوسکتا، کیا اللہ کے شریک مُردے نہیں زندے ہوسکتے ہیں، دور کے نہیں ہوسکتے پاس کے ہوسکتے ہیں، انبیاء نہیں ہوسکتے حکیم ہو سکتے ہیں، انسان نہیں ہوسکتے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

فرشتے ہو سکتے ہیں، حاشا للہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ تو مثلاً جو بات ندا خواہ کوئی شے جس اعتقاد کے ساتھ کسی پاس بیٹھے ہوئے زندہ آدمی سے شرک نہیں وہ اسی اعتقاد سے کسی دُور والے یا مُردے بلکہ اینٹ پتھر سے بھی شریک نہیں ہو سکتی، اور جو ان میں سے کسی سے شرک ٹھیرے وہ قطعاً یقیناً تمام عالم سے شرک ہو گی، اس استعانت ہی کو دیکھئے کہ جس معنیٰ پر خدا سے شرک ہے یعنی اسے قادر بالذات و مالک مستقل جان کر مدد مانگنا، بہ ایں معنی اگر دفع مرض میں طبیب یا دوا سے استمداد کرے یا حاجتِ فقر میں امیر یا بادشاہ کے پاس جائے یا انصاف کرانے کو کسی کچہری میں مقدمہ لڑائے، بلکہ کسی سے روزمرہ کے معمولی کاموں ہی میں مدد لے، جو بالیقین تمام مخالفین روزانہ اپنی عورتوں، بچّوں، نوکروں سے کرتے کراتے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے یا کھانا پکا دے یا پانی پلا دے، سب شرک قطعی ہے، کہ جب یہ جانا کہ اس کام کے کر دینے پر انھیں خود اپنی ذات سے بے عطائے الٰہی قدرت ہے تو صریح کفر اور شرک میں کیا شُبہہ رہا، اور جس معنیٰ پر ان سب سے استعانت شرک نہیں یعنی مظہر عونِ الٰہی و واسطہ و وسیلہ وسبب سمجھنا اس معنی پر حضرات انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے کیوں شرک ہونے لگی، مگر حکیم، امیر، جج، اولاد، نوکر، جورو ان سب کو مظہرِ عون وسبب و وسیلہ جاننا جائز ہے، اور ان حضرات عالیہ کو کہ وہ اعلیٰ مظہر و اعظم سبب و افضل وسائل بلکہ منتہی الاسباب وغایۃ الوسائط ونہایۃ الوسائل ہیں، ایسا سمجھنا شرک ہو گیا، ہزار تف بریں بے عقلی و نا انصافی۔ غرض پانی وہیں مرتا ہے کہ جو کچھ غصہ ہے وہ حضرات محبوبانِ خدا کے بارے میں ہے، جورو، یار، بچے مددگار، نوکر، کارگزار مگر انبیاء و اولیاء کا نام آیا اور سر پر شرک کا بھوت سوار، یہ کیا دین ہے، کیسا ایمان ہے! ولاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم

مسلمین اس نکتے کو خوب محفوظ و ملحوظ رکھیں، جہاں ان چالاکوں، عیاروں کو کوئی فرق کرتے دیکھیں کہ فلاں عمل یا فلاں اعتقاد فلاں کے ساتھ شرک ہے فلاں سے نہیں، یقین جان لیجئے کہ نرے جھوٹے ہیں، جب ایک جگہ شرک نہیں تو اس اعتقاد سے کسی جگہ شرک نہیں ہو سکتا، واللہ الہادی الی طریقٍ سوی۔

فائدہ ضروریہ

مخالفین جب سب طرح عاجز آجاتے ہیں اور کسی طرف راہِ مفر نہیں پاتے تو ایک نیا شگوفہ

چھوڑتے ہیں کہ صاحبو! ہم بھی اسی استعانت کو شرک کہتے ہیں جو غیر خدا کو قادر بالذات و مالک مستقل بے عطائے الٰہی جان کر کی جائے، اور اپنی بات بنانے اور خجلت مٹانے کو ناحق ناروا بیچارے عوام مومنین پر جیتا بہتان باندھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی سمجھ کر انبیاء و اولیاء سے استعانت کرتے ہیں ہمارا یہ حکم شرک انھیں کی نسبت ہے۔ اس بارے درجہ کی بناوٹ کا لفافہ تین طرح کھل جائے گا:

اولاً صریح جھوٹے ہیں کہ صرف اسی صورت کو شرک جانتے ہیں، ان کے امام خود تقویۃ الایمان میں لکھ گئے ہیں:

"کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہوتا ہے۔"[1]

کیوں اب کہاں گئے وہ جھوٹے دعوے۔

ثانیاً ان کے سامنے یوں کہئے کہ یا رسول اللہ! حضور کو اللہ تعالٰی نے اپنا خلیفۂ اعظم و نائب اکرم و قاسم نعم کیا، دُنیا کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، خزانوں کی کنجیاں، مدد کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں حضور کے دست مبارک میں رکھیں، روزانہ دو وقت تمام اُمت کے اعمال حضور کی بارگاہ میں پیش کرائے، یا رسول اللہ! میرے کام میں نظر رحمت فرمائیے، اللہ کے حکم سے میری مدد و اعانت فرمائیے۔

اب ان لفظوں میں تو صراحۃً قدرت ذاتی کا انکار اور مظہریت عونِ الٰہی کی تصریح ہے، ان میں تو معاذ اللہ اس ناپاک گمان کی بُو بھی نہیں آسکتی، یہ کہتے جائیے اور ان صاحبوں کے چہرے کو غور کرتے جائیے، اگر بکشادہ پیشانی اسے سنیں اور آثار کراہت و غیظ ظاہر نہ ہوں جب تو خیر، اور اگر دیکھئے کہ صُورت بگڑی، ناک بھوں سمٹی، منہ پر دُھوئیں کی مانند تاریکی دوڑی، تو جان لیجئے کہ دلی آگ اپنا رنگ لائی ہے۔

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

سُبحان اللہ! میں عبث امتحان کو کہتا ہوں، بارہا امتحان ہو ہی لیا، ان صاحبوں میں نواب دہلوی مصنفِ ظفر جلیل تھے، حدیث عظیم و جلیل ثابت یا محمد انی توجہت بك الی ربی فی حاجتی هذہ لتقضی لی[2] کہ صحاح ستہ سے تین صحاح جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ٧

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات ٢/١٩٧ و المستدرک کتاب صلوٰۃ التطوع ١/٣١٣ و کتاب الدعا ١/٥١٩
سنن ابن ماجہ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ١٠٠

میں مروی اور اکابر محدثین مثل امام ترمذی و امام طبرانی و امام بیہقی و ابو عبداللہ حاکم و امام عبدالعظیم منذری وغیرہم اسے صحیح فرماتے آئے جسے خود حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے قضائے حاجت کے لئے تعلیم، اور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے زمانہ اقدس اور حضور کے بعد زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاجت روائی کا ذریعہ بنایا، اس میں کیا تھا، یہی نا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ وہ میری حاجت روا فرمائے، اس میں معاذ اللہ قدرت بالذات کی کہاں بُو بھی جو نواب صاحب کو پسند نہ آئی کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا پاس نہ صحابہ و تابعین کی تعلیم و عمل کا لحاظ، نہ اکابر حفاظ احادیث کی تصحیح کا خیال، سخت ڈھٹائی کے ساتھ حاشیہ ظفر جلیل پر حدیث صحیح کو بزورِ زبان و زور بہتان رَد کرنے کے لئے عقل شرع کی قید سے نکل بے دھڑک بے پر کی اُڑا دی کہ یہ حدیث قابلِ حجت نہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس واقعہ عبرت خیز کا بیان ہمارے رسالہ انہار الانوار میں ہے، اب دیکھئے کہ نہ فقط اولیاء بلکہ خود حضور پُر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے استعانت جائزہ محمودہ، خود حضور اقدس کی فرمودہ، صحابہ و تابعین کی معمولہ ومقبولہ، صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے، قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]۔

ثالثاً سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادر مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں، ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں تمھیں توبہ کرنی پڑے اہلِ لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنیِ کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]۔ اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم، پیچھے نہ پڑ اس بات کے جو تجھے تحقیق نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔[1]

بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہونا ہے۔

اور فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسہم خیرا۔[2]

کیوں نہ ہُوا کہ جب تم نے اسے سنا تو مسلمان مردوں عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرماتا ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین۔[3]

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[4] رواہ مالک والبخاری و مسلم وابوداؤد والترمذی۔

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھُوٹی بات ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

افلا شققت عن قلبہ[5] رواہ مسلم وغیرہ۔

تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا (اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ ت)

۹۹ علماء کرام فرماتے ہیں کلمہ گو کے کلام میں اگر ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو تو واجب ہے اسی تاویل کو اختیار کریں اور اسے مسلمان ٹھیرائیں کہ حدیث میں آیا ہے:

الاسلام یعلو ولا یُعلٰی[6] رواہ الرّویانی

اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں کیا جاتا'

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲
[3] " ۲۴/ ۱۷
[4] صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴
[5] سنن ابی داود باب علی ما یقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵
[6] سنن الدارقطنی کتاب النکاح باب المہر دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۳/ ۲۵۲

والدارقطنی والبیھقی والضیاء والخلیل عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(اسے رویانی، دارقطنی، بیہقی، ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

نہ کہ بلاوجہ منہ زوری سے صاف ظاہر، واضح، معلوم، معروف معنٰی کا انکار کرکے اپنی طرف سے ایک ملعون، مردود، مصنوع، مطرود احتمال گھڑیں اور اپنے لئے علمِ غیب اور اطلاعِ حال کا دعوٰی کرکے زبردستی وہی ناپاک مراد مسلمانوں کے سر باندھیں، قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا۔ ان بہتانوں، طوفانوں پر بارگاہِ قہار سے مطالبۂ جواب تو نہ ہوگا۔ ہاں ہاں جواب تیار کر رکھو اُس سخت وقت کے لئے جب مسلمانوں کی طرف سے جھگڑنا آئے گا لا الٰہ الا اللہ ہاں اب جانا چاہتے ہیں ستمگر لوگ کہ کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں، یوں اعتبار نہ آئے تو اپنے کذب کا امتحان کرلو، اہلِ استعانت سے پوچھو کہ تم انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت و وجاہت والے، اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو، دیکھو تو تمھیں کیا جواب ملتا ہے۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب مستطاب شفاء السقام میں استمداد و استعانت کو بہت احادیثِ صریحہ سے ثابت کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں، یہ تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یاسیدی جزاک اللہ عن الاسلام و

اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا اللہ تعالٰی

---

[1] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الباب الثامن فی التوسل الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۷۵

والمسلمين خيرا۔ اٰمین! آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اٰمین (ت)

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب جوہر منظم میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں:

فالتوجه والاستغاثة به صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم وبغیرہ لیس لهما معنی فی قلوب المسلمین غیر ذٰلك ولا یقصد بهما احد منهم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذٰلك فلیبك علٰی نفسه نسأل اللّٰہ العافیة والمستغاث به فی الحقیقة هو اللّٰہ والنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه واسطة بینه وبین المستغیث فهو سبحٰنه مستغاث به والغوث منه خلقا وایجادا والنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم مستغاث والغوث منه سببا وکسبا۔[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے، تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک و تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں، حقیقۃً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریاد رسی یوں ہے کہ مراد کو خلق و ایجاد کرے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریاد رسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔

مخالف کو کریما کا مصرعہ یاد رہا کہ:

ندارم غیر از تو فریاد رس

(ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے۔ ت)

اور وہ بیشک حق ہے جس کے معنی ہم اوپر بیان کر آئے مگر یہ یاد نہ آیا کہ اس کے کبرائے طائفہ کے اکابر و عمائد حضور پرنور سیدنا و مولانا وغوثنا و ماوٰینا حضرت غوث اعظم غوث الثقلین صلی اللہ تعالٰی جدہ الکریم وآبائہ الکرام وعلیہ وعلٰی مریدیہ ومحبیہ وبارک وسلم کو فریاد رس مان رہے ہیں۔

---

[1] الجوہر المنظم الفصل السابع فیما ینبغی للزائر الخ المطبعۃ الخیریہ مصر ص ۶۲

شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں :

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود واز آں جا فیض بر دارد غالباً بیروں نیست ازآنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

آج اگر کسی کو رُوحِ خاص سے مناسبت پیدا ہوجائے اور وہ وہاں سے فیضیاب ہو تو غالباً بعید نہیں کہ یہ کمال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مناسبت سے حاصل ہوا ہوگا یا بہ نسبت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ ملا ہوگا۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبوبیت بیان کرکے فرماتے ہیں :

ایں مرتبہ ازاں مراتب است کہ ہیچکس را از بشر نہ دادہ اند، مگر بہ طفیل ایں محبوبے برخے از اولیاء امت او راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ ومسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما۔[2]

یہ وُہ مرتبہ ہے جو کسی انسان کو نصیب نہ ہوا، ہاں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا کچھ حصہ اولیائے امت تک پہنچا، پھر یہ حضرات اس کی برکت سے مسجودِ خلائق اور محبوبِ قلوب ہوئے جیسے حضرت غوث الاعظم اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہما۔ (ت)

مرزا مظہر جانجاناں اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں :

آنچہ در تاویل قول حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ نوشتہ اند۔[3]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کہ "میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے" کی تاویل میں انھوں نے لکھا ہے (ت)

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۶۲

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) سورۃ الم نشرح مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲

[3] کلمات طیبات فصل دوم در مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹

انہی کے ملفوظات میں ہے :

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم باشد با ہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آں حضرت بحالش مبذول نیست[1]

غوث الثقلین کی توجہ اپنے سلسلے سے وابستہ حضرات کی طرف بہت معلوم ہوتی ہے آپ کے سلسلے کے کسی ایسے شخص سے ملاقات نہ ہوئی جو آپ کی توجہ سے محروم ہو۔ (ت)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں :

فیوض و برکات کارخانۂ ولایت اول بریک شخص نازل می شود و ازاں تقسیم شدہ بہریک از اولیائے عصر می رسد و بہ ہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضے نمی رسد، ایں منصب عالی تا وقت ظہور سید الشرفاء حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلانی بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بودہ چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک حضرت غوث الثقلین متعلق باشد و لہذا آں حضرت قدمی ھذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ، و قول حضرت غوث الثقلین اخی و خلیلی کان موسٰی بن عمران نیز بر آں دلالت دارد[2]

کارخانۂ ولایت کے فیوض پہلے ایک شخص پر نازل ہوتے، پھر اس سے منقسم ہو کر ہر زمانے کے اولیاء کو ملے اور کسی ولی کو ان کے توسط کے بغیر فیض نہ ملا، حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ظہور سے قبل یہ منصب عالی حسن عسکری علیہ السلام کی روح سے متعلق تھا، جب غوث الثقلین پیدا ہوئے تو یہ منصب آپ سے متعلق ہوا اور محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی روح سے متعلق رہے گا، اس لئے آپ نے فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے، پھر غوث پاک کا یہ قول "میرے بھائی اور دوست موسٰی بن عمران تھے" بھی اس پر دلالت کرتا ہے (ت)

یہ سب ایک طرف، خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں :

"روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین

---

[1] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[2] السیف المسلول لقاضی ثناء اللہ پانی پتی (مترجم اردو) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷

جناب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ[1]

نقشبند کی ارواحِ مبارکہ ان کے حال پر متوجہ تھیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

شخصیکہ در طریقہ قادریہ قصدِ بیعت مے کند البتہ اورا در جناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم می رسد (الیٰ قولہ) کہ خود را از زمرۂ غلامانِ آں جناب می شمارد اھ ملخصاً[2]

ایک شخص نے قادری طریقے میں بیعت کا ارادہ کیا یقیناً اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت گہرا اعتقاد تھا (الیٰ قولہ) خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا اھ ملخصاً۔ (ت)

اسی میں ہے:

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجۂ بزرگ[3] الخ۔

اولیائے عظام جیسے غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ۔ (ت)

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعۂ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے را خانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود واو را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ خواندہ بخوراند، خللے نیست[4]۔

اگر کوئی شخص کوئی بکرا گھر میں پالے تاکہ اس کا گوشت اچھا ہوجائے اور اس کو ذبح کرکے پکاکر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے، تو کوئی خلل نہیں۔ (ت)

ایمان سے کہیو، "غوث الاعظم" کے یہی معنی ہوئے کہ "سب سے بڑے فریادرس" یا کچھ اور۔ خدا کو ایک جان کر کہنا "غوث الثقلین" کا یہی ترجمہ ہوا کہ "جن و بشر کے فریادرس" یا کچھ اور۔ پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے۔ قول کے سچے ہو تو ان سب کو ذرا جی کڑا کرکے مشرک بے ایمان کہہ دو، ورنہ شریعت کیا ان کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کیلئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

---

[1] صراطِ مستقیم خاتمہ در بیان پارہ از واردات و معاملات الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[2] " " تکملہ باب چہارم در بیان طرق الخ " " " ص ۱۴۷

[3] " " تکملہ در بیان سلوک ثانی راہ ولایت المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۱۳۴

[4] زبدۃ النصائح رسالہ نذور

افسوس اس امام کی تلوّن مزاجیوں نے طائفہ کی مٹّی اور بھی خراب کی ہے، آپ ہی تو شرک کا قانون سکھائے جس کی بناء پر طائفہ کے نواب بھوپالی بہادر دبی زبان سے کہہ بھی گئے غوث اعظم یا غوث الثقلین کہنا شرک سے خالی نہیں، اور آپ ہی جب تلوّن کی لہر آئے تو اپنی موج میں آ کر انھیں گھرے میں دھکا دے اور خود دُور کھڑا قہقہے لگائے کہ انی بریٔ منک انی اخاف اللہ رب العالمین[1] (میں تجھ سے الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے) اب یہ بیچارے رویا کریں ؎

اپنا بیڑا لے گئے اور ہو گئے ندیا پار
بانھ نہ میری تھام لی سو آن پڑی منجدھار

کون سنتا ہے الحق ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلےٰ

(مجنوں کی جان کے لئے دوہرا دکھ اور عذاب ہے صحبتِ لیلیٰ کی مصیبت اور لیلیٰ کا فراق)

ضعف الطالب والمطلوب ○ لبئس المولٰی ولبئس العشیر، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم، نعم المولٰی ونعم النصیر، والحمد للہ رب العالمین، وقیل بعدًا للقوم الظلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّد المرسلین غوث الدنیا وغیاث الدین سیدنا و مولٰنا محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

طالب و مطلوب کمزور ہوئے، تو بُرا مددگار اور بُرا خاندان، ہمیں اللہ تعالٰی کافی اور وہ اچھا وکیل ہے، نیکی کی طرف پھرنا اور قوت صرف اللہ تعالٰی کی مدد سے ہے جو غالب حکمت والا ہے وہی اچھا مددگار اور اچھا آقا ہے، اور رب العالمین کے لئے تمام حمدیں، اور ظالم قوم کو کہا گیا تمھارے لئے بُعد ہے، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدالمرسلین غوث الدنیا وغیاث الدین سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، آمین! (ت)

الحمدُ للہ کہ یہ نہایت اجمالی جواب اور اتنے اجمال پر کافی و وافی موضح صواب چند جلسات میں ۱۶ رشعبان المعظم روز مبارک جمعہ ۱۳۱۱ھ ہجریہ قدسیہ کو بوقتِ عصر تمام اور بلحاظِ تاریخ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹ /۱۶

22 برکات الامداد لاھل الاستمداد (۱۳۱۱ھ) نام ہوا۔ نفعنی اللہ بہ وبسائر تصانیفی والمسلمین فی الدارین بالنفع الاتم۔ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

تمت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ

۱۳ ھ ۲۶

(لفظ "شہنشاہ" کا مفہوم اور یہ کہ بیشک محبوبانِ خدا کا بعطاءِ الٰہی دلوں پر قبضہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۶۶ از کانپور، محلہ فیل خانہ کہنہ، مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل،
مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۸ رذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت جناب مولانا صاحب دَامَتْ فُیُوْضُھُمْ، بعد سلام مسنون الاسلام، التماسِ مرام اینکہ ان دنوں جناب والا کا دیوانِ نعتیہ کمترین کے زیرِ مطالعہ ہے، بعد آداب ملازمان حضور کی خدمتِ بابرکت میں ملتمس ہُوں کہ دو مصرع کے الفاظ شرعاً قابل ترمیم معلوم ہوتے ہیں، اور غالباً اس ہیچمداں کی رائے سے ملازمان سامی بھی متفق ہوں، اور درصورت عدمِ اتفاق جواب باصواب سے تشفی فرمائیں ؏

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

اس مصرع میں لفظ "شہنشاہ" خلاف حدیث ممانعت دربارہ قول ملک الملوک ہے بجائے "شہنشاہ" اگر "مرے شاہ" ہو تو کسی قسم کا نقصان نہیں۔ دوسرا یہ مصرع حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی تعریف میں:

ع بندہ مجبور ہے خاطر یہ ہے قبضہ تیرا

صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دل خداوند کریم کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہی ذات مقلب القلوب ہے، چونکہ اس ہیچمدان سراپا عصیاں کو ملازمانِ جنابِ والا سے خاص عقیدت وارادت ہے لہٰذا امیدوار ہے کہ یہ تحریر محض اَلدِّیْنُ النُّصْحُ (دین نصیحت ہے۔ ت) پر محمول فرمائی جائے۔ بخدا فدوی نے کسی اور غرض سے نہیں لکھا۔

عریضۂ ادب سید محمد آصف عفی عنہ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ھو الشاہ، والشاھنشاہ، لا ملک سواہ، فمن ادعاہ دونہ فقد ضل وتاہ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید العالم، مالک الناس دیان العرب والعجم، الذی ملک الارض ورقاب الامم، وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم، اٰمین!

سب حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو حقیقی بادشاہ اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی حقیقی بادشاہ نہیں ہے تو جو اس کے غیر کو مقابلہ میں سمجھے تو وہ گمراہ اور بھٹکا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے جہاں کے سردار، عرب وعجم کے جزا دہندہ جو روئے زمین اور امتوں کے مالک بنے اور آپ کی آل پاک اور صحابہ پر اور برکت اور سلامتی فرمائے۔ آمین۔ (ت)

کرم فرمائے مکرم ذی اللطف والکرم مکرمی سید محمد آصف صاحب زید کرمہم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نوازش نامہ تشریف لایا، ممنون فرمایا، حق سبحانہ وتعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کے صرف انھیں دو مصرعوں میں تامل فرمانے سے شکرِ الٰہی بجالایا کہ اس میں بحمد اللہ تعالٰی آپ کی سنیت خالصہ اور محبت وتعظیم حضور پُر نور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کا شاہد پایا، ورنہ قوم بے ادب خذلہ اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان اوراق میں معاذ اللہ معاذ اللہ ہزاروں شرک بھرے ہیں کہ ان دو لفظوں کو ان سے کچھ بھی نسبت نہیں حالانکہ بحمد اللہ تعالٰی اس میں جو کچھ ہے اکابر ائمۂ دین واعاظم عرفائے کاملین کے ایمان کامل

کاایک مختصر نمونہ ہے، جیسا کہ فقیر کی کتاب "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی" کے مطالعہ سے ظاہر ہے، وللہ الحمد۔

اب شکریہ کے ساتھ بتوفیقہٖ تعالیٰ جواب عرض کروں، امید کہ جس خالص اسلامی محبت سے یہ اطلاع دی اسی پر ان جوابوں کو مبنی سمجھ کر ویسی ہی نظر سے ملاحظہ کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

جواب سوال اول: لفظ "شہنشاہ" اوّلاً بمعنی سلطان عظیم السلطنۃ محاورات میں شائع و ذائع ہے، اور عرف و محاورہ کو افادۂ مقاصد میں دخل تام، قال اللہ تعالیٰ، وأمر بالعرف[1] (اور بھلائی کا حکم دو۔ ت)

خود ہمارے فقہائے کرام میں امام اجل علاء الدین ابو العلاء لیثی ناصحی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا لقب "شاہانِ شہ، ملک الملوک" تھا۔ ائمہ و علمائے مابعد جو ان کے فتاوٰی نقل کرتے ہیں اسی لقب سے انھیں یاد فرماتے ہیں اور وہ جناب فقاہت مآب خود اپنے دستخط انھیں الفاظ سے کرتے۔ امام رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخرین عبدالرشید کرمانی جواہر الفتاوٰی کتاب الاجارہ باب سادس میں فرماتے ہیں:

قال الامام القاضی ملک الملوک ابو العلاء الناصحی لما سُئِلَ عمن اجر ارضًا موقوفۃ مائۃ سنۃ ھل یجوز۔

امام، قاضی، شاہوں کے شاہ ابو العلا ناصحی سے یہ استفتاء کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک موقوفہ زمین سال بھر کے لئے اجارہ میں دی تو کیا اس کا یہ فعل از روئے شرع جائز و درست ہے ۱۲م

افتٰی ببطلان الاجارۃ معشر
من زمرۃ الفقہاء قطعًا لازمًا
و بذلک افتی للمتدین حسبۃ
کیلا اکون بما احرز ظالمًا

فقہاء کی ایک جماعت نے فتوٰی دیا کہ یہ اجارہ قطعی اور لازمی طور پر باطل ہے۔ ۱۲م
میرا عدمِ جواز کا یہ فتوٰی دینا دینداروں کے لئے کافی ہے تاکہ میں اپنی جمع کردہ چیزوں کی وجہ سے ظالم نہ ہو جاؤں۔ ۱۲م

مالک الملوک ابو العلا مجیبۃ
لمعز دین اللہ مدعوا دائمًا[2]

شاہوں کے شاہ ابو العلاء اس کا مجیب ہے دین الٰہی کے غلبہ کے لئے ہمیشہ دعاگو ہے۔ ۱۲م

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[2] جواہر الفتاوٰی کتاب الاجارۃ الباب السادس قلمی نسخہ ورق ۱۳۸، صفحہ ۲۷۵

اسی کی کتاب[1] القضاء میں ایک اور مسئلہ اس جناب سے بایں عنوان نقل فرمایا:

قال القاضی الامام ملک الملوک ابو العُلاء الناصحی[1]	قاضی، امام، شاہوں کے شاہ ابو العُلاء ناصحی نے کہا۔ ۱۲م

پھر تیسرے[2] مسئلے میں فرمایا:

قال القاضی الامام مَلِکُ المُلُوک هٰذا لَمّا عُرِضَ علیہ محضر[2]	قاضی، امام، شاہوں کے شاہ نے یہ کہا جب ان کے پاس دستاویز پیش کیا گیا۔ ۱۲م

اس[3] میں ان کا منظوم فتویٰ نقل کیا جس کے آخر میں فرمایا:

شاهان شه ملک الملوک ابو العُلاء نظم الجواب منظمًا و مفصلا	شاہوں کے شاہ ابو العُلاء نے اس جواب کو نظم اور ترتیب اور تفصیل سے بیان کیا ہے ۱۲م

پھر[4] فرمایا: قال ملک الملوک (شاہوں کے شاہ نے فرمایا۔ ت) اور ان کا چوتھا فتویٰ نقل کیا جس کے آخر میں فرمایا:

شاهان شه ملک الملوک ابو العلا نظم الجواب لکل من هو قد عرف	شہنشاہِ وقت ابو العلائے اس جواب کو ہر جاننے والے شخص کے لئے مرتب کیا۔ ۱۲م

پھر[5] ان کا پانچواں فتویٰ نقل فرمایا جس کے دستخط یوں فرمائے ہیں:

شاهان شه ملک الملوک ابو العلاء نظم الجواب مبینًا لمنار[5]	شاہوں کے شاہ ابو العلائے جواب کو یوں مرتب فرمایا کہ اس کے ہر پہلو کو واشگاف کر دیا۔ ۱۲م

پھر ان کا چھٹا فتویٰ نقل کیا جس کے دستخط ہیں:

شاهان شه ملک الملوک ابو العلاء هادی امیر المؤمنین لقد نظم[6]	شاہوں کے شاہ ملک الملوک ابو العلاء مسلمانوں کے امیر و رہبر نے اس جواب کو مرتب کیا۔ ۱۲م

یونہی[1] کتاب الوقف میں ان کے متعدد فتاوے نقل فرمائے ازاں جملہ ایک کلام کا ختم یہ ہے:

---

[1] جواھر الفتاوی کتاب القضاء ص ۲۵۳ ورق ۱۷۷ [2] جواھر الفتاوی کتاب القضاء ص ۲۵۳ ورق ۱۷۷
[3] " " " " [4] " " " "
[5] " " الباب السادس قلمی نسخہ ص ۲۵۴ ص ۱۷۷

ملك الملوك ابو العلاء مجيبه معز دين الله يشكر داعيه[1]

شاہوں کے شاہ ابو العلاء اس کا مجیب ہے جو دین الٰہی کے غلبہ کے لئے شکر کے ساتھ دعا کرتا ہے۔ ۱۲م

ایک[11] کے آخر میں ہے:

شاهان شه ملك الملوك ابو العلاء نظم الجواب لمن تعفى باللّٰه[2]

شہنشاہ ملک الملوک ابو العلاء نے یہ جواب اس شخص کے لئے مرتب کیا جو اللہ عزوجل کی پناہ کا طالب ہے ۱۲م

یوں ہی ۱۲ تا ۱۵ کتاب البیوع میں ان کے چار فتوے نقل فرمائے، ہر ایک کی ابتداء انھیں لفظوں سے کی:

قال القاضی الامام ملك الملوك[3]

قاضی، امام، ملک الملوک نے کہا۔(ت)

غرض کتاب مستطاب ان کے فتاوائے صواب اور ان کے ان گرامی الفاظ سے مشحون ہے۔

علامہ[16] خیر الدین رملی استاد صاحب دُرمختار رحمہما اللہ تعالٰی نے فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارہ میں نوازل سے نقل فرمایا:

قال سئل ملك الملوك ابو العلاء فيمن اجر دارا موقوفة مائة سنة الخ[4]

شاہوں کے شاہ ابو العلاء سے اس شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا جس نے ایک وقف کی ہوئی زمین کو سو سال کیلئے اجرت میں دیا تو کیا حکم ہے ۱۲م

اسی[17] کی کتاب القضا باب خلل المحاضر والسجلات میں دربارہ ساعی فرمایا:

فحول المتأخرين افتوا بجواز قتله حتى قال ملك الملوك الناصحي رحمه الله تعالٰى[5]

متاخرین میں معتمد و مستند علماء نے فتوٰی دیا ہے کہ ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے حتی کہ شاہوں کے شاہ ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ ۱۲م

---

[1] جواہر الفتاوٰی کتاب الوقف، قلمی ص ۳۰۹ ورق ۱۵۵
[2] جواہر الفتاوٰی کتاب الوقف ص ۳۱۰ ورق ۱۵۵
[3] جواہر الفتاوٰی کتاب البیوع الباب السادس قلمی نسخہ ص ۲۵۹ ورق ۱۳۰
[4] فتاوٰی خیریہ کتاب الاجارۃ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۲۱
[5] " کتاب ادب القاضی باب خلل المحاضر والسجلات " " " ۲/ ۲۰

پھر[18] ان کا منظوم فتویٰ نقل فرمایا :

القتل مشروع علیہ واجب	ایسے شخص کو قتل کرنا مشروع بلکہ اس کے زجر و توبیخ
زجراً لہ والقتل فیہ مقنع	کے لئے واجب ہے اور اس میں قتل عین عدل ہے،
شاھان شہ ملک الملوک ابو العلاء	شاہوں کے شاہ ملک الملوک ابو العلاء نے ہر فضیلت
نظم الجواب لکل من ھو یبرع[1]	و علم رکھنے والوں کے لئے اس جواب کو مرتب کیا ۱۲م

حضرت[19] عمدۃ العلماء والاتقیاء، زبدۃ العرفاء والاولیاء، مولوی معنوی سیدی محمد جلال الملۃ والدین رومی بلخی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں ایک بادشاہ کی حکایت میں فرماتے ہیں :

گفت شاہنشاہ جرایش کم کنید	بادشاہ نے کہا اس کی اجرت کم کر دی جائے
در بجنگد نامش از خط بر زنید[2]	اور اگر وہ آمادہ جنگ ہو تو روزنامچہ سے اس کا نام نکال دو۔ ۱۲م

نیز[20] ابتدائے مثنوی مبارک میں فرماتے ہیں :

تا سمرقند آمدند آں دو امیر	بادشاہ کے دونوں امیر (ایلچی) شہر سمرقند آئے
پیش آں زرگر ز شاہنشہ بشیر[3]	اور اس مرد زرگر کو بادشاہ کی جانب سے خوشخبری دی ۔ ۱۲م

وہیں[21] فرماتے ہیں :

پیش شاہنشاہ بروش خوش نیاز	اس خوش نصیب مرد زرگر کو بادشاہ کے پاس
تا بسوزد بر سر شمع طراز[4]	لے آئے تاکہ اس شمع طراز معشوقہ پر اسے قربان کر دے ۔ ۱۲م

اسی[22] میں فرمایا :

ھم ز انواع اوانی بے عدد	اور بہت سے مختلف قسم کے برتن بھی (بنا) جو بادشاہوں
کانچناں در بزم شاہنشاہ سند[5]	کی بزم مسرت کی زیب و زینت نہیں ۔ ۱۲م

---

[1] فتاویٰ خیریہ کتاب ادب القاضی باب خلل المحاضر والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰

[2] مثنوی معنوی در بیان آنکہ ترک الجواب جواب مقرر این سخن الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر چہارم ص ۳۵

[3] و [4] مثنوی معنوی فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب زرگر " " " دفتر اول ص ۹

[5] مثنوی معنوی " " " " " " " " " "

حضرت[۲۳] عارف باللہ داعی الی اللہ سیدی مصلح الدین سعدی شیرازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

جمال الانام مفخر الاسلام سعد ابن الاتابک الاعظم شاھنشاہ المعظم مالک رقاب الامم مولیٰ ملوک العرب و العجم[۱]

مخلوق کے جمال، اسلام کے لئے قابلِ فخر، سعد ابن اتابکِ اعظم، قابلِ عظمت شہنشاہ، لوگوں کی گردنوں کے مالک، عرب وعجم کے بادشاہوں کے مولیٰ و آقا۔ ۱۲م

نیز[۲۴] فرماتے ہیں: ؎

با رعیت صلح کن وز جنگِ خصم ایمن نشیں
زانکہ شاہنشاہِ عادل را رعیت لشکر است[۲]

رعایا کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آ، اور پھر دشمن کی جانب لڑائی سے بے خوف رہ، کیونکہ عادل بادشاہ کے لئے رعایا ہی لشکر ہے۔ ۱۲م

نیز[۲۵] فرماتے ہیں: ؎

شہنشہ برآشفت کاینک وزیر
تعلّل میندیش و حجت مگیر[۳]

بادشاہ نے غصے سے کہا اے وزیر! بہانہ مت بنا اور حجت مت لا۔ ۱۲م

نیز[۲۶] فرماتے ہیں:

سرِ پُر غرور از تحمل تہی
حرامش بود تاج شاہنشہی[۴]

جو سر صبر وتحمل سے خالی اور کبر و نخوت سے پُر ہو وہ بادشاہی کے تاج سے محروم ہوتا ہے ۱۲م

نیز[۲۷] فرماتے ہیں: ؎

دواں آمدش گلّہ بانے ز پیش
شہنشہ بر آورد تغلق ز کیش[۵]

بادشاہ کے پاس سامنے سے ایک چرواہا دوڑتا آیا بادشاہ نے (اسی وقت) تیر ترکش سے نکال لیا۔ ۱۲م

---

[۱] گلستانِ سعدی	دیباچہ کتاب دانش سعدی		تہران ایران	ص ۱۲
[۲] 〃	باب اول	〃	〃 〃	ص ۳۰
[۳] بوستان	〃	ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور		ص ۳۴
[۴]	〃	〃	〃 〃	۳۸
[۵]	〃	〃	〃 〃	۴۲

محبوبِ [۲۸] محبوبِ الٰہی حضرت عارف باللہ سیدی خسرو قدس سرہٗ اوا خر قران السعدین صفت تختِ شاہی میں فرماتے ہیں : ؎

کیست جز از وے کہ نہد پائے راست	اس کے سوا کون ہے جو بادشاہ کی شان وشوکت
پیش شکوہ کہ شہنشاہ راست [۱]	کے سامنے سیدھا پاؤں رکھے ۔ ۱۲م

عارف [۲۹] باللہ امام العلماء حضرت مولانا نورالدین جامی قدس سرہ السامی تحفۃ الاحرار میں فرماتے ہیں : ؎

زد بجہاں نوبتِ شاہنشہی	حضرت عبیداللہ احرار رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ستارۂ
کوکبۂ فخر عبید اللّٰہی [۲]	افتخار نے دنیا میں اپنی شہنشاہی کا نقارہ بجایا ۱۲م

حضرت [۳۰] خواجہ شمس الدین حافظ قدس سرہٗ فرماتے ہیں : ؎

خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد	خان بن خان خاندانی شاہوں کے شاہ جسے
آنکہ مے زیبد اگر جانِ جہانش خوانی [۳]	جانِ جہان کا خطاب زیب دیتا ہے ۱۲م

نیز [۳۱] فرماتے ہیں : ؎

ہم نسلِ شہنشہِ زمان است	زمانہ کے بادشاہوں کا ہم رتبہ، خلیفۂ زمین کا
ہم نقد خلیفۂ زمین است [۴]	ہم جنس ہے ۱۲م

حضرت [۳۲] مولانا نظامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں : ؎

گزارندۂ شرح شاہنشہی	احکام شاہی کی تفصیل سنانے والے نے سائل
چنیں داد پرسندہ را آگہی [۵]	کو یوں آگاہ کیا ۔ ۱۲م

مخدوم [۳۳] قاضی شیخ شہاب الدین تفسیر بحر مواج میں فرماتے ہیں :

" سلطان السلاطین خداوند باعزّ و تمکین بادشاہِ سلیمان فر الخ " [۶]

---

[۱]

[۲] تحفۃ الاحرار

[۳] دیوانِ حافظ — ردیف الیاء — حامد اینڈ کمپنی لاہور — ص ۳۸۳

[۴] 〃 〃 — ترکیب بند — 〃 〃 〃 — ص ۴۶۹

[۵]

[۶] تفسیر بحر مواج

غرض کلمات اکابر میں اس کے صدہا نظائر ملیں گے، ہمیں کیا لائق ہے کہ ان تمام ائمہ و فقہاء و علماء و عرفاء رحمہم اللہ تعالٰی قدست اسرارہم پر طعن کریں وہ ہم سے ہر طرح اَعرف و اَعلم تھے، لہذا واجب کہ بتوفیقِ الٰہی نظرِ فقہی سے کام لیں، اور اس لفظ کے منع و جواز میں تحقیق مناط کریں کہ مسئلہ قطعاً معقول المعنٰے ہے نہ کہ محض تعبدی۔

فاقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) ظاہر ہے کہ اصل منشائے منع اس لفظ کا استغراق حقیقی پر حمل ہے یعنی موصوف کا استثنار تو عقلی ہے کہ خود اپنے نفس پر بادشاہ ہونا معقول نہیں، اس کے سوا جمیع ملوک پر سلطنت اور یہ معنی قطعاً مختص بحضرت عزت عزجلالہٗ ہیں، اور اس معنے کے ارادے سے اگر غیر پر اطلاق ہو تو صراحۃً کفر ہے کہ اس کے استغراق حقیقی میں رب عز وجل بھی داخل ہوگا یعنی معاذ اللہ موصوف کو اس پر بھی سلطنت ہے یہ ہر کفر سے بدتر کفر ہے، مگر حاشا ہرگز کوئی مسلمان اس کا ارادہ کرسکتا ہے نہ زنہار کلامِ مسلم میں یہ لفظ سُن کر کسی کا اس طرف ذہن جاسکتا ہے، بلکہ قطعاً قطعاً عہدیا استغراق عرفی ہی مراد، اور وہی مفہوم و مُستفاد ہوتا ہے کہ قائل کا اسلام ہی اس ارادہ پر قرینہ قاطعہ ہے، جیسا کہ علمائے موحّد کے اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ (موسم ربیع نے سبزہ اگایا) کہنے میں تصریح فرمائی، نیز فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل حلف لایدخل ھٰذہ الدار الّا ان یحکم علیہ الدھر فدخل ھل یحنث (اجاب) لا۔ وھذا مجاز لصدورہ عن الموحّد و الحکم القضاء واذا دخلھا فقد حکم ای قضٰی علیہ ربُّ الدّھر بدخولھا وھو مستثنٰی من یمینہ، فلاحنث[1]

ایک ایسے شخص کے بارے میں استفسار کیا گیا جس نے یہ قسم کھائی تھی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اس پر زمانہ کا حکم نہ ہو، پھر وہ اس گھر میں داخل ہوا تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائیگی؟ جواب نفی میں ملا، چونکہ موحّد سے یہ جملہ صادر ہوا اس لئے مجاز قرار پائے گا اور حکم بمعنی قضاء ہے اور جب وہ شخص داخل ہُوا تو اس کا دخول رب الدہر کے حکم اور قضاء سے ہوا ہے اور یہ اس قسم سے مستثنٰی ہے لہذا حانث نہ ہوگا۔ ۱۲م

اب رہا یہ کہ استغراق حقیقی اگرچہ نہ مراد نہ مفہوم، مگر مجرّد احتمال ہی موجبِ منع ہے، یہ قطعاً

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۷

ہے ، یوں تو ہزاروں الفاظ کہ تمام عالم میں دائر و سائر ہیں منع ہوجائیں گے ۔ پہلے تو اسی لفظ "شاہنشاہ" کی وضع و ترکیب لیجئے ۔ مثلاً قاضی القضاۃ ، امام الائمہ ، شیخ الشیوخ ، شیخ المشائخ ، عالم العلماء ، صدر الصدور ، امیر الامراء ، خان خاناں بگار بگ وغیرہا کہ علماء و مشائخ و عامہ سب میں رائج ہیں ۔ شیخ المشائخ ، سلطان الاولیاء ، محبوبِ الٰہی اور شیخ الشیوخ حضرت سیدنا شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا لقب ہے ۔ جواہر الفتاوی کتاب اصول الدین وکتاب اصول فقہ وکتاب الایمان وکتاب الغصب وکتاب الدعوٰی وکتاب الکراہت وغیرہا سب کے باب سادس میں امام علاء الدین سمرقندی کو عالم العلماء فرمایا ۔

امام اجل عبدالرحمٰن اوزاعی امام اہل الشام کہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک کے زمانے میں تھے اور تبع تابعین کے اعلٰی طبقے میں ہیں ، امام مالک کو عالم العلماء فرمایا کرتے ۔

زرقانی علی الموطا میں ہے :

اما مالك فهو الامام المشهور صدر الصدور اكمل العقلاء و اعقل الفضلاء كان الاوزاعي اذا ذكر مالكاً قال قال عالم العلماء وعالم اهل المدينة ومفتي الحرمين۔[1]	امام مالک تو مشہور امام ہیں ، رئیسوں میں رئیس ، عقلاء میں کامل تر ، فضلاء میں سب سے فہیم ، امام اوزاعی جب امام مالک کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ عالم العلماء ، مدینہ والوں کے عالم اور حرمین طیبین کے مفتی نے فرمایا ہے ۔ ۱۲م

امام الائمہ امام محمد بن خزیمہ حافظ الحدیث کا لقب ہے ۔ قاضی القضاۃ اسلامی سلطنتوں کا معروف عہدہ ہے ۔ عامہ کتبِ فقہ میں اس کا اطلاق موجود ، اور ائمہ کی زبانوں پر شائع ۔ درمختار کتاب القضاء میں ہے :

لا يستخلف قاض نائبا الا اذا فوض اليه كجعلتك قاضي القضاة هو الذي يتصرف فيهم مطلقاً تقليداً وعزلاً۔[2]	کوئی بھی قاضی اپنا نائب اس وقت مقرر کرسکتا ہے جب اسکو نائب بنانے کے اختیارات سپرد کردئے گئے ہوں مثلاً یہ کہے میں نے تمھیں قاضی القضاۃ بنایا ،

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) وہ ہے جسے علی الاطلاق تصرف کا حق حاصل ہو چاہے تقلید ہو یا نہ ہو ۱۲م

---

[1] شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳ و ۲

[2] الدرالمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۸

بحرالرائق و ردالمحتار کتاب الوقف میں ہے :

قولهم فی الاستدانة بامر القاضی المراد به قاضی القضاة وفی کل موضع ذکروا القاضی فی امور الاوقاف[1]

اِستدانت بامرالقاضی میں ان کی مراد قاضی سے "قاضی القضاۃ" ہے، اور امور اوقاف میں جہاں بھی "قاضی" کا لفظ آیا ہے اس سے یہی (قاضی القضاۃ) مراد ہے۔ ۱۲م

امیرالامرا، خان خاناں، بگار بگ عربی فارسی ترکی تین مختلف زبانوں کے لفظ ہیں اور معنی ایک، یعنی سرورِ سروراں، سردارِ سرداراں، سیّدالاسیاد، اور اگر امیر امر بمعنی حکم سے لیجئے تو امیرالامرا بمعنی حاکم الحاکمین۔ شک نہیں کہ ان الفاظ کو عموم واستغراق حقیقی پر رکھیں تو قاضی القضاۃ وحاکم الحاکمین وعالم العلماء وسیّدالاسیاد قطعاً حضرت رب العزت عزوجل ہی کے لئے خاص ہیں اور دوسرے پر ان کا اطلاق صریح کفر، بلکہ بنظرِ حقیقت اصلیہ صرف قاضی وحاکم وسیّد وعالم بھی اسی کے ساتھ خاص۔ قال اللہ تعالٰی :

واللّٰہ یقضی بالحق والذین یدعون من دونہٖ لا یقضون بشیئ انّ اللّٰہ ھو السمیع البصیر[2]

اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیشک اللہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

لہ الحکم والیہ ترجعون[3]

اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالٰی :

اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ۔[4]

حکم نہیں مگر اللہ کا۔

وقال اللہ تعالٰی :

وھو العلیم الحکیم[5]

وہی علم وحکمت والا ہے۔

وقال اللہ تعالٰی :

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائیگا

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۱۰
[2] القرآن الکریم ۴۰/۲۰ [3] القرآن الکریم ۲۸/۸۸ [4] القرآن الکریم ۱۲/۴۰ [5] القرآن الکریم ۶/۶۲

ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ [1] تمھیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

وفدِ بنی عامر نے حاضر ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی: اَنْتَ سَیِّدُنَا حضور ہمارے سیّد ہیں۔ فرمایا: اَلسَّیِّدُ اللہُ سیّد تو خدا تعالٰی ہی ہے۔ [2]

رواہ احمد وابوداؤد عن عبد اللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اسے روایت کیا ہے احمد اور ابوداؤد نے عبداللہ بن شخیر عامری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ (ت)

یُوں ہی نہ ملک الملوک، بلکہ صرف ملک ہی۔ قال اللہ تعالٰی:

لہ الملک ولہ الحمد [3] اسی کے لئے مُلک اور اسی کے لئے تعریف۔

وقال اللہ تعالٰی:

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ [4] آج کس کی بادشاہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی حدیث مَلِکُ الْمُلُوْک کی تعلیل میں فرمایا: لَامَلِکَ اِلَّا اللہُ بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالٰی کے۔ [5] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

اور امام الائمہ، شیخ الشیوخ، شیخ المشائخ اپنے استغراقِ حقیقی پر یقیناً حضور پُرنور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خاص، اور دوسرے پر اطلاق قطعاً کفر کہ اس کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم بھی داخل ہوں گے، اور معنٰی یہ ٹھہریں گے کہ فلاں شخص معاذ اللہ حضور سیّد عالم امام العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی شیخ و امام ہے، اور یہ صراحۃً کفر ہے، مگر حاشا ان تمام الفاظ میں نہ ہرگز یہ معنٰی قائلین کی مراد نہ ان کے اطلاق سے مفہوم و مفاد، اور اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] سنن ابی داود کتاب الادب باب فی کراہیۃ التمادح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۶
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶۴/ ۱

[4] ۴۰/ ۱۶

[5] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

دلیلِ ظاہرو باہر یہ ہے کہ متکبّر مغرور جبّار سلاطین کہ اپنے آپ کو مابدولت واقبال اور اپنے بڑے عہدہ داروں، امراء و وزراء کو بندۂ حضور و فدوی خاص لکھتے ہیں، جن کے تکبّر کی یہ حالت کہ اللہ و رسول کی توہین پر شاید چشم پوشی بھی کرجائیں، مگر ہرگز اپنی ادنٰی سی توہین پر درگزر نہ کریں گے۔ یہی جبّار انھیں امراء کو قاضی القضاۃ وامیر الامراء وخان خاناں و بگار بگ خطاب دیتے اور خود لکھتے، اور اوروں سے لکھواتے، اور لوگوں کو کہتے، لکھتے دیکھتے، سنتے اور پسند ومقرر رکھتے ہیں بلکہ جو ان کے اس خطاب پر اعتراض کرے عتاب پائے اگر ان میں استغراق حقیقی کا ادنٰی ابہام بھی ہوتا جس سے متوہم ہوتا کہ یہ امراء خود ان سلاطین پر بھی حاکم وافسروبالا و برتر وسردار و سرور ہیں، تو کیا امکان تھا کہ اسے ایک آن کیلئے بھی روا رکھتے۔ تو ثابت ہوا کہ عرفِ عام میں امثال الفاظ میں استغراقِ حقیقی ارادۃً وافادۃً ہر طرح قطعاً یقیناً متروک ومہجور ہے، جس کی طرف اصلاً خیال بھی نہیں جاتا، بعینہٖ بداہۃً یہی حال شاہنشاہ کا ہے، کیا کچے مجنون کے سوا کوئی گمان کرسکتا ہے کہ امام اجل ابوالعلاء علاء الدین ناصحی، امام اجل ابوبکر رکن الدین کرمانی، علامہ اجل خیر الملّۃ والدّین رملی، عارف باللہ شیخ مصلح الدین،

عارف باللہ حضرت امیر، عارف باللہ حضرت حافظ، عارف باللہ حضرت مولوی معنوی، عارف باللہ حضرت مولانا نظامی، عارف باللہ حضرت مولانا جامی، فاضل جلیل مخدوم شہاب الدین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم وقدست اسرارہم کے کلام میں یہ ناپاک معنی مراد ہونا درکنار، اسے سُن کر کسی مسلمان کا وہم بھی اس طرف جاسکتا ہے تو بے ارادہ وبے افادہ اگر مجرد احتمال منع کے لئے کافی ہوتا وہ تمام الفاظ بھی حرام ہوتے، حالانکہ خواص و عام سب میں شائع و ذائع ہیں، خصوصاً قاضی القضاۃ کہ انھیں فقہائے کرام کا لفظ اور قدیماً وحدیثاً ان کے عامہ کتب میں موجود ہے، اس میں اور شہنشاہ میں کیا فرق ہے۔ لاجرم امام قاضی عیاض مالکی المذہب نے فرمایا:

ومنھم قولھم شاہ ملوك وکذا مایقولون قاضی القضاۃ[1] اھ، نقلہ فی المرقاۃ۔

ان میں بادشاہوں کا بادشاہ اور یوں وہ قاضی القضاۃ کا قول کہتے ہیں اھ۔ مرقات میں اس کو نقل کیا۔ (ت)

اسی کی مانند امام حجر شافعی المذہب نے زواجر میں اپنے یہاں کے بعض ائمہ سے نقل کیا،

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۷
اکمال المعلم بفوائد مسلم باب تحریم التسمی بملک الاملاک دارالوفاء بیروت ۷/ ۱۹، ۲۰

مگر جانتے ہو کہ یہ قاضی القضاۃ[ع] کس کا لقب ہے اور کب سے رائج ہے۔ سب میں پہلے یہ لقب ہمارے امام

ع امام ماوردی کا لقب "اقضی القضاۃ" تھا:

کما فی ارشاد الساری[1] وظنی انہ اول من تسمّٰی بہ وزعم الامام البدر ان ھذا ابلغ من قاضی القضاۃ لانہ افعل التفضیل قال ومن جھلاء ھذا الزمان من مسطری سجلات القضاۃ یکتبون للنائب اقضی القضاۃ وللقاضی الکبیر قاضی القضاۃ[2] اھ واقرہ الامام القسطلانی اقول وعندی ان الامر بالعکس فان اقضی القضاۃ من لہ مزیّۃ فی القضاء علٰی سائر القضاۃ ولا یلزم ان یکون حاکما علیھم ومتصرفا فیھم بخلاف قاضی القضاۃ کما نقلنا عن الدر المختار ونظیرہ املک الملوک یصدق اذا کان اکثر ملکا منھم بخلاف ملک الملوک فھو الذی نسبۃ الملوک الیہ کنسبۃ الرعایا الی الملوک کما لا یخفٰی فھذا ھو الابلغ وبہ یندفع اعتراض الامام الماوردی ولله الحمد منہ عفی عنہ۔

جیسا کہ ارشاد الساری میں ہے: اور گمان یہ ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جن کا یہ نام رکھا گیا اور امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا گمان ہے کہ اقضی القضاۃ زیادہ ابلغ ہے قاضی القضاۃ کی نسبت، کیونکہ اس میں افعل تفضیل ہے اور انھوں نے فرمایا ہمارے زمانے کے جاہل، قاضیوں کے دفتری لوگ مثلاً نائب قاضی کو اقضی القضاۃ لکھتے ہیں اور قاضی کبیر کو قاضی القضاۃ لکھتے ہیں اھ، اس کلام کو امام قسطلانی نے ثابت رکھا، میں کہتا ہوں، حالانکہ میرے نزدیک معاملہ بالعکس ہے کیونکہ اقضی القضاۃ وہ ہے جس کے فیصلے دوسرے قاضیوں کی نسبت زیادہ ہوں اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضیوں کا حاکم ہو اور ان کے متعلق اختیار رکھتا ہو اسکے برخلاف قاضی القضاۃ ہے جیسا کہ ہم نے در مختار سے نقل کیا اس کی نظیر املک الملوک کا مصداق کثیر مملکت والا دوسروں کے مقابلہ میں بخلاف ملک الملوک اس کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کا سردار ہو جس طرح کہ بادشاہ کے لئے رعایا ہوتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں لہذا یہ ابلغ ہے اس سے امام ماوردی کا اعتراض ختم ہو گیا، اللہ تعالٰی کے لئے ہی تمام حمدیں ہیں۔ (ت)

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الادب دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۱۱۸

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۲/ ۲۱۵

23 مذہب سیدنا امام ابو یوسف تلمیذ اکبر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہوا اور اس زمانہ خیر کے ائمہ کرام تبع تابعین و اتباع اعلام نے اسے مقبول و مقرر رکھا۔ اور جب سے آج تمام علمائے حنفیہ اور بہت دیگر علمائے مذاہب ثلاثہ میں رائج و جاری و ساری ہے۔ امام اجل علامہ بدر الملۃ والدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

اول من تسمّٰی قاضی القضاۃ ابو یوسف من اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما و فی زمنہ کان اساطین الفقہاء و العلماء و المحدثین فلم ینقل عن احد منھم انکار عن ذٰلک[1]

یعنی سب میں پہلے جس کا لقب قاضی القضاۃ ہوا امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما، اس جناب نے یہ لقب قبول فرمایا، اور ان کے زمانے میں فقہاء و علماء و محدثین کے اکابر و عمائد تھے، ان میں کسی سے اس کا انکار منقول نہ ہوا۔

اب ثابت ہوا کہ وہ طعن نہ فقط انھیں ائمہ و فقہاء و اولیاء پر ہوگا جن سے لفظ "شہنشاہ" کی سندیں گزریں، بلکہ ائمہ تبع تابعین اور ان کے اتباع اور امام مذہب حنفی ابو یوسف اور اس وقت سے آج تک کے تمام علمائے حنفیہ اور بکثرت علمائے بقیہ مذاہب سب پر طعن لازم آئے گا اور اس پر جرأت ظلم شدید و جہل مدید ہوگی۔ لاجرم بات وہی ہے کہ لفظ جب ارادۃً و افادۃً ہر طرح سے شناعت سے پاک ہے تو صرف احتمال باطل سے ممنوع نہ کر دے گا، ورنہ سب سے بڑھ کر نماز میں تَعَالٰی جَدُّکَ حرام ہو، کہ دوسرے معنٰی کس قدر تشنیع و تفظیع رکھتا ہے، ہاں صدر اسلام میں کہ شرک کی گھٹائیں عالمگیر چھائی ہوئی تھیں۔ تقبیر و تطہیر کے ساتھ نہایت تدقیق فرمائی جاتی کہ توحید بروجہ اتم اذہان میں متمکن ہو، ولہٰذا نہ فقط شہنشاہ بلکہ اَنْتَ سَیِّدُنَا کے جواب میں ارشاد ہوا اَلسَّیِّدُ اللہُ سید اللہ ہی ہے۔ ابو الحکم کنیت رکھنے پر فرمایا:

ان اللہ ھُوَ الْحَکَمُ و الیہ الحکم فلم تکنی ابا الحکم رواہ ابوداؤد[2] و النسائی عن ابی شُرَیْح

بے شک اللہ ہی حکم ہے اور حکم کا اختیار اسی کو ہے تو تیری کنیت ابو الحکم کیوں ہے(اس کو

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۲/ ۲۱۵
[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۱
سنن النسائی ادب القضاۃ باب اذا حکموا رجلاً الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۰۴

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

روایت کیا ہے ابوداؤد اور نسائی نے ابی شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ (ت)

غلاموں کو ارشاد ہوا تھا:

لَایَقُوْلُ الْعَبْدُ لِسَیِّدِہٖ مَوْلَایَ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰہُ[1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

غلام اپنے آقا کو مولٰی نہ کہے کیونکہ تمہارا مولٰی تو اللہ تعالٰی ہی ہے (اسے روایت کیا ہے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

ایک حدیث شریف میں آیا:

لَاتُسَمُّوْا اَبْنَاءَکُمْ حَکِیْمًا وَّلَا اَبَا الْحَکَمِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْمُ۔ رواہ عطاء عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، ذکرہ الامام البدر[2] محمود فی عمدۃ القاری۔

اپنے بیٹوں کا نام حکیم یا ابوالحکم نہ رکھو کہ اللہ تعالٰی ہی حکیم وعلیم ہے۔ اس کو عطا نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے (اسے امام بدر محمود نے عمدۃ القاری میں روایت کیا ہے۔ ت)

۵، ۶ ایک حدیث شریف میں آیا:

اَبْغَضُ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ خَالِدٌ وَّمَالِکٌ وَذٰلِکَ اِنَّ اَحَدًا لَیْسَ یَخْلُدُ وَالْمَالِکُ ھُوَ اللّٰہُ۔ ذکرہ الامام البدر[3] عن الداودی۔

اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ ناپسند نام خالد و مالک ہیں اس لئے کہ کوئی ہمیشہ نہ رہے گا اور مالک اللہ تعالٰی ہی ہے (اس کو امام بدر نے داؤدی سے ذکر کیا ہے۔)

یوں ہی عزیز وحکم ناموں کو تبدیل فرمادیا۔ سنن ابی داؤد میں ہے:

غَیَّرَ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اِسْمَ عَزِیْزٍ وَّالْحَکَمِ۔ قال ترکت اسانیدھا اختصارًا[4]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسم عزیز وحکم کو تبدیل فرمادیا۔ فرمایا اس کی اسانید کو بوجہ اختصار ترک کردیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۸

[2] و [3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۲/ ۲۱۵

[4] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تغییر الاسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۱

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :

لا تسمّہ عزیزًا ۔ رواہ احمد[1] والطبرانی فی الکبیر[2] عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

اس کا نام عزیز نہ رکھ (اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے کبیر میں عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ۔ ت)

نیز حدیث شریف میں ہے :

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یسمّی الرجل حربًا او ولیدًا او مرّۃ او ابا الحکم ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حرب یا ولید یا مرّہ یا حکم نام رکھا جائے ۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

حالانکہ یہ الفاظ واوصاف غیرِ خدا کے لئے خود قرآنِ عظیم واحادیث واقوالِ علماء میں بکثرت وارد ۔

قال اللہ تعالٰے :

سیدًا و حصورًا و نبیًّا من الصالحین[3]

سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے ۔

وقال اللہ تعالٰے :

والفیا سیدھا لدا الباب[4]

اور دونوں کو عورت کا میاں (سیّد) دروازے کے پاس ملا ۔

وقال اللہ تعالٰے :

فابعثوا حکمًا من اھلہ و حکمًا من اھلھا[5]

تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے ۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبدالرحمٰن المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۸
[2] المعجم الکبیر حدیث ۹۹۹۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۸۹
[3] القرآن الکریم ۳/ ۳۹
[4] " " ۱۲/ ۲۵
[5] " " ۴/ ۳۵

وقال اللہ تعالیٰ :

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط[1] — اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ :

واٰتیناہ الحکم صبیا۔[2] — اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

وقال اللہ تبارک وتعالےٰ :

فان اللہ ھو مولٰہُ وجبریل وصالح المومنین[3] — تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے۔

وقال اللہ تعالیٰ عن عبدہٖ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام :

وانی خفت الموالی من ورائی[4] — اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔

وقال اللہ تعالےٰ :

ھُمْ فیھا خالدون[5] — انھیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

وقال اللہ تعالیٰ :

فھم لھا مالکون[6] — یہ تو ان کے مالک ہیں۔

وقال اللہ تعالیٰ :

ونادوا یا مالک۔[7] — اور وہ پکاریں گے اے مالک!

وقال اللہ تعالیٰ :

واٰتینٰہُ الحکمۃ[8] — اور ہم نے اسے حکمت دی۔

وقال اللہ تعالےٰ :

ومن یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیرًا کثیرا۔[9] — اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۲
[2] القرآن الکریم ۱۹/۱۲
[3] 〃 ۶۶/۴
[4] 〃 ۱۹/۵
[5] 〃 ۲/۸۱ و ۸۲
[6] 〃 ۳۶/۷۱
[7] 〃 ۴۳/۷۷
[8] 〃 ۳۸/۲۰
[9] 〃 ۲/۲۶۹

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون[1]

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدم ۔ رواہ مسلم[2] و ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

میں تمام اولادِ آدم کا سیّد (سردار) ہُوں۔ (اسے روایت کیا ہے مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ ۔ رواہ البخاری[3] عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

بیشک یہ میرا بیٹا سیّد ہے (یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ) (اس کو روایت کیا ہے امام بخاری نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

وقال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَامَوْلٰی لَہٗ ۔ رواہ الترمذی[4] وحسنہ وابن ماجۃ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ اور اس کا رسول ہر بے مولٰی کے مولٰی ہیں۔ (اس کو روایت کیا ہے ترمذی نے اور اسے حسن کہا اور ابن ماجہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا :

لَقَدْ حَکَمْتَ فِیْھِمْ بِحُکْمِ اللہ،

بے شک تم نے ان یہود کے بارے میں وہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۶۳ / ۸

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۲۴۵

سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۸۶

[3] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب الحسن والحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۵۳۰

[4] جامع الترمذی ابواب الفرائض باب ماجاء فی میراث الخال امین کمپنی دہلی ۲ / ۳۱

سنن ابن ماجہ 〃 باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

رواہ مسلم[1] عن عائشۃ وعن ابی سعید الخدری والنسائی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

دیا جو خدائے تعالٰی کا حکم تھا (اس کو مسلم نے عائشہ اور ابی سعید خدری سے اور نسائی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی حدیث شریف میں ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے حکم کے لئے فرمایا، انھوں نے عرض کی:

اللہ ورسولہ احق بالحکم۔ رواہ الحافظ[2] محمد بن عائذ فی المغازی بسندہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

حکم دینا تو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کا حق ہے۔ (اسے روایت کیا ہے حافظ محمد بن عائذ نے مغازی میں اپنی سند کے ساتھ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یروی الطبرانی فی اوسطہ۔

حَکِیْمُ اُمَّتِیْ عُوَیْمَر۔[3]

میری امت کے حکیم عُویمر (ابو درداء) ہیں۔

انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یا رسولَ اللہِ اَنْتَ وَاللہِ الْاَعَزُّ العزیز۔[4] رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ استاذ البخاری ومسلم عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

یا رسول اللہ! خدا تعالٰی کی قسم حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ (اسے روایت کیا ہے ابوبکر بن ابی شیبہ استاذِ بخاری و مسلم نے عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

صرف حضور ہی کے لئے عزت ہے۔

عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن عبد اللہ ابن ابی منافق نے اپنے باپ سے فرمایا،

انک الذلیل ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

بے شک تُو ہی ذلیل ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من نقض العہد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵

[2] المواہب اللدنیہ غزوہ بنی قریظہ حکم سعد بن معاذ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۶۷

[3] کنز العمال بحوالہ طس حدیث ۳۳۵۰۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۱۸

[4] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ تحت آیۃ وللہ العزۃ ولرسولہ الخ مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۶/ ۲۲۶

علیہ وسلم العزیز۔ رواہ الترمذی[1] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ونحوہ الطبرانی عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	علیہ وسلم ہی عزیز وصاحب عزت ہیں (اسے روایت کیا ہے ترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، یونہی طبرانی نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

صحابہ کرام میں ۳۰ سے زائد کا نام حکم ہے، تقریباً دس کا نام حکیم، اور ساٹھ سے زیادہ کا خالد، اور ایک سو دس سے زیادہ کا مالک ــــ ان وقائع اور ان کے امثال کثیرہ پر نظر سے ظاہر ہے کہ ایسی نہی میں شرع مطہر کا مقصود کیا تھا، اور اس پر قرینہ واضحہ یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس کی تعلیل یوں ارشاد ہوئی کہ:

لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰہُ[2] خدا تعالٰی کے سوا کوئی بادشاہ ہی نہیں۔

ظاہر ہے کہ حصر اسی السید ھواللہ و مولٰکم اللہ (سید اللہ تعالٰی ہی ہے اور تمہارا مولٰی اللہ تعالٰی ہے۔ت) کے قبیل سے ہے، ورنہ خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

وقال الملک انی اری[3]	اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں۔

اور فرمایا:

وقال الملک ائتونی بہ[4]	اور بادشاہ بولا کہ انھیں میرے پاس لے آؤ۔

اور فرمایا:

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ[5]	بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اسی معنٰی کی طرف اشارہ کیا، حدیث انما الکرم قلب المؤمن (مومن کا دل کرم کا خزانہ ہے) کے نیچے فرماتے ہیں:

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما المفلس الذی یفلس یوم القیٰمۃ	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح معنٰی میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المنافقین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۵
[2] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸
[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳
[4] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰
[5] القرآن الکریم ۲۷/ ۳۴

كقوله انما الصرعة الذى يملك نفسه عند الغضب كقوله لا ملك الا الله فوصفه بانتهاء الملك ثم ذكر الملوك ايضا قال ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها اھ[1]

حالتِ افلاس میں ہو، جس طرح آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ حلیم و بُردبار وہ شخص ہے جو غیظ و غضب میں اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے، اور اسی کے ہم مثل آپ کا یہ ارشاد بھی ہے "بادشاہت تو صرف اللہ کے لئے ہے" یہاں ذاتِ باری تک بادشاہت کی انتہا مانی گئی حالانکہ دوسروں کے لئے بھی بادشاہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا: بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے اھ ۱۲م

وہابیہ خوارج اسی نکتۂ جلیلہ سے غافل ہوکر شرک و کفر میں پڑے کہ اللہ تعالٰی تو اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ[2] حکم تو اللہ ہی کا ہے، فرماتا ہے، مولٰی علی نے کیسے ابوموسٰی کو حکم فرمایا ——— اللہ تعالٰی تو اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[3] فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی ——— اللہ تعالٰی تو قُلْ لَّا یَعْلَمُ[4] الاٰیۃ فرماتا ہے، اہلسنت نے کیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطلاعِ غیوب مان لی ——— اور اندھوں نے نہ دیکھا کہ وہی خدا تعالٰی فابعثوا حکما[5] ایک پنچ بھیجو ——— اور تعاونوا علی البر والتقوٰی[6] اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو ——— اور واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ[7] اور صبر اور نماز سے مدد چاہو ——— اور الا من ارتضٰی من رسول[8] سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ——— اور یجتبی من رسلہ من یشاء[9] چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے ——— اور تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک[10] یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں ——— اور یؤمنون بالغیب[11] بے دیکھے ایمان لائے، وغیرہا فرما رہا ہے افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض[12] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ۱۲م

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الکرم قلب المؤمن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۳
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰
[3] القرآن الکریم ۱/ ۴
[4] " ۲۷/ ۶۵
[5] " ۴/ ۳۵
[6] " ۵/ ۲
[7] " ۲/ ۴۵
[8] " ۷۲/ ۲۷
[9] " ۳/ ۱۷۹
[10] " ۱۱/ ۴۹
[11] القرآن الکریم ۲/ ۳
[12] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اس مقصد کی شرع کی نظر واقعہ تحریم خمر ہے کہ ابتداء میں نقیر و مزفت، جرہ و حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا تھا کہ تساہل نہ واقع ہو، جب اس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دل میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ و احتیاط نے قلوب میں جگہ پائی، فرمایا:

ان ظرفا لا یحل شیئا و لا یحرمہ[1] برتن کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرتا۔

بالجملہ ان اکابر ائمہ و علماء و اولیاء نے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شاہنشاہ کا اطلاق فرمایا، اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا کما نقلہ فی التتارخانیہ (جیسا کہ تتارخانیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ ت) دونوں فریق کے لئے ایک وجہ موجہ ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا[2] (ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے وہ اس طرف پھریگا) اس کی نظیر واقعہ نمازِ ظہر یا عصر ہے کہ جب یہودی بنی قریظہ پر لشکر کشی فرمائی عسکر ظفر پیکر میں اس منادی کا حکم فرمایا کہ:

من کان سامعا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی بنی قریظۃ۔ جو بات سنتا اور حکم مانتا ہو وہ ہرگز عصر نہ پڑھے مگر آبادی بنی قریظہ میں۔

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم رواں ہوئے، راہ میں وقتِ عصر ہوا، اس پر دو فرقے ہوگئے، بعض نے کہا لا نصلی حتی ناتیھا ہم تو جب تک اس آبادی میں نہ پہنچ جائیں نماز نہ پڑھیں گے کہ ہمیں ارشاد فرمادیا ہے کہ نماز وہیں پہنچ کر پڑھنا، بعض نے کہا بل نصلی لم یرد منا ذٰلک بلکہ ہم نماز راہ ہی میں پڑھ لیں گے، ارشاد سے مقصود جلدی تھی نہ یہ نماز قضا کردی جائے غرض کچھ نے نماز راہ میں پڑھلی اور جا ملے، کچھ نے نہ پڑھی، یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہاں پہنچے، دونوں فریق کا حال بارگاہِ اقدس میں معروض ہوا، ولم یعنف واحدا منھم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان میں سے کسی پر اعتراض نہ فرمایا۔ رواہ الائمۃ منھم الشیخان[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما (اس کو ائمہ حدیث خصوصاً شیخین نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب النہی عن الانتباذ فی الحنتم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

[3] صحیح البخاری ابواب صلوٰۃ الخوف باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۹

علماء فرماتے ہیں ایک فریق نے مقصود پر نظر کی اور دوسرے نے لفظ کو دیکھا۔

اقول یعنی اور اس پر عمل خلافِ مقصود نہ تھا بخلاف جمود ظاہریہ کہ مقصود سے یکسر دور پڑتا، اور احکامِ شرعیہ کو معاذ اللہ محض بے معنی ٹھہراتا ہے، کما ھو مَعْھُوْدٌ مِن دابھم (جیساکہ ان کی عادت معروف ہے۔ ت) لہذا فریقین میں کسی پر ملامت نہ فرمائی، یہی حال یہاں ہے۔

ثانیاً اسے یوں بھی تحریر کرسکتے ہیں کہ مانعین نے ظاہر نہی پر نظر کی کہ اس میں اصل تحریم ہے اور اطلاق کرنے والوں نے دیکھا کہ لفظ ارادۃً وافادۃً ہر طرح شناعت سے پاک ہے تو نہی صرف تنزیہی ہے کہ منافیِ جواز و اباحت نہیں، جس طرح حدیث میں ارشاد ہوا:

لَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ۔[1] غلام اپنے آقا کو اپنا رب نہ کہے۔

اور فرمایا:

لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَسْقِ رَبَّکَ اَطْعِمْ رَبَّکَ وَضِّیْٔ رَبَّکَ وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ رَبِّیْ۔[2] تم میں سے کوئی نہ کہے کہ اپنے رب کو پانی پلا، اپنے رب کو کھانا کھلا، اپنے رب کو وضو کرا، اور نہ کوئی کسی کو اپنا رب کہے۔

اور علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ نہی صرف تنزیہی ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم شریف میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

النھی للادب وکراھۃ التنزیہ لا للتحریم۔[3] ممانعت بطور ادب ہے، اور کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

باب کراھۃ التطاول علی الرقیق وقولہ عبدی و اَمَتی وقال اللہ تعالٰی والصالحین من عبادکم وامائکم وقال عبدا یہ باب ہے اس بارے میں کہ غلام پر زیادتی مکروہ ہے اور آقا کے اس قول کے سلسلہ میں کہ میرا عبد اور میری باندی ہے۔ اور اللہ عزّوجل کا یہ ارشاد "اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا"

---

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۳۸
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۳۸
[3] شرح صحیح مسلم للنووی 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۳۸

مملوکا واذکرنی عند ربك ای عند سیدك[1]

اور فرمایا: عبدِ مملوک اور مجھے اپنے رب یعنی اپنے آقا کے پاس یاد کرو۔ ۱۲م

امام عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ذکر ھذا کلہ دلیلا لجواز ان یقول عبدی و امتی وان النھی الذی ورد فی الحدیث عن قول الرجل عبدی و امتی وعن قولہ اسق ربك ونحوہ للتنزیہ لا للتحریم[2]

یہ تمام باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (مملوک اور مملوکہ) کو "عبدی" اور "اُمتی" (میرا بندہ میری باندی) کہنا جائز ہے، اور احادیث کریمہ میں جو یہ وارد ہے کہ کوئی آدمی "عبدی" (میرا عبد) اور اُمتی (میری باندی) نہ کہے، یونہی "اپنے رب کو پانی پلا" نہ کہے یا اس قسم کی دیگر ممانعت تو یہ تحریم کے لئے نہیں بلکہ تنزیہہ کے لئے ہے۔ ۱۲م

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں فرماتے ہیں:

فان قلت قد قال تعالیٰ اذکرنی عند ربك وارجع الیٰ ربك اجیب بانہ ورد لبیان الجواز والنھی للادب والتنزیہ دون التحریم[3]

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "مجھے اپنے رب کے پاس یاد کرو" "اور اپنے رب کی طرف لوٹو" تو جواب یہ ہوگا کہ یہ بیانِ جواز کے لئے ہے اور نہی تحریم کے لئے نہیں بلکہ تادیبًا اور تنزیہًا ہے ۱۲م

ثالثًا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل زبورِ مقدس میں فرماتا ہے:

اِمۡتَلَأَتِ الۡاَرۡضُ مِنۡ تَحۡمِیۡدِ اَحۡمَدَ وَتَقۡدِیۡسِہٖ وَمَلَكَ الۡاَرۡضَ وَرِقَابَ الۡاُمَمِ[4]

زمین بھر گئی احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حمد اور اس کی پاکی کے بیان سے، احمد مالک ہوا تمام زمین اور سب اُمتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب العتق باب کراہیۃ التطاول علی الرقیق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴۶

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری " " " " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/۱۱۰

[3] ارشاد الساری " " " " " " دار الکتاب بیروت ۴/۳۲۴

[4] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

امام احمد مسند، اور عبداللہ بن احمد زوائد مسند، اور امام طحاوی شرح معانی الآثار، اور امام بغوی و ابن السکن و ابن ابی عاصم و ابن شاہین، و ابن ابی خیثمہ و ابویعلٰی بطریق عذیدہ حضرت اعشٰی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ وہ خدمتِ اقدس حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فریادی آئے اور اپنی عرضی حضور میں گزاردی جس کی ابتداء یہ تھی:

یَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ۔ اے تمام آدمیوں کے مالک اور عرب کے جزا و سزا دینے والے!

مسند احمد و شرح معانی الآثار میں مَالِكُ النَّاسِ[1] ہے، اور زوائد مسند نیز مسند ابویعلٰی میں بعض نسخ میں یَا مَلِكَ النَّاسِ وَدَیَّانُ الْعَرَبِ[2] یعنی اے تمام آدمیوں کے بادشاہ اور عرب کے جزاء دہندہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی فریاد کو سُن کر حاجت روائی فرمائی۔ پُر ظاہر کہ آدمیوں اور اُمتوں میں سلاطین وغیر سلاطین سب داخل ہیں۔ جب حضور تمام آدمیوں کے مالک، تمام آدمیوں کے بادشاہ، تمام امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں تو بلاشبہہ تمام بادشاہوں کے بھی مالک، تمام سلاطین کے بھی بادشاہ، تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہوئے۔ مَلِكُ النَّاسِ کا نسخہ تو عین مدعا ہے اور مَالِكُ النَّاسِ اس سے بھی اعظم و اعلٰی ہے کہ بادشاہ لوگوں پر حاکم ہوتا ہے اُن کی گردنوں کا مالک نہیں ہوتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحکمِ آیت و حدیثِ جلیل تمام بادشاہوں کی گردنوں کے بھی مالک ہیں، وللہ الحمد۔

زمخشری معتزلی نے کشاف سورۂ ہود میں زیر قولہ تعالٰی وانت احکم الحاکمین اقضی القضاۃ پر اعتراض کیا۔ امام ابن المنیر سُنّی نے انتصاف میں اس کا رَد فرمایا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا: اقضاکم علی[3] (علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تم سب سے زیادہ فیصلے کرنے والے ہیں) اس سے جواز ثابت

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۱
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب الشعر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰
[2] مسند ابویعلٰی حدیث ۶۸۲۶ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/ ۲۳۰
مجمع الزوائد بحوالہ عبداللہ بن احمد، کتاب النکاح ۴/ ۳۳۱ و کتاب الادب باب جواز الشعر الخ ۸/ ۱۲۷
[3] فیض القدیر بحوالہ ابن المنیر تحت حدیث ۳۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۲۰

ہوتا ہے، یعنی جب اَقضٰی کی اضافت سب کی طرف ہے اور اس میں قُضاۃ بھی داخل، تو اَقْضَاکُمْ سے اقضی القضاۃ بھی حاصل۔ ظاہر ہے کہ اَقضٰکُمْ عموم میں مَالِکُ النَّاسِ و مَلِکُ النَّاسِ و مَالِکُ رِقَابِ الْاُمَمِ کے برابر نہیں کہ وہ بظاہر عرفِ مخاطبین سے خاص ہے، تو ان الفاظ کریمہ سے مالک الملوک و ملک الملوک و مالک رقاب الملوک و شہنشاہ بدرجۂ اولٰی ثابت، پس آیت و حدیث میں ان ارشاداتِ عالیہ کا آنا دلیل روشن ہے کہ نہی صرف اسی طور پر ہے جیسے مولٰی و سیّد کہنے سے منع فرمایا حالانکہ قرآن و حدیث خود ان کا اطلاق فرما رہے ہیں وللہ الحمد۔

رابعًا اگر یہاں کوئی حدیث دربارۂ نہی ثابت بھی ہو تو کلام مذکور اس کے لئے کافی و وافی ہے۔ نظر دقت میں یہاں ایک حدیث ابن النجار ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمع رجلاً یقول شاھان شاہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَللّٰہُ مَلِكُ الْمُلُوْكِ[1]

یعنی ایک شخص نے دوسرے کو پکارا: اے شاہانِ شاہ۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا: شاہانِ شاہ اللہ ہے۔

اس کی تو صحت بھی ثابت نہیں۔

رہی حدیثِ جلیل صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کہ صحیحین و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں مروی:

اخنع الاسماء عند اللہ یوم القیٰمۃ رجل تسمّٰی مَلِكُ الْاَمْلَاكِ[2]

روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب ناموں میں زیادہ ذلیل و خوار وہ شخص ہے جس نے اپنا نام ملک الاملاک رکھا۔

یہ بداہۃً طالبِ تاویل ہے کہ وُہ شخص خود نام نہیں، اور اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ وہ شخص سب سے برا نام ہے۔ علماء نے اس میں دو تاویلیں فرمائیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۴۵۹۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹۶

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الی اللہ تعالٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۶
سنن ابی داؤد " باب فی تغییر اسم القبیح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۲
جامع الترمذی " باب ما یکرہ من الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷
صحیح مسلم کتاب الالفاظ باب تحریم بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

ایک یہ کہ مجازاً نام سے ذات مراد ہے، یعنی روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب آدمیوں سے بدتر وہ شخص ہے جس نے اپنا یہ نام رکھا۔

دُوسری یہ کہ خبر میں حذفِ مضاف ہے، یعنی اللہ تعالٰی کے نزدیک روزِ قیامت سب ناموں سے بدتر یہ نام ہے۔

مصابیح واشعۃ اللمعات وسراج المنیر شرح جامع صغیر میں تاویلِ ثانی ذکر کی۔ امام قرطبی نے مفہم اور امام نووی نے منہاج، اور علامہ حفنی نے حواشی جامع صغیر میں اوّل پر جزم و اختصار کیا۔

فیض القدیر میں قرطبی سے ہے:

المراد بالاسم المسمّٰی بدلیل روایۃ اغیظ رجل واخبثہ[1]

نام سے ذات مراد ہے کیونکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "آدمیوں میں سب سے بدتر اور خبیث" ۱۲م

شرح امام نووی میں ہے:

قالوا معناہ اشد ذلّا وصغارًا یوم القیامۃ والمراد صاحب الاسم وتدل علیہ الروایۃ الثانیۃ اغیظ رجل[2]

علماء نے فرمایا اس کا معنٰی یہ ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ ذلیل وحقیر، اور اس سے مراد مسمّٰی ہے جیسا کہ دوسری روایت میں اغیظُ رجلٍ (لوگوں میں سب سے بدتر) کا لفظ بتا رہا ہے ۱۲م۔

حواشی حفنی میں ہے:

اخنع الاسماء ای مسمّی الاسماء بدلیل قولہ رجلٌ لانہ المسمّٰی لا الاسم[3]

ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل یعنی نام والا ہیں سب سے زیادہ ذلیل، کیونکہ ایک روایت میں رجلٌ (آدمی) کا لفظ آیا ہے اور آدمی مسمّٰی ہے نہ کہ اسم، ۱۲م۔

علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ، پھر علامہ قسطلانی نے شرح بخاری، پھر علامہ مناوی نے فیض القدیر،

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۳۰۳ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۰

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الالفاظ باب تحریم التسمّی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

[3] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۱/۶۸

پھر تیسیر شرح جامع صغیر اور علامہ طاہر نے مجمع البحار، اور علامہ قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دونوں ذکر فرمائیں، طیبی پھر ارشاد الساری پھر فیض القدیر نے اشارہ کیا کہ تاویلِ اوّل ابلغ ہے۔

حیث قال اَغنیٰ الطیبی یمکن ان یراد بالاسم المسمّٰی ای اخنع الرجال کقولہ سبحانہ وتعالٰی سبح اسم ربک الاعلٰی وفیہ مبالغۃ لانہ اذا قدّس اسمہ عمّا لایلیق بذاتہ فذاتہ بالتقدیس اُولٰی واذا کان الاسم محکوما علیہ بالصغار والھوان فکیف المسمّٰی بہٖ[1] اھ نقلہ فی فیض القدیر ونحوہ فی الارشاد۔

چنانچہ طیبی نے کہا یہاں اسم سے مسمّٰی مراد لیا جاسکتا ہے، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وپست' جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد "اپنے رب اکبر کے نام کی پاکی بولو" اور اس میں مبالغہ ہے کیونکہ جب نامناسب چیزوں سے اسم الٰہی کی تقدیس ضروری ہے تو خود ذاتِ باری تقدیس کی کتنی مستحق ہوگی، لہذا جب (ملک الملوک جیسے) نام پر ذلت (حقارت) کا حکم ہے تو اس کے مسمّٰی کا کیا حال ہوگا۔ ۱۲م

مرقاۃ نے تصریح کی کہ یہی تاویل بہتر ہے۔

حیث قال بعد نقلہ نحو ما مرعن الفیض ومثل ما فی الارشاد ما نصّہ' وھذا التاویل ابلغ واولٰی لانّہ موافق لروایۃ اغیظ رجل[2] اھ۔

چنانچہ فیض القدیر کی مذکورہ عبارت کے ہم معنی اور عبارت ارشاد کے ہم مثل ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا یہ تاویل بلیغ تر اور سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ اس روایت کے مطابق ہے جس میں ایسے نام رکھنے والوں کو سب سے زیادہ خبیث بتایا۔ ۱۲م

بلکہ تاویلِ دوم پر افعل التفضیل اس کے غیر پر صادق آئے گا کہ بلاشبہہ ملک الاملاک نام رکھنے سے اللہ یا رحمٰن نام رکھنا بدرجہا بدتر وخبیث تر ہے۔ ابوالعتاہیہ شاعر کی نسبت منقول ہوا کہ اس کی دو بیٹیاں تھیں: ایک کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ پھر اس نے اس سے توبہ کرلی تھی۔ فیض القدیر علامہ مناوی میں ہے:

---

[1] شرح الطیبی علٰی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۶۸

[2] مرقاۃ المفاتیح " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶

من العجائب التی لاتخطر بالبال ما نقله ابن بزیزۃ عن بعض شیوخه ان ابا العتاهیة کان له ابنتان تسمی احدٰیهما اللّٰه والاخرٰی الرحمٰن وھذا من عظیم القبائح وقیل انه تاب[1]

ابن بزیزہ نے اپنے بعض مشائخ سے ایک ایسی تعجب خیز بات نقل کی ہے جس کا دل میں خطرہ بھی نہیں گزرتا، وہ یہ کہ ابوالعتاہیہ کے دو بیٹیاں تھیں، ایک کا نام اللہ اور دوسری کا نام رحمٰن رکھا تھا۔ اور یہ تو بڑی ہی قبیح بات ہے اور ایک قول کے مطابق وہ اس سے تائب ہوگیا تھا ۱۲م

اور قاطع ہر کلام یہ کہ حدیث کی تفسیر کرنے والا خود حدیث سے بہتر کون ہوگا، یہی حدیث صحیح مسلم شریف کی دوسری روایت میں ان لفظوں سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اغیظ رجل علی اللّٰه یوم قیامت کے دن سب سے زیادہ خدا کے غضب

ع تبعنا فیه الشراح وقد اضطربوا فی تاویل قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اغیظ رجل علی اللّٰه اضطرابًا کثیرا وحاملهم علیه ان ظاهرا لمغیظ کون اشد تغیظا علی اللّٰه فیکون الغیظ صادرًا منه ومتعلقًا به تعالٰی وهو خلاف عن المقصود فان المراد بیان شدة غضب اللّٰه تعالٰی علیه وهٰذا معنی ما قال الطیبی ان علٰی هٰهنا لیست بصلة لاغیظ کما یقال اغتاظ علٰی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "اغیظ رجل علی اللہ" کی تاویل میں ہم نے شارحین حضرات کو بہت مضطرب پایا، اس تاویل پر ان کو آمادگی اس لئے ہوئی کہ حدیث کے ظاہر الفاظ میں وہ شخص اللہ تعالےٰ پر شدید غیظ والا ہے، تو غیظ بندے سے صادر ہوکر اللہ تعالےٰ سے متعلق ہوگا حالانکہ یہ خلافِ مقصود ہے کیونکہ مقصد تو یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا شدید غضب اس شخص پر ہوگا۔ اور طیبی رحمہ اللہ تعالےٰ کے قول کا بھی یہی معنٰی ہے کہ "علی" یہاں پر "اغیظ" کا صلہ نہیں ہے جیسے کہ اغتاظ علی

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۳۰۲ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۲۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صاحبه ويغيظ عليه وهو مغيظ محنق لان المعنى يا باه كما لا يخفى ثم اخذ فى التاويل فقال ولكن بيان كانه لما قيل اغيظ رجل قيل على من؟ قيل على الله اھ. وانت تعلم انه لم يأت بشئ وانما جعله صلة الاغيظ كما كان وقال القاضى الامام اسم تفضيل بنى للمفعول[2] اھ **اقول** وانت تعلم انه خلاف الاصل ثم بهذا التاويل لما صار الغيظ مضافا الى الله تعالى وهو محال منه لانه غضب العاجز عن الانتقام كما فى المرقاة احتاجوا الى تاويله بانه مجاز عن عقوبته كما فى النهاية والطيبى والمرقاة[3] ثم بعد هذا الكل لم يتضح كلمة على فالتجأ القارى الى انه على حذف مضاف اى بناء على حكمه تعالى[3] اھ **اقول** ولا يخفى عليك ما فيه

صاحبه" اور "یغیظ علیه" میں صلہ بن رہا ہے کیونکہ "علی" کا "اغیظ" کے لئے صلہ ہونا معنی کے خلاف ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ طیبی نے یہ بیان کرنے کے بعد تاویل شروع کی، گویا بیان یوں ہے کہ جب "اغیظ رجل" کہا گیا تو سوال ہوا کہ کس پر، تو جواب میں کہا گیا اللہ پر اھ۔ حالانکہ آپ پر واضح ہے کہ یہ تاویل بے مقصد ہے اور "علی" ویسے ہی "اغیظ" کا صلہ رہا ہے۔ اور قاضی نے تاویل میں فرمایا کہ اغیظ اسم تفضیل مفعول کے معنی میں ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی خلافِ اصل ہے نیز یہ کہ جب غیظ کی اضافت اللہ تعالٰی کی طرف ہوئی تو اللہ تعالٰی کے لئے یہ معنی محال ہے کیونکہ یہ انتقام سے عاجز والا غضب ہے (جبکہ اللہ تعالٰی عجز سے پاک ہے) جیسا کہ مرقاۃ میں ہے سب اس کی تاویل پر ہیں کہ یہ کلام اس شخص پر اللہ تعالٰی کے عقاب و عذاب سے مجاز ہے جیسا کہ نہایہ، طیبی، مرقاۃ

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح الطیبی کتاب الادب باب الاسلامی حدیث ۵۵،۴ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۶۸ و ۶۹

[2] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ القاضی کتاب الادب " " " المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶

[3] " " " " " " " " " ۸/ ۵۱۵

4/4

رجل کان یسمّٰی ملک الاملاک لامَلِکَ الا اللّٰہ۔[1]

خدا کا مبغوض وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک کہا جاتا تھا، بادشاہ کوئی نہیں خدا تعالٰی کے سوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من البعد الشدید و بالجملۃ رجع الکلام علٰی تاویلھم الی ان اشد الناس مغضوبیۃ بناءً علٰی حکم اللہ تعالٰی و انا اقول و باللہ التوفیق ان جعلنا الغیظ وھو غضب العاجز صادرًا عن الرجل وعلٰی صلۃ لہ تخلصنا عن ذٰلک کلہ و لا نسلم اباء المعنی فان المجرم المعذب الکافر بعظمۃ الملک ونعمتہ لابُدّ لہ من التغیظ علی الملک عند حلول نقمتہ بہ و کلما کان اشدّ عذابًا کان اشد تغیظًا والتھابًا فکان کنایۃ عن انہ اشدّ الناس عذابًا و ناسب ذکرہ بھذا الوجہ اشارۃ الٰی کونہ متکبرًا علٰی ربہ منازعالہ فی کبریائہ فاذا احس مس العذاب جعل یتغیظ علٰی من لایقدر علیہ ولایستطیع الفرار منہ وقد کان یزعم مساواۃ فی العظمۃ و الاقتدار فمن یقدر قدر تغیظہ الا الواحد القہار والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ۔

میں ہے لیکن اس کے باوجود کلمۂ "علٰی" کی وضاحت نہ ہوسکی اس لئے ملا علی قاری لفظ "اللہ" سے قبل مضاف مقدر ماننے پر مجبور ہوئے یعنی اغیظ رجل علٰی حکم اللہ تعالٰی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) تجھ پر مخفی نہیں ہے کہ اس تاویل میں شدید بُعد ہے، خلاصہ یہ کہ ان حضرات کی تاویل کا ماحاصل یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالٰی کے حکم پر لوگوں میں سے شدید مغضوب ہوگا حالانکہ میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اگر ہم غیظ کو عاجز کا غضب قرار دے کر اس کا صدور شخص مذکور سے بتائیں تو ہم تمام اعتراض سے بچ جائیں گے اور اس معنی کا انکار ہمارے لئے قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ عذاب میں مبتلا ہونیوالے اللہ تعالٰی کی عظمت و نعمت کے منکر شخص کو لازمًا اپنے ملک ہونے کی بناء پر عذاب کی وجہ سے غصہ آئیگا، اور جیسے جیسے عذاب کی شدت ہوگی اس کے غصے میں شدت آئیگی تو یہ تمام لوگوں سے بڑھ کر عذاب سے کنایہ ہے۔ اس انداز سے اسکے ذکر کی مناسبت میں اپنے رب تعالٰی پر تکبر اور اس کی کبریائی میں مقابل بننے کی طرف اشارہ ہے۔ تو جب اسکو عذاب ہوگا تو اپنے گمان میں اللہ تعالٰی کی عظمت و اقتدار میں مساوی ہونے کے باوجود عذاب سے خلاصی میں اپنی بے بسی پر غیظ میں آئیگا، تو اس کے غیظ کی مقدار کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہ جان سکے گا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] شرح مسلم کتاب الالفاظ باب تحریم التسمّی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

بالجملہ حدیث حکم فرمارہی ہے کہ اس نام والا روزِ قیامت تمام جہان سے زیادہ خدا تعالٰی کے غضب وعذاب میں ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا: ای اکبر من یغضب علیہ[1] یعنی سب سے بڑھ کر جس پر غضبِ الٰہی ہوگا۔ علامہ طیبی نے کہا: یعذبہ اشد العذاب اللہ تعالٰی اسے سخت تر عذاب فرمائے گا۔ نقلھما فی المرقاۃ[2] (انھیں مرقاۃ میں نقل کیا گیا ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ سب سے سخت تر عذاب وغضب نہ ہوگا مگر کافر پر، اور "ملک الاملاک" نام رکھنا بالاجماع کفر نہیں ہوسکتا، جب تک استغراق حقیقی مراد نہ لے۔ تو حاصلِ حدیث یہ نکلا کہ جس شخص نے بدعوٰی الوہیت و خدائی اپنا نام ملک الاملاک رکھا اس پر سب سے زیادہ سخت عذاب وغضب ربّ الارباب ہے، اور یہ قطعًا حق ہے اور اسے مانحن فیہ سے علاقہ نہیں۔ کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)

خامسًا اس معنٰی حق حقیقت سے جس میں وہ نام رکھنے والا ضرور صفتِ خاص ربّ العزت بلکہ الوہیت سے بھی بڑھ کر منزلت کا مدعی قطعًا مستحقِ اشد العذاب الابدی ہے۔ تنزل کیجئے تو علماء نے سببِ نہی یہ بتایا ہے کہ اس نام سے اس کا متکبر ہونا پیدا ہے۔ شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی میں ہے:

المالک الحقیقی لیس الا ھو ومالکیۃ الغیر مستردۃ الی مالک الملوک فمن تسمی بھذا الاسم نازع اللہ سبحنہ فی رداء کبریائہ واستنکف ان یکون عبد اللہ لان وصف المالکیۃ مختص باللہ تعالٰی لایتجاوزہ والمملوکیۃ بالعبد لایتجاوزہ فمن تعدی طورہ فلہ فی الدنیا الخزی والعار وفی الاٰخرۃ الالقاء فی النار[3]

مالک حقیقی تو صرف وہی ذات ہے اور دوسروں کی بادشاہت وملکیت اسی شہنشاہ کی رہینِ منت' تو جس نے "ملک الملوک" اپنا نام رکھا تو اس نے کبریائی کی چادر میں اللہ سے منازعت مول لی اور اپنے کو بندۂ خدا ہونے سے تکبر کیا کیونکہ مالک ہونا ایک ایسا وصف ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ خاص ہے، دوسروں میں یہ پایا نہیں جاسکتا، یونہی مملوک ہونا یہ بندوں کے ساتھ خاص ہے ان سے متجاوز نہیں ہوسکتا، تو جو اس دائرۂ کار سے آگے بڑھ گیا وہ دنیا میں رسوا اور ذلیل اور آخرت میں عذابِ نار کا سزاوار ہے۔ ۱۲م

---

[1] مرقات المفاتیح بحوالہ القاضی کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۵۵ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۱۶

[2] " " " الطیبی " " " " " " " ۸/ ۵۱۷

[3] شرح الطیبی علی المشکوٰۃ " " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۷۵

مرقاۃ میں ہے :

الملك الحقیقی لیس الا ھو وملکیۃ غیرہ مستعارۃ فمن سمی بھٰذا الاسم نازع اللہ بردائہ وکبریائہ ولما استنکف ان یکون عبداللہ جُعِلَ لہ الخزی علٰی رؤس الاشھاد[1]

مالک حقیقی تو وہی ذات ہے اور دوسروں کی ملکیت عارضی، لہٰذا جس نے اس نام "ملک الملوک" سے اپنا نام رکھا، اس نے ردائے الٰہی اور اس کی کبریائی سے منازعت کی، اور جب اس نے بندۂ خدا ہونے سے تکبر کیا تو علی الاعلان ذلت و رسوائی اس کے لئے مقرر کردی گئی۔ ۱۲م

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے :

لامالك لجمیع الخلائق الا اللہ وما لکیۃ الغیر مستردۃ الٰی ملك الملوك فمن تسمّٰی بذٰلك نازعَ اللہ فی رِداء کبریائہ واستنکف ان یکون عبداللہ[2]

مخلوقات کا مالک تو صرف اللہ ہے، اور غیر کا مالک ہونا اسی شہنشاہ کا صدقہ ہے تو جس نے یہ (ملک الملوک) نام رکھا تو اس نے اللہ عزوجل سے اس کی کبریائی کی چادر مول لی اور بندۂ الٰہی ہونے سے تکبر کیا۔ ۱۲م

بعینہٖ یوں ہی سراج المنیر میں ہے :

من قولہ فمن تسمّٰی بذٰلك[3] الخ۔

ارشاد الساری میں ہے :

المالك الحقیقی لیس الا ھو مثل ما مرّ عن الطیبی الٰی قولہ استنکف ان یکون عبداللہ وزاد فیکون لہ الخزی والنکال[4]۔

مالک حقیقی تو صرف وہی ذات ہے استنکف ان یکون عبداللہ (اللہ کا بندہ ہونے سے تکبر کیا) تک مِن وعَن طیبی کے قول کی طرح، البتہ اس میں یکون لہ الخ کا لفظ زائد ہے یعنی اس کیلئے ذلت و رسوائی ۱۲م

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی تحت حدیث ۴۷۵۵ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۱۵

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۳۰۲ اخنع الاسماء عنداللہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۱، ۵۲

[3] السراج المنیر " " " " " " " المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۱/۶۸

[4] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء الخ دار الکتاب العربی بیروت ۹/۱۱۶-۱۱۷

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ علتِ نہی ہے کہ اس نے تکبر کیا، اور اللہ تعالٰی کا بندہ بننے سے نفرت کی، ان کلمات کو اگر ان کی حقیقت پر پرکھئے جب تو وہی وجہ سابق ہے کہ حدیث اسی کی نسبت ہے جو حقیقی اصلی شاہنشہی یعنی الوہیت کا مدعی اور عبدیت سے منکر ہو ورنہ تم از تم اس قدر ضرور کہ علتِ منع تکبر بتاتے ہیں، تو ممانعت خود اپنے آپ شہنشاہ کہنے سے ہوئی کہ اپنی تعظیم کی اور اپنے آپ کو بڑا جانا، دوسرے نے اگر معظم دینی کی تعظیم کی اسے خدا تعالٰی کے بڑا کئے سے بڑا جانا تو اسے تکبر سے کیا علاقہ۔ اب یہ حدیث اس طریق کی طرف راجع ہوئی کہ آقا کو منع فرمایا کہ اپنے غلام کو اپنا بندہ نہ کہے حالانکہ قرآن وحدیث واقوال جمیع علمائے امت میں واقع ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

والصالحین من عبادکم[1] — اور اپنے لائق بندوں۔

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم:

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ۔[2] — مسلمان کے عبد (غلام) اور گھوڑے میں صدقہ نہیں۔

اس مسئلے کی تحقیق فتاوائے فقیر میں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ اتم ہے، امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال فی مصابیح الجامع ساق المؤلف فی الباب قولہ تعالٰی والصالحین من عبادکم وامائکم، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قوموا الی سیدکم تنبیھا علٰی ان النھی انما جاء متوجھا علٰی جانب السید اذھو فی مظنۃ الاستطالۃ وان قول الغیر ھذا عبد زید — مصابیح الجامع میں فرمایا کہ مؤلف کا باب کی مناسبت سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد "اپنے لائق بندوں اور کنیزوں"، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "اپنے سردار کے لئے کھڑے ہوجاؤ" پیش کرنا اس بات پر تنبیہ کے لئے ہے کہ ممانعت خود ذاتِ سید کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہے، کیونکہ یہ کبر کی جا ہے۔ رہا کسی غیر کا یہ کہنا "یہ زید کا عبد (غلام)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

[2] صحیح مسلم — کتاب الزکوٰۃ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۶

سنن ابی داؤد — ″ باب صدقۃ الرقیق — آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۵

سنن ابن ماجہ — ابواب الزکوٰۃ باب صدقۃ الخیل والرقیق — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۱

وھٰذہ اَمَۃُ خالدٍ جائز لانہ یقولہ اخبارا وتعریفا ولیس فی مظنۃ الاستطالۃ والاٰیۃ والحدیث ممّا یؤید ھذا الفرق[1]

ہے، "یہ خالد کی باندی ہے" تو یہ جائز ہے کیونکہ اس قول سے مقصود خبر دینا اور تعریف کرنا ہے، یہاں کبر و نخوت کی کوئی جگہ نہیں۔ آیت کریمہ اور حدیث پاک سے بھی اسی فرق کی تائید ہوتی ہے ۱۲م

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

المعنی فی ذٰلک کلّہٖ راجع الی البراءۃ من الکبر[2] یہ معنی کبر و نخوت سے برارت کے لئے ہے ۱۲م

شرح السنّہ امام بغوی پھر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

معنی ھذا راجع الی براءۃ من الکبر والتزام الذل والخضوع[3]

یہ تمامی تاویلات کبر اور ذلت وخواری کے التزام سے برارت کے لئے ہے۔ ۱۲م

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ ساری ممانعتیں تکبر سے بچنے کے لئے ہیں، اور یہ کہ تکبّر خود اپنے کہنے میں ہوسکتا ہے دوسرے کو کہنے میں تکبر کا کیا محل، پھر اپنے آپ کو کہنے میں بھی حقیقۃً حکم نیت پر دائر ہوگا، اگر بوجہ تعلّی وتکبّر ہے قطعاً حرام، ورنہ نہیں،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[4]

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کیا۔

اس کی نظیر یہی کہ اپنے غلام کو "اے میرے بندے" کہنا یہ بہ نیتِ تکبّر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

امام نووی پھر امام عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

المراد بالنھی من استعملہ علی جھۃ التعاظم لا من

ممانعت سے مراد اس خاص صورت میں ممانعت ہے جب اسے بڑائی بیان کرنے کے لئے استعمال

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العتق باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۲۴

[2] عمدۃ القاری شرح " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/ ۱۱۰

[3] شرح السنّۃ للبغوی باب یقول العبد بمالکہ الخ تحت حدیث ۳۳۸۱ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲/ ۳۵۱

مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ کتاب الادب باب الاسامی حدیث ۴۷۶۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۲۰

[4] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

مرادہ التعریف [1]

کہے اور جس کی مراد دوسرے کی تعریف ہو اس کے لئے ممانعت نہیں۔ ۱۲م

مرقاۃ میں ہے:

ولذا قیل فی کراھۃ ھذہ الاسماء ھو ان یقول ذٰلک علی طریق التطاول علی الرفیق والتحقیر لشانہ والا فقد جاء بہ القراٰن قال اللہ تعالٰی والصالحین من عبادکم وامائکم وقال اذکرنی عند ربک [2]

اس وجہ سے بعض علماء نے کہا ایسا نام رکھنا اس وقت مکروہ ہے جب کہنے والے کا مقصد غلام پر فخر کرنا اور اس کی شان کی حقارت ظاہر کرنا ہو ورنہ خود قرآن ناطق ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا" اور فرماتا ہے "اور اپنے آقا کے پاس ہمیں یاد کرو۔" ۱۲م

اشعۃ اللمعات میں ہے:

وگفتہ اند کہ منع ونہی از اطلاق عَبد واَمۃ بر تقدیرے است کہ بروجہ تطاول وتحقیر وتصغیر باشد، والّا اطلاقِ عبد واَمۃ در قرآن واحادیث آمدہ [3]

علماء نے فرمایا ہے کہ (اپنے غلام اور باندی پر) عبد اور اَمۃ کا اطلاق اس صورت میں منع ہے جب یہ ازراہِ تکبّر اور تحقیر وتصغیر ہو، ورنہ خود قرآن واحادیث میں لفظ عبد اور اَمۃ موجود ہے۔ ۱۲م

دوسری نظیر اپنے آپ کو عالم کہنا ہے کہ بر سبیلِ تفاخر حرام، ورنہ جائز۔ حدیث شریف میں ہے:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی [4] فی الاوسط

جو شخص کہے کہ میں عالم ہوں وہ جاہل ہے۔ (اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں)

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب العتق ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱۳/ ۱۱۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب تحت حدیث ۴۷۶۰ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۸/ ۵۲۰

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۷

[4] المعجم الاوسط حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۳۳

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ (ت)

حالانکہ نبی اللہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: انی حفیظ علیم[1] بے شک میں حفاظت کرنے والا ہوں، عالم ہوں۔

تیسری نظیر اسبالِ ازار ہے یعنی تہبند یا پائچے ٹخنوں سے نیچے خصوصاً زمین تک پہنچتے رکھنا کہ اس کے بارے میں کیا کیا سخت وعیدیں وارد، یہاں تک کہ فرمایا:

ثلثۃ لایکلمھم اللہ یوم القیٰمۃ ولا ینظر الیھم ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم۔ المسبل ازارہ والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب۔ رواہ الستۃ[2] الا البخاری عن ابی ذر النجاری علیہ رضوان الباری۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالٰی روزِ قیامت ان سے بات نہ کرے گا اور ان کی طرف نظر نہ فرمائیگا اور انھیں پاک نہیں کرے گا اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ یہ تہبند لٹکانے والا اور دے کر احسان رکھنے والا، اور جھوٹی قسم کھاکر اپنا مال چلتا کرنے والا۔ اسے روایت کیا گیا صحاح ستہ میں بخاری کے سوا ابی ذر نجاری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ (ت)

پھر جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

ان ازاری یسترخی الا ان اتعاھدہ۔

یا رسول اللہ! بیشک میرا تہبند ضرور لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کی خاص احتیاط اور خیال رکھوں۔

فرمایا:

انت لست ممن یفعلہ خیلاء۔

تم ان میں سے نہیں جو براہِ تکبر و ناز ایسا کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱
سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۹
مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۷۸
سنن الدارمی کتاب البیوع باب ۶۳ حدیث ۲۶۰۸ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۲/ ۱۸۰
سنن النسائی " باب المنفق سلعتہ بالحلف الکاذب نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۱۱
سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب ماجاء فی کراہیۃ الایمان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۰

رواہ الشیخان[1] و ابوداؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (اسے روایت کیا شیخان اور ابوداؤد اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ ت)

سادساً[عہ] حدیث میں ممانعت ہے تو نام رکھنے کی۔ کسی کے وصف میں کوئی بات بیان کرنے اور نام رکھنے میں بڑا بل ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ حدیثوں میں عزیز و حکم و حکیم نام رکھنے کی ممانعت آئی، اور عزت و حکم و حکمت سے قرآن و حدیث میں بندوں کا وصف فرمایا گیا جن کی سندیں اوپر گزریں، نیز اس کی نظیر حابس الفیل و سائق البقرات ہے کہ رب عزوجل کے یہ نام رکھنا حرام اور وصف وارد، جب واقعہ حدیبیہ میں ناقہ قصواء شریف بیٹھ گیا، اور لوگوں نے کہا ناقہ نے سرکشی کی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، نہ اس نے سرکشی کی نہ اس کی یہ عادت ولکن حبسہا حابس الفیل[2] بلکہ اسے حابس فیل نے روک دیا، یعنی جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو بٹھادیا اور کعبہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا، عزجلالہ۔

زرقانی علی المواہب میں علامہ ابن المنیر سے ہے:

یجوز اطلاق ذلک فی حق اللہ تعالٰی فیقال حبسہا اللہ حابس الفیل و انما الذی یمکن ان یمنع تسمیتہ سبحانہ حابس الفیل و نحوہ اھ قال الزرقانی وھو مبنی علی الصحیح من ان الاسماء توقیفیۃ[3]۔ (اللہ تبارک و تعالٰی پر اس کا اطلاق جائز ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ حابس فیل نے اسے روک لیا۔ ہاں ممانعت اس صورت میں ہوسکتی ہے جب "حابس فیل" یا اس کے ہم معنٰی کو اسم الٰہی قرار دے دیا جائے۔ زرقانی نے کہا اس کی بناء وہ قول صحیح ہے جس میں اسمائے الٰہی کو توقیفی قرار دیا ہے، ۱۲م)

عہ الوجوہ الخمسۃ الاول عامۃ وھذا خاص بغیر التسمیۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔ (پہلے پانچ وجوہ عام اور یہ غیر تسمیہ سے خاص ہے ۱۲ منہ (ت))

---

[1] صحیح البخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۷
؂ کتاب اللباس باب من جرازارہ من غیر خیلاء " " ۲/ ۸۶۰
صحیح مسلم " باب تحریم جر الثوب خیلاء " " ۲/
سنن ابی داؤد " باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۹

[2] المواہب اللدنیہ بیان صلح الحدیبیہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۹۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ امر الحدیبیہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۸۴

اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کے واقعہ میں حضرت بجیر طائی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ؎

تبارك سائق البقرات انی
رأیت اللہ یھدی کل ھاد[1]

اللہ تبارک و تعالٰی گائیوں کو چلانے والا ہے
میں نے اللہ تعالٰی کو ہر رہنما کا رہنما پایا ہے (ت)

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان کا کلام پسند کیا اور فرمایا:

لایفضض اللہ فاك۔ رواہ ابن السکن[2] وابونعیم وابن مندہ۔

اللہ تیرا منہ بے دندان نہ کرے۔ (نوّے برس جئے کسی دانت کو جنبش نہ ہوئی) (اس کو روایت کیا ابن السکن اور ابونعیم اور ابن مندہ نے۔ ت)

یہ ہے تمام وہ کلام کہ ان اکابر متقدمین ومتأخرین ائمہ دین وفقہائے معتمدین وعرفائے کاملین کی طرف سے فقیر نے حاضر کیا، اور ممکن کہ خود ان کے پاس اس سے بھی بہتر جواب ہو، وفوق کل ذی علم علیم[3]۔

سابعًا اس سب سے قطع نظر کرکے یہی فرض کرلیجئے کہ معاذ اللہ ان تمام اکابر پر طعن ثابت ہو اور جواب معدوم۔ تو انصافًا فقیر کا مصرع اب بھی اس روش پر نہیں کہ ان ائمہ وعلماء نے قطعًا غیر خدا کو شہنشاہ وقاضی القضاۃ کہا ہے حتی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی نہیں بلکہ کسی عالم یا ولی یا نرے حکامِ دنیوی کو، اور وہ مصرع اس معنٰی میں ہرگز متعین نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں لفظ شہنشاہ حضرت عزجلالہ سے مخصوص ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سرے سے منشار شبہہ زائل، اور اگر ہے تو جو لفظ اللہ عزوجل کے لئے خاص تھا اسے غیر اللہ پر کیوں حمل کیجئے، شہنشاہ سے اللہ ہی کیوں نہ مراد لیجئے کہ روضہ بمعنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری کو کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی فھم فی روضۃ یحبرون[4] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔ ت) قبر پر اس کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے رأیت اسدًا یرمی (میں نے شیر کو تیراندازی کرتے دیکھا) حدیث شریف قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ[5] فرمایا جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، تو روضۂ شہنشاہ کے معنی ہوئے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر ماکان فی غزوہ تبوک عالم الکتب بیروت الجزء الثانی /۱۹۲
[2] شرح الزرقانی المواھب اللدنیۃ بحوالہ ابن مندہ وابونعیم وابن السکن دارالمعرفۃ بیروت ۴/۸۰
[3] القرآن الکریم ۱۲/۷۶
[4] القرآن الکریم ۳۰/۱۵
[5] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/۶۹

الٰہی خیابان، خدا کی کیاری۔ اس میں کیا حرج ہے، جب قرآن عظیم نے مدینہ طیبہ کی ساری زمین کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت فرمایا:

الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا[1] کیا خدا کی زمین یعنی زمینِ مدینہ کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

تو خاص روضۂ انور کو الٰہی روضۂ شاہنشاہی خیابان، ربانی کیاری کہنے میں کیا حرج ہے، وللّٰہ الحمد۔

بااینہمہ جب فقیر بعون القدیر آیت وحدیث سے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مَالِکُ النَّاس، مَلِکُ النَّاس، مَالِکُ الْاَرْض، مَالِکُ رِقَابِ الْاُمَم ہونا ثابت کرچکا تو لفظ پر اصرار یا روایت خلاف پر انکار کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ہمارے علماء سے بعض متاخرین کا قول ہے اس کے لحاظ بجائے "شاہنشاہِ طیبہ" کہئے کہ وہ شاہِ طیبہ بھی ہیں اور شاہِ تمام روئے زمین بھی، اور شاہِ تمام اولین وآخرین بھی، جن میں ملوک وسلاطین سب داخل، بادشاہ ہو یا رعیت، وہ کون ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دائرۂ غلامی سے سر باہر نکال سکتا ہے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است   کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(محمد عربی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم دونوں جہانوں کی عزت ہیں جو انکے در کی خاک نہیں اسکے سر پر خاک)

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ولیکن ھذا ھٰذا اٰخر الکلام فی المسئلۃ الاولٰی الحمد للّٰہ فی الاولٰی والاخرٰی۔

اللہ تعالٰے کی رحمت نازل ہو ہمارے آقا ومولٰی پر صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب سب پر، یہ پہلے مسئلہ میں آخری کلام ہے، دنیا وآخرت میں تمام حمدیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔(ت)

جواب سوال دوم: الحق اللہ عزوجل ہی مقلب القلوب ہے، سب کے دلوں، نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے، مگر نہ اس کی قدرت محدود نہ اس کی عطا رکا باب، وسیع مسدود، ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر[2] بے شک اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے وما کان عطاء ربک محظورا[3] اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰
[3] " ۱۷/ ۲۰

ولکن اللہ یسلط رسلہ علیٰ من یشآء[1]۔ اللہ تعالٰی اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ و قابو دیتا ہے۔

اس کا اطلاق اجسام و ابصار و اسماع و قلوب سب کو شامل ہے، وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست و پا پر قدرت دے، چاہے چشم و گوش پر، چاہے دل و ہوش پر، اس کی قدرت میں کمی نہ عطا میں تنگی۔ کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے، نیک ارادے نہیں ڈالتے، بُرے خطروں سے نہیں پھیرتے؟ ضرور سب کچھ باذن اللہ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنی! قال اللہ تعالٰی:

اذ یوحی ربك الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[2]۔ جب وحی فرماتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم دل قائم رکھو مسلمانوں کے۔

سیرت ابن اسحاق و سیرت ابن ہشام میں ہے بنی قریظہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم راہ میں اپنے کچھ اصحاب پر گزرے، ان سے دریافت فرمایا: تم نے ادھر جاتے ہوئے کوئی شخص دیکھا؟ عرض کی: دحیہ بن خلیفہ کو نقرہ خنگ پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا:

ذاك جبریل بعث الٰی بنی قریظۃ یزلزل بھم حصونھم ویقذف الرعب فی قلوبھم[3]۔ وہ جبریل تھا کہ بنی قریظہ کی طرف بھیجا گیا کہ ان کے قلعوں میں زلزلے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالے۔ ۱۲م

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا وترکاہ[4]۔ جب قاضی مجلس حکم میں بیٹھتا ہے تو دو فرشتے اترتے ہیں کہ اس کی رائے کو درستی دیتے ہیں اور اسے ٹھیک بات سمجھنے کی توفیق دیتے ہیں اور اسے نیک راستہ سمجھاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرے، جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اسے چھوڑا اور آسمان پر اڑ گئے۔ ۱۲م

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۶ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۲

[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مع الروض الانف غزوہ بنی قریظہ مکتبہ فاروقیہ ملتان ۲/ ۱۹۵

[4] السنن الکبرٰی کتاب آداب القاضی باب من ابتلی بشیئ الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۸۸

دیلمی مسند الفردوس میں صدیق اکبر و ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہما دونوں سے راوی کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لولم ابعث فیکم لبعث عمر ایّد اللہ عمر بملکین یوفّقانہ ویسدّدانہ فاذا اخطأ صرفاہ حتی یکون صوابا۔[1]

اگر میں ابھی تم میں ظہور نہ فرماتا تو بیشک عمر نبی کیا جاتا، اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر بات میں اسے راہ پر رکھتے، اگر عمر کی رائے لغزش کرنے کو ہوتی ہے وہ پھیر دیتے ہیں یہاں تک کہ عمر سے حق ہی صادر ہوتا ہے۔ ۱۲م

ملائکہ کی شان تو بلند ہے، شیاطین کو قلوبِ عوام میں تصرف دیا ہے جس سے فقط اپنے چُنے ہوئے بندوں کو مستثنٰی کیا ہے کہ:

ان عبادی لیس لك علیھم سلطان[2]

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔

قال اللہ تعالٰے:

یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس[3]

شیطان جن اور لوگ، لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰے:

شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا[4]

شیطان آدمی اور جن ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں بناوٹ کی بات دھوکے کی۔ ۱۲م

بخاری ومسلم، ابوداؤد ومثل امام احمد، حضرت انس بن مالک اور مثل ابن ماجہ حضرت ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۱۲۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۷۲

[2] القرآن الکریم ۱۷/۶۵

[3] " ۱۱۴/۵ و ۶

[4] " ۶/۱۱۲

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[1]

بے شک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری وجاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

"جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سُنے، جب اذان ہوچکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے، جب تکبیر ہوچکتی ہے پھر آتا ہے حتی یخطر بین المرء ونفسہ یقول اذکر کذا اذکر کذا لما لم یکن یذکرہ حتی یظل الرجل ما یدری کم صلّی[2] یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے اندر حائل ہوکر خطرے ڈالتا ہے، کہتا ہے کہ یہ بات یادکر وُہ بات یادکر ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں، یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔"

امام ابوبکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان، اور امام اجل ترمذی نوادر الاصول میں بسندِ حسن، اور ابویعلٰے مسند، اور ابن شاہین کتاب الترغیب، اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی،

ان الشیطان واضع خطمہ علی قلب ابن اٰدم فان ذکر اللہ خنس وان نسی التقم قلبہ فذٰلک الوسواس

بیشک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے، جب آدمی خدا تعالٰی کو یاد کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو شیطان اس کا

---

[1] صحیح البخاری، باب الاعتکاف ۱/۲۷۲، کتاب بدء الخلق ۱/۴۶۴، کتاب الاحکام ۲/۱۰۶۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب المعتکف یدخل البیت لحاجۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳۵

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل التاذین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۵
صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل الاذان وہرب الشیطان الخ " " " ۱/۱۶۸
" کتاب المساجد باب السہو فی الصلوٰۃ والسجود " " " ۱/۲۱۱
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۳، ۴۶۰، ۵۲۲

الخناس [1]

دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان خناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک جانیوالا۔

لمۂ شیطانی و لمۂ ملکی دونوں مشہور اور حدیثوں میں مذکور ہیں، پھر اولیائے کرام کو قلوب میں تصرف کی قدرت عطا ہونی کیا محلِ انکار ہے۔ حضرت علامہ سلجماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدی عبد العزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عوام جو اپنے حاجات میں اولیائے کرام مثل حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت کرتے ہیں نہ کہ اللہ عزّ وجل سے، حضراتِ اولیائے ان کو قصداً ادھر لگالیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں عوام (مراد) نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے، تو اگر بالکلیہ خالص اللہ عزّ وجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہوجاتے، اس لئے اولیائے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر (مراد) نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی تو اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی، اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔

حدیثِ اوّل: اور سنئے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کتاب مستطاب نُزْهَةُ الْخَاطِرِ الْفَاتِرِ فی ترجمۃِ سیدی الشریف عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:

روی الشیخ الجلیل ابوصالح المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ انہ قال قال لی سیدی الشیخ ابومدین قدس اللہ سرہٗ یا اباصالح سافر الی بغداد وأت الشیخ محی الدین عبد القادر لیعلمك الفقر، فسافرت الی بغداد فلما رأیتہ رأیت رجلا ما رأیت اکثر هیبۃ منہ (فساق الحدیث الی اٰخرہ الی ان قال) قلت یا سیدی ارید ان تمدنی منك بهذا الوصف فنظر نظرۃ

یعنی شیخ جلیل ابوصالح مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی، مجھ کو میرے شیخ حضرت ابوشعیب مدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: اے ابوصالح! سفر کرکے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر کے حضور حاضر ہو کہ وہ تجھ کو فقر تعلیم فرمائیں، میں بغداد گیا جب حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا میں نے اس ہیبت وجلال کا کوئی بندۂ خدا نہ دیکھا تھا حضور نے مجھ کو ایک سوبیس (۱۲۰) دن یعنی تین چلّے خلوت میں بٹھایا پھر میرے پاس تشریف لائے اور قبلہ کی طرف

[1] شعب الایمان حدیث ۵۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۰۲

نوادر الاصول الاصل التاسع والخمسون والمائتان الخ دار صادر بیروت ص ۳۵۴

فتفرقت عن قلبی جواذب الارادات کما یتفرق الظلام بھجوم النھار وانا الآن انفق من تلک النظرۃ۔[1]

اشارہ کر کے فرمایا: اے ابوصالح! ادھر کو دیکھ تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کی: کعبۂ معظمہ پھر مغرب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ادھر کو دیکھ تجھے کیا نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پیر ابومدین۔ فرمایا: کدھر جانا چاہتا ہے کعبہ کو یا اپنے پیر کے پاس؟ میں نے کہا: اپنے پیر کے پاس۔ فرمایا: ایک قدم میں جانا چاہتا ہے یا جس طرح آیا تھا؟ میں نے عرض کی: بلکہ جس طرح آیا تھا۔ فرمایا: یہ افضل ہے۔ پھر فرمایا: اے ابوصالح! اگر تُو فقر چاہے تو ہرگز بے زینہ اس تک نہ پہنچے گا اور اس کا زینہ توحید ہے اور توحید کا مدار یہ ہے کہ عین الستر کے ساتھ دل سے ہر خطرہ مٹادے لوحِ دل بالکل پاک وصاف کرلے۔ میں نے عرض کی: اے میرے آقا! میں چاہتا ہوں کہ حضور اپنی مدد سے یہ صفت مجھ کو عطا فرمائیں۔ یہ سُن کر حضور نے ایک نگاہِ کرم مجھ پر فرمائی کہ ارادوں کی تمام کششیں میرے دل سے ایسی کافور ہوگئیں جیسے دن کے آنے سے رات کی اندھیری، اور میں آج تک حضور کی اسی ایک نگاہ سے کام چلا رہا ہوں۔

دیکھئے خاطر پر اس سے بڑھ کر اور کیا قبضہ ہوگا کہ ایک نگاہ میں دل کو تمام خطرات سے پاک فرمادیا اور نہ فقط اسی وقت بلکہ ہمیشہ کے لئے۔

امام اجل مصنّف بہجۃ الاسرار کی جلالت شان اور اس کتاب جلیل کی صحت وعظمت

فائدہ: یہ حدیث جلیل حضرت امام اجل سید العلماء، شیخ القراء، عمدۃ العرفاء، نور الملۃ والدین ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز نے کہ صرف دو واسطہ سے حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرید ہیں۔ امام جلیل الشان، شیخ القراء، ابوالخیر شمس الدین محمد محمد محمد ابن الجزری رحمہ اللہ تعالٰی مصنّفِ حصن حصین شریف کے استاذ ہیں۔ امام ذہبی صاحب میزان الاعتدال ان کی مجلس مبارک میں حاضر ہوئے، اور طبقات القراء میں ان کی مدح وستائش کی اور ان کو اپنا امام یکتا لکھا۔

حیث قال علی بن یوسف بن جریر اللخمی شَطنُوفی الامام الاوحد المقری نور الدین

چنانچہ کہا کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نور الدین امام یکتا، مدرسِ قراءت اور

---

[1] نزھۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ عبد القادر

25

شیخ القراء بالدیار المصریۃ[1] — بلادِ مصر کے شیخ القرا ہیں۔ ۱۲ام

اور امام اجل عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ "فی مرآۃ الجنان" میں اُس جناب کو اِن مناقبِ جلیلہ سے یاد فرمایا:

روی الشیخ الامام الفقیہ العالم المقریٔ ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر بن معضاد الشافعی اللخمی فی مناقب الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسندہ[2] الخ۔

شیخ و امام، زبردست فقیہ، مدرسِ قرارت علی ابن یوسف بن جریر بن معضاد شافعی لخمی نے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی۔ ۱۲ام

اور امام اجل شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری مصنفِ حصن حصین نے نہایۃ الدرایات فی اسماء الرجال القراءات میں فرمایا:

علی بن یوسف بن جریر بن فضل بن معضاد نور الدین ابو الحسن اللخمی الشطنوفی الشافعی الاستاذ المحقق البارع شیخ الدیار المصریۃ ولد بالقاہرۃ سنۃ اربع و اربعین و ستمائۃ و تصدر للاقراء بالجامع الازہر من القاہرۃ و تکاثر علیہ الناس لاجل الفوائد والتحقیق و بلغنی انہ عمل علی الشاطبیۃ شرحًا فلو کان ظہر لکان من اجود شروحہا توفی یوم السبت اوان الظہر و دفن یوم الاحد العشرین من ذی الحجۃ سنۃ ثلث عشرۃ وسبع مائۃ رحمہ اللہ تعالیٰ[3] (مختصرًا)

یعنی علی بن یوسف نور الدین ابو الحسن شافعی استاذ محقق ایسے کمال والے جو عقلوں کو حیران کردے، بلادِ مصر کے شیخ قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے اور مصر کی جامع ازہر میں صدرِ تعلیم پر جلوس فرمایا، ان کے فوائد و تحقیق کے سبب خلائق کا ان پر ہجوم ہوا، میں نے سُنا کہ شاطبیہ پر بھی اس جناب نے شرح لکھی، یہ شرح اگر ظاہر ہوتی تو ان کی تمام شرحوں سے بہتر شروح میں ہوتی۔ روز دوشنبہ بوقتِ ظہر وفات پائی اور بروز یک شنبہ بستم ذی الحجہ ۱۳، ھ میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انتہی ۱۲ام

---

[1] زبدۃ الآثار بحوالہ طبقات المقرئین مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۳

[2] مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان

[3] زبدۃ الآثار بحوالہ نہایۃ الدرایات فی اسماء الرجال والقرآت مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۵

25
25

اور امامِ اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے "حسن المحاضرۃ باخبارِ مصر والقاھرۃ" میں فرمایا:

علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد نور الدین ابو الحسن شیخ القراء بالدیار المصریۃ تصدر للاقراء بالجامع الازھر وتکاثر علیہ الطلبۃ۔[1]

یعنی علی بن یوسف ابو الحسن نور الدین امام یکتا ہیں، اور بلادِ مصر میں شیخ القراء پھر ان کا مسندِ تعلیم پر جلوس اور طلبہ کا ہجوم، اور تاریخِ ولادت و وفات اسی طرح ذکر فرمائی۔

نیز امام سیوطی نے اس جناب کا تذکرہ اپنی کتاب "بغیۃ الوعاۃ" میں لکھا، اور اس میں نقل فرمایا کہ:

لہ الید الطولیٰ فی علم التفسیر[2] علمِ تفسیر میں اس جناب کو یدِ طولیٰ تھا۔

اور حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے کتاب "زبدۃ الاسرار" میں اس جناب کے فضائلِ عالیہ یوں بیان فرمائے:

بھجۃ الاسرار من تصنیف الشیخ الامام الاجل الفقیہ العالم المقرئ الاوحد البارع نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الشافعی اللخمی وبینہ وبین الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسطتان وھو داخل فی بشارۃ قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طوبیٰ لمن رآنی ولمن رأی من رآنی ولمن رأی من رآنی[3]

یعنی امام اجل، فقیہ، عالم، مدرسِ قرات، یکتا، عجب صاحب کمال نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف شافعی لخمی، ان میں اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صرف دو واسطے ہیں اور وہ حضور پرنور سرکار غوثیت کی اس بشارت میں داخل ہیں کہ شادمانی ہے اسے جس نے مجھ کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا اور اسے جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ انتہیٰ

ان امام اجل یکتا نے کہ ایسے اکابر ائمہ جن کی امامت وعظمت وجلالت شان کے ایسے مداح ہوئے اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار شریف میں (کہ امام اجل یافعی وغیرہ اکابر اس سے سند لیتے آئے امام اجل شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری مصنف حصن حصین نے یہ کتاب مستطاب

---

[1] حسن المحاضرۃ باخبار مصر والقاہرۃ

[2] بغیۃ الوعاۃ للسیوطی

[3] زبدۃ الاسرار خطبۃ الکتاب مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۵

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر حنفی وشطوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی، اور حدیث کی طرح اس کی سند حاصل کی، اور علامہ عمر بن عبد الوہاب حلبی نے اس کی روایات معتمد ہونے کی تصریح کی، اور حضرت شیخ محقق محدث دہلوی نے زبدۃ الآثار شریف میں فرمایا:

ایں کتاب بہجۃ الاسرار کتابے عظیم وشریف ومشہور است[1]

یہ کتاب بہجۃ الاسرار ایک عظیم وشریف اور مشہور کتاب ہے۔ ۱۲م

اور زبدۃ الاسرار شریف میں (اس کی روایات صحیح وثابت ہونے کی تصریح کی) یوں بسند صحیح روایت فرمائی کہ:

حدثنا الفقیہ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحیم بن حجاج بن یعلیٰ الفاسی المالکی المحدث بالقاهرة سنة ٦٧١ قال اخبرنا جدی حجاج بفاس سنة ٦٢٣ قال حججت مع الشیخ ابی محمد صالح بن ویرجان الدکالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنة ٥٨٨ فلما کنّا بعرفات وافینا بها الشیخ ابا القاسم عمر بن مسعود المعروف بالبزار فسلما وجلسا یتذاکران ایام الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال الشیخ ابو محمد قال لی سیدی الشیخ ابو مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا صالح سافر الی بغداد الحدیث[2]

یعنی فقیہ محدث ابو الحجاج نے ہم سے حدیث بیان کی کہ میرے جد امجد حجاج بن یعلیٰ بن عیسیٰ فاسی نے مجھے خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد صالح کے ساتھ ۵۸۸ھ میں حج کیا، عرفات میں ہم کو حضرت شیخ ابو القاسم عمر بزار ملے۔ دونوں شیخ بعد سلام بیٹھ کر حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمانے لگے۔ ابو محمد صالح نے فرمایا مجھ سے میرے شیخ حضرت شعیب ابو مدین نے فرمایا: اے صالح! سفر کرکے بغداد حاضر ہو۔ الیٰ آخرہ۔

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ ان شیخ کا نام گرامی صالح ہے اور کنیت ابو محمد، نزہۃ الخاطر میں ابو صالح واقع ہوا سہو قلم ہے۔

---

[1] زبدۃ الآثار مع زبدۃ الاسرار خطبۃ الکتاب مطبع بکسلنگ کمپنی جزیرہ ص ۲

[2] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

حدیثِ دوم: اور سُنئے، اسی حدیث جلیل میں ہے کہ حضرت صالح یہ روایت فرما چکے تو حضرت سیدعمر بزار قدس سرہٗ نے فرمایا:

وانا ایضا کنت جالسا بین یدیہ فی خلوتہ فضرب بیدہ فی صدری فاشرق فی قلبی نور علی قدر دائرۃ الشمس ووجدت الحق من وقتی وانا الی الاٰن فی زیادۃ من ذٰلک النور[1]

یعنی یونہی میں بھی ایک روز حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے حضور خلوت میں حاضر تھا حضور نے اپنے دست مبارک کو میرے سینے پر مارا، فوراً ایک نور قرص آفتاب کے برابر میرے دل میں چمک اٹھا، اور اسی وقت سے میں نے حق کو پایا، اور آج تک وہ نور ترقی کر رہا ہے۔

حدیثِ سوم: اور سُنئے، امام ممدوح اسی بہجۃ الاسرار شریف میں بایں سند راوی:

حدثنا الشیخ ابو الفتوح محمد ابن الشیخ ابی المحاسن یوسف بن اسمٰعیل التیمی البکری البغدادی قال اخبرنا الشیخ الشریف ابو جعفر محمد بن ابی القاسم العلوی قال اخبرنا الشیخ العارف ابو الخیر بشر بن محفوظ ببغداد بمنزلہ الحدیث۔

یعنی ہم سے شیخ ابو الفتوح محمد صدیقی بغدادی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو سیدابو جعفر محمد علوی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ عارف باللہ ابو الخیر بشر بن محفوظ بغدادی نے اپنے دولت خانے پر بیان فرمایا کہ ایک روز میں اور بارہ[2] صاحب اور (جن کے نام حدیث میں مفصل مذکور ہیں) خدمت اقدس حضور پرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں حاضر تھے کہ حضور نے فرمایا، لِیَطْلُبْ کُلٌّ مِنْکُمْ حَاجَۃً اُعْطِیْھَا لَہٗ، تم میں سے ہر ایک ایک مراد مانگے کہ ہم عطا فرمائیں (اس پر دس صاحبوں نے دینی حاجتیں متعلق علم و معرفت اور تین شخصوں نے دنیوی عہدہ ومنصب کی مرادیں مانگیں جو بتفصیل مذکور ہیں) حضور پُرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

کُلًّا نمد ھٰؤلاء وھٰؤلاءِ من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورًا۔

ہم ان اہلِ دین اور ان اہلِ دُنیا سب کی مدد کرتے ہیں تیرے رب کی عطا سے، اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ مصطفےٰ البابی مصر ص ۵۳

خدا کی قسم! جس نے جو مانگا تھا پایا، میں نے یہ مراد چاہی تھی کہ ایسی معرفت مل جائے کہ واردات قلبی میں مجھے تمیز ہو جائے کہ یہ وارد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ نہیں (اوروں کو ان کی مرادیں ملنے کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں):

واما انا فان الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضع یدہ علیٰ صدری وانا جالس بین یدیہ فی مجلسہ ذٰلک فوجدت فی الوقت العاجل نورًا فی صدری وانا الی الاٰن افرق بہ بین موارد الحق والباطل وامیز بہ بین احوال الھدیٰ والضلال وکنت قبل ذٰلک شدید القلق لالتباسھا علیّ۔[1]

اور میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں حضور کے سامنے حاضر تھا، حضور نے اسی مجلس میں اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھا فورًا ایک نور میرے سینے میں چمکا کہ آج تک میں اسی نور سے تمیز کر لیتا ہوں کہ یہ وارد حق ہے اور یہ باطل، یہ حال ہدایت ہے اور یہ گمراہی، اور اس سے پہلے مجھے تمیز نہ ہو سکنے کے باعث سخت قلق رہا کرتا تھا۔

حدیث چہارم: اور سنیئے، امام ممدوح اسی کتاب جلیل میں اس سندِ عالی سے راوی کہ:

اخبرنا ابو محمدؒ الحسن ابن ابی عمران القرشی وابو محمد سالم بن علی الدمیاطی قال اخبرنا الشیخ العالم الربانی شہاب الدین عمر سہروردی الحدیث یعنی ہمیں ابو محمد قرشی وابو محمد دمیاطی نے خبر دی، دونوں نے فرمایا کہ ہمیں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ سلسلۂ سہروردیہ نے خبر دی کہ مجھے علمِ کلام کا بہت شوق تھا، میں نے اسکی کتابیں ازبر حفظ کر لی تھیں اور اس میں خوب ماہر ہو گیا تھا، میرے عم مکرم پیرِ معظم حضرت سیدی نجیب الدین عبد القاہر سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ کو منع فرماتے تھے اور میں باز نہ آتا تھا ایک روز مجھے ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت پناہ میں حاضر ہوئے، راہ میں مجھ سے فرمایا، اے عمر! ہم اس وقت اس کے حضور حاضر ہونے کو ہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے دیکھو ان کے سامنے باحتیاط حاضر ہونا کہ ان کے دیدار سے برکت پاؤ۔

جب ہم حاضرِ بارگاہ ہوئے میرے پیر نے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی، اے میرے آقا! یہ میرا بھتیجا علمِ کلام میں آلودہ ہے میں منع کرتا ہوں، نہیں مانتا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! تم نے علمِ کلام میں کون سی کتاب حفظ کی ہے؟ میں نے عرض کی: فلاں فلاں کتابیں۔

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۰ و ۳۱

فامرّ یدہ علی صدری فواللہ ما نزعہا وانا احفظ من تلک الکتب لفظۃ وانسانی اللہ جمیع مسائلہا ولکن وقر اللہ فی صدری العلم اللدنی فی الوقت العاجل فقمت من بین یدیہ و انا انطق بالحکمۃ وقال لی یا عمر انت اٰخر المشہورین بالعراق، قال وکان الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ سلطان الطریق والمتصرف فی الوجود علی التحقیق حضور نے دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا، خدا تعالٰی کی قسم! ہاتھ ہٹانے نہ پائے تھے کہ مجھے ان کتابوں سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، اور ان کے تمام مطالب اللہ تعالٰی نے مجھے بھلا دیے، ہاں! اللہ تعالٰی نے میرے سینے میں فوراً علم لدنی بھر دیا، تو میں حضور کے پاس سے علم الٰہی کا گویا ہوکر اٹھا، اور حضور نے مجھ سے فرمایا ملک عراق میں سب سے پہلے نامور تم ہوگے یعنی تمہارے بعد عراق بھر میں کوئی اس درجۂ شہرت کو نہ پہنچے گا۔ اس کے بعد امام شیخ الشیوخ سہروردی فرماتے ہیں حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بادشاہِ طریق ہیں اور تمام عالم میں یقیناً تصرف فرمانے والے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پھر امام مذکور بسند خود حضرت شیخ نجم الدین تفلیسی رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت فرماتے ہیں میرے شیخ حضرت شیخ الشیوخ نے مجھے بغداد مقدس میں چلّے میں بٹھایا تھا، چالیسویں روز میں واقعہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الشیوخ ایک بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس بکثرت جواہر ہیں اور پہاڑ کے نیچے انبوہ کثیر جمع ہے، حضرت شیخ پیمانے بھر بھر کر وہ جواہر خلق پر پھینکتے ہیں اور لوگ لوٹ رہے ہیں جب جواہر کمی پر آتے ہیں خود بخود بڑھ جاتے ہیں گویا چشمے سے ابل رہے ہیں۔ دن ختم کرکے میں خلوت سے باہر نکلا اور حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو دیکھا تھا عرض کروں، میں کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت شیخ نے فرمایا: جو تم نے دیکھا وہ حق ہے' اور اس جیسے کتنے ہی، یعنی صرف اپنے ہی جواہر نہیں جو تم نے دیکھے بلکہ اتنے اتنے اور بہت سے ہیں، یہ وہ جواہر ہیں کہ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے علم کلام کے بدلے میرے سینے میں بھر دیے ہیں[1] رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اس سے بڑھ کر دلوں پر قابو اور کیا ہوگا کہ ایک ہاتھ مار کر تمام حفظ کی ہوئی کتابیں یکسر محو فرمادیں کہ نہ ان کا ایک لفظ یاد رہے اور نہ اس علم کا کوئی مسئلہ، اور ساتھ ہی علم لدنی سے سینہ بھر دیں۔

حدیثِ پنجم: اور سنئے، امام ممدوح اسی کتاب جلیل الفتوح میں اس سند عالی سے راوی: حدثنا الشیخ الصالح ابو عبد اللہ محمد بن کامل بن ابو المعالی الحسینی قال سمعت

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۲ و ۳۳

الشیخ العارف ابا محمد مفرج بن بنہان بن رکاف الشیبانی یعنی ہم سے شیخ صالح ابو عبد اللہ محمد حسینی نے حدیث بیان کی کہ میں نے شیخ عارف ابو محمد مفرج کو فرماتے سنا کہ جب حضور پر نور رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شہرہ ہوا فقہائے بغداد سے سو فقیہ کہ فقاہت میں سب سے اعلٰی اور ذہین تھے، اس بات پر متفق ہوئے کہ انواع علوم سے سو مختلف مسئلے حضور سے پوچھیں، ہر فقیہ اپنا جدا مسئلہ پیش کرے تاکہ انھیں جواب سے بند کر دیں، یہ مشورہ گانٹھ کر سو مسئلے الگ الگ چھانٹ کر حضور اقدس کی مجلس وعظ میں آئے، حضرت شیخ مفرج فرماتے ہیں میں اس وقت مجلس وعظ میں حاضر تھا، جب وہ فقہاء آ کر بیٹھ لئے حضور پر نور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سر مبارک جھکایا اور سینۂ انور سے نور کی ایک بجلی چمکی جو کسی کو نظر نہ آئی مگر جسے خدا نے چاہا اس بجلی نے ان سب فقیہوں کے سینوں پر دورہ کیا، جس جس کے سینے پر گزرتی ہے وہ حیرت زدہ ہو کر تڑپنے لگتا ہے، پھر وہ سب فقہاء ایک ساتھ سب چلانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے ہو کر منبر اقدس پر گئے اور اپنے سر حضور پر نور کے قدموں پر رکھے، تمام مجلس سے ایک شور اٹھا جس سے میں نے سمجھا کہ بغداد دہل گیا، حضور پر نور ان فقیہوں کو ایک ایک کرکے اپنے سینۂ مبارک سے لگاتے اور فرماتے تیرا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ یونہی ان سب کے مسائل اور ان کے جواب ارشاد فرمادیے۔

جب مجلس مبارک ختم ہوئی تو میں ان فقیہوں کے پاس گیا اور ان سے کہا: یہ تمہارا حال کیا ہوا تھا؟ بولے:

لما جلسنا فقدنا جمیع ما نعرفہ من العلم حتی کانہ نسخ منا فلم یمر بنا قط فلما ضمنا الی صدرہ رجع الی کل منا ما نزع عنہ من العلم ولقد ذکرنا مسائلنا التی ھیأناھا لہ وذکر فیھا اجوبتہ۔[1]

جب ہم وہاں بیٹھے جتنا آتا تھا دفعۃً سب ہم سے گم ہوگیا، ایسا مٹ گیا کہ کبھی ہمارے پاس ہو کر نہ گزرا تھا، جب حضور نے ہمیں اپنے سینۂ مبارک سے لگایا ہر ایک کے پاس اس کا چھنا ہوا علم پلٹ آیا، ہمیں وہ اپنے مسئلے بھی یاد نہ رہے تھے جو حضور کے لئے تیار کرکے لے گئے تھے، حضور نے وہ مسائل بھی ہمیں یاد دلائے اور ان کے وہ جواب ارشاد فرمائے جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھے۔

اس سے زیادہ قلوب پر اور کیا قبضہ درکار ہے کہ ایک آن میں اکابر علماء کو تمام عمر کا پڑھا لکھا

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر وعظہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مصطفی البابی مصر ص ۹۶

سب بھلادیں اور پھر ایک آن میں عطا فرما دیں ۔

حدیث ششم: اور سنئے ، امام ممدوح اسی کتاب مبارک میں اس سندِ جلیل سے راوی کہ :

اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ الابھری و ابومحمد سالم الدمیاطی الصوفی قالا سمعنا الشیخ شہاب الدین السہروردی الحدیث ۔ یعنی ہمیں شیخ ابوالحسن ابہری و ابومحمد سالم الدمیاطی الصوفی نے خبر دی ، دونوں نے فرمایا کہ ہم نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو فرماتے سنا کہ میں ۵۶۰ھ میں اپنے شیخ معظم و عم مکرم سیدی نجیب الدین عبدالقادر سہروردی کے ہمراہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوا ، میرے شیخ نے حضور کے ساتھ عظیم ادب برتا ، اور حضور کے ساتھ ہمہ تن گوش بے زبان ہو کر بیٹھے ۔ جب ہم مدرسہ نظامیہ کو واپس آئے میں نے اس ادب کا حال پوچھا ، فرمایا :

کیف لا اتأدب مع من صرفہ مالکی فی قلبی وحالی وقلوب الاولیاء واحوالھم ان شاء امسکھا وان شاء ارسلھا[1]

میں کیونکر ان کا ادب نہ کروں جن کو میرے مالک نے دل اور میرے حال اور تمام اولیاء کے قلوب و احوال پر تصرف بخشا ہے ، چاہیں روک لیں چاہیں چھوڑ دیں ۔

کہئے قلوب پر کیسا عظیم قبضہ ہے !

حدیثِ ہفتم: اور سنئے ، اور سب سے اجل و اعلٰی سنئے ، امام ممدوح قدس سرہٗ اسی کتاب عالی نصاب میں اسی سندِ صحیح سے روایت فرماتے ہیں کہ :

حدثنا الشیخ ابومحمد القاسم بن احمد الھاشمی الحرمی الحنبلی قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی الخباز قال اخبرنا الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار الحدیث ۔

یعنی شیخ ابومحمد ہاشمی ساکنِ حرم محترم نے ہم سے حدیث بیان کی کہ انھیں عارف حضرت ابوالحسن علی خباز نے خبر دی کہ انھیں امامِ اجل عارف اکمل سیدی عمر بزار نے خبر دی کہ میں ۱۵ جمادی الآخرہ ۵۵۶ھ روز جمعہ کو حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ جامع مسجد کو جاتا تھا ، راہ میں کسی شخص نے حضور کو سلام نہ کیا ، میں نے اپنے جی میں کہا سخت تعجب ہے ، ہر جمعہ کو تو خلق کا حضور پر وہ اژدحام ہوتا تھا کہ ہم مسجد تک بمشکل پہنچ پاتے تھے آج کیا واقعہ ہے کہ کوئی سلام تک نہیں کرتا ، یہ بات

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر الشیخ ابوالنجیب عبدالقاہر السہروردی مصطفٰے البابی مصر ص ۲۳۵

ابھی میرے دل میں پوری آنے بھی نہ پائی تھی کہ حضور پُر نور رضی اللہ عنہ نے تبسم فرماتے ہوئے میری طرف دیکھا اور معاً لوگ تسلیم و مجرا کے لئے چاروں طرف سے دوڑ پڑے یہاں تک کہ میرے اور حضور کے بیچ میں حائل ہو گئے، میں اس ہجوم میں حضور سے دُور رہ گیا، میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس حالت سے تو وہی پہلا حال اچھا تھا یعنی دولتِ قرب تو نصیب تھی۔ یہ خطرہ میرے دل میں آتے ہی معاً حضور نے میری طرف پھر کر دیکھا اور تبسم فرمایا، اور ارشاد کیا، اے عمر! تم ہی نے اس کی خواہش کی تھی۔ اوما علمت انّ قلوب الناس بیدی ان شئت صرفتھا عنی و ان شئت اقبلت بھا الیّ[1] یعنی کیا تمھیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں اور چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمنا بہ وجعلنا لہ وبہ الیہ ولم یقطعنا بجاھہ لدیہ آمین۔

یہ حدیث کریم (مذکورہ بالا) بعینہٖ انھیں الفاظ سے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے نزہۃ الخاطر الفاتر شریف میں ذکر کی۔ عارف باللہ سیدی نور الملۃ والدین جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں اس حدیث کو لا کر ارشاد اقدس کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

نادانستی کہ دلہائے مرداں بدست من است اگر خواہم دلہائے ایشاں را از خود بگردانم، و اگر خواہم روئے در خود کنم[2] — تو نہیں جانتا کہ لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اگر چاہوں تو ان لوگوں کے قلوب از خود پھیر دوں اور اگر چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کر لوں ۱۲ م

یہی تو اس سگِ کوئے قادری غفرلہٗ بمولاہ نے عرض کیا تھا، ع

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

اور دو شعر بعد میں عرض کیا تھا: ؎

کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی کر
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا

اس قصیدۂ مبارک کے وصل چہارم میں ان اشقیا کا رد تھا جو حضور پُر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص شان کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے ناپاک کلموں سے غلامانِ بارگاہ کے قلب پر کیا کچھ صدمہ نہیں پہنچتا اپنے اور اپنے خواجہ تاشوں کی تسکین کو وہ مصرع تھا جس طرح دوسری جگہ عرض کیا ہے ؎

رنج اعدا کا رضا چارہ ہی کیا ہے جب انھیں
آپ گستاخ رکھے حلم و شکیبائی دوست

---

[1] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیء من عجائب احوالہ مصطفےٰ البابی مصر ص ۷۶

[2] نفحات الانس من حضرات القدس ترجمہ شیخ ابو عمر و لفینی از انتشارات کتابفروشی محمودی ص ۵۲۱

اور یہ اس آیۂ کریمہ کا اتباع ہے کہ:

لوشاء اللہ لجمعھم علی الھدٰی فلاتکونن من الجٰھلین [1]

اللہ چاہتا تو سبھی کو ہدایت پر جمع فرما دیتا تو نادان نہ بن۔

اب اس کلام کو ایک حدیث مفیدِ مسلمین و محافظ ایمان و دین پر ختم کریں، امام ممدوح قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

حدثنا الشیخ الفقیہ ابوالحسن علی بن الشیخ ابوالعباس احمد بن المبارک البغدادی الحریمی، قال اخبرنا الفقیہ الشیخ محمد بن عبد اللطیف الترمسی البغدادی الصوفی قال کان شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا تکلم بالکلام العظیم یقول عقیبہ باللہ قولوا صدقت وانما اتکلم عن یقین لا شک فیہ انما انطق فانطق واعطی فافرق، واومر فافعل والعھدۃ علی من امرنی والدیۃ علی العاقلۃ تکذیبکم لی سم ساعۃ لادیانکم وسبب لاذھاب دنیاکم واخرٰکم انا سیاف انا قتال ویحذرکم اللہ نفسہ لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یرٰی ما فی بطونکم وظواھرکم

یعنی حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کوئی عظیم بات فرماتے اس کے بعد ارشاد فرماتے تم پر اللہ عزوجل کا عہد ہے کہ کہو حضور نے سچ کہا میں اس یقین سے کلام فرماتا ہوں جس میں اصلاً کوئی شک نہیں میں کہلوایا جاتا ہوں تو کہتا ہوں، اور مجھے عطا کرتے ہیں تو تقسیم فرماتا ہوں، اور مجھے حکم ہوتا ہے تو میں کام کرتا ہوں، اور ذمہ داری اس پر ہے جس نے مجھے حکم دیا، اور خون بہا مددگاروں پر، تمہارا میری بات کو جھٹلانا تمہارے دین کے حق میں زہر ہلاہل ہے جو اسی ساعت ہلاک کردے اور اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی بربادی ہے، میں تیغ زن ہوں، میں سخت کش ہوں، اور اللہ تعالٰی تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اگر شریعت کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو، تم سب میرے سامنے شیشے کی طرح ہو، تمہارے فقط ظاہر ہی نہیں بلکہ جو کچھ تمہارے دلوں کے اندر ہے وہ سب ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۵

لولا لجام الحکم علیٰ لسانی لنطق صاع یوسف بما فیہٖ لکن العلم مستجیر بذیل العالم کیلا یبدی مکنونہ[1]

صدقت یا سیدی واللہ انت الصادق المصدوق من عند اللہ وجلی لسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیك وبارك وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم۔

پیش نظر ہے، اگر حکمِ الٰہی کی روک میری زبان پر نہ ہوتی تو یوسف کا پیمانہ خود بول اٹھتا کہ اس میں کیا ہے، مگر ہے یہ کہ علم عالم کے دامن سے لپٹا ہوا پناہ مانگ رہا ہے کہ راز کی باتیں فاش نہ فرمائیے۔

اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا، قسم خدا کی اللہ عزوجل کے نزدیک اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ بڑے سچے ہیں، آپ پر بھی اللہ کی رحمت و برکت اور سلام۔ ۱۲م

یہ مختصر عجالہ بصورتِ رسالہ ظاہر ہوا، اور اس میں دو مسئلوں پر کلام تھا، ایک لفظ "شہنشاہ" دوسرے یہ کہ قلوب پر سید اکرم و مولائے افخم حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قبضہ و تصرف ہے، لہٰذا مناسب کہ اس کا تاریخی نام فقہ شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ رکھا جائے۔

والحمد للہ رب العالمین، وافضل الصلوٰۃ والسلام علیٰ افضل المرسلین وآلہٖ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین، اٰمین، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبـــــــــــــہ
عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدنٗ المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء

---

[1] بہجۃ الاسرار کلمات اخبر بہا عن نفسہٖ مصطفی البابی مصر ص ۲۴

آثارِ مقدسہ اور اُن سے تبرک و توسل

رسالہ

بدر الانوار فی اٰداب الاٰثار

(آثارِ مقدسہ کے آداب کے بارے میں روشنیوں کا ماہِ کامل)

فصل اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۶۷: اجمیر شریف درگاہ معلّٰی مرسلہ سید حبیب اللہ قادری دمشقی طرابلسی شامی

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

ماقولکم دام فضلکم (اللہ تعالٰی کا ہمیشہ آپ پر فضل ہو آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ ت) ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلاً باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکاتِ شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا، اُمید کہ اس کا جواب بحوالہ احادیث و کتاب ارشاد ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ حمدا یکافئنی فضلہ و انعامہ و یحلنا برضاہ دار المقامۃ دارا ذات برکۃ و سلامۃ لامخافۃ فیہا و الاسامۃ و الصلوۃ والسلام

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اللہ تعالٰی کے لئے تمام حمدیں جو مجھے اپنے فضل و انعام میں کفایت دے اور ہمیں اپنی رضا سے برکت اور سلامتی والے گھر (جنت) میں

علی نبی التھامۃ خیر من لبس الجبۃ والنعل والعمامۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ ذوی الکرامۃ الناصحین لامتہ المبلغین احکامہ المعظمین اٰثارہ بعدہ وامامہ صلٰوۃ تنمی وتنمو الی یوم القیٰمۃ۔

داخل کرے جہاں خوف ہے نہ تکلیف، اور صلٰوۃ و سلام تہامہ کے نبی پر جو جُبّہ وچپل اور عمامہ پہننے والوں میں سب سے افضل ہیں اور آپ کی آلؑ اصحاب کرامت والوں پر جو اُمت کے مخلص اور ان کو احکام پہنچانے والے ہیں اور آپ کے آثار مبارکہ کی آپ کے بعد اور سامنے بھی تعظیم کرنے والے ہیں، بڑھنے والی صلٰوۃ قیامت تک بڑھتی رہے۔ (ت)

امّا بعد یہ فتاوٰی ہیں متعلق تبرکاتِ شریفہ و آثار لطیفہ کہ اُن کا ادب کیسا ہے اور اُن کے ثبوت میں کیا دیکھا ہے اور بے سند ہوں تو کیا چاہئے اور زیارت پر نذرانہ لینے دینے مانگنے کے مسئلے جن کا فقیر سے سوال ہوا اور مجموع کا بدر الانوار فی اٰداب الاٰثار نام ٹھہرا، والحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ علی المولٰی و اٰلہ اجمعین۔

ایسا شخص آیات و احادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر بلکہ ضال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بے دین ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدًی للعٰلمین فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم[1]۔

بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھُلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔

جس پر کھڑے ہو کر انھوں نے کعبہ معظمہ بنایا اُن کے قدم پاک کا نشان اُس میں بن گیا، اجلّہ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ازرقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی:

قال اثر قدمیہ فی المقام اٰیۃ بینۃ[2]

فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل اٰیات بینات فرما رہا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳/ ۹۶ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۴/ ۸
تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۱۱

تفسیر کبیر میں ہے :

الفضیلۃ الثانیۃ لھذا البیت مقام ابراھیم وھو الحجر الذی وضع ابراھیم قدمہ علیہ فجعل اللہ ما تحت قدم ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام من ذٰلک الحجر دون سائر اجزائہ کالطین حتی غاص فیہ قدم ابرٰھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام وھذا مما لا یقدر علیہ الا اللہ تعالٰی ، ولا یظھرہ الا علی انبیاء ، ثم لما رفع ابراھیم علیہ الصلٰوۃ والسلام قدمہ عنہ خلق فیہ الصلابۃ الحجریۃ مرۃ اخری ، ثم انہ تعالٰی ابقی ذٰلک الحجر علٰی سبیل الاستمرار والدوام فھذہ انواع من الاٰیات العجیبۃ والمعجزات الباھرۃ اظھرھا اللہ تعالٰی فی ذٰلک الحجر۔[1]

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیرِ قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام کا قدم مبارک اُس میں پَیر گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالٰی نے دوبارہ اُس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحٰنہٗ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

ان کلا احد من اثر قدمیہ فی صخرۃ صماء ، و غوصہ فیھا الی الکعبین والانۃ بعض الصخور دون بعض وابقائہ دون سائر اٰیات الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام وحفظہ مع کثرۃ الاعداء الوف سنۃ اٰیۃ مستقلۃ۔[2]

یعنی اسی ایک پتھر کو مولٰی تعالٰی نے متعدد آیات فرمایا اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کا نشانِ قدم ہو جانا ایک اور ان کے قدموں کا گٹّوں تک اس میں پَیر جانا دو اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہو جانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین، اور معجزاتِ انبیاء سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرتِ اعداء ہزاروں برس اُس کا محفوظ رہنا پانچ ، یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت و معجزہ ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۳/ ۹۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/ ۱۵۵

[2] ارشاد العقل السلیم " " ۲/ ۹۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت الجزء الثانی /۶۱

مولیٰ سبحٰنہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قال لھم نبیھم ان اٰیة ملکه ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم و بقیة مما ترك اٰل موسٰی و اٰل ھٰرون تحمله الملٰئکة ان فی ذٰلك لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین[1]

بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسٰی و ہارون کے چھوڑے ہُوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بے شک اس میں تمھارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا، ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اُس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسّل کرتے اجابت دیکھتے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال :

وبقیة مما ترك اٰل موسٰی عصاہ و رضاض الالواح[2]

تابوتِ سکینہ میں تبرکاتِ موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابوصالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال :

کان فی التابوت عصا موسٰی وعصا ھٰرون وثیاب موسٰی وثیاب ھٰرون ولوحان من التوراة والمن وکلمة الفرج لا الٰه الا اللّٰه الحلیم الکریم وسبحٰن اللّٰه رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم والحمد للّٰه رب العالمین[3]

تابوت میں موسٰی و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصا۔ اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشایش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ۔

معالم التنزیل میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۲/ ۲۴۸ المطبعۃ الیمنیۃ مصر ۲/ ۳۶۶

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم حدیث ۲۴۸۵ و ۲۴۸۶ مکتبۃ نزار مکۃ المکرمۃ ۲/ ۴۷۰

26 کان فیه عصا موسٰی ونعلاہ وعمامۃ ھٰرون وعصاہ[1] الخ۔

تابوت میں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وعصا الخ (ت)

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقہ الایمن فحلقہ ثم دعا اباطلحۃ الانصاری فاعطاہ ایاہ ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقہ فاعطاہ اباطلحۃ فقال اقسمہ بین الناس[2]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حجام کو بُلا کر سرمبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بلاکر وُہ سب بال انہیں عطا فرمادئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وُہ ابوطلحہ کو دئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کردو۔

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسٰی بن طہمان سے ہے:

قال اخرج الینا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نعلین لھما قبالان فقال ثابت البنانی ھذا نعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

صحیحین میں ابوبردہ سے ہے:

قال اخرجت الینا عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ وقتِ وصالِ اقدس حضور پرنور

---

[1] معالم التنزیل علٰی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/ ۲۴۸ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنۃ یوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد " " " ۱/ ۴۳۸

" کتاب اللباس " " " ۲/ ۸۷۱

علیہ وسلم فی ھٰذین۔[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہ دو کپڑے تھے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

انہا اخرجت جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لہا لبنۃ دیباج وفرجیہا مکفوفین بالدیباج وقالت ھٰذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کانت عند عائشۃ فلما قبضت قبضتہا وکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یلبسہا فنحن نغسلہا للمرضی نستشفی بہا۔[2]

یعنی انھوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

صحیح بخاری میں عثمٰن بن عبداللہ بن موہب سے ہے:

قال دخلت علی ام سلمۃ فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخضوبا۔[3]

میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح، اور اس کا انکار جہل فاضح ہے لہٰذا صرف ایک عبارتِ شفاء شریف پر اقتصار کریں، فرماتے ہیں:

ومن اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ ومالمسہ او عرف بہ وکانت فی

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جُز یہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو حضور کی طرف منسوب ہو حضور نے اُسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد ۱/ ۴۳۸ و کتاب اللباس باب الاکسیۃ والخمائص ۲/ ۸۶۴ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب اللباس باب التواضع فی اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴-۱۹۳

[2] صحیح مسلم " باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ الخ " ۲/ ۱۹۰

[3] صحیح البخاری " باب ما یذکر فی الشیب " ۲/ ۸۷۵

قلنسوۃ خالد بن الولید رضی اللہ تعالٰی عنہ شعرات من شعرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسقطت قلنسوتہ فی بعض حروبہ فشد علیہا شدۃ انکر علیہ اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرۃ من قتل فیہا فقال لم افعلہا بسبب القلنسوۃ بل لما تضمنتہ من شعرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لئلا اسلب برکتہا وتقع فی ایدی المشرکین ورأی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما واضعا یدہ علی مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من المنبر ثم وضعہا علی وجہہ[1] (ملخصًا)۔

چھوا ہو یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اُس سب کی تعظیم کی جائے خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لئے کہ اُس شدید وسخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میرا یہ حملہ ٹوپی کیلئے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اُسے ہاتھ سے مَس کرکے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیا (ملخصًا)

اللھم ارزقنا حب حبیبک وحسن الادب معہ ومع اولیائہ اٰمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم وعلیہم اجمعین۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کی محبت اور حسنِ ادب نصیب فرما۔ آمین! (ت)

خالد بن ولید کی حدیث ابو یعلٰی اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن سعد نے طبقات میں روایت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم

فصل دوم

مسئلہ ۱۶۸: از بستی مرسلہ مولوی مفتی عزیز الحسن صاحب رجسٹرار ۹ شوال ۱۳۱۰ھ

جناب مولانا سراپا فیض مجسم علم وحلم، معظم ومکرم دام مجدہم۔ پس از سلام مسنون باعث تکلیف آنجناب یہ ہے کہ ایک شخص برکت آثار بزرگان سے منکر ہے اور کہتے ہیں کہ بزرگوں کے خرقہ وجبہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ واکبارہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/۴۴

وغیرہا سے کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی، چونکہ وہ پڑھے لکھے ہیں یہ امر قرار پایا ہے کہ اگر سَو برس سے قبل کے کسی عالم نے اپنی کتاب میں اس برکت کو تحریر کیا ہو تو میں مان لوں گا، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے جُبّہ وغیرہ میں گفتگو نہیں ہے، والسلام

الجواب

برکت آثار بزرگان سے انکار آفتابِ روشن کا انکار ہے معہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسلم اور پُرظاہر کہ اولیاء وعلماء حضور کے ورثاء ہیں تو اُن کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارثِ برکات و وارث ایراث برکات ہیں، فقیر غفراللہ تعالٰی کہ اتمام حجّت کے لئے چند عباراتِ ائمہ وعلماء کہ وہ سب آج سے سَو برس پہلے اور بعض پانسو چھ سَو برس پہلے کے تھے حاضر کرتا ہے، کتبِ مطبوعہ کا نشان جلد وصفحہ بھی ظاہر کردیا جائے گا کہ مراجعت میں آسانی ہو۔

(۱) امام اجل ابوزکریا نووی جن کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ اور وفات شریف ۶۷۶ھ میں ہوئی شرح صحیح مسلم شریف میں زیرِ حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ: انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی (میری تمنا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کرلوں۔ ت) فرماتے ہیں:

فی ھذا الحدیث انواع من العلم و فیہ التبرک بأثار الصالحین و فیہ زیارۃ العلماء والصلحاء والکبار و اتباعھم و تبریکھم ایاھم[1]

اس حدیث میں کئی قسم کے علوم ومعارف ہیں اور اس میں بزرگانِ دین کے آثار سے تبرک اور علماء، صلحاء اور بزرگوں اور ان کے متبعین کی زیارت اور ان سے برکات کا حصول ثابت ہے (ت)

(۲) نیز اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فی حدیث عتبان فی ھذا فوائد کثیرۃ منھا التبرک بالصالحین و أثارھم والصلوۃ فی المواضع التی صلوا بھا وطلب التبریک منھم[2]

حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اس حدیث میں بہت فوائد ہیں ان میں سے صالحین اور ان کے آثار سے تبرک اور ان کی جائے نماز پر نماز اور ان سے تبرکات حاصل کرنا ثابت ہے (ت)

---

[1] المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ کتاب المساجد باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ لعذر ؍؍ ؍؍ ۱/ ۲۳۳

(۳) اُسی میں زیرِ حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل و ناضح (حضرت بلال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو مَل لیا، کسی کو پانی مِل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الصالحین واستعمال فضل طھورھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم[1]

اس حدیث سے بزرگانِ دین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے اور اسکے وضو سے بچے ہوئے پانی، طعام، مشروب اور لباس کے استعمال سے برکت حاصل ہونا ثابت ہے (ت)

(۴) اسی میں زیرِ حدیث انس رضی اللہ تعالٰی ما یؤتی باناء الاغمس یدہ فیہ (مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے حضور ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبودیتے۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الصالحین[2]

اس میں صالحین کے آثار سے تبرک ثابت ہے (ت)

(۵) اسی میں زیرِ حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ اکل منہ وبعث بفضلۃ الیّ (طعام سے کھایا اور بقیہ میری طرف بھیج دیا۔ ت) فرمایا:

قال العلماء فی ھذا انہ یستحب للاکل والشارب ان یفضل مما یاکل ویشرب فضلۃ لیواسی بھا من بعدہ لاسیما ان کان ممن یتبرك بفضلتہ[3]

علماء کرام نے فرمایا اس میں فائدہ ہے کہ کھانے اور پینے والے کو مستحب ہے کہ اپنے کھانے پینے سے کچھ بچا رکھے تاکہ دوسرے حصہ پائیں خصوصاً ایسے لوگ جن کے بچے ہوئے سے تبرک حاصل کیا جاتا ہو۔ (ت)

(۶) اسی میں زیرِ حدیث سأل عن موضع اصابعہ فیتتبع موضع اصابعہ (آپ کی انگشت مبارک کے مقام سے متعلق پوچھتے تو آپ کی انگشت مبارک کی جگہ تلاش کرتے۔ ت) فرمایا:

فیہ التبرك باثار الخیر فی الطعام وغیرہ[4]

اس میں آثارِ صالحین سے تبرک طعام وغیرہ میں ثابت ہے۔ (ت)

---

[1] المنہاج لشرح صحیح مسلم بن الحجاج کتاب الصلوٰۃ باب سترۃ المصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۶

[2] 〃 〃 〃 〃 کتاب الفضائل باب قربہ صلی اللہ علیہ وسلم من الناس 〃 〃 〃 ۲/۲۵۶

[3] 〃 〃 〃 〃 کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم الخ 〃 〃 〃 ۲/۱۸۳

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

(۷) امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فجعل الناس یتمسحون بوضوئہ فرماتے ہیں:

استنبط منہ التبرک بما یلامس اجساد الصالحین۔[1]

اس میں صالحین کے اجسام سے مس کرنیوالی چیز سے تبرک کا ثبوت ہے (ت)

(۸) اسی میں زیر حدیث انی واللہ ما سألتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی فرمایا:

فیہ التبرک بآثار الصالحین قال اصحابنا لاینبغی ان یعد لنفسہ کفنا الا ان یکون من اثر ذی صلاح فحسن اعدادہ کما ھنا[2] انتہی ملخصا۔

اس میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے، ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کسی صالح کے اثر والا کفن اپنے لئے تیار کرنا بہترین کفن ہے جیسے یہاں حدیث میں ہے انتہی ملخصا (ت)

(۹) مولانا علی قاری مکی متوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث سنن نسائی کے نیچے کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ بقیہ آب وضوئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور سے مانگ کر اپنے ملک کو لے گئے یہ فائدہ لکھ کر کہ:

فیہ التبرک بفضلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونقلہ الی البلاد نظیر ماء زمزم۔

اس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے استعمال سے بچی ہوئی چیز سے تبرک حاصل کرنا اور اسے دوسرے شہروں میں لے جانا آب زمزم کی نظیر ہے (ت)

فرمایا:

ویؤخذ من ذلک ان فضلۃ وارثیہ من العلماء والصلحاء کذلک۔[3]

اور اس سے اخذ ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وارثوں علماء و صلحاء کا بچا ہوا بھی اسی طرح متبرک ہے (ت)

(۱۰) مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

دریں حدیث استحباب تبرک است بہ بقیہ آب وضوئے وپس ماندہ آنحضرت ونقل آں ببلاد و

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو سے بچا ہوا پانی اور دیگر پسماندہ اشیاء کا متبرک ہونا

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ابواب سترۃ المصلی باب السترۃ بمکۃ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۶۷

[2] " " " ابواب الجنائز باب من استعد الکفن فی زمن نبی ۲/۳۹۹

[3] مرقاۃ المفاتیح باب المساجد مواضع الصلوۃ الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۲۰

مواضع بعیدہ مانند آبِ زمزم و آنحضرت چوں در مدینہ مے بود آب زمزم را از حاکمِ مکہ مے طلبید و تبرک مے ساخت و فضلہ وارثان او کہ علماء و صلحاء اند و تبرک بآثار و انوار ایشاں ہم بریں قیاس ست۔[1]

اور ان کو دوسرے بعید شہروں میں منتقل کرنے کی نظیر آبِ زمزم شریف ہے، جب آپ مدینہ منورہ میں تھے تو آپ حاکمِ مکہ سے آبِ زمزم طلب فرماتے اور متبرک بناتے اور آپ کے وارث علماء و صلحاء کی بچی ہوئی چیز اور ان کے آثار و انوار کا اسی پر قیاس ہے۔ (ت)

(۱۱) امام علامہ احمد بن محمد مصری مالکی معاصرِ شیخ محقق دہلوی نے کتاب مستطاب فتح المتعال فی مدح خیر النعال میں امامِ اجل خاتمۃ المجتہدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ کا ایک کلام نفیس تبرک بہ آثار امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی قدست اسرارہم میں نقل فرمایا:

وھذا لفظہ حکی جماعۃ من الشافعیۃ ان الشیخ العلامۃ تقی الدین اباالحسن علیا السبکی الشافعی لما تولی تدریس دار الحدیث بالاشرفیۃ بالشام بعد وفاۃ الامام النواوی احد من یفتخر بہ المسلمون خصوصًا الشافعیۃ اُنشد لنفسہ۔

اس بات کو شوافع کی ایک جماعت نے حکایت کیا ہے کہ علامہ شیخ تقی الدین ابوالحسن علی سبکی شافعی جب شام میں امام نووی کی وفات کے بعد مدرسہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تو انھوں نے اپنے متعلق یہ پڑھا:

وفی دار الحدیث لطیف معنی
الی بسط لھا اصبو و اٰوی
لعلی ان امس بحر وجھی
مکانا مسہ قدم النواوی
واذا کان ھذا فی اٰثار من ذکر
فما بالک باٰثار من شرف

دار الحدیث میں ایک لطیف معنٰی سے لبسط کی طرف اشارہ ہے جس کی طرف میں مائل اور راجع ہوں یہ کہ ہوسکتا ہے کہ محبت کی شدت میں اس جگہ کو اپنے چہرے سے مَس کروں جس کو امام نووی کے قدموں نے مس کیا ہے۔ جب یہ مذکور حضرات کے آثار کا معاملہ ہے تو اس ذات کے آثار کے متعلق تیرا حال کیا ہوگا جس ذات سے سب نے

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۳۱

الجمیع بہ۔[1]

شرف پایا۔ (ت)

(۱۲) شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۴ھ فیوض الحرمین صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں:

من اراد ان یحصل لہ ما للملاء السافل من الملٰئکۃ فلا سبیل الٰی ذٰلک الا الاعتصام بالطہارۃ و الحلول بالمساجد القدیمۃ التی یصلی فیھا جماعات من الاولیاء[2] الخ۔

جو شخص ملاءِ سافل کے فرشتوں کا مقام چاہتا ہے اس کی صرف یہی صورت ہے کہ وہ طہارت اور قدیم مساجد جہاں اولیائے کرام نے نماز پڑھی ہو، میں داخل ہونے کا التزام کرے الخ۔ (ت)

(۱۳) اسی میں ہے ص ۳۹:

ان الانسان اذا صار محبوبًا فکان منظورا للحق وللملاء الاعلٰی عروسا جمیلا فکل مکان حل فیہ انعقدت و تعلقت بہ ھمم الملاء الاعلٰی وانساق الیہ افواج الملٰئکۃ و امواج النور لاسیما اذا کانت ھمتہ تعلقت بھٰذا المکان والعارف الکامل معرفۃ وحالا لہ ھمۃ یحل فیھا نظر الحق یتعلق باھلہ ومالہ وبیتہ ونسلہ ونسبہ وقرابتہ واصحابہ یشمل المال والجاہ وغیرھا ویصلحھا فمن ذٰلک تمیزت ماٰثر الکمل من ماٰثر غیرھم۔[3]

تحقیق جب انسان محبوب بن جاتا ہے تو وہ حق تعالٰی کا منظور اور ملاءِ اعلٰی کا خوب صورت دُولھا بن جاتا ہے تو وہ جس مکان میں ہوتا ہے وہاں ملاءِ اعلٰی کی ہمتیں مرکوز ہوجاتی ہیں اور فرشتوں کی فوج اور نور کی امواج اس جگہ وارد ہوتی ہیں خصوصًا وہ مکان جہاں اسکی ہمت مرکوز ہوتی ہے اور معرفت میں کامل عارف کی ہمت میں حق تعالٰی کی نظرِ رحمت مرکوز ہوتی ہے جس کا عارف کے اہل، مال، گھر، نسل ونسب، قرابت اور اس کے اصحاب سے یوں تعلق ہوتا ہے کہ اس سے متعلق ہر چیز کو وہ تعلق شامل ہوجاتا ہے اسی بنا پر لوگوں کے آثار کامل اور غیر کامل حضرات کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (ت)

---

[1] فتح المتعال فی مدح خیر النعال

[2] فیوض الحرمین (مترجم اردو) مشہد ۵ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۶۲

[3] 〃 〃 〃 ۲۰ 〃 〃 ص ۳۹ - ۱۳۸

(۱۴) اسی میں ہے ص ۵۰:

ان تام المعرفۃ لروحہ تحدیق وعنایۃ بکل شئ من طریقتہ ومذھبہ وسلسلتہ ونسبہ وقرابتہ وکل مایلیہ وینسب الیہ وعنایتہ ھذہ یختلط بھا عنایۃ الحق۔[1]

بیشک تام معرفت والے کی روح کو اپنے متعلق ہر چیز طریقہ، مذہب، سلسلہ، نسب و قرابت بلکہ اُس کی طرف ہر منسوب پر نظر و اہتمام ہوتا ہے جس کی وجہ سے حق تعالٰی کی عنایت اس کو شامل ہوجاتی ہے (ت)

(۱۵) یہی شاہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:

ازینجاست حفظ اعراس مشایخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں و اعتنائے تمام کردن بتعظیم آثار و اولاد و منتسبان ایشاں۔[2]

اسی وجہ سے مشائخ کے عرس، ان کی قبروں کی زیارت، ان کے لئے فاتحہ خوانی اور صدقات کا اہتمام والتزام ضروری ہوجاتا ہے اور ان کے آثار واولاد اور جو چیز ان کی طرف منسوب ہو ان کی تعظیم کا مکمل اہتمام لازم قرار پاتا ہے (ت)

(۱۶) انھیں شاہ صاحب کی انفاس العارفین میں ہے:

درحرمین شخصے از بزرگان خود کلاہ حضرت غوث الثقلین تبرک یافتہ بود شبے درواقعہ حضرت غوث الاعظم را دید کہ می فرمایند ایں کلاہ بہ ابوالقاسم اکبرآبادی برساں آں شخص برائے امتحان یک جُبّہ قیمتی ہمراہ آں کلاہ کردہ گرفت کہ ایں ہر دو تبرک حضرت غوث الاعظم ہستند حکم شد کہ بشمار سانم حضرت شاں بسیار خوش شد گرفتند آں شخص گُفت کہ برائے شکر حصول ایں تبرک اہل شہر را

حرمین شریفین میں ایک ایسا شخص مقیم تھا جسے حضرت غوث الاعظم کی کلاہِ مبارک تبرکاً سلسلہ وار اپنے آباء واجداد سے ملی ہوئی تھی جس کی برکت سے وہ شخص حرمین شریفین کے نواح میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور شہرت کی بلندیوں پر فائز تھا ایک رات حضرت غوث الاعظم کو (کشف میں) اپنے سامنے موجود پایا جو فرمارہے تھے کہ یہ کلاہ ابوالقاسم اکبرآبادی تک پہنچادو۔ حضرت غوثِ اعظم کا

---

[1] فیوض الحرمین (مترجم اردو) مشہد ۲۶ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص ۱۶۱ و ۱۶۲
[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد ص ۵۸

دعوت کنید فرمودند کہ وقتِ صبح بیا سید مردمان بسیار بوقتِ صبح آمدند و طعامہائے خوب خوردند و فاتحہ خواندند بعد آں پرسیدند کہ شما مرد فقیر ہستید ایں قدر طعام از کجا آمد فرمود کہ جُبّہ را فروختم و تبرک را نگاہداشتم ہمہ گفتند کہ للہ الحمد کہ تبرک بمستحق رسید[1]

یہ فرمان سُن کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اس بزرگ کی تخصیص لازماً کوئی سبب رکھتی ہے، چنانچہ امتحان کی نیت سے کلاہِ مبارک کے ساتھ ایک قیمتی جبہ بھی شامل کرلیا اور پُوچھ گچھ کرتے حضرت خلیفہ کی خدمت میں جا پہنچا اور ان سے کہا کہ یہ دونوں تبرک حضرت غوث اعظم کے ہیں اور انھوں نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ یہ تبرکات ابوالقاسم اکبرآبادی کو دے دو۔ یہ کہہ کر تبرکات ان کے سامنے رکھ دیئے۔ خلیفہ ابوالقاسم نے تبرکات قبول فرما کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ اس شخص نے کہا یہ تبرک ایک بہت بڑے بزرگ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں، لہٰذا اس شکریے میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کرکے رؤسائے شہر کو مدعو کیجئے، حضرت خلیفہ نے فرمایا کل تشریف لانا ہم کافی سارا طعام تیار کرائیں گے آپ جس جس کو چاہیں بلالیجئے۔ دوسرے روز علی الصباح وہ درویش رؤسائے شہر کے ساتھ آیا دعوت تناول کی اور فاتحہ پڑھی فراغت کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو متوکل ہیں ظاہری سامان کچھ بھی نہیں رکھتے، اس قدر طعام کہاں سے مہیا فرمایا ہے؟ فرمایا کہ اس قیمتی جبّے کو بیچ کر ضروری اشیاء خریدی ہیں۔ یہ سُن کر وہ شخص چیخ اٹھا کہ میں نے اس فقیر کو اہل اللہ سمجھا تھا مگر یہ تو مکّار ثابت ہوا' ایسے تبرکات کی قدر اس نے نہ پہچانی' آپ نے فرمایا چُپ رہو جو چیز تبرک تھی وہ میں نے محفوظ کرلی ہے اور جو سامانِ امتحان تھا ہم نے اسے بیچ کر دعوتِ شکرانہ کا انتظام کر ڈالا۔ یہ سُن کر وہ شخص متنبہ ہوگیا اور اس نے تمام اہل مجلس پر ساری حقیقتِ حال کھول دی جس پر سب نے کہا کہ الحمدللہ تبرک اپنے مستحق تک پہنچ گیا۔ (ت)

اسی طرح صدہا عبارات ہیں جس کے حصر واستقصا میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف فقیر غفراللہ تعالٰی لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پُرنور سیّد یوم النشور افضل صلوات اللہ تعالٰی واجل تسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ وذریاتہ آثار مسلمین سے تبرک فرماتے وللہ الحجۃ البالغۃ طبرانی معجم اوسط اور ابونعیم حلیہ میں حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم یعنی حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] انفاس العارفین (مترجم اردو) قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید اسلامک بُک فاؤنڈیشن لاہور ص ۷۷

یبعث الی المطاھر فیوتی بالماء فیشربہ یرجو بہ برکۃ ایدی المسلمین[1] — مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہلِ اسلام وضو کیا کرتے پانی منگا کر نوش فرماتے اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر ج ۲ ص ۲۶۹، پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر ج ۳ ص ۱۵۱ شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: باسناد صحیح[2] (صحیح اسناد کے ساتھ ہے۔ ت)

علامہ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:

یرجو بہ برکۃ الخ لانھم محبوبون ﷲ تعالٰی بدلیل ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین[3] — یعنی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیۂ آبِ وضوئے مسلمین میں اس وجہ سے امیدِ برکت رکھتے کہ وہ محبوبانِ خدا ہیں، قرآن عظیم میں فرمایا بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اعلٰی واجل واکبر یہ حضور پُرنور سید المبارکین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں جن کی خاکِ نعلین پاک تمام جہانوں کے لئے تبرکِ دل وجان وسرمۂ چشم دین وایمان ہے وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دُھلے تبرک ٹھہرائیں اور اُسے منگا کر بغرضِ حصولِ برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ مسلمانوں کے دست وزبان ودل وجان میں جو برکتیں ہیں سب اُنھیں نے عطا فرمائیں، انھیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیم اُمت وتنبیہ مشغولانِ خوابِ غفلت کے لئے تھا کیوں نہ سمجھیں تو اپنے مولٰی وآقا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل سُن کر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلما کے طلبگار ہوں، پھر کیسا جاہل ومحروم وناقہم ملوم کہ محبوبانِ خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۹۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/۴۴۳

[2] التیسیر لشرح الجامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۲۶۹
السراج المنیر شرح الجامع الصغیر " " المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۳/۱۵۱

[3] تعلیقات للحفنی علی ہامش السراج المنیر " " " ۳/۱۵۱

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین محمد و اٰلہ و صحبہ واولیائہ وعلمائہ وامتہ وحزبہ اجمعین اٰمین ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فصل سوم

مسئلہ ۱۶۹ غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی درکار ہے یا صرف شہرت کافی ہے اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اُس سے توسل جائز ہے یا نہیں ؛ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں ؛

اللھم ارنی برکۃ صاحب ھٰذین النعلین الشریفین۔ یا اللہ ! مجھے ان نعلین پاک کی برکت سے نواز۔ (ت)

اور اس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں ، یہ کیسا ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماعِ مسلمین مندوب ومحبوب بکثرت احادیث صحیحہ وصحیح بخاری ومسلم وغیرہما صحاح و سُنن وکتبِ حدیث اس پر ناطق، جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ میں ذکر کی اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں اس کی تحقیق وتنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم وتبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام سے اُس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے ۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں ؛

من اعظامہ واکبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ واکرام مشاھدہ وامکنتہ من مکۃ والمدینۃ ومعاھدہ وما لمسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او اعرف بہ[1]۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم ہے (ت)

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ الخ عبد التواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴

اسی طرح طبقۃً فطبقۃً شرقاً غرباً عجماً عرباً علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفعِ امراض وحصولِ اغراض میں اُس سے توسل فرمایا کئے اور بفضلِ الٰہی عظیم وجلیل برکات وآثار اُس سے پایا کئے۔ علامہ ابوالیمن ابن عساکر وشیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے، محدث علامہ ابوالربیع سلیمٰن بن سالم کلاعی وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری وسید محمد موسٰی حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد ابن امام ابومحمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائدِ عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اُسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور وقد لخصنا اکثر ذٰلک فی کتابنا المنبور (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشۂ متبرکہ ہو ظلم ظالمین وشرِ شیطان وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت دردِ زہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہِ خلق میں معزز ہو زیارتِ روضۂ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہو نہ بھاگے جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چُرے، جس حاجت میں اس سے توسّل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اُس سے توسّل کرکے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایاتِ صلحاء وروایاتِ علماء بکثرت ہیں کہ امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعلِ مقدس قطعاً تاج فرقِ اہلِ ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شئے سے اجل واعظم وارفع واعلٰی ہے، یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نامِ الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعلِ اقدس مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالتِ استعمال وتمثال محفوظ عن الابتذال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا

مدارنیت پر ہے، امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جانورانِ صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ت) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محلِ بے احتیاطی ہیں، بلکہ سُنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالك بن اسمٰعیل ثنا مندل بن علی الغزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاکتب فی الصحیفۃ حتی تمتلی ثم اقلب نعلی فاکتب فی ظھورھا[1] واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مالک بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی الغزی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ پُر ہوگیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کرکے لکھا۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

فصل چہارم

مسئلہ ۱۷: مسئولہ حضرت سید حبیب اللہ زعبی دمشقی طرابلسی جیلانی وارد حال بریلی ۷ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ جو لوگ تبرکات شریف بلاسند لاتے ہیں اُن کی زیارت کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آج کل مصنوعی تبرکات زیادہ لئے پھرتے ہیں یہ اُن کا کہنا کیسا ہے؟ اور جو زائر کچھ نذر کرے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خود مانگے اُس کا مانگنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دینِ مسلمان کا فرض عظیم ہے، تابوتِ سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے اس میں کیا تھا بقیۃ مما ترك اٰل موسٰی واٰل ھٰرون[2] موسٰی وہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔ موسٰی علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا۔ ولہٰذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] سنن الدارمی باب من رخص فی کتابۃ العلم حدیث ۵۰۰ دارالمحاسن قاہرہ ۱/۱۰۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۵

کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھُونے کا ہوتا صحابہ و تابعین و ائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحُرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دینِ حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ اس کے لئے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ وُہ چیز حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعارِ دین سے ہے۔ شفا شریف و مواہبِ لدنیہ و مدارج شریف وغیرہا میں ہے:

من اعظامہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع اسبابہ وما لمسہ اوعرف بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے اُن تمام اشیاء کی تعظیم جس کو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے چھُوا ہو یا جو حضور کے نامِ پاک سے مشہور ہو۔

یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعلِ اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں اور اُس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، جب نقشے کی یہ برکت وعظمت ہے تو خود نعلِ اقدس کی عظمت وبرکت کو خیال کیجئے پھر ردائے اقدس جبۂ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجئے پھر ان تمام آثار وتبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزءِ بدن والا ہے اور اس سے اجل واعظم وارفع واکرم حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رِیش مبارک کا مُوئے مطہر ہے، مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان وزمین ہرگز اُس ایک مُوئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے اور ابھی تصریحاتِ ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نامِ پاک سے اُس شے کا اشتہار کافی ہے ایسی جگہ بے اوراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پُرآزار دل جس میں عظمت شانِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[2]

اگر یہ جھُوٹا ہے تو اُس کے جھُوٹ کا وبال اُس پر، اور اگر سچّا ہے تو تمھیں پہنچ جائیں گے بعض وُہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

او رخصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم واعزاز وتکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھُلا کافر یا چھُپا

---

[1] کتاب الشفاء للقاضی فصل ومن اعظامہ الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۴۶-۴۷

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۲۸

منافق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں مگر وہیں مجمل بلا تعیین شخص ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اُس میں کچھ گناہ نہیں اور بلا ثبوت شرعی کسی خاص شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ انھیں میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لئے پھرتے ہیں ضرورتاً ناجائز وگناہ وحرام ہے کہ اس کا منشا صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[1] بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

انما ینشؤ الظن الخبیث من القلب الخبیث۔[2] خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں اُن کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے، جو تندرست ہو اعضاء صحیح رکھتا ہو نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی۔[3] غنی یا سکت والے تندرست کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

ماجمع السائل بالتکدی فھو الخبیث۔[4] سائل جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک تو شناعت یہ ہوئی، دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دُنیا

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۴ و کتاب الفرائض ۲/ ۹۹۵ ۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ۲/ ۳۱۶
جامع الترمذی ابواب البر ۲/ ۲۰ ۔ مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ ص ۷۰۲

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۹۲

[4] ردالمحتار کتاب الکراہیۃ ۵/ ۲۴۷ و فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ ۵/ ۳۴۹

27

کماتا ہے اور یشترون بایتی ثمناً قلیلاً[1] (میری آیات کے ذریعہ قلیل رقم حاصل کرتے ہیں۔ت) کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔ تبرکاتِ شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دُنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے، شناعت سخت تر یہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لئے تبرکاتِ شریفہ کو شہر بشہر در بدر لئے پھرتے ہیں اور کس و ناکس کے پاس لے جاتے ہیں، یہ آثارِ شریفہ کی سخت توہین ہے، خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے عالم دار الھجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے درخواست کی تھی کہ اُن کے یہاں جاکر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں، فرمایا: میں علم کو ذلیل نہ کروں گا انھیں پڑھنا ہے تو خود حاضر ہُوا کریں۔ عرض کی: وہی حاضر ہونگے مگر اور طلباء پر ان کو تقدم دی جائے۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے۔ آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا —— یونہی امام شریک نخعی سے خلیفۂ وقت نے چاہا تھا کہ اُن کے گھر جاکر شہزادوں کو پڑھا دیا کریں۔ انکار کیا۔ کہا: آپ امیر المومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے۔ فرمایا: یہ نہیں بلکہ علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں اور یہ لے، اس میں تفصیل ہے، شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ المعھود عرفا کالمشروط لفظاً (عرفاً مقررہ چیز لفظاً مشروط کی طرح ہے۔ت) یہ لوگ تبرکات شریفہ شہر بشہر لئے پھرتے ہیں ان کی نیت وعادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیلِ زر وجمع مال چاہتے ہیں یہ قصد نہ ہو تو کیوں دُور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں، ریلوں کے کرائے دیں، اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو اُن کا حال اُن کے قال کی صریح تکذیب کررہا ہے ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری طہارت وصلوٰۃ سے بھی آگاہ نہیں، اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا، مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لئے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھئے پہلا حکم یہ لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کردیا جائے، پھر جہاں کہیں سے ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سُن لیجئے اگرچہ وُہ دینے والے صلحاء وعلماء ہوں اور مالِ حلال سے دیا ہو اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجئے اگرچہ وُہ دینے والے فساق فجار بلکہ بدمذہب ہوں اور مالِ حرام سے دیا ہو تو قطعاً معلوم ہے کہ وُہ زیارت نہیں کراتے بلکہ لینے کے لئے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا

---

[1] [illegible] ۲/۴۱ و ۵/۴۴

27
27

پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارتِ شریفہ پر اجارہ ہوگیا اور وہ بچند وجہ حرام ہے،

اوّلاً زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جو زیرِ اجارہ داخل ہوسکے،

کما صرح بہ فی ردالمحتار وغیرہ ان مایؤخذ من النصاری علٰی زیارۃ بیت المقدس حرام[1]، وھذا اذا کان حراما اخذہ من کفار دار الحرب کالروس وغیرھم فکیف من المسلمین ان ھو الا ضلال مبین۔

جس طرح اس کی تصریح ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ بیت المقدس کی زیارت کے عوض عیسائیوں سے وصولی حرام ہے، یہ حربی کافروں اور سرداروں وغیرہ سے وصولی حرام ہے تو مسلمانوں سے وصولی کیسے حرام نہ ہوگی یہ نہیں مگر کھلی گمراہی۔ (ت)

ثانیاً اجرت مقرر نہیں ہُوئی کیا دیا جائے گا اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کردیتا ہے تو کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا، اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جبکہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں اور اُن کا یہ طریقہ معلوم ومعروف ہو، ہاں اگر بندۂ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وُہ انھیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرادیا کرے کبھی کسی معاوضہ نذرانہ کی تمنّا نہ رکھے، پھر اگر وہ آسُودہ حال نہیں اور مسلمان بطورِ خود قلیل یا کثیر بنظرِ اعانت اُسے کچھ دے تو اس کے لے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف ومشہور ہیں شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی مگر ایک وہ یہ کہ خدائے تعالٰی ان کو توفیق دے نیت اپنی درست کریں اور اُس شرطِ عرفی کے رَد کے لئے صراحۃً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانو! یہ آثار شریفہ تمھارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز ومکرم کے ہیں کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تمھیں اُن کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلہ یا معاوضہ مطلوب نہیں، اس کے بعد اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔ فتاوٰی قاضی خاں وغیرہا میں ہے: ان الصریح یفوق الدلالۃ[2] (کہ صراحت کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت)

---

[1]

[2] ردالمحتار کتاب النکاح ۲/۳۵۷ و کتاب الدعوی ۴/۴۳۷

23

اور اس کی صحتِ نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو بلکہ اگر چلے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کرکے یوں ہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلاً دل تنگ نہ ہو اور اُسی خوشی و شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے، اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز و حلال ہوں گے اور زائرین و مزدور دونوں اعانتِ مسلمین کا ثواب پائیں گے اُس نے سعادت و برکت دے کر اُن کی مدد کی اُنھوں نے دنیا کی متاعِ قلیل سے فائدہ پہنچایا، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ رواہ مسلم[1] فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تم میں سے جس سے ہوسکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے، پہنچائے (اسے مسلم نے اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ رواہ الشیخان[2]۔

اللہ اپنے بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے (اسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا۔ ت)

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے حضرات سادات کرام ہوں تو اب کی خدمت اعلٰی درجہ کی برکت و سعادت ہے، حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو شخص اولادِ عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے میں بہ نفسِ نفیس روزِ قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا"۔ اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنیوالے کو چاہیے خود ان سے صاف صراحۃً کہدے کہ نذر کچھ نہیں دی جائے گی خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرائیے اس پر اگر وہ صاحب نہ مانیں ہرگز زیارت نہ کرے کہ زیارت ایک مستحب ہے اور یہ لین دین حرام، کسی مستحب شے کے حاصل کرنے کے واسطے حرام کو اختیار نہیں کرسکتے۔ اشباہ ونظائر وغیرہا میں ہے:

ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[3]۔ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے (ت)

۱؎ صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۲۴

۲؎ " کتاب الذکر والدعا باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن " " ۲/ ۳۴۵

۳؎ الاشباہ والنظائر الفن الاول ۱/ ۱۸۹ و ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ ۲/ ۵۶

درمختار میں ہے :

الاٰخذ والمعطی اٰثمان[1] (لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے۔ ت)

اسی درمختار میں تصریح ہے کہ جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا حرام ہے کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں خواہی نخواہی عاجز ہو اور کسب کرے، اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کرلی تو اب سوال و اجرت کا قدم درمیان سے اُٹھ گیا بے تکلف زیارت کرے دونوں کے لئے اجر ہے اس کے بعد حسبِ استطاعت اُن کی نذر کردے، یہ لینا دینا دونوں کے لئے حلال، اور دونوں کے لئے اجر ہے، بحمد اللہ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیقِ خیر اللہ تعالٰی سے مسئول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۷۱

بتاریخ ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

جنابِ من! ایک نئی بات سُنی گئی ہے اس کی بابت عرض کرتا ہوں اطمینان فرمائیے۔

سوال: نقل روضۂ منورہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور نقل روضۂ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور تعزیہ میں کیا فرق ہے، شرعاً کس کی تعظیم کم و بیش کرنا چاہئے، اعلٰی کون افضل ہے، اور زیارت کرنا روضۂ رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی درست ہے یا نہیں، یعنی نقل روضۂ منورہ کو جو مقبول حسین کے یہاں ہے بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ کاریگر کی کاریگری دیکھو لو لفظ زیارت کا کہنا اور وقتِ زیارت درود شریف پڑھنا اور مثل اصل کے تعظیم کرنا درست ہے ہرگز نہیں چاہئے، اتنا کہنا تو مثل کے نسبت درست کہتے ہیں اِلّا بالکل تعظیم کرنا محض بُرا بتاتے ہیں اور ایسا کرنیوالے کو مثل ہنود کے جانتے ہیں اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب

روضۂ منورہ حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نقل صحیح بلاشبہہ معظماتِ دینیہ سے ہے اس کی تعظیم و تکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے ؎

اے گل بتو خرسندم تو بُوئے کسے داری

(اے پھول میں تجھے اس لئے سُونگھتا ہوں کہ تجھ میں کسی کی خوشبو ہے۔ ت)

اس کی زیارت باآدابِ شریعت اور اُس وقت درود شریف کی کثرت ہر مومن کی شہادتِ قلب و بداہتِ عقل

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۳

مستحب ومطلوب ہے، علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں:

من فوائد ذٰلك ان من لم یمکنه زیارة الروضة فلیبرز مثالها ولیلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعله الشریفة مناب عینها فی المنافع والخواص بشهادة التجربة الصحیحة ولذا جعلوا له من الاکرام والاحترام ما یجعلون للمنوب عنه۔[1]

یعنی روضۂ مبارک سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نقل میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ اقدس کی زیارت نہ ملے وہ اسکی زیارت کرے اور شوقِ دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ نقل اسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مبارک کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً خود اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین نے اس کی نقل کا اعزاز واکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

اسی طرح دلائل الخیرات ومطالع المسرات وغیرہما معتبرات میں ہے اس بحث کی تفصیل جمیل فقیر کے رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ[13] میں ہے یہاں لفظ زیارت کی ممانعت محض جہالت ہے اور معاذ اللہ درود شریف کی ممانعت اور سخت حماقت اور صراحۃً شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔ علامہ طاہر فتنی مجمع البحار میں اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

من استیقظ عند اخذ الطیب وشمه الی ما کان علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من محبته للطیب فصلی علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوا بعین نهایة الاجلال عند رؤیة شیئ من اٰثارہ او ما یدل علیها فهو اٰت بما له فیه اکمل الثواب الجزیل وقد استحبه العلماء لمن رأی

خوشبو والے کے پاس خوشبو دیکھ کر متوجہ ہوا اور اسے سونگھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشبو کو پسند فرماتے تھے تو اس وقت درود شریف پڑھا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالتِ شان کا دل میں وقار پایا اور تمام امت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ استحقاق جانتے ہوئے کہ آپ کے آثار مبارکہ کو دیکھتے ہوئے ان کی تعظیم واہتمام کو ملحوظ رکھیں تو خوشبو سونگھنے پر درود شریف پڑھنے والے

---

[1] فجر منیر

شیئا من اٰثارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولاشك ان من استحضر ما ذکرتہ عند شمہ للطیب یکون کالرائی شیئا من اٰثارہ الشریفۃ فی المعنی فلیس بہ الا الاکثار من الصلوۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذٍ[1] اھ مختصرًا۔

نے اس پر کامل اور بھاری ثواب پایا جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آثار کو دیکھنے والے کے لئے علمائے کرام نے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ خوشبو سونگھنے پر مذکورہ امور کو مستحضر کرنے والے نے گویا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آثار شریفہ کو معنًی دیکھا تو اس وقت صرف درود شریف کی کثرت ہی اس کو مناسب ہے اھ مختصرًا (ت)

اسی ارشادِ جمیل میں صاف تصریح جلیل ہے کہ تمام امت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حق ہے کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ شے دیکھیں جو حضور کے آثار شریفہ سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو تو اس وقت کمال ادب و تعظیم کے ساتھ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور لائیں اور درود و سلام کی کثرت کریں ولہذا جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یاد کرے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے تھے وہ بھی گویا معنی آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اُسے اُس وقت درود پڑھنے کی کثرت مسنون ہونی چاہئے تو نعل روضہ مبارکہ کہ صاف صاف مایدل علیہا میں داخل ہے اس کی زیارت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر درود و تسلیم کیوں نہ مستحب ہوگی ایسی تعظیم کرنے والے کو معاذ اللہ کفار و مشرکین کے مثل بتانا سخت ناپاک کلمہ بیباک ہے قائل جاہل پر توبہ فرض ہے بلکہ از سرِ نو کلمۂ اسلام کی تجدید کرکے اپنی عورت سے نکاح دوبارہ کرے کہ اس نے بلاوجہ مسلمانوں کو مثل کفار بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذٰلك الا حار علیہ رواہ الشیخان[2]۔

جس نے کسی کو کفر کے ساتھ پکارا یا اسکو عدو اللہ کہا حالانکہ وہ شخص ایسا نہ تھا تو وہ کلمہ کہنے والے

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۵/۲۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷

عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ کی طرف لوٹے گا۔ اس کو شیخین (بخاری و مسلم) نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

یونہی اگر روضۂ مبارکہ حضرت شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر محض بہ نیت تبرک بے آمیزش منکرات شرعیہ مکان میں رکھتے تو شرعًا کوئی حرج نہ تھا، مگر حاشا تعزیہ ہرگز اس کی نقل نہیں، نقل ہونا درکنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ و دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت، اور اس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل و نقل سے کٹی چھنی، کوئی ان کھپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدے میں گرا ہے کوئی اس مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، عرضیاں باندھتا حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے باجے تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں، غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریاء و تفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے، روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن فاسقانہ یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچے بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں ؎

اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے، وہاں کچھ نوچ اُتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے، یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم و وبال جدا گانہ رہے اللہ تعالٰی صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے آمین آمین!

تعزیہ داری کہ اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعًا بدعت و ناجائز و حرام ہے، ان خرافات کے

شیوع نے اس اصل مشروع کو بھی اب محذور و محظور کردیا کہ اُس میں اہلِ بدعت سے مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہلِ اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے وما یؤدی الی محظور محظور (جو چیز ممنوع تک پہنچائے وہ ممنوع ہے۔ت) حدیث میں ہے اتقوا مواضع التھم[1] (تہمت کے مواقع سے بچو۔ت) اور وارد ہوا:

من کان یؤمن باللّٰہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[2]
جو شخص اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کے مواقع میں ہرگز نہ کھڑا ہو۔(ت)

لہذا روضہ کربلائے معلٰی اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بقصد تبرک بے آمیزش منہیات، پاس رکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے والسلام علٰی من اتبع الھدٰی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

(ختم شد رسالہ بدر الانوار فی اٰداب الاٰثار)

---

[1] کشف الخفاء حدیث ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷
اتحاف السادۃ المتقین کتاب عجائب القلب دار الفکر بیروت ۷/ ۲۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلٰوۃ باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

رسالہ

شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ

۱۳۱۵ھ

(محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، آپ کے مزار اور آپ کے نعلینِ مقدسہ کے نقشوں میں غمزدہ کی شفاء)

مسئلہ ۱۷۲ تا ۱۷۵ از ریاست ریواں مرسلہ مولوی عبدالرحیم خاں ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

ما قولکم ایھا العلماء الکرام فی ھذہ المسائل (اے علمائے کرام! ان مسائل کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ت):

(۱) بنانا تصویر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بغرضِ حصولِ ثوابِ زیارت کے درست و جائز ہے یا نہ؟ اور بنانے والا اور خریدار مثوب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی تصویر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تصویر براقِ نبوی و نیز تصویرِ حضرت جبرئیل علیہ السلام بنا کر یا بنوا کر واسطے حصولِ ثوابِ زیارت کے اپنے پاس رکھے اور اکثر مجالسِ میلادِ نبوی میں تصاویر مذکورین کو بتکلّف تمام نماتشا بوقتِ ذکرِ معراج شریف حاضرینِ مجلس کے رُوبرو پیش کرے اور یقین اس امر کا دلائے کہ گویا حضور معراج کو تشریف لئے جاتے ہیں اور لوگوں کو لمس و بوسہ کیلئے ہدایت و فہمائش کرے تو یہ فعل اس کا شرعاً جائز ہو سکتا ہے اور امورِ مندرجہ سوالاتِ دوم مشروع ہوں گے یا غیر مشروع؟

(۳) نقشہ روضۂ مقدسہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بغرضِ حصولِ ثوابِ زیارت بنوا کر اپنے پاس

رکھنا اور یہ گمان کرنا کہ جس طرح اصل کی تعظیم و تکریم سے ہم کو ثواب حاصل ہوتا ہے تعظیم نقل و شبیہ سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے، کیسا ہے، جائز ہے یا کیا؟ اور دلائل الخیرات میں جو نقشہ روضۂ مطہرہ دیا گیا ہے دراصل دینا چاہئے یا نہیں؟

(۴) بصورتِ ناجوازی وغیر مشروع ہونے تصاویر کے اُن تصاویر کو کیا کرنا چاہئے اور نقشہ روضۂ مطہر دلائل الخیرات میں سے نکال دینا بہتر ہوگا یا بدستور باقی و قائم رکھنا؟ افتونا بالصواب و اسقونا بالجواب توجروا بالاجرین وتکرموا فی الدارین (ہمیں ٹھیک ٹھیک فتوٰی دو اور بہترین جواب سے سرفراز فرماؤ تاکہ تمہیں دوہرا اجر ملے اور دونوں جہان میں عزت پاؤ۔ ت)

الجواب

اللّٰھم لک الحمد صل علٰی نبیک نبی الحمد و اٰلہ وصحبہ الخیار بالحمد اسألک حسن الادب وصدق الحب لحبیبک الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

اے اللہ! درحقیقت تیرے ہی لئے سب تعریف و توصیف ہے، اور نزولِ رحمت فرما اپنے نبی پر جو نبی حمد ہیں، اور ان کی آل اور ان کے ساتھیوں پر رحمت نازل فرما جو اچھی حمد کرنے والے ہیں۔ ہم تجھ سے بہترین ادب اور تیرے حبیب مکرم کی سچی محبت کا سوال کرتے ہیں۔ آپ پر اور آپ کی اولاد پر سب سے بہتر درود ہو۔ اے میرے پروردگار! بیشک میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ وہ (شیاطین) میرے پاس (شر کے لئے) حاضر ہوں۔ (ت)

اللہ عزوجل پناہ دے ابلیس لعین کے مکائد سے سخت ترکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنات کے دھوکے میں سیّات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین، اس مسکین تینوں تصویرات مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت ولمس وتقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پرنور سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حقِ محبت بجالاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح نافرمانی کررہا ہے اس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والاہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور اُن کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حدِتواتر پر ہیں، یہاں بعض مذکور ہوتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیحین ومسند امام محمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مصور فی النار یجعل اللہ لہ بکل صورۃ صورھا نفسا فتعذبہ فی جہنم۔[1]

ہر مصور جہنم میں ہے اللہ تعالٰی ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ وہ جہنم میں اسے عذاب کرے گی۔

حدیث ۲: انھیں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون۔[2]

بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت تصویر بنانے والوں پر ہے۔

حدیث ۳: انھیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرۃ او لیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ۔[3]

اللہ عزوجل فرماتا ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے بھلا کوئی چیونٹی یا گیہوں یا جو کا دانہ تو بنادیں۔

حدیث ۴: صحیحین وسنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ المتفق علیہ کتاب اللباس باب التصاویر مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۵
صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/ ۲۰۲
مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۸

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان الخ " " " ۲/ ۲۰۱

[3] صحیح مسلم " " " " " " ۲/ ۲۰۲
صحیح البخاری " باب التصاویر " " " ۲/ ۸۸۰

ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم[1]

بیشک یہ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب کئے جائیں گے ان سے کہا جائے گا یہ صورتیں جو تم نے بنائی تھیں ان میں جان ڈالو۔

حدیث ۵: مسند احمد و صحیحین و سنن نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من صور صورۃ فان اللہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ[2]

جو کوئی تصویر بنائے تو بیشک اللہ تعالٰی اسے عذاب کرے گا یہاں تک کہ اس میں رُوح پھونکے اور نہ پھونک سکے گا۔

حدیث ۶: مسند احمد و جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یخرج عنق من النار یوم القیمۃ لہ عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلثۃ بکل جبار عنید وبکل من دعا مع اللہ الٰھا اٰخر وبالمصورین[3]

قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو آنکھیں ہوں گی دیکھنے والی اور دو کان سُننے والے اور ایک زبان کلام کرتی وہ کہے گی میں تین فرقوں پر مسلط کی گئی ہوں جو اللہ کا شریک بتائے اور ہر ظالم ہٹ دھرم اور تصویر بنانے والے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب عذاب المصورین یوم القیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان " " ۲/ ۲۰۱
سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر ما یکلف اصحاب الصور یوم القیامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۰۰

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع التصاویر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۶
صحیح مسلم " باب تحریم صورۃ الحیوان " " ۲/ ۲۰۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۴۱ و ۲۴۶
سنن النسائی کتاب الزینۃ ذکر ما یکلف اصحاب الصور الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۳۰۰

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم باب ماجاء فی صفۃ النار امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۱
مسند احمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۶

حدیث ۷: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم حلیۃ الاولیا میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد اھل النار عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی اوامام جائر و ھٰؤلاء المصورون۔ ولفظ احمد اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ رجل قتل نبیا اوقتلہ نبی اور جل یضل الناس بغیر علم او مصور یصور التماثیل[1]

بیشک روزِ قیامت سب دوزخیوں میں زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا کسی نبی نے جہاد میں اسے قتل کیا یا بادشاہ ظالم یا جو شخص بے علم حاصل کئے لوگوں کو بہکانے لگے اور ان تصویر بنانے والوں پر۔

حدیث ۸: بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی اوقتل احد والدیہ والمصورون وعالم لم ینتفع بعلمہ[2]

بیشک روزِ قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ ہے جو کسی نبی کو شہید کرے یا کوئی نبی اسے جہاد میں قتل فرمائے یا جو اپنے ماں باپ کو قتل کرے اور تصویر بنانے والے اور وہ عالم جو علم پڑھ کر گمراہ ہو۔

حدیث ۹: امام مالک و امام احمد و امام بخاری و امام مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سفر وقد سترت سھوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما راٰہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے میں نے ایک کھڑکی پر تصویر دار پردہ لٹکایا ہوا تھا جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اسے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۰
حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۵۳ خیثمہ بن عبدالرحمٰن دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۲۲
مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۰۷
[2] شعب الایمان حدیث ۷۸۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۹۷

تلون وجهه وقال یاعائشۃ اشد الناس عذابا عند اللّٰہ یوم القیمۃ الذین یضاھون بخلق اللّٰہ[1] وفی روایۃ للشیخین قام علی الباب فلم یدخل فعرفت فی وجھہ الکراھیۃ فقلت یارسول اللّٰہ اتوب الی اللّٰہ والی رسولہ فماذا اذنبت فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ فیقال لھم احیوا ماخلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لاتدخلہ الملٰئکۃ[2] وفی اخری لھما تناول الستر فھتکہ وقال من اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یشبھون بخلق اللّٰہ[3]

ملاحظہ فرما کر رنگ چہرۂ انور کا بدل گیا اندر تشریف نہ لائے، اُم المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں اللہ کی طرف اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ پردہ اتار کر پھینک دیا اور فرمایا اے عائشہ! اللہ تعالٰی کے یہاں سخت تر عذاب روزِ قیامت اُن مصوّروں پر ہے جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں ان پر روزِ قیامت عذاب ہوگا ان سے کہا جائے گا یہ جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

حدیث ۱۰: ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام فقال لی مر براس التماثیل یقطع فتصیر کھیأۃ الشجرۃ وامر بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطئان[4] ھذا مختصرا۔

میرے پاس جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی حضور! مورتوں کیلئے حکم دیں کہ اُن کے سر کاٹ دئے جائیں کہ پیڑ کی طرح رہ جائیں اور تصویر دار پردے کے لئے حکم فرمائیں کہ کاٹ کر دو مسندیں بنالی جائیں کہ زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندی جائیں۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

---

[1] صحیح البخاری ۲/ ۸۸۰ و صحیح مسلم ۲/ ۲۰۱ و سنن النسائی ۲/ ۳۰۰ و مسند احمد بن حنبل ۶/ ۸۳ و ۲۱۹

[2] ؍؍ ؍؍ ۲/ ۸۸۱ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۰۱ [3] صحیح مسلم ۲/ ۲۰۰ و صحیح البخاری ۲/ ۸۸۰

[4] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۴

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۲

حدیث ۱۱ تا ۱۴: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر اور صحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور نیز اسی میں حضرت ام المومنین میمونہ اور مسند امام احمد میں بسند صحیح حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انا لاندخل بیتا فیہ کلب وصورۃ۔[1] ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔

حدیث ۱۵: احمد و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و سعید بن منصور حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل امین نے عرض کی:

انھا ثلث لم یلج ملک مادام فیھا واحد منھا کلب او جنابۃ او صورۃ روح۔[2] تین چیزیں ہیں کہ جب تک اُن میں سے ایک بھی گھر میں ہوگی کوئی فرشتہ رحمت و برکت کا اُس گھر میں داخل نہ ہوگا کتّا یا جنب یا جاندار کی تصویر۔

حدیث ۱۶ و ۱۷: مسند احمد و صحیح بخاری و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابوطلحہ اور سنن ابی داؤد و نسائی و صحیح ابن حبان میں حضرت امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتدخل الملٰئکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ۔[3] رحمت کے فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔

حدیث ۱۸: نسائی و ابن ماجہ و شاشی و ابویعلٰی اور ابونعیم حلیہ اور ضیا صحیح مختارہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی:

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/ ۸۸۱ و صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۹ و ۲۰۰

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۵

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۸

صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۰۰

سنن ابی داؤد ؍؍ باب فی الصور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۶

جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۳

سنن النسائی کتاب الزینۃ التصاویر ۲/ ۲۹۹ و کتاب الطہارۃ ۱/ ۵۱

صنعت طعاما فدعوت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فجاء فرأی تصاویر فرجع (زاد الاربعة الاخیرون) فقلت یارسول الله ما رجعك بابی وامی قال ان فی البیت سترا فیه تصاویر وان الملٰئکة لا تدخل بیتا فیه تصاویر[1]

میں نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی دعوت کی حضور تشریف فرما ہوئے پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں واپس تشریف لے گئے (آخری چار میں یہ اضافہ ہے) میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار کس سبب سے حضور واپس ہوئے۔ فرمایا گھر میں ایک پردے پر تصویریں تھیں اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔

حدیث ۱۹: صحیح بخاری وسنن ابی داؤد میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یکن یترك فی بیته شیئا فیه تصالیب الا نقضه[2]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بے توڑے نہ چھوڑتے۔

حدیث ۲۰: مسلم وابوداؤد وترمذی حیّان بن حصین سے راوی:

قال لی علی رضی الله تعالیٰ عنه الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان لا تدع صورة الا طمستها ولا قبرا مشرفا الا سویته[3] ورواه ابویعلٰی[4] وابن جریر فلم یسمیا حیان انما قالا عن علی انه دعا صاحب شرطته

مجھ سے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں تمھیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مامور فرما کر بھیجا کہ جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو قبر حدِ شرع سے زیادہ اونچی پاؤ اسے حدِ شرع کے برابر کردو (بلندی قبر میں حدِ شرع ایک بالشت ہے)

---

[1] سنن النسائی کتاب الزینة التصاویر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۰۰
کنز العمال بحوالہ الشاشی ع حل ص حدیث ۹۸۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲
[2] صحیح البخاری کتاب اللباس ۲/۸۸۰ وسنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/۲۱۶
[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز ۱/۳۱۲ وسنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب تسویة القبر ۲/۱۰۳
جامع الترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی تسویة القبر امین کمپنی دہلی ۱/۱۲۵
[4] مسند ابی یعلی حدیث ۳۳۸ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/۱۹۹

فقال لہ فذکر بمعناہ۔ (اس کو ابویعلٰی اور ابن جریر دونوں نے روایت کیا مگر ان دونوں نے حبان بن حصین کا نام نہیں بلکہ یُوں فرمایا کہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے کوتوال کو بلایا اور اس سے ارشاد فرمایا۔ آگے دونوں نے حدیث کا مفہوم ذکر فرمایا۔ (ت)

حدیث ۲۱: امام احمد بسند جید امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے حضور نے ارشاد فرمایا:

ایکم ینطلق الی المدینۃ فلا یدع بہا وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا صورۃ الا لطخہا۔

تم میں کون ایسا ہے مدینے جاکر ہر بُت کو توڑ دے اور ہر قبر برابر کردے اور ہر تصویر مٹادے۔

ایک صاحب نے عرض کی: میں یارسول اللہ۔ فرمایا: تو جاؤ۔ وہ جاکر واپس آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں نے سب بُت توڑ دیئے اور سب قبریں برابر کردیں اور سب تصویریں مٹادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من عاد لصنعۃ شیئ من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد[1]

اب جو یہ سب چیزیں بنائے گا وہ کفر وانکار کریگا اس چیز کے ساتھ جو محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔

والعیاذ باللہ رب العلمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

مسلمان بنظرِ ایمان دیکھے کہ صحیح وصریح حدیثوں میں اس پر کیسی سخت سخت وعیدیں فرمائی گئیں اور یہ تمام احادیث عام شامل محیط کامل ہیں جن میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمینِ دین کی تصویروں کو ان احکامِ خدا ورسول سے خارج کرنا محض باطل ووہم عاطل ہے بلکہ شرعِ مطہر میں زیادہ شدتِ عذاب تساویر کی تعظیم ہی پر ہے، اور خود ابتدائے بُت پرستی انھیں تصویراتِ معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بُتوں کا ذکر سورہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر[2]، یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے کہ لوگوں نے اُن کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین اُن کی تصویریں بناکر اُن کی مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انھیں معبود سمجھ لیا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل از مسند علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۷

[2] القرآن الکریم ۷۱/۲۳

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

ود و سواع و یغوث و یعوق و نسر اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسماھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولٰئک وتنسخ العلم عبدت[1] ھذا مختصرا۔

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وُہ بیٹھتے تھے وہاں انکی مجالس میں ان کے بُت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو، تو وہ ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہوگئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھاگیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہوگئی۔ یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔ (ت)

بااں ہمہ اگر وساوس وہواجس سے تسکین نہ پائیں تو احادیث صحیحہ صریحہ سے خاص تصاویرِ معظمین کا جزئیہ لیجئے۔

حدیث ۲۲ : صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے :

انہ قال دخل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البیت فوجد فیہ صورۃ ابراھیم وصورۃ مریم علیھما الصلٰوۃ والسلام فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما لھم فقد سمعوا ان الملٰئکۃ لاتدخل بیتا فیہ صورۃ الحدیث[2] ھذا لفظہ فی الانبیاء وفیہ ایضا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

حضرت ابن عباس نے فرمایا جب حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما الصلٰوۃ والسلام کی تصاویر پائیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہوجاؤ کہ آگاہ ہوجاؤ کہ تصویریں بنانے والوں نے بھی یہ بات سُن رکھی تھی (یعنی ان کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی ہُوئی تھی کہ) بیشک جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے (الحدیث) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب ودًّا و سواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

[2] " کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم " " ۱/ ۴۷۳

لمارای الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بها فمحیت الحدیث[1] و فی المغازی فاخرج صورۃ ابراھیم و اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام[2] الحدیث ھذہ کلہا روایات البخاری و ذکر ابن ھشام فی سیرتہ قال وحدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرای فیہ صور الملٰئکۃ و غیرھم فرای ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مصورا فذکر الحدیث الی ان قال ثم امر بتلک الصور کلہا فطمست[3]

آئے ہیں، اور اسی میں ہے ـــــ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وُہ مٹادی گئیں الحدیث ۔ اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں الحدیث۔ یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہلِ علم نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ و آلہٖ وسلم فتح کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں (ت)

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم روزِ فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اُس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکردار کچھ نقشِ دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں انھیں بھی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا اسمٰعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابنہما الاکرم وعلیہما و بارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے قدمِ اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الانبیاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۳

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی " " ۲/۶۱۴

[3] السیرۃ النبی لابن ہشام امر الرسول بطمس ما بالبیت من صور دار ابن کثیر ۴/۳۲

حدیث ۲۳: مسند امام احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کان فی الکعبۃ صور فامر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یمحوھا فبل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ثوبا ومحاھا بہ فدخلھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومافیہا منہا شیئ[۱] وفی حدیثہ عند الامام الواقدی وکان عمر قد ترك صورۃ ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راٰھا فقال یاعمر الم آمرك ان لاتدع فیہا صورۃ ثم رای صورۃ مریم فقال امحوا مافیہا من الصور قاتل اللہ قوما یصورون مالا یخلقون[۲] ھذا مختصرا۔

حضرت جابر نے فرمایا ایام جاہلیت میں کعبہ شریف کے اندر تصویریں تھیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویری نقوش مٹا دو۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گیلے کپڑے کے ساتھ ان نقوش کو مٹا دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی تصویری نقش موجود نہ تھا، اس سند میں امام واقدی کا یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر چھوڑ دی تھی یعنی اسے نہیں مٹایا تھا۔ پھر جب اندر تشریف لے جاکر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے عمر! کیا میں نے تمہیں حکم نہ دیا تھا کہ یہاں کوئی تصویر باقی نہ رہنے دو۔ پھر آپ نے سیدہ مریم کی تصویر دیکھی تو فرمایا یہاں جتنی بھی تصویریں ہیں ان سب کو مٹا دیا جائے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو برباد کرے جو ایسی چیزوں کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔

حدیث ۲۴: عمر بن شبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب ویضرب بہ علی الصور ویقول قاتل اللہ قوما یصورون مالایخلقون[۳]۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو مجھے حکم فرمایا تو میں پانی کا ڈول بھر کر لایا آپ خود بنفس نفیس اس پانی سے کپڑا تر کرنے لگے پھر ان تصویروں پر وہ بھیگا ہوا کپڑا رگڑتے ہوئے فرمانے لگے اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کو ہلاک کرے جو ایسی چیزوں کی تصویر کشی کرتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کرسکتے۔ (ت)

---

[۱] مسند احمد بن حنبل — از مسند جابر رضی اللہ عنہ — المکتب الاسلامی بیروت — ۳/ ۳۹۶
[۲] کتاب المغازی للواقدی — شان غزوۃ الفتح — موسسۃ الاعلمی بیروت — ۲/ ۸۳۴
[۳] فتح الباری بحوالہ عمر بن شبہ — کتاب المغازی — مصطفی البابی مصر — ۹/ ۲۸

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب العقیقہ حدیث ۵۲۶۵ وکتاب المغازی حدیث ۱۸۷۵۶، ۸/ ۲۹۶ و ۱۴/ ۴۹۱

حدیث ۲۵ : ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

ان المسلمین تجردوا فی الازر واخذوا الدلاء وارتجزوا علی زمزم یغسلون الکعبۃ ظھرھا وبطنھا فلم یدعوا اثرا من المشرکین الامحوہ اوغسلوہ۔[1]

(اس وقت) مسلمانوں نے اپنی اپنی چادریں اتاریں اور ڈول میں آب زمزم بھر بھر کر کعبہ شریف کو اندرون و بیرون سے خوب دھونے لگے چنانچہ مشرکین کے تمام نشاناتِ شرک دھو ڈالے اور مٹا دیے۔ (ت)

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم فرمایا کہ انھیں مٹا دو عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثال حکم اقدس میں سرگرم ہوئے زمزم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں، یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹا دیے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دُھلی تھی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بنفسِ نفیس کپڑا تر کرکے اُن کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا: اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے :

فی حدیث اسامۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دخل الکعبۃ فرأی صورۃ ابراھیم فدعا بماء فجعل یمحوھا وھو محمول علی انہ بقیۃ تخفی علی من محاھا اولاً۔[2]

حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو کچھ تصاویر انمٹی دیکھ کر پانی منگوایا اور انھیں اپنے دستِ اقدس سے خود مٹانے لگے۔ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ بعض تصویروں کے کچھ نشانات باقی رہ گئے تھے جنھیں پہلی دفعہ مٹانے والا نہ دیکھ سکا (تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوبارہ انھیں مٹا دیا)۔ (ت)

حدیث ۲۶ : صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے :

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض میں بعض

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب المغازی حدیث ۱۸۷۶۵ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴/ ۴۹۴

[2] فتح الباری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مصطفٰی البابی مصر ۹/ ۷۷، ۸۰

ذکر بعض نسائه کنیسة یقال لها ماریة وکانت ام سلمة و ام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها و تصاویر فیها فرفع راسه فقال اولئك اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوروا فیه تلك الصور اولئك شرار خلق اللہ[1]

ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اُس کی تصویروں کا ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکاً اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔ (ت)

فی المرقاۃ الرجل الصالح ای من نبی او ولی تلك الصور ای صور الصلحاء تذکیرا بهم و ترغیبا فی العبادۃ لاجلهم[2] الخ۔

مرقات (از محدث علی قاری) میں ہے مرد صالح یعنی وہ نبی یا ولی فوت ہو جاتا اس کی تصاویر بناتے اور لٹکایا کرتے تھے ان کی یادگار اور ان کی وجہ سے عبادت میں رغبت دلانے کیلئے الخ (ت)

حدیث ۲۷: امام بخاری کتاب الصلوٰۃ جامع صحیح میں تعلیقاً بلا قصہ اور عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے اپنے مصنف اور بیہقی سنن میں اسلم مولٰی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً مع القصہ راوی جب امیر المومنین ملک شام کو تشریف لے گئے ایک زمیندار نے آکر عرض کی میں نے حضور کے لئے کھانا تیار کرایا ہے میں چاہتا ہوں حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ چشموں میں میری عزت ہو، امیر المومنین نے فرمایا:

انا لاندخل کنائسکم من اجل الصور التی فیها[3]

ہم ان کنیسوں میں نہیں جاتے جن میں یہ تصویریں ہوتی ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲
صحیح البخاری کتاب الجنائز باب بناء المسجد علی القبر " " ۱/۱۷۹
صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن بناء المسجد علی القبر " " ۱/۲۰۱

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب التصاویر الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/۲۸۲

[3] المصنف لعبدالرزاق باب التماثیل وما جاء فیه حدیث ۱۹۴۸۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱۰/۳۹۷
صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی البیعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۲

بالجملہ حکم واضح ہے اور مسئلہ مستبین اور حرکات مذکورہ حرام بالیقین اور ان میں اعتقاد ثواب ضلال مبین اس شخص پر فرض ہے کہ اس حرکت سے باز آئے اور حرام میں ثواب کی امید سے نہ خود گمراہ ہو نہ جاہل مسلمانوں کو گمراہ بنائے ان تصویروں کو ناآباد جنگل میں راہ سے دور نظر عوام سے بچا کر اس طرح دفن کردیں کہ جہال کو اُن پر اصلاً اطلاع نہ ہو یا کسی ایسے دریا میں کہ کبھی پایاب نہ ہوتا ہو نگاہ جاہلان سے خفیہ عمیق کنڈے میں یوں سپرد کردیں کہ پانی کی موجوں سے کبھی ظاہر ہونے کا احتمال نہ ہو، واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم[1] (اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ ت) یہ سب متعلق بتصاویر ذی روح تھا، رہا نقشہ روضۂ مبارکہ اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن وجائے دم زدن نہیں، جس طرح اُن تصویروں کی حرمت یقینی ہے یُوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے، ہر شرع مطہر میں ذی روح کی تصویر حرام فرمائی، حدیث پانزدہم میں اس قید کی تصریح کردی۔ حدیث اوّل میں ہے کہ ایک مصور نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خدمت والا میں حاضر ہوکر عرض کی: میں تصویریں بنایا کرتا ہوں اس کا فتوٰی دیجئے۔ فرمایا: پاس آ۔ وہ پاس آیا۔ فرمایا: پاس آ۔ وہ اور پاس آیا یہاں تک کہ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھ کر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتادوں وہ حدیث جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنی۔ پھر حدیث مذکور مصوروں کے جہنمی ہونے کی ارشاد فرمائی۔ اس نے نہایت ٹھنڈی سانس لی۔ حضرت نے فرمایا:

ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر وکل شئ لیس فیہ روح[2]۔ افسوس تجھ پر اگر بے بنائے نہ بن آئے تو پیڑ اور غیر ذی روح چیزوں کی تصویریں بنایا کر۔

ائمہ مذاہب اربعہ وغیرہم نے اس کے جواز کی تصریحیں فرمائیں تمام کتب مذاہب اس سے مملو و مشحون ہیں ہر چند مسئلہ واضح اور حق لائح ہے مگر تسکین اوہام وتثبیت عوام کے لئے ائمہ کرام علماء اعلام کی بعض سندیں اسباب میں پیش کروں کہ کن کن اکابر دین واعاظم معتمدین نے مزار مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور اُن کی تعظیم اور اُن سے تبرک کرتے آئے اور اسباب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین وجانگزائے منافقین ارشاد فرمائے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۰۸
صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۲
صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع التصاویر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۲۹۶

(۱) امام غنیم بن قسطاس تابعی مدنی۔

(۲) امام محدث جلیل القدر ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔

(۳) امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی حنبلی۔

(۴) امام ابوالیمن ابن عساکر۔

(۵) امام تاج الدین فاکہانی صاحب فجر منیر۔

(۶) علامہ سید نورالدین علی بن احمد سمہودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفا و وفاء الوفاء۔

(۷) سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمٰن جزولی صاحب دلائل۔

(۸) امام محدث فقیہ احمد بن حجر مکی شافعی صاحب جوہر منظم۔

(۹) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال النفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۱۰) علامہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب لدنیہ و منح محمدیہ۔

(۱۱) شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب۔

(۱۲) محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی حنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمہ خلاصۃ الوفاء وغیرہم ائمہ و

علماء نے مزار اقدس واکرم سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقبور مقدسہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نقشے بنائے۔

مواہب اور اس کی شرح میں ہے:

(قد روی ابوداؤد والحاکم من طریق القاسم بن محمد بن ابی بکر) الصدیق (قال دخلت علی عائشۃ فقلت یا امہ اکشفی لی عن قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) و صاحبیہ الحدیث (زاد الحاکم فرأیت رسول اللہ) ای قبرہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مقدما وابابکر راسہ بین کتفی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

امام ابوداؤد اور حاکم نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کی سند سے روایت کیا، فرمایا: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے ان سے عرض کیا: اماں جان! حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم اور انکے دو ساتھیوں کی قبور سے پردہ اٹھا دیجئے (الحدیث) امام حاکم نے یہ اضافہ کیا (جب مائی صاحبہ نے قبور سے پردہ اٹھایا) تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر اطہر سب سے آگے دیکھی اور دوسری دو قبروں کی صورت یہ تھی کہ ابوبکر صدیق

وسلم وعمر راسه عند رجلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال ابو الیمن بن عساکر وھذہ صفتہ۔

کا سرِ مبارک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے پاس تھا جبکہ فاروقِ اعظم کا سرِ مبارک حضور کے مبارک پاؤں کے متوازی ومتصل تھا۔ امام ابوالیمن بن عساکر نے فرمایا صورت نقشہ سامنے ہے:

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ	النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

(و روی ابوبکر الآجری) الحافظ الامام توفی فی محرم سنۃ ست وثلثمائۃ (فی کتاب صفۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن عثیم بن نسطاس المدنی) تابعی مقبول کما فی التقریب (قال رأیت قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی امارۃ عمر بن عبد العزیز فرأیتہ مرتفعا نحوا من اربع اصابع و رأیت قبر ابی بکر وراء قبرہ و رأیت قبر ابی بکر اسفل منہ) و رواہ ابونعیم بزیادۃ وصورۃ لنا۔

امام حافظ ابوبکر آجری (متوفی محرم ۳۰۶ھ) نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اطہر کے بیان میں ارشاد فرمایا عثیم بن نسطاس مدنی تابعی (جو مقبول رواۃ میں سے ہیں جیسا کہ التقریب میں ہے) سے روایت ہے فرمایا میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانۂ خلافت میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ اقدس کی زیارت کی۔ قبرِ اطہر زمین سے چار انگشت کے بقدر بلند تھی اور میں نے دیکھا کہ جناب صدیق اکبر کی قبرِ مبارک اس کے پیچھے اور اس سے نیچے تھی۔ محدث ابونعیم نے کچھ اضافہ کرتے ہوئے روایت کیا ہے اور ہمارے لئے اس کی یہ تصویری صورت بیان فرمائی: (ت)

المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ [1]

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۲۹۴

(وقد اختلف اهل السیر وغیرهم فی صفة القبور المقدسة علی سبع روایات اوردها) ابوالیمن (ابن عساکر فی کتابه (تحفة الزائر) والصحیح منها روایتان احدٰهما ما تقدم عن القاسم والاخری وبها جزم رزین وغیره وعلیها الاکثر کما قال المصنف فی الفصل الثانی و قال النووی انها المشهورة والسمهودی انها اشهر الروایات ان قبره صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الی القبلة مقدما بجدارها ثم قبر ابی بکر حذاء منکبی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم و قبر عمر حذاء منکبی ابی بکر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما وهذا صفتها:

سیرت نگاروں نے قبورِ مقدسہ کی وضع یا ساخت میں جو اختلاف کیا ہے اس سلسلے میں سات روایات پائی جاتی ہیں۔ ابوالیمن ابن عساکر نے وُہ روایات اپنی کتاب "تحفۃ الزائر" میں بیان کی ہیں ان میں سے صرف دُو روایات صحیح ہیں، ایک ان میں سے وہ ہے جو ابوالقاسم کے حوالے سے بیان ہوچکی ہے، اور دوسری روایت وہ ہے جس پر محدث رزین وغیرہ نے اظہارِ اعتماد کیا ہے اور اسی پر اکثر اہلِ علم قائم ہیں جیساکہ مصنف نے دوسری فصل میں فرمایا، امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مشہور ہے، اور علامہ سمہودی نے فرمایا: زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ اطہر دیوارِ قبلہ سے متصل سب سے آگے ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے شانوں کے بالمقابل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر ہے پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شانوں (کندھوں) کے بالمقابل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر ہے۔ یہ ان قبور کی صورتِ ساخت ہے: (ت)

المصطفٰی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم

الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه

الفاروق رضی اللّٰه تعالٰی عنه

ومرت واحدة من الضعيفة ولاحاجة لذكر باقیها[1] اھ ما فی المواھب و شرحھا ملتقطا قلت وقد ذکر السبع جمیعا الامام البدر محمود العینی فی عمدة القاری فراجعھا ان ھویت۔

ایک ضعیف روایت گزر چکی ہے اور بقیہ کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں، جو کچھ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح میں منتخب کردہ عبارت تھی وہ مکمل ہوگئی۔ میں کہتا ہوں کہ پوری سات روایتوں کو امام بدرالدین محمود عینی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف عمدۃ القاری (شرح صحیح بخاری) میں ذکر فرمایا ہے اگر خواہشِ مطالعہ ہو تو اس سے رجوع کیا جائے۔ (ت)

مطالع المسرات میں ہے:

وضع المؤلف صفة الروضة ھکذا۔

مؤلف نے روضہ کی ساخت بیان کی جو کہ نقشہ ذیل کے مطابق کچھ اس طرح ہے: (ت)

قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

قبر ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

قبر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ

ابوبکر مؤخر قلیلا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلفہ وعمر خلف رجلی ابی بکر، وروی ابوداؤد والحاکم وصحح اسنادہ عن القاسم بن محمد الحدیث قال السمھودی وھذا ارجح ماروی عن القاسم ثم صورھا عن ابن عساکر ھکذا۔

حضرت ابوبکر صدیق حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ تھوڑا پیچھے ہیں اور حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر صدیق کے پاؤں والی حد سے قدرے پیچھے ہیں۔ امام ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت قاسم بن محمد سے روایت کی ہے (الحدیث)، علامہ سمہودی نے فرمایا کہ یہ زیادہ راجح ہے جو کچھ حضرت قاسم سے روایت کیا گیا ہے پھر انھوں نے ابن عساکر کے حوالے سے اس کی تصویر (نقشہ) کچھ اس طرح بیان فرمائی: (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دارالمعرفۃ بیروت ۸/ ۲۹۵-۹۶

قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم | قبر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

قبر ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

وصدّر ابو الفرج ابن الجوزی بوضعها هکذا و نسب ابن حجر هذه الصفة الی الاکثر اھ مختصرا، قلت ووقع ھٰھنا فی الکتاب تخلیط واضطراب نبهت علیه علی هامشه وزاده سید المرتضٰی فی النقل عنه فی شرح الاحیاء لم اجده فی نسختی شرح الدلائل ولا هو صحیح فی نفسه و ذٰلک انه لم یذکر فی المطالع عن ابن الجوزی صورة جدیدة فکان قوله هکذا اشارة الی ما مرّ و هو الذی نسبه ابن حجر الی الجمهور والاکثر کما ستسمع فیما یذکر، اما المرتضٰی فنقل تصویره عن المطالع عن ابن الجوزی بعد قوله

حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے ان کی وضع (یعنی قبور مقدسہ کی ساخت) کچھ اس طرح بیان فرمائی اور علامہ ابن حجر نے اس صورت وضع کو اکثر اہل علم سے منسوب کیا ہے (مختصر عبارت مکمل ہوئی) میں کہتا ہوں کہ اس کے باوجود یہاں کتاب میں کچھ خلط ملط اور اشتباہ پایا جاتا ہے، میں نے اس پر اسکے حاشیہ میں تنبیہ کی ہے، سید مرتضٰی نے شرح احیاء العلوم میں اپنے حاشیہ میں تنبیہ فرماتے ہوئے ان سے نقل کرنے میں کچھ اضافہ کیا ہے لیکن میں نے اسے شرح دلائل الخیرات کے اپنے نسخہ میں نہیں پایا اور فی ذاتہ وہ صحیح بھی نہیں اس لئے کہ مطالع المسرات میں ابن جوزی کے حوالے سے کوئی نئی صورت نہیں ذکر کی گئی لہذا ابن جوزی کا قول ھکذا اسی گزشتہ قول کی طرف اشارہ ہے اور یہ وہی ہے جس کو علامہ ابن حجر نے جمہور اور اکثر کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جاتا ہے آپ سنیں گے لیکن سید مرتضٰی نے اس کی تصویر مطالع المسرات سے ابن جوزی کے قول ھکذا کہنے کے بعد کچھ اس طرح نقل فرمائی ہے جو نقشہ ذیل

---

[1] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۸ - ۴۹

هٰكذا هٰكذا۔

سے ظاہر ہے: (ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ

عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

ثم عقبه بقوله ونسب ابن حجر هذه الصفة الى الاكثر[1] الخ فلا ادری لعل هذا الغلط فی التصویر من الناسخ، والله تعالٰی اعلم۔

پھر اسے اپنے اس قول کے بعد لائے ہیں کہ علامہ ابن حجر نے اس صفت کو اکثر کی طرف منسوب کیا ہے الخ میں نہیں جانتا کہ شاید تصویر میں یہ لفظ غلطی کرنے والوں کی طرف سے اضافہ ہوگیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جوہر منظم امام ابن حجر میں ہے:

یسن له بل یتأکد علیه اذا فرغ من السلام علٰی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یتأخر الٰی صوب یمینه قدر ذراع للسلام علی ابی بکر الصدیق رضی الله تعالٰی عنه وکرم وجهه لان راسه عند منکب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم یتأخر الی یمینه ایضا قدر ذراع للسلام علٰی سیدنا عمر رضی الله تعالٰی عنه لان راسه عند منکب ابی بکر وهذه صورة القبور الثلثة الکریمة علی الاصح المذکور وعلیه الجمهور،

تاکیدی سنت ہے کہ جب زائر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سلام پیش کرنے سے فارغ ہو تو حضرت ابوبکر صدیق کو سلام پیش کرنے کے لئے بقدر ایک ہاتھ اپنی دائیں جنوبی سمت پیچھے ہٹ جائے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو اور انکے چہرے کو رونق بخشے) کیونکہ ان کا سر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے بالمقابل ہے پھر دائیں جانب ایک ہاتھ کے بقدر مزید پیچھے ہوجائے تاکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرسکے کیونکہ ان کا سر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کندھوں کے بالمقابل ہے۔ زیادہ صحیح قول مذکور کے مطابق

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین الجملۃ العاشرۃ صفۃ الروضۃ المشرفۃ الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۴۲۱-۴۲۰

ثم قال بعد التصویر اخترت وضعھا علی ھذہ الکیفیۃ لانھا المطابقۃ للواقع عند توجہ الزائر الیھم[1] الخ۔

قبورِ ثلاثہ کی یہی صورت واقع ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔ پھر تصویر کے بعد فرمایا میں نے اس کیفیت کے مطابق صورت وضعِ قبور اختیار کی ہے اس لئے کہ یہی واقع کے مطابق ہے جب زائر انکی طرف منہ کرے الخ (ت)

اگر معاذ اللہ دلائل الخیرات شریف سے نقشہ مقدسہ نکالا جائے تو نہ صرف دلائل بلکہ ان سب کتبِ احادیث وسیر وغیرہا کے اوراق چاک کئے جائیں اور اُن ائمہ محدثین کے بنائے ہوئے نقشوں کا کیا علاج ہو جو زمانہ تابعین وتبع تابعین سے قرناً فقرناً روایت حدیث میں نقشے بناتے آئے اللہ عزوجل افراط وتفریط کی آفت سے بچائے۔ دلائل الخیرات شریف کو تالیف ہوئے پونے پانسو برس گزرے جب سے یہ کتاب مستطاب، شرقاً غرباً عرباً عجماً تمام جہان کے علماء واولیاء وصلحاء میں حرزِ جان ووظیفہ دین وایمان ہو رہی ہے، یہ حسن قبول خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زید وعمرو کے مٹائے نہیں مٹ سکتا ؎

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند   روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دنیا کے سارے شیر اسی سلسلے میں بندھے ہوئے ہیں لہٰذا کسی حیلہ سے لومڑی اس سلسلہ کو کیسے کاٹ سکتی ہے۔ ت)

ہاں اب نئے زمانے فتنہ کے گھرانے میں وہ گمراہ بھی پیدا ہوئے جو عیاذاً باللہ دلائل الخیرات کو معدن شرک وبدعات کہتے ہیں مگر اُن کے بکنے سے اُمتِ مرحومہ کا اتفاق واطباق نہیں ٹوٹ سکتا ؎

مہ فشاند نور وسگ عوعو کند   ہر کسے بر خلقت خود می تند

(چاند نور بکھیرتا ہے مگر کُتّے اسے بھونکتے ہیں، درحقیقت ہر ایک اپنی اپنی تخلیق میں تنا ہوا اور کسا ہوا ہے۔ ت)

کشف الظنون میں ہے:

دلائل الخیرات آیۃ من اٰیات اللہ یواظب بقراء تہ فی المشارق والمغارب وللدلائل اختلاف فی النسخ لکثرۃ رواتیھا عن المؤلف رحمہ اللہ تعالٰی

یعنی کتاب دلائل الخیرات اللہ تعالٰی کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے کہ مشارق ومغارب میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، اس کے نسخے مختلف ہیں کہ مؤلف رحمہ اللہ تعالٰی سے اس کی روایت بکثرت ہوئی مگر

---

[1] الجوہر المنظم الفصل السابع فیما ینبغی للزائر فعلہ الخ المکتبۃ القادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۵۰

لکن المعتبر نسخۃ ابی عبد اللہ محمد السہیلی کان المؤلف صححہا قبل وفاتہ بثمان سنین سادس ربیع الاول ۸۶۲ھ ملخصاً۔[1]

معتبر ابو عبد اللہ محمد سہیلی کا نسخہ ہے کہ مؤلف قدس سرہٗ نے وصال شریف سے آٹھ برس پہلے ششم ربیع الاول ۸۶۲ھ کو اس کی تصحیح فرمائی تھی۔

(۱۳) علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری مطالع میں فرماتے ہیں :

اعقب المؤلف رحمہ اللہ تعالٰی ورضی عنہ ترجمۃ الاسماء بترجمۃ صفۃ الروضۃ المبارکۃ موافقا وتابعا للشیخ تاج الدین الفاکہانی فانہ عقد فی کتابہ الفجر المنیر بابا فی صفۃ القبور المقدسۃ ومن فوائد ذٰلک ان یزور المثال من لم یتمکن من زیارۃ الروضۃ ویشاہدہ مشتاق ویلثمہ ویزداد فیہ حبا وشوقا۔[2]

مؤلف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فصل اسمائے طیبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد صفت روضہ مبارکہ کی فصل بہ تبعیت وموافقت امام تاج الدین فاکہانی ذکر فرمائی کہ انھوں نے بھی اپنی کتاب فجر منیر میں خاص ایک باب ذکر کیا اور اس میں بہت فائدے ہیں از انجملہ یہ کہ جسے روضۂ مبارکہ کی زیارت میسّر نہ ہوئی وہ اس نقشہ پاک کی زیارت کرے مشتاق اسے دیکھے اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت اور حضور کا شوق اسکے دل میں بڑھے۔

اللّٰھم ارزقنا اٰمین (اے اللہ! ہمیں بھی یہ نصیب فرما اور ہماری یہ درخواست قبول فرما۔ ت)

(۱۴) اسی میں ہے :

قد کنت رأیت تالیفا لبعض المشارقۃ یقول فیہا انہ ینبغی لذاکر (اسم) الجلالۃ من المریدین ان یکتبہ بالذھب فی ورقۃ ویجعلہ نصب عینیہ فاذا صور قاری ھذا الکتاب الروضۃ صورۃ حسنۃ بالوان حسنۃ و خصوصًا بالذھب فھو من معنی ذٰلک۔[3]

میں نے بعض علمائے مشرق کی تالیف میں دیکھا کہ جو مرید اسم پاک اللہ کا ذکر کرے اسے چاہئے کہ نام پاک اللہ ایک ورق میں سونے سے لکھ کر اپنے پیش نظر رکھے توجب اس کتاب کو پڑھنے والا روضہ مقدسہ کی خوبصورت تصویر خوشنما رنگوں سے رنگین خصوصاً آب زر سے بنائے تو وہ اسی قبیل سے ہے۔

---

[1] کشف الظنون باب الدال المہملہ دلائل الخیرات منشورات مکتبۃ المثنی بغداد ۱/ ۷۵۹

[2] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۴۵

(۱۵) اُسی میں ہے :

وقد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیۃ التربیۃ بھا انہ اذا کمل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلیشخص بین عینیہ ذاتہ الکریمۃ بشریۃ من نور، فی ثیاب من نور، یعنی لتنطبع صورتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی روحانیتہ و یتألف معھا تألفا یتمکن بہ من الاستفادۃ من اسرارہ و الاقتباس من انوارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورتہ فیری کانہ جالس عند قبرہ المبارک یشیر الیہ متی ما ذکرہ فان القلب متی ما شغلہ شیئ امتنع من قبول غیرہ فی الوقت الٰی اٰخر کلامہ، فیحتاج الی تصویر الروضۃ المشرفۃ والقبور المقدسۃ لیعرف صورتھا ولیشخصھا بین عینیہ من لم یعرفھا من المصلین علیہ فی ھذا الکتاب وھم عامۃ الناس وجمھورھم[1]

بعض اولیائے کرام جنھوں نے ذکر و شغل سے تربیت مریدین کی کیفیت ارشاد کی، بیان فرماتے ہیں کہ جب ذکر لا الٰہ الا اللہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کامل کرلے تو چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے لباس میں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ اس کے آئینۂ دل میں جم جائے اور اس سے وُہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور کے اسرار سے فائدہ لے حضور کے انوار کے پھول چُنے، اور جسے یہ تصور میسر نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار جب ذکر میں نام پاک آئے تصور میں مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا جائے کہ دل جب ایک چیز سے مشغول ہوجاتا ہے پھر اس وقت دوسری چیز قبول نہیں کرتا، تو اب روضہ مطہرہ و قبور مطہرہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن دلائل الخیرات پڑھنے والوں نے اُن کی زیارت نہ کی اور اکثر ایسے ہی ہیں وہ انھیں پہچان لیں اور ذکر کے وقت اُن کا تصور ذہن میں جمائیں۔

(۱۶) اُسی میں ہے :

وقد استنابوا مثال النعل عن النعل وجعلوا لہ من الاکرام والاحترام ما للمنوب عنہ وذکروا لہ خواصا وبرکات وقد جربت وقالوا فیہ اشعارا

علمائے کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا اور اس کے لئے وہی اکرام و احترام جو اصل کے لئے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس

---

[1] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴ و ۱۴۵

29 کثیرۃ و الّفوا فی صورتہ و رووہ بالاسانید وقد قال القائل : ؎

نقشۂ مبارک کے لئے خواص و برکات ذکر فرمائے اور بلاشبہہ وہ تجربے میں آئے اور اس میں بکثرت اشعار کہے اور اس کی تصویر میں رسالے تصنیف کئے اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے کہا :

اذا ما الشوق اقلقنی الیہا
ولم اظفر بمطلوبی لدیہا
نقشت مثالہا فی الکف نقشا
وقلت لناظری قصرا علیہا[1]

جب اس کی آتشِ شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا اس کی تصویر ہاتھ پر کھینچ کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر۔

(۱۷) علامہ تاج فاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں :

من فوائد ذٰلک ان من لم یمکنہ زیارۃ الروضۃ فلیبرز مثالہا ولیلثمہ مشتاقا لانہ ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعلہ الشریفۃ مناب عینہا فی المنافع والخواص شہادۃ التجربۃ الصحیحۃ و لذا جعلوا لہ من الاکرام والاحترام ما یجعلون للمنوب عنہ[2] الخ۔

نقشۂ روضۂ مبارک کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ اقدس کی زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کرے اور شوقِ دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ مثال اُسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نقشہ نعل مقدس منافع و خواص میں بالیقین اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ شاہد عدل ہے ولہذا علمائے دین نے نقشے کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

(۱۸) حضرت مصنّفِ دلائل قدس سرہ العزیز اُس کی شرح کبیر میں اسے نقل فرماتے اور علامہ ممدوح کی متابعت ظاہر کرتے ہیں :

حیث قال انما ذکرتہا تابعا للشیخ تاج الدین الفاکہانی فانہ عقد فی کتابہ الفجر المنیر بابا فی صفۃ القبور المقدسۃ و

چنانچہ مصنف دلائل الخیرات نے فرمایا میں نے علامہ تاج الدین فاکہانی کے اتباع میں اس کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ موصوف نے اپنی کتاب الفجر المنیر میں قبور مقدسہ کی صورت وضع

---

[1] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴
[2] فجر منیر

قال ومن فوائد ذٰلک[1] الخ۔ میں ایک باب باندھا اور فرمایا ان فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے الخ۔ (ت)

29
29

(۱۹) امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف السلمی الشہیر بابن الحاج المترلی الاندلسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نقشہ نعل مقدس کے بیان میں مستقل کتاب تالیف فرمائی۔

(۲۰) اسی طرح اُن کے تلمیذ شیخ عزیز ابوالیمن ابن عساکر نے نفیس وجلیل کتاب مسمّٰی بہ خدمت النعل للقدم المحمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھی جس کے ساتھ اکابر ائمہ نے مثل کتب حدیث روایۃً وسماعاً وقراءۃً اعتنائے تام کیا۔

(۲۱) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد ذکر ابوالیمن ابن عساکر تمثال نعلہ الکریمۃ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فی جزء مفرد رویتہ قراءۃ وسماعا وکذا افردہ بالتالیف ابواسحٰق ابراھیم بن محمد بن خلف السلمی المشھور بابن الحاج من اھل المریۃ بالاندلس وکذا غیرھما وﷲ در ابی الیمن بن عساکر حیث قال ؎

یا منشدا فی رسم ربع خال	ومناشدًا الدوارس الاطلال
دع ندب آثار وذکر مآثر	لاحبۃ بانوا وعصر خال
والثم ثری الاثر الکریم فحبذا	ان فزت منہ بلثم ذا التمثال
صافح بھا خدا وعفر وجنۃ	فی تربھا وجدا وفرط تغال
یا شبہ نعل المصطفٰی روحی الفدا	لمحلک الاسمی الشریف العال
ھملت لمرآک العیون وقد نأی	مرمی العیان بغیر ما اھمال
وتذکرت عھد العقیق فاثرت	شوقاً عقیق المدمع الھطال
اذکرتنی قدما لھا قدم العلا	والجود والمعروف والافضال
لوان خدی یحتذی نعلا لھا	لبلغت من نیل المنٰی آمالی
اوان اجفانی لوطء نعالھا	ارض سمت عزا بذا الاذلال
	اھ بالالتقاط[2]

خلاصہ یہ کہ ابوالیمن ابن عساکر نے نقشہ نعل اقدس کے باب میں ایک مستقل جزء تالیف کیا جسے میں نے استاد پر پڑھ کر اور استاد سے سُن کر روایت کیا اور اسی طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہما علماء نے اس

---

[1] مطالع المسرات المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ص ۱۴۴

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الثالث لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۶ تا ۴۶۸

بارہ میں مستقل تصنیفیں کیں اور اللہ عزوجل کے لئے ہے خوبی ابوالیمن ابن عساکر کی، کیا خوب قصیدہ مدح شبیہ شریف میں لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں: اے فانی کی یاد کرنے والے ان چیزوں کی یاد چھوڑ اور تبرکاتِ شریفہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاکبوسی کر۔ زہے نصیب اگر تجھے اس تصویرِ نعل مبارک کا بوسہ ملے اپنا رخسارہ اس پر رکھ اور اس کی خاک پر اپنا چہرہ مل۔ اے نعلِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصویر! تیری عزت وشرف بلند پر میری جان قربان تجھے دیکھ کر آنکھیں ایسی بہ نکلیں کہ اب تھمنا بہت دور ہے تجھے دیکھ کر انھیں مدینے کی وادی عقیق میں مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفتار یاد آگئی لہذا اپنے اشکِ رواں کے سُرخ سُرخ عقیق نچھاور کررہے ہیں۔ اے تصویرِ نعل مبارک! تُو نے مجھے وہ قدم پاک یاد دلادیا جس کے بلندی وجود واحسان وفضل قدیم سے ہیں، اگر میرا رخسارہ تراش کر اس قدم پاک کے لئے کفش بناتے تو دل کی تمنا برآتی یا میری آنکھ اُن کی کفش مبارک کے لئے زمین ہوتی تو اُس زمین ہونے سے عزت کا آسمان بن جاتی ؎

جزاك الله خيرا يا ابا اليمن

(اے ابوالیمن! اللہ تعالٰی تمھیں بہترین صلہ عطا فرمائے۔ت)

(۲۲) ابوالحکم بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن المرحل کہ فضلائے مغاربہ سے ہیں امام بقیۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی نے تبصیر میں اُن کا ذکر لکھا وصف نقشِ نعل مبارک میں اُن کا قصیدہ غرا شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب مذکور میں ذکر کیا امام قسطلانی نے اسے مااحسنہا کہا یعنی کیا خوب فرمایا، اس کے بعض ابیاتِ کریمہ مواہب میں یہ ہیں: ؎

مثال لنعلی من احب هويته فهاانا فی يومی و ليلی لاثمه

اُجرّعلی راسی و وجهی اديمه واُلثمه طورا وطورا الازمه

امثله فی رجل اكرم من مشی فتبصره عينی و ما انا حالمه

احرك خدی ثم احسب وقعه علی وجنتی خطواهناك يداومه

ومن لی بوقع النعل فی حروجنتی لماش علت فوق النجوم براجمه

ساجعله فوق الترائب عوذة لقلبی لعل القلب يبرد حاجمه

واربطه فوق الشؤون تميمة لجفنی لعل الجفن يرقأ ساجمه

الا بابی تمثال نعل محمد لطاب لحاذيه و قدس خادمه

يود هلال الافق لو انه هوی يزاحمنا فی لثمه و نزاحمه

سلام علیه کلما هبت الصبا   وغنت باغصان الاراک حمائمه[1]

اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصویر نعل پاک کو میں دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں اپنے سر اور منہ پر رکھتا اور کبھی چومتا کبھی سینے سے لگاتا ہوں، میں اپنے دھیان میں اسے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے اقدس میں تصور کرتا ہوں تو شدت صدق تصور سے گویا اپنی آنکھوں سے جاگتے میں دیکھ لیتا ہوں اس نقش پاک کو اپنے رخسارے پر رکھ کر جنبش دیتا اور یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا وہ اسے پہنے ہوئے میرے رخسارے پر چل رہے ہیں، آہ کون ایسی صورت کرے کہ وہ پائے مبارک جو ستارگان آسمان ہشتم کے سروں پر بلند ہوئے ان کی کفش مبارک چلنے میں میرے رخسارے پر پڑے، میں نقشہ نعل پاک کو اپنے سینے پر دل کا تعویذ بنا کر رکھوں گا شاید دل کی آنکھ ٹھنڈی ہو، میں اُسے سر پر آنکھوں کا تعویذ بنا کر باندھوں گا شاید بہتی پلکیں رُکیں۔ سُن تو تصویر کفش مقدس پر میرا باپ نثار، کیا اچھا ہے اس کا بنانے والا اور جو اس کی خدمت کرے پاک ہو جائے، ماہ نو کی تمنا ہے کاش آسمان سے اُتر کر اس نقشہ مبارک کے بوسے میں ہم اور وہ باہم مزاحمت کرتے، اللہ عزوجل کا سلام اُترے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جب تک باد صبا چلے اور جب تک درخت اراک کی ڈالیوں پر کبوتر گونجیں۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیٰ اٰلہ وامتہ ابدًا اٰمین (یااللہ! ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل اور اُمت پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی رحمت فرما، یہی میری دعا ہے اسے قبول فرما۔ ت)

(۲۲) نیز مواہب لدنیہ میں ہے:

من بعض ماذکر من فضلہا وجرب من نفعہا وبرکتہا ماذکرہ ابوجعفر احمد بن عبدالمجید وکان شیخا صالحا ورعا قال حذوت ھذا المثال لبعض الطلبۃ فجاء فی یوما فقال رأیت البارحۃ من برکۃ ھذا النعل عجبا اصاب زوجی وجع شدید کادیھلکہا فجعلت النعل علی موضع الوجع وقلت اللّٰھم ارنی برکۃ صاحب ھذا النعل فشفاھا اللہ للحین[2]

اس مثال مبارک کے فضائل جو ذکر کئے گئے اور اسکے منافع وبرکات جو تجربے میں آئے ان میں سے وہ ہیں جو شیخ صالح صاحب ورع وتقوٰی ابوجعفر احمد بن عبدالمجید نے بیان فرمایا کہ میں نے نعل مقدس کی مثال اپنے بعض تلامذہ کو بنادی تھی ایک روز انھوں نے آکر کہا رات میں نے اس مثال مبارک کی عجب برکت دیکھی میری زوجہ کو ایک سخت درد لاحق ہوا کہ مرنے کے قریب ہوگئی میں نے مثال مبارک موضع درد پر رکھ کر دُعا کی کہ الٰہی! اس کی برکت سے شفا دے، اللہ عزوجل نے فوراً شفا بخشی۔

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الثالث الفصل الثالث لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۹

[2]

(۲۴) نیز امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ اُن کے شیخ الشیخ ابوالقاسم بن محمد فرماتے ہیں:

ومماجرب من برکتہ ان من امسکہ عندہ متبرکا بہ کان لہ امانا من بغی البغاۃ وغلبۃ العداۃ وحرزا من کل شیطان مارد وعین کل حاسد وان امسکتہ المرأۃ الحامل بیمینہا وقد اشتد علیہا الطلق تیسر امرھا بحول اللہ تعالٰی وقوتہ۔[1]

نقشہ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرک اسے اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبہ سے امان پائے اور وہ نقشہ مبارک ہر شیطان سرکش اور حاسد کے چشم زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور زنِ حاملہ میں شدت دردِ زہ میں اگر اُسے اپنے داہنے ہاتھ میں لے بعنایتِ الٰہی اس کا کام آسان ہو۔

(۲۵) علامہ احمد بن محمد مقری تلمسانی نے اس باب میں دو مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں ایک النفحات العنبریۃ فی وصف نعل خیر البریۃ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ وجیز ونافع ہے، دوسری فتح المتعال فی مدح خیر النعال کہ بسیط وجامع ہے، ان کتب مبارکہ میں عجب عجب فضائل وبرکات دفع بلیات وقضائے حاجات کے جو اس نقشہ مبارکہ سے خود مشاہدہ کئے اور سلف صالح ومعاصرین صالحین نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ان کا ذکر باعثِ تطویل ہے جو چاہے فتح المتعال مطالعہ کرے، اب ہم بنظرِ اختصار اُن باقی ائمہ واعلام کے بعض گرامی نام شمار کرنے پر اقتصار کریں جنھوں نے نقشہ مبارکہ بنوایا، بنا کر اپنے تلامذہ کو عطا فرمایا، اس سے تبرک کیا، اس کی مدحیں لکھیں، اُس سے فیض وبرکت حاصل کرنے، اُسے سر آنکھوں پر رکھنے، بوسہ دینے کی ترغیبیں کیں، احادیث کی طرح باہتمام تام اس کی روایتیں فرمائیں، جسے تفصیل دیکھنی ہو فتح المتعال وغیرہ کی طرف رجوع لائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۲۶) امام اجل ابواویس عبداللہ بن عبداللہ بن اویس ابوالفضل بن مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی کہ اکابر علماء مدینہ طیبہ وائمہ محدثین ورجال صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ اور تبع تابعین کے طبقہ اعلٰی سے ہیں، امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بہنوئی اور بھتیجے یعنی ان کے حقیقی چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں، ۱۶۷ھ میں انتقال فرمایا، انھوں نے خود اپنے واسطے امام مالک وغیرہ اکابر تابعین وتبع تابعین کے زمانے میں نعلِ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثال بنوا کر اپنے پاس رکھی اور قرناً فقرناً

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الثالث لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۶

اس مثال کے نقشے ہر طبقہ کے علماء لیتے رہے۔

(۲۷) ان کے صاحبزادے امام مالک کے بھانجے اسمٰعیل بن ابی اویس کہ امام بخاری و امام مسلم کے اُستاذ اور رجال صحیحین اور اتباع تبع تابعین کے طبقۂ اعلیٰ سے ہیں، امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معاصر، ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔

(۲۸) اُن کے شاگرد ابو یحییٰ بن ابی میسرہ۔

(۲۹) اُن کے تلمیذ ابو محمد ابراہیم بن سہل سبتی۔

(۳۰) اُن کے شاگرد ابو سعید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ مکی۔

(۳۱) اُن کے تلمیذ محمد بن جعفر تمیمی۔

(۳۲) اُن کے تلمیذ محمد بن الحسین الفارسی۔

(۳۳) اُن کے شاگرد شیخ ابو زکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری۔

(۳۴) اُن کے تلمیذ شیخ فقیہ ابو القاسم علی بن عبدالسلام بن حسن رملی۔

(۳۵) اُن کے شاگرد شیخ عیاض۔

(۳۶) دوسرے تلمیذ اجل امام المکی حافظ الحدیث قاضی ابوبکر ابن العربی اشبیلی اندلسی۔

(۳۷) اُن دونوں کے شاگرد امام ابن العربی کے صاحبزادے فقیہ ابو زید عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ۔

(۳۸) اُن کے تلمیذ ابن الحیہ۔

(۳۹) اُن کے شاگرد شیخ ابن البر تونسی۔

(۴۰) اُن کے تلمیذ شیخ ابن فہد مکی۔

(۴۱) ح امام اجل ابن العربی ممدوح کے دوسرے شاگرد ابو القاسم خلف بن بشکوال۔

(۴۲) اُن کے تلمیذ ابو جعفر احمد بن علی اوسی جن کے شاگرد ابو القاسم بن محمد اور اُن کے تلمیذ ابو اسحٰق ابراہیم بن الحاج ان کے شاگرد ابو الیمن ابن عساکر مذکورین ہیں جن کے اقوال طیبہ اوپر مرقوم ہوئے۔

(۴۳) ح امام اسمٰعیل بن ابی اویس مدنی ممدوح کے دوسرے تلمیذ ابو اسحٰق ابراہیم بن الحسین۔

(۴۴) اُن کے شاگرد محمد بن احمد خزاری اصبہانی۔

(۴۵) اُن کے تلمیذ ابو عثمٰن سعید بن حسن تستری۔

(۴۶) اُن کے شاگرد ابوبکر محمد بن عدی بن علی منقری۔

(۴۷) اُن کے تلمیذ ابو طالب عبداللہ بن حسن بن احمد عنبری۔

(۴۸) اُن کے شاگرد ابو محمد عبدالعزیز بن احمد کنانی۔

(۴۹) اُن کے تلمیذ ابو محمد ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد الکفانی دمشقی۔

(۵۰) اُن کے شاگرد حافظ ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد اسکندرانی۔

(۵۱) اُن کے تلمیذ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن تجیبی۔

(۵۲) اُن کے شاگرد ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ سبتی ان کے تلمیذ ابواسحق ابراہیم بن الحاج سلمی ممدوح ان کے شاگرد ابن عساکر۔

(۵۳) ان کے تلمیذ بدر فارقی۔ یہ تین سلسلے مثل سلاسل حدیث تھے۔ ان کے علاوہ

(۵۴) امام ابوحفص عمر فاکہانی اسکندرانی۔

(۵۵) شیخ یوسف تتائی مالکی۔

(۵۶) فقیہ ابو عبداللہ بن سلامہ۔

(۵۷) فقیہ محدث ابو یعقوب۔

(۵۸) اُن کے شاگرد ابو عبداللہ محمد بن رشید فہری۔

(۵۹) حافظ شہیر ابوالربیع بن سالم کلاعی۔

(۶۰) اُن کے تلمیذ حافظ ابو عبداللہ بن الابار قضاعی۔

(۶۱) ابو عبداللہ محمد بن جابر دادی۔

(۶۲) خطیب ابو عبداللہ بن مرزوق تلمسانی۔

(۶۳) ابن عبدالملک مراکشی۔

(۶۴) شیخ ابوالخصال۔

(۶۵) ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحق انصاری معروف بابن القصاب۔

(۶۶) شیخ فتح اللہ حلبی بیلونی۔

(۶۷) قاضی شمس الدین ضیف اللہ ترابی رشیدی۔

(۶۸) شیخ عبدالمنعم سیوطی۔

(۶۹) محمد بن فرج سبتی۔

(۷۰) شیخ ابن حبیب النبی جن سے علامہ تلمسانی نے نقشہ مقدسہ کی عجیب برکت شفایا روایت کی۔

(۷۱) سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح۔

(۷۲) سید جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب۔

(۷۳) علامہ شہاب الدین خفاجی جنھوں نے فتح المتعال کی تعریف کی اور ھو مصنف حسن فرمایا یعنی وہ خوب کتاب ہے۔

(۷۴) فاضل کاتب چلپی صاحب کشف الظنون۔

(۷۵) فاضل علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب و موطا امام مالک۔

اب اور پانچ ائمہ کرام کے اسمائے طیبہ عالیہ پر اختتام کیجئے جن کی امامت کبرٰی پر اجماع اور اُن کی جلالت شان و عظمت مکان مشہور و معروف بلاد و بقاع:

(۷۶) امام اجل حافظ الحدیث زین الدین عراقی استاذ امام الشان ابن حجر عسقلانی صاحب الفیہ سیرت وغیرہا۔

(۷۷) اُن کے ابن کریم علامہ عظیم سیدی ابوزرعہ عراقی۔

(۷۸) امام اجل سراج الفقہ والحدیث والملۃ والدین بلقینی۔

(۷۹) امام جلیل محدث نبیل حافظ شمس الدین سخاوی۔

(۸۰) امام اجل واکرم علامہ عالم خاتم الحفاظ والمحدثین جلال الملۃ والشرع والدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رضی اللہ عنھم ونفعنا بھم یوم الدین آمین یارب العالمین۔

بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت، اور جب سے آج تک ہر قرن و طبقہ کے علما و صلحا میں معمول و رائج ہمیشہ اکابر دین اُن سے تبرک کرتے اور اُن کی تکریم و تعظیم رکھتے آئے ہیں تو اب انھیں بدعت شنیعہ اور شرک و حرام نہ کہے گا مگر جاہل بیباک یا گمراہ بددین مریض القلب ناپاک والعیاذ باللہ من مھاوی الھلاك (اللہ تعالٰی کی پناہ ہلاکت و بربادی کے ٹھکانوں سے۔ ت) آجکل کے کسی نوآموز قاصر ناقص فاتر کی بات ان اکابر ائمہ دین و اعاظم علمائے معتمدین کے ارشادات عالیہ کے حضور کسی ذی عقل و دیندار کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے، عاقل منصف کے لئے اسی قدر کافی ہے واللہ الھادی وولی الایادی بہ ثقتی وعلیہ اعتمادی (اللہ تعالٰی ہی راہ ہدایت دکھانے والا ہے اور جملہ احسانات و انعامات کا مالک و والی ہے پس اسی پر بھروسا و اعتماد ہے۔ ت) الحمدللہ کہ یہ مجمل جواب موضح صواب اواخر ذی الحجہ مبارک ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظ تاریخ شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ ونعالہ ۱۳۱۵ھ (حیرت زدہ (عاشق) کی شفا (صحت یابی) صورِ حبیب، ان کے مزار اور ان کے جوتوں کے دیدار میں ہے۔ ت) نام ہوا۔ الحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی

لہ ہمزہ بے مرکز ملحوظ العدد ست ۱۲

سیدنا و مولانا محمد و اٰلہٖ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم (سب خوبیاں خدا کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار (مربی) ہے، اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم پر اور اُن کی تمام آل پر اور ساتھیوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر ذات کا علم بہت کامل و اکمل اور نہایت درجہ پختہ ومحکم ہے۔ت)

اس تحریر کے چندماہ بعد آج کل کے بعض ہندی[عہ] صاحبوں نے اس کے مخالف تحریریں پیش کیں جن میں کسی امام معتمد یا عالم مستند سے اس کے خلاف پر اصلاً سند نہ دی گئی۔ ہم ابھی گزارش کرچکے ہیں کہ ارشادات ائمہ دین وعلماء معتمدین کے مقابل این وآن کے بے سند اقوال کیا قابل استدلال۔ قرون ثلثہ میں باوصف تحقق ضرورت اس کی طرف قولاً وفعلاً اصلاً توجہ نہ پائے جانے کا جواب بھی واضح ہوچکا کہ زمانہ تابعین وتبع تابعین سے متوارث ہے۔ اور ضرورت شرعیہ بمعنی افتراض و وجوب، نہ ہونا تو بدیہی یوہیں بایں معنی کہ کوئی امر مامور بہ فی الشرع عیناً اس پر موقوف ہو وانع المنع نہ سہی مسلم کہ مقتضی عین موجود مذکر حاصل موانع مقصود جس سے باوصف تحقق خطور بالبال وخصوص احتیاج بالقصد امتناع پر اطباق واجماع مفہوم ہو اور جہاں ایسا نہیں وہاں عدم وقوع ہرگز مفید کف قصدی نہیں کہ وہی مقدور ہے اور اس میں اتباع وقد حققنا ھذہ المباحث فی کتابنا المبارک ان شاء اللہ تعالٰی البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ (ان مباحث کی تحقیق ہم نے اپنی بابرکت کتاب میں کردی ہے کتاب کا نام ہے البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ (چمکدار تیز تلواریں دین سے نکلنے والے مشرقی خوارج پر)۔ت) اس قضیہ کو اگر یوہیں مرسل رکھیں تو صدہا مسائل شرعیہ خود صاحب تحریر مذکور کے تحریرات کثیرہ اس کی ناقض ومناقض موجود ہیں جن میں بعض ہمارے رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (عید مبارک کی خوشیاں نماز عید کے بعد دُعا کے جواز میں۔ت) بحوالہ جلد وصفحہ مذکور ہوئیں۔ رہا یہ کہ نقشہ کعبہ معظمہ و روضہ منورہ کو اُن کا عین یا تمام احکام میں مساوی سمجھنا کہ نقشہ کعبہ کے طواف سے حج ادا ہوجائے اور حج کے بعد نقشہ روضہ کے پاس حاضری زیارت مقدسہ کی حاضری سے مغنی ہوجائے یہ کسی جاہل کا بھی زعم نہیں، ایسے اوہام باطلہ البتہ مشرکین وروافض کو پیدا ہوتے ہیں۔ رسالہ اسلمی میں قطع نظر اس سے کہ وہ کیا اور کیسا رسالہ

[عہ] یعنی فتوٰی مولوی عبدالحی لکھنوی ۱۲

اور کہاں تک محل استناد میں پیش ہونے کی لیاقت رکھتا ہے اسی وہم پر اعتراض ہے وہ اس طریقہ انیقہ پر جو ائمہ کرام و علمائے اعلام میں معمول و مقبول رہا اصلاً وارد نہیں، و باللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی کے فضل ہی سے توفیق حاصل ہے، اور اللہ پاک اور برتر سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)

(رسالہ شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ ونعالہ ختم شد)

تصوّف وطریقت وبیعت وسجادہ نشینی وغیرہ

تصوّرِ شیخ، مراقبہ، پیری مریدی کے آداب نیز سچّے اور جھُوٹے پیر کا بیان

مسئلہ ۱۷۶ از شہر کہنہ ۱۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ستار بجاتا ہے، وصف اس میں یہ ہیں حافظِ قرآن ہے، خاندان چشتیہ میں بیعت ہے، بے دینوں سے نفرت رکھتا ہے، خداوند تعالٰی کے فضل وکرم سے اس کے مکان پر سب خورد وکلاں نمازی ہیں یعنی بالغ اور نابالغ کو خدا تعالٰی نے اپنے فضل وکرم سے یہ وصف دیا ہے اور حکمِ خدا ورسول سے اُس کو کسی وقت میں انکار نہیں اگرچہ اس کا ظاہر نقصان ہو، جب کوئی اس کو ستار بجانے سے منع کرتا ہے تو جواب منع کرنے والے کو یُوں دیتا ہے کہ بیشک میں خطاوار خدا تعالٰی کا بلکہ ازحد گنہگار ہُوں کہ فی زمانہ مسلمانوں میں کوئی خطاوار مُجھ سے بڑھ کر نہ ہوگا مگر ستار میں نے خدا تعالٰی کے ذکر یاد کرنے کے واسطے سیکھا ہے وُہ یاد کرنا یہ ہے کہ اکثر جانوروں کی بولیاں اس سے سمجھ میں آتی ہیں، جو شخص عاقل اور ذی فہم ہیں اُس وقت خُوب جان لیتے ہیں اس بات کو کہ ادنٰی درجہ کی اشیاء خدا کے ذکر میں مشغول ہوں اور ہم اشرف المخلوقات ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہوں پھر بہت سا افسوس کرکے خدا تعالٰی کے ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں اس کو علمِ معرفت کہتے ہیں اور درجے چار ہیں، شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت۔ علمائے دین سے ہر ایک کے معنی دریافت کرلو یعنی شریعت کے معنی لغت میں کیا ہیں اور اصطلاح میں کیا۔ اسی طرح پر طریقت، معرفت،

حقیقت کے معنی بتا کر حکم فرمائیں کہ اس طرح پر خدا تعالٰی سے محبت کا سلسلہ پیدا کرنا چاروں طریقوں میں منع ہے اِن شاء اللہ تعالٰی فوراً چھوڑ دوں گا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ، بددین۔ شریعت حضور اقدس سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے افعال، اور حقیقت حضور کے احوال، اور معرفت حضور کے علوم بے مثال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہ الٰی مالایزال (ان پر (یعنی آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر) اُن کی آل پر اور صحابہ کرام پر اللہ تعالٰی رحمت برسائے جب تک مولٰی تعالٰی فرمائے۔ ت)

رسالہ

نَقَاءُ السَّلَافَةِ فِیْ اَحْکَامِ الْبَیْعَۃِ وَالْخِلَافَہ

۱۳ھ۱۹

(بیعت و خلافت کے احکام میں خوبصورت نچوڑ)

مسئلہ ۱۷۷ ۲۵ رجادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

زید کہتا ہے کہ میں مسلمان اور مسلمان کے یہاں پیدا ہوا، روزِ پیدائش سے طریقہ اسلام پر اہلسنت و جماعت کا پیرو، غیر طریقے کی بے جابات جو خلافِ سنّت ہے حجت کو تیار، اور جو باتیں پیر بتاتا ہے وہ قرآن وحدیث سے بتاتا ہے وہ باتیں مجھ کو معلوم ہیں، پہلے سے عمل کرتا ہوں اور نہیں بھی، پھر روزِ قیامت کو گروہِ اعتیان حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اُٹھیں گے پھر کیا ضرورت ہے بیعت کرنے کی اور سلسلے میں آنے کی؟ ایک فقرہ جواب اس خیال جاہلانہ کا لکھ دیجئے تاکہ وسوسہ شیطانی دل سے دُور ہوجائے آئندہ توبہ و استغفار کریں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائلِ شریعت ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین انکی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماءِ کرام اقوالِ ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشاداتِ ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز

رہتے اور اب اگر اہلِ علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز ہرگز کتابوں سے احکام نکال لینے پر قادر نہیں ہزار جگہ غلطی کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے، اس لئے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے اہلِ علم و دین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیف علمائے ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن و حدیث کا، جس شخص نے اس سلسلے کو توڑا وہ اندھا ہے، جس نے دامنِ ہادی ہاتھ سے چھوڑا عنقریب کسی عمیق (گہرے) کنویں میں گرا چاہتا ہے۔

امامِ اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

لو قدان اھل دور تعدوا من فوقھم الی الدور الذی قبلہ لا انقطعت وصلتھم بالشارع ولم یھتدوا لایضاح مشکل ولا تفصیل مجمل و تامل یا اخی لولا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل بشریعتہ ما اجمل فی القراٰن لبقی علی اجمالہ کما ان الائمۃ المجتھدین لولم یفصلوا ما اجمل فی السنۃ لبقیت السنۃ علی اجمالھا وھکذا الی عصرنا ھذا الخ۔

اگر بالفرض اہلِ زمانہ تجاوز کرجائیں اپنے اوپر والوں سے طرف اس زمانہ کے کہ وہ ان سے پہلے ہو تو ان کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنا منقطع ہوجائے گا، اور وہ مشکل کو واضح کرنے اور مجمل کی تفصیل کی راہ نہ پائیں، غور کرا ے بھائی! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرآن کے اجمال کی اپنی شریعت سے تفصیل نہ فرماتے تو قرآن اپنے اجمال پر باقی رہتا جیسا کہ تحقیق اگر ائمہ مجتہدین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت کے اجمال کی تفصیل نہ کرتے تو سنّت اپنے اجمال پر باقی رہتی اور ایسے ہی ہمارے اس زمانہ تک الخ۔ (ت)

اسی میں ہے:

کما ان الشارع بین لنا بسنتہ ما اجمل فی القراٰن وکذلك الائمۃ المجتھدین بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعۃ ولولا بیانھم لنا ذلك لبقیت الشریعۃ علی اجمالھا

جیسا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سنّت کے ساتھ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل کی ہے، اور ایسے ائمہ مجتہدین نے ہمارے لئے احادیثِ شریعت کے اجمال کا بیان فرمایا ہے، اور بالفرض ان کا بیان نہ ہوتا تو شریعت اپنے اجمال پر باقی

ل المیزان الکبرٰی فصل وممایدلك علی صحۃ ارتباط جمیع اقوال علماء الشریعۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷

وھکذا القول فی اھل کل دور بالنسبۃ للدور الذین قبلھم الٰی یوم القیمۃ فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام علماء الامۃ الٰی یوم القیمۃ ولولا ذٰلک ماشرحت الکتب ولاعمل علی الشروح حواش کما مر۔[1]

رہتی، اور یہی بات ہر اہل دور کی بنسبت اپنے پہلے دَور والوں کی ہے قیامت تک، اس لئے کہ اجمال علماء امت کے کلام میں قیامت تک جاری رہتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کتابوں کی شرحیں اور شرحوں پر حواشی نہ لکھے جاتے، جیسا کہ گزرچکا۔ (ت)

غیر مقلدین اسی سلسلے کو توڑ کر گمراہ ہوئے اور نہ جانا کہ ؎

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند   روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

(دنیا کے تمام شیر اس سلسلہ میں بندھے ہوئے ہیں، لومڑی اپنے حیلہ سے اس سلسلہ کو کیسے کمزور بنا سکتی ہے۔ ت)

جب احکامِ شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کہ دقائقِ سلوک اور حقائقِ معرفت بے مرشدِ کامل خود بخود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے، یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے، بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثرٰی تک پہنچا دیا، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبرِ کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں: آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم زاہد کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔ میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا:

فعلم من جمیع ماقررناہ وجوب اتخاذ الشیخ لکل عالم طلب الوصول الٰی شھود عین الشریعۃ الکبرٰی ولواجمع جمیع اقرانہ علی علمہ وعملہ وزھدہ وورعہ ولقبوہ بالقطبیۃ الکبرٰی فان لطریق القوم شروطا لایعرفھا الاالمحققون منھم دون

پس معلوم ہوا اس تمام سے جو کہ ہم نے ثابت کیا ہے شیخ کے پکڑنے کا وجوب ہر عالم کے لئے جو طلب کرے عین شریعت الکبرٰی کے مشاہدہ تک پہنچنے کو اگرچہ اس کے تمام ہم عصر اس کے علم وعمل اور زہد وورع پر جمع ہوجائیں، اور اس کو قطبیتِ کبرٰی کا لقب دیں اس لئے کہ اس قوم (یعنی صوفیہ) کے طریق کی کچھ شرطیں ہیں جن کو کہ سوائے ان کے محققین کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶

الدخیل فیھم بالدعاوی والاوھام وربما کان من لقبوہ بالقطبیۃ لایصلح ان یکون مریدا القطب[1] الخ۔

کوئی نہیں پہچان سکتا، نہ کروہ لوگ جو صرف اپنے دعاوی اور اوہام کے ساتھ ان میں داخل ہوتے ہیں، اور بسا اوقات جن کو انھوں نے قطب ہونے کا لقب دیا ہے وہ اس لائق نہیں ہے کہ کسی حقیقی قطب کا مرید ہو۔ (ت)

یہ اس کے لئے ہے جو اس راہ کا چلنا چاہے، اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر سلوک نہ بھی چاہیں تو انھیں توسّل کے لئے شیخ کی حاجت ہے، یوں اللہ عزوجل اپنے بندوں کو بس تھا، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

الیس اللہ بکاف عبدہ[2]

کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

مگر قرآن عظیم نے حکم فرمایا،

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[3]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بسلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یونہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی وسلم صاحبِ شفاعت ہیں اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہونگے اور اُن کے حضور علماء و اولیاء اپنے متوسلوں کی شفاعت کریں گے۔ مشائخ کرام دنیا و دین و نزع و قبر و حشر سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد فرماتے ہیں۔ میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکرونکیرلہ وعند

تحقیق ہم نے ذکر کیا ہے کتاب الاجوبہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیہ میں کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کے نزع کی حالت میں روح کے نکلنے اور منکر نکیر کے سوالات

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل ان القائل کیف الوصول الخ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲
[2] القرآن الکریم ۳۹/۳۶
[3] " " ۵/۳۵

النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف الخ۔[1]

نشر و حشر اور حساب اور میزان عدل پر اعمال تُلنے اور پل صراط گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمام مواقف میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے الخ۔ (ت)

اس محتاج بے دست و پا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استکثروا من الاخوان فان لکل مؤمن شفاعۃ یوم القیٰمۃ۔ رواہ ابن النجار[2] فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ و علاقہ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔ (اس کو ابن النجار نے اپنی تاریخ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علمائے کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں یہاں تک کہ رتن ہندی وغیرہ کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

انتقیت عن المحدث للرحال جمال الدین محمد بن احمد بن امین الاقشھری نزیل المدینۃ النبویۃ فی فوائد رحلتہ اخبرنا ابوالفضل وابوالقاسم بن ابی عبداللہ بن علی بن ابراھیم بن عتیق اللواتی المعروف بابن الخباز المھدوی (فذکر بسندہ حدیثا عن خواجہ رتن) قال و ذکر خواجہ رتن بن عبداللہ انہ شھد

کوچ کرنے والے محدث جمال الدین محمد بن احمد بن امین اقشھری مدینہ منورہ میں رہائش پذیر سے خبر دیا گیا ہمیں اپنی فوائد رحلت میں بیان کیا ہم سے ابوالفضل اور ابوالقاسم بن ابوعبداللہ بن ابراہیم بن عتیق اللواتی المعروف بہ ابن خباز مہدوی کہ انھوں نے اپنی سند سے حدیث ذکر کی حضرت خواجہ رتن سے فرمایا اور ذکر کیا خواجہ رتن بن عبداللہ نے کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۵۳

[2] کنز العمال بحوالہ ابن نجار عن انس حدیث ۲۴۶۴۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۴

30
30

مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الخندق وسمع منه هذا الحدیث ورجع الی بلاد الهند ومات بها وعاش سبع مائة سنة ومات لسنة ست وتسعین وخمسمائة وقال الاقشهری وهذا السند یتبرك به وان لم یوثق بصحته۔[1]

کی معیت میں غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس حدیث کو سنا اور ہندوستان کے شہروں میں واپس آئے اور وہاں فوت ہوئے اور سات سو سال زندہ رہے اور ۵۹۶ھ میں وفات پائی، اور اقشہری نے فرمایا اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے اگرچہ اس کی صحت کا وثوق (اعتماد) نہیں ہے۔(ت)

توسلاسل واسانید اولیائے کرام کا کیا کہنا خصوصًا سلسلہ عالیہ علیہ حضور پرنور سیّدنا غوثِ اعظم قطبِ عالم صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وآبائہ الکرام وعلیہ وسلم جو ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔"[2]

اور فرماتے ہیں:

"اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔"[3]

اسی لئے حضور کو پیر دستگیر (ہاتھ پکڑنے والے) کہتے ہیں ___ اور فرماتے ہیں:

"اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔"[4]

اور فرماتے ہیں:

"مجھے ایک دفتر دیا گیا حدِ نگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک، اور مجھ سے فرمایا گیا وھبتھم لك[5] یہ سب ہم نے تمہیں دے ڈالے۔"

رواھا عنه الائمة الثقات، رضی الله تعالٰی — اس ارشاد کو معتمد ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ انس بن عبداللہ ۲۷۵۹ دارصادر بیروت ۱/۵۲۷

[2] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰۰

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۰۲

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۹۹

[5] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۰۰

عنہم، وعنا بہم، آمین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ آپ سے روایت کیا ہے، آمین! واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حضور پُر نور مولٰنا حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب مارہری دامت برکاتہم ۱۲۹۸ھ

یہ سوال چند امور متعلقہ خلافت وسجادہ نشینی حضرات اولیائے کرام سے استفسار تھا جس کے مقاصد تقریر جواب سے واضح ہیں۔

الجواب

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ المصطفٰے وآلہ الکرام السادات الشرفا وصحابۃ العظام والاولیاء العرفاء وعلینا معہم دائما ابدا۔

اما بعد خلافتِ حضرات اولیائے کرام نفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والاٰخرۃ (نفع دے ہم کو اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے دُنیا اور آخرت میں) دو طرح ہے: عامّہ اور خاصّہ۔

عامّہ یہ کہ مرشد مربّی (تربیت دینے والا) اپنے مریدین اقارب اور اجانب سے جس جس کو صالح ارشاد ولائق تربیت سمجھے اپنا خلیفہ ونائب کرے اور اسے اخذ بیعت وتلقین اذکار واشغال واوراد واعمال وتربیت طالبین وہدایت مسترشدین کے لئے مثال خلافت کرامت فرمائے، یہ معنے صرف منصب دینی ہے اور اس میں تعدد خلفاء بحد وانتہا جائز و واقع حضور سید العالمین مرشد الکل محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام بایں معنی حضور کے خلفاء تھے اور اسی خلافت کو وراثت انبیاء سے تعبیر کیا گیا ہے اور بایں معنی علمائے دین ومشائخ کاملین اہل شریعت و طریقت تابقیام قیامت سب حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کے نواب خلفاء ہیں، اور یہ خلافت حیات مستخلف (جس کا خلیفہ ہو) سے مجتمع ہوتی ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے)

اور خاصّہ یہ کہ اس مرشد مربّی کے بعد وصال یہ شخص اس کی مسند خاص پر جس پر اس کی زندگی میں سوا اس کے دوسرا نہ بیٹھ سکتا جلوس کرے اور تمام نظم ونسق ورتق وفتق وجمع وتقسیم وعزل ونصب خدام وتقدیم وتاخیر مصالح وتولیت اوقاف درگاہی وقوامت مصارف خانقاہی میں اس کی جگہ قائم ہو، یہ معنی بھی ہر چند باطن ان کا دین ہے مگر روئے بظاہر لبسوئے دنیا رکھتے ہیں۔

کما قال سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جیسے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

فی خلافۃ سیدنا الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا۔[1]

حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تو بس ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے کیوں پسند نہ کریں (ت)

یہ خلافت خلافت و امامتِ کبرٰی سے بہت مشابہ ولہذا حیاتِ مستخلف سے مجتمع نہیں ہوتی اسی کو سجادہ نشینی کہتے ہیں یہاں مرجح اول تصریحِ مستخلف ہے کہ جس شخص کو وہ ولیعہد کرے یا اس کے لئے قریب وصال وصیت کر جائے بشرطیکہ وہ وصیت شرعًا معتبر اور وصی مذکور اہل و لائق اور متعلق درگاہ کچھ اوقاف ہوں تو ان کی تولیت کی بھی صلاحیت رکھتا ہو وہی سجادہ نشین قرار پائے گا اور باوجود اس کے نص مقبول و معتبر شرعی کے کام کو ناتمام جان کر بحث ارباب شورٰی و اہل حل وعقد کے سامنے پیش نہ کریں گے کما فی الامامۃ الکبرٰی والخلافۃ العظمٰی (جیسا کہ امامتِ کبرٰی اور بڑی خلافت میں ہے) اور مجرد تقریر و عدم انکار نص صریح کے مقابل خصوصًا جبکہ نص متاخر ہو ہرگز رنگ قبول نہیں پا سکتی مثلاً اگر کوئی شخص اس مرشد مربّی کے حضور کہے کہ بعد حضور زید سجادہ نشین ہے یا کسی شخص کی تحریر اس مضمون پر مشتمل اس مرشد مربّی کے سامنے پڑھی جائے اور وہ اس قول یا تحریر کو سن کر سکوت فرمائے بعدہ وصیت سجادہ نشینی بنام عمرو یا باشتراک زید و عمرو کرے تو یہ وصیت ہی معتبر ہوگی اور وہ سکوت پایہ اعتبار سے ساقط رہا۔

والدلیل علی ذٰلك قاعدتان من الفقہ الاولٰی لاینسب الی ساکت قول والاخری ان الصریح یفوق الدلالۃ۔[2]

اور دلیل اس پر دو قانون فقہ کے ہیں پہلا خاموش کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا، دوسرا تحقیق صریح دلالت پر راجح ہوتا ہے (ت)

اور اگر نص صریح دو پائے جائیں ایک میں تصریح وصیت زید کے لئے ہو، اور دوسرے میں عمرو خواہ دونوں کے لئے، اور ان میں ایک کی تاریخ دوسرے سے متاخر ہو، تاہم دونوں نص معمول بہ (عمل کیا جائے گا) رہیں گے، اور زید و عمرو دونوں وصی قرار پائیں گے، ہاں اگر نص متاخر میں نص اول سے

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر بیعۃ ابی بکر دار صادر بیروت ۳/ ۱۸۳

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۴

[3] ردالمحتار کتاب النکاح باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۷

رجوع اور وصی پیشین کو معزول کیا ہے تو بیشک متاخر متقدم کا ناسخ ہو جائے گا۔

وھذا کما فی رد المحتار عن ادب الاوصیاء عن التتارخانیۃ اوصی الی رجل ومکث زمانا فاوصی الی اٰخر فھما وصیان فی کل وصایاہ سواء تذکر ایصاءہ الی الاول او نسی لان الوصی عندنا لاینعزل مالم یعزل الموصی حتی لوکان بین وصیتہ مدۃ سنۃ او اکثر لاینعزل الاول عن الوصایۃ[1]۔

اور یہ جیسا کہ ردالمحتار میں ادب الاوصیاء سے وہ تاتارخانیہ سے کسی نے کسی مرد کو اپنا وصی (نائب) بنایا اور کچھ زمانہ ٹھہرا تو دوسرے مرد کو وصی (نائب) بنادیا تو وہ دونوں اس کے تمام وصایا میں نائب ہوں گے۔ برابر ہے کہ پہلے شخص کو نائب بنانا ایسے یاد ہو یا بھول گیا ہو کیونکہ وصی (نائب) ہمارے مذہب میں جب تک وصیت کرنے والا معزول نہ کرے معزول نہیں ہوتا حتی کہ دونوں وصیتوں کے درمیان مدت ایک برس یا زیادہ ہو پھر بھی پہلا وصی (نائب) ہونے سے معزول نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر اس کا نص نہیں تو اس درگاہ وخانقاہ میں جو دستور قدیم چلا آیا ہے اس پر کاربندی ہوگی یا اہل حل وعقد جس پر اتفاق کریں مگر ان دونوں صورتوں میں یہ ضرور ہے کہ شخص مذکور اُس مرشد مرتی سے خلافت عامہ بطور مقبول رکھتا ہو ورنہ بسبب تعامل یا ہمارے بلاد میں بوجہ عدم قضاۃ اتفاق ناس سے تولیت اوقاف اگرچہ صحیح ہوجائے مگر سجادہ نشینی ہرگز درست نہ ہوگی کہ وہ خلافت خاصہ ہے اور کوئی خاص بے عام کے متحقق نہیں ہوسکتا اور خلافت عامہ بے اجازت صحیحہ زنہار حاصل نہیں ہوتی، حضرت اسد العارفین سیدنا ومولانا حضرت سید شاہ حمزہ علینی مارہری قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی اپنی بیاض شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

معلوم باد کہ خلافت مشائخ کہ دریں ولایت مروج ست برہفت نوع ست، بعضے ازاں مقبول بعضے ازاں مجہول، اول اصالۃً، دوم اجازۃً، سوم اجماعاً، چہارم وراثۃً، پنجم حکماً، ششم تکلیفاً، ہفتم اویسیاً، اما اصالۃً آنکہ بزرگے بامر الٰہی شخصے را خلیفہ

معلوم ہو کہ مشائخ کی خلافت کہ اس ولایت ہندوپاک میں مروج ہے سات قسموں پر ہے، بعض مقبول ہیں اور بعض مجہول، پہلی قسم اصالۃً ہے اور دوسری اجازۃً، تیسری اجماعاً، چوتھی وراثۃً، پانچویں حکماً، چھٹی تکلیفاً، ساتویں اویسیاً، اصالۃً یہ کہ کوئی بزرگ اللہ تعالٰی کے حکم سے کسی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۴۱۰

خود گیرد و جانشین خود گرداند۔

اقول و ذلك کما فی الحدیث عنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما قدمت ابابکر و عمر ولکن اللہ قدمہما[1] و عنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سألت اللہ ثلثا ان یقدمك یا علی فابی علی الا تقدیم ابی بکر[2] و قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یابی اللہ والمؤمنون الا ابی بکر[3] الی غیر ذلك من الاحادیث رجعنا الی کلام سیدنا حمزہ قدس سرہ العزیز

و اجازۃً آنکہ شیخے مریدے را خواہ وارث خواہ بیگانہ قابل کار دیدہ برضا و رغبت خود خلیفہ کرد۔

(**اقول** کاستخلاف امیر المؤمنین حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

و اجماعاً آنکہ شیخے ازیں عالم نقل کرد کسے را خلیفہ نگرفت قوم و قبیلہ وارثے یا مریدے را بخلافت

شخص کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنالے۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میں نے اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ سوال کیا کہ وہ آپ کو مقدم کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دوسرے کو مقدم کرنے سے انکار فرمایا، اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کو امام بنائے جانے پر اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کریں گے، ان کے علاوہ دیگر احادیث مبارک میں بھی یونہی آیا ہے، ہم سیدنا حمزہ قدس سرہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اجازۃً یہ کہ کوئی شیخ کسی مرید کو خواہ وہ وارث ہو یا بیگانہ، کام کے لائق دیکھ کر اپنی رضا و رغبت سے اپنا خلیفہ کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں) جس طرح

---

[1] کنز العمال ابن النجار عن انس حدیث ۳۲۷۰۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۷۲

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۶۳۷ و ۳۲۶۳۸ و ۳۵۶۸۰ " " " ۱۱/ ۵۵۸-۵۹ و ۱۲/ ۵۱۵

[3] الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر الصلوٰۃ التی امر بہا رسول اللہ ابابکر عند وفاتہ دار صادر بیروت ۳/ ۱۸۰

وے تجویز نمایند۔

(**اقول** کا ستخلاف اھل الحل والعقد امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ بعد شہادۃ امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ) امّا ایں خلافت نزدیک مشائخ روا نیست و ایں نوع خلافت را خلافت اختراعی گویند۔

اقول یعنی لانعدام الخلافۃ العامۃ المشروطۃ لصحۃ الخلافۃ الخاصۃ فی باب الطریقۃ اما علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فقد کان من اجل خلفاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) و وراثۃ آنکہ مشایخے ازیں جہاں واگزاشت وخلیفہ را بجائے خود نگزاشت وارثے کہ شایاں ایں امر بود بر جادہ او نشست وخود را خلیفہ گرفت۔

اقول کخلافۃ الامیر معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد ابن عمّہ امیرالمؤمنین الغنی قبل تفویض الامام المجتبٰی ایاہ وھذا ان ثبت انہ کان یدعی قبلہ انہ خلیفۃ والا فقد صح انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان ینکردعوی الخلافۃ، و

امیرالمومنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت امیرالمومنین حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خلیفہ بنایا، اور اجماعًا یہ کہ شیخ اس عالم سے انتقال کر جائے اور کسی کو خلیفہ نہ بنائے قوم اور قبیلہ شیخ کے وارث، یا کسی مرید کو شیخ کا خلیفہ یعنی جانشین تجویز کرلیں۔

اقول (میں کہتا ہوں جس طرح اہل حل وعقد یعنی اصحاب الرائے نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنایا) لیکن یہ خلافت مشائخ کے نزدیک روا نہیں ہے، اور اس قسم کی خلافت کو اختراعی خلافت کہتے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں) یعنی بوجہ معدوم ہونے اس خلافت عامہ کے جو کہ خلافت خاصہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جلیل القدر خلفاء سے تھے) اور وراثۃ یہ کہ کوئی شیخ اس جہان سے انتقال کر جائے اور اپنی جگہ خلیفہ نہ چھوڑے کوئی اس بزرگ کا وارث جو کہ اس امر خلافت کا اہل ہو وہ اس کی جگہ بیٹھ جائے اور اپنے آپ کو خلیفہ بنائے۔

اقول (میں کہتا ہوں) جیسے کہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت ان کے چچا کے بیٹے امیرالمومنین عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام مجتبٰی حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سپرد کرنے سے پہلے، اور یہ تب ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ وہ خلافت کا دعوٰی اس سے قبل کرتے، اور

يقول انى لاعلم انه يعنى علی كرم الله تعالیٰ وجهه افضل منّى واحق بالامر ولكن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوما وانا ابن عمه ووليه اطلب بدمه، رواه يحيیٰ بن سليمٰن الجعفى شيخ البخارى فى كتاب الصفين[1] بسند جيد عن ابى مسلم الخولانى واما بعد تفويض الامام المجتبیٰ اياه فلا شك انه امام حق وامير صدق كما بينه العلامة ابن حجر فى الصواعق[2] ايں نوع را مشائخ منظور نداشته اند واحيانًا آں شيخ او را در باطن امر فرمايد روا بود كه نزد صوفيه حكم ارواح جائز است

(اقول وح يرجع الى الاولسية كما ان سيدى ابا الحسن الخرقانى خليفة سيدى ابى يزيد البسطامى قدس الله تعالیٰ اسرارهما ولكن لايسلم هذا لكل مدع مالم نعلم ثقته وعدالته اويشهد له اهل الباطن) الیٰ اٰخر ما افاده واجاد قدس الله تعالیٰ

تحقیق یہ صحیح ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعویٰ خلافت کا انکار فرماتے تھے اور فرماتے بیشک میں جانتا ہوں کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں لیکن کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تحقیق عثمان رضی اللہ عنہ ظلمًا قتل کئے گئے ہیں اور میں ان کے چچا کا بیٹا ان کا بھائی اور ان کا ولی ہوں میں ان کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں۔ اس کو یحییٰ بن سلیمان الجعفی شیخ البخاری نے کتاب الصفین میں سند جید کے ساتھ ابو مسلم الخولانی سے روایت کیا، لیکن امام مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب امر خلافت ان کو تفویض یعنی سپرد کر دیا تو بیشک وہ امام حق اور امیر صادق تھے جیسا کہ اس کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں بیان فرمایا ہے۔ اس قسم کو مشائخ نے منظور نہیں رکھا اور احیانًا کسی وقت وہ شیخ اس کو باطن میں حکم فرمائیں تو جائز ہے اس لئے کہ صوفیہ کے نزدیک ارواح کا حکم جائز ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس وقت حضرات اولیسیہ کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ حضرت سیدی ابو الحسن الخرقانی حضرت سیدی ابو یزید البسطامی قدس سرہما کے خلیفہ تھے لیکن یہ امر ہر مدعی سے تسلیم نہیں کیا جائیگا

---

[1] کتاب الصفین لیحیٰی بن سلیمان الجعفی

[2] الصواعق المحرقۃ الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ الخ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۱۸

سرہ العزیز۔ تاوقتیکہ ہم کو اس کی عدالت اور ثقہ ہونے کا علم نہ ہو یا اہل باطن حضرات اس کے متعلق شہادت نہ دیں، یہاں سے آخر تک جو کہ حضرت مارہری قدس سرہ العزیز نے افادہ فرمایا اور اچھی باتیں فرمائیں۔ (ت)

ہاں بعد سحت خلافت عامہ تعامل (یعنی خلیفہ جیسا معاملہ کرنا) اور اجماع معتبر اور کافی ہے،

لان المعھود عرفا کالمشروط لفظا[1] وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[2]۔ اس لئے کہ جو شے عرف میں معروف (مقرر) ہو وہ گویا لفظاً مشروط ہے (لفظوں میں شرط قرار دی گئی ہے) جو چیز کہ مسلمان اس کو اچھی دیکھیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی اچھی ہے (ت)

ایسی جگہ عرف غالب یہی ہے کہ اکبر اولاد کو استحقاق ہوتا ہے اور اس کے ہوتے دوسرا نہیں ہوسکتا، مگر جبکہ وہ اہلیت سے عاری ہو یا مستخلف (شیخ) صرف دوسرے کے نام یا دوسرے کو اس کا شریک وسہیم بناکر) وصیت معتبرہ کرجائے تو البتہ اس پر عمل سے چارہ نہیں اور جس طرح مستخلف کا کسی مصلحت شرعیہ کی بنا پر قرابت دار قریبہ کو بالکلیہ محروم کردینا روا ہے یونہی دوسرے کو بربنائے مصلحت اس کا شریک وسہیم کرنا اور وجوہ مصلحت سے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب اس منصب شریف کا ایک رُخ جانب دُنیا اور دوسرا جانب دین ٹھہرا تو تنہا ایک امر میں رشد کافی رکھتا ہے اُس سے تمام انتظامات کا تکفل غیر مظنون (کفیل بننا غیر یقینی) لہذا اگر مستخلف (شیخ) عارف بالصالح (مصلحتوں کا عارف ہو) اپنے اقارب سے ایک کارشد اِدھر اور دوسرے کا اُدھر، زائد دیکھے تو کون مانع ہے کہ وہ عارف صاحب بصیرت وعالم بعواقب الامور[علہ] ارشد فی الدین کو خلیفہ وبنظر جہت اخرٰی ارشد فی الدنیا کو اس کا شریک وبازو کردے تاکہ باتفاق آراء ایک ہیئت اجتماعیہ حاصل ہوکر اس منصب عظیم کے تمام اعباء کا تحمل بروجہ احسن ظہور میں آئے اور امامت کبرٰی میں جو تعدد ناجائز ہوا اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں اثنینیت[عہ۲] مظنہ فتن عظیمہ ومعارک ہائلہ ہے کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) مثل مشہور

علہ معاملات کے نتائج کا جاننے والا، دین میں سب سے زیادہ ہدایت والا، سیدھے راستے چلنے والا اور دوسری جہت کے لحاظ سے دنیوی معاملات میں سب سے بہتر جاننے والا ہو۔

عہ۲ دو کا ہونا بہت بڑے فتنوں کے پیدا ہونے اور تباہ کرنے والے معرکوں کی جائے گاہ ہے ۱۲

---

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۸

دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد (دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سماتے) اور یہ خلافت ہرچند امامت کبرٰی سے بغایت مشابہ ولہذا وہ کثرت وتعدد جو خلافت اولیٰ میں واقع یہاں متصور نہیں لیکن تمام احکام میں اس سے اتحاد نہیں رکھتی اسی لئے قرشیت مشروط نہ ہوئی اور جس مصلحت پر تمثیلاً فقیر نے تقریر کی مثلاً اگر اثنینیت واقع ہو کوئی دلیل اس کے بطلان پر ظاہر نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو دعوٰی کرے اس پر بیان لازم۔ ت) اور صرف تولیت اوقاف میں تو اپنے محل پر تعدد نظائر بدیہی الجواز (اس کی متعدد نظیریں واضح جواز کی دلیل ہے) ہاں اس میں شک نہیں کہ رسم سجادہ نشینی میں عام متوارث وحدت ہے (جو عام جاری رسم چلی آرہی ہے وہ وحدت ہے) اور بلا وجہ وجیہ (معقول وجہ کے بغیر) اس کی مخالفت نہ چاہیے مگر کلام اس میں ہے کہ جب مرشد مرتی کہ اعرف بالمصالح واعلم بالشان ہے دو کو جانشین فرماچکا تو اس کے رُد کی طرف کوئی سبیل نہیں، ہاں صورتِ مذکورہ میں یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ارشد فی الدین اصل جانشین اور دوسرا ناظر ومشرف (دیکھ بھال کرنے والا) ہے،

کما اشرنا الیہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد والاٰل والاصحاب والخلفاء والنواب والاتباع والاحباب اٰمین!

جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا، اور اللہ بے عیب اور برتر صواب کو بہتر جاننے والا ہے اور اس کے پاس ہے اصل لکھا ہوا، اور درود بھیجے اللہ تعالٰی ہمارے سردار محمد اور آل اور اصحاب اور خلفاء اور نائبین اور تابعین اور دوستوں پر۔ آمین! (ت)

مسئلہ ۱۷۹: مع رسالہ "زیب غرفہ" بغرض تصدیق دربارہ منع تعدد بیعت، مرسلہ جناب مولوی محمد عبدالسمیع صاحب مرحوم ومغفور مصنف رسالہ "انوار ساطعہ" از میرٹھ ۲۳ شوال ۱۳۰۹ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الواحد الاحد المنزہ من کل شرك وعدد والصلٰوۃ والسلام علی النبی الاوحد واٰلہ وصحبہ وتابعیھم فی الرشد من الازل الی ابد الاٰبد۔

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو کہ واحد احد ہے ہر شرک اور متعدد ہونے سے پاک ہے ورحمت کاملہ اور سلامتی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو یکتا ہیں مخلوق میں اور ان کی آل اور اصحاب اور ہدایت میں ان کی اتباع کرنے والوں پر ہو ازل سے لے ابد تک۔ (ت)

فی الواقع بے ضرورت صحیحہ صادقہ ملجئہ (مجبور کرنے والا) باوجود پیر غیر کے ہاتھ پر بیعت ارادت سے احتراز تام لازم سمجھے وھو المختار وفیہ الخیر وفی غیرہ ضیر ایما ضیر (یہی مختار ہے اس میں بہتری اسکے غیر میں نقصان ہے کامل نقصان۔ ت) پریشان نظری وآوارہ گردی باعث محرومی ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

یا ھذا قرآن عظیم صاف صاف فرما رہا ہے کہ ورجلا سلما لرجل[1] (ایک غلام صرف ایک مولا کا۔ ت) ہی ہونا بھلا ہے۔

هل یستویٰن مثلا الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون[2]

کیا اُن دونوں کا حال ایک سا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔ (ت)

یا ھذا پیر صادق قبلہ توجہ ہے اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف با آنکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[3] (تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ یعنی خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں۔ پھر طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[4]

تم جہاں کہیں ہو بس اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ (ت)

یہ محل محل تحری ہے اور صاحب تحری کا قبلہ قبلہ تحری۔

یا ھذا ارباب وفا آقایان دُنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کو رنمکی جانتے ہیں ع

سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

(سر اس جگہ ہے سجدہ اس جگہ بندگی اس جگہ قرار و اطمینان اس جگہ ہے۔ ت)

پھر احسانات دُنیا کو احسانات حضرت شیخ سے کیا نسبت عجب اُس سے کہ محبت و اخلاص پیر کا دعوٰی کرے اور اس کے ہوتے این و آن کا دم بھرے ؎

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۹
[2] ؍؍ ۳۹/ ۲۹
[3] ؍؍ ۲/ ۱۱۵
[4] ؍؍ ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

چو دل با دلبری آرام گیرد | ز وصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل | نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل

(جب دل ساتھ ایک محبوب کے آرام پکڑے دوسرے کے ملنے سے کب مقصود پکڑے گا، بلبل کے سامنے نیازبُو کے سو دستے رکھے تو لیکن پھول کی نکہت یعنی خوشبو کے سوا اس کا دل نہیں چاہے گا۔ ت)

یا ھذا فیضِ پیر مَن و سلوٰی ہے اور لن نصبر علٰی طعامٍ واحد[1] (ہم ہرگز ایک طعام پر صبر نہیں کرسکتے۔ت) کہنے کا نتیجہ بُرا،

فلا تکن اسرائیلیا وکن محمدیا یأتلک رزقک بکرۃ وعشیا۔

پس تُو اسرائیلی نہ ہو تُو محمدی بن، تیرے پاس رزق صبح وشام آئے گا۔ (ت)

یا ھذا باپ پدرِ گِل ہے اور پیر پدرِ دل، مولٰی مُعتِق مشتِ خاک ہے اور پیر مُعتقِ جان پاک، اہلِ ہوس کے زجر کو یہی حدیث بس ہے کہ "جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ بتائے یا اپنے مولٰی کے ہوتے غیر کو مولٰی بنائے اس پر خدا و ملائکہ و ناس سب کی لعنت، اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔"

الائمۃ الخمسۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادعی الی غیر ابیہ او انتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا۔[2]

پانچوں اماموں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا: جو شخص اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف ادعا کرے یعنی کسی دوسرے کو باپ بنائے یا اپنے مولٰی کے سوا دوسرے کو اپنا مولٰی بنائے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول اور نہ نفل۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ماجاء فی من تولی غیر موالیہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۴
مسند احمد بن حنبل عن علی المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۱

جو لوگ متلاعبانہ ان حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں کیا خوف نہیں کرتے کہ مبادا بحکم قیاس جلی اس حدیث صحیح کی وعید شدید سے حصّہ پائیں۔

یا ھٰذا سعادت مندان ازلی نے خود باوصف حکم پیر ترک پیر روا نہ رکھا، اور پھر ترک بھی کیسا کہ چشمہ کے پاس سے بحرِ زخّار کی بندگی میں آنا باایں ہمہ آستانِ پیر چھوڑنا گوارا نہ کیا اور اُن کا یہ ادب محبوبانِ خدا نے پسند فرمایا حضور پُرنور سیّد الاولیاء الکرام امام العرفاء العظام حضرت سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیّدی علی بن ہیتی قدس سرہ الملکوتی کے یہاں رونق افروز ہوئے حضرت علی بن ہیتی نے اپنے مرید خاص ولی بااختصاص سیّدی ابوالحسن علی جوسقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو حکم دیا کہ خدمت حضرت غوثیت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ملازمت اختیار کریں اور یہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں حضور پر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلاموں سے ہوں، سیّدی ابوالحسن قدس سرہٗ پیر سے یہ کچھ سُن کر اس پر رونے لگے اور آستانہ پیر چھوڑنا کسی طرح نہ چاہا، حضور غوث الاولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں روتا دیکھ کر فرمایا:

مایحب الا الثدی الذی رضع منہ۔ جس پستان سے دودھ پیا ہے اُس کے غیر کو نہیں چاہتا۔

اور انھیں حکم فرمایا کہ اپنے پیر کی ملازمت میں رہیں۔

اخرج سیدی الامام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی قدس سرہ فی کتابہ بھجۃ الاسرار ومعدن الانوار بسند صحیح عن سیدی ابی حفص عمر البزار قدس اللہ تعالٰی سرہٗ۔

سیّدی امام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب بہجۃ الاسرار و معدن الانوار میں اس کو سندِ صحیح کے ساتھ سیّدی ابوحفص عمر البزار (پاکیزہ کرے اللہ تعالٰی ان کے بھید چھپے ہوئے کو) سے اخراج کیا ہے یعنی بیان فرمایا اور روایت کیا ہے۔ (ت)

سیّدی عارف باللہ امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ یقول انما امر علماء الشریعۃ الطالب

یعنی میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ تعالٰی کو فرماتے سُنا کہ علمائے شریعت نے طالب کو

ل بہجۃ الاسرار ذکر ابوالحسن علی الجوسقی مصطفی البابی مصر ص ۲۰۵

بالتزام مذھب معین وعلماء الحقیقۃ المرید بالتزام شیخ واحد[1]

حکم دیا ہے کہ مذہب ائمہ میں خاص ایک مذہب معین کی تقلید اپنے اُوپر لازم کرے اور علمائے باطن نے مرید کو فرمایا ہے کہ ایک ہی پیر کا التزام رکھے۔ (ت)

اس کے بعد ولی موصوف قدس سرہ المعروف نے ایک روشن مثال سے اس امر کو واضح فرمایا ہے، امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر بابن الحاج رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدخل شریف میں فرماتے ہیں:

المرید یعظم شیخہ ویؤثرہ علٰی غیرہ ممّن ھو فی وقتہ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من رزق فی شیئ فلیلزمہ[2] (الٰی اٰخر ما افاد واجاد ھذا مختصر)

یعنی مرید اپنے پیر کی تعظیم کرے اور اسے تمام اولیائے زمانہ پر مرجح رکھے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی شے میں رزق دیا جائے چاہیے کہ اسے لازم پکڑے

اسی میں ہے:

ان المرید لہ اتساع فی حسن الظن بھم وفی ارتباطہ علٰی شخص واحد یعول علیہ فی امورہ ویحذر من تقضی اوقاتہ لغیر فائدۃ۔[3]

مرید کے لئے وسعت اس میں ہے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ گمان نیک رکھے اور ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو رہے اور اپنے تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور بے فائدہ تضییع اوقات سے بچے (ت)

فائدہ: یہ حدیث کہ امام ممدوح نے معضلاً ذکر کی حدیث حسن ہے۔

اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان[4] بسند حسن عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو عند ابن ماجۃ من حدیثہ

اخراج کیا اس کو بیہقی نے شعب ایمان میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور یہی روایت ابن ماجہ کے نزدیک

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان قلت فاذا انفک تلب الولی عن التقلید الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/۲۳

[2] المدخل لابن الحاج حقیقۃ اخذ العہد دار الکتاب العربی بیروت ۳/۲۲۳ و ۲۲۴

[3] ″ ″ ″ فصل فی دخول المرید الخلوۃ ″ ″ ″ ۳/۱۶۰

[4] شعب الایمان حدیث ۱۲۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۸۹

و من حدیث ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلفظ من بورک لہ فی شیئ فلیلزمہ[1]۔

آپ کی حدیث اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ جس کو کسی شے میں برکت دی گئی ہو تو چاہیے اُسے لازم پکڑے (ت)

اور اس سے یہ استنباط عجب نفیس و احسن۔

والحمد للہ علیٰ ما رزق و من والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامن وآلہ وصحبہ وکل من امن واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں اس کے عطا فرمانے اور احسان کرنے پر اور صلوٰۃ وسلام ہو اس کے ایسے رسول پر جو سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں اور ان کی آل اور اصحاب اور اس پر جو ایمان لائیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اسکا علم پورا ہے اور اس کا حکم مضبوط ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۱ ۱۵ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے اور اپنی کتاب میں لکھتا ہے:
من لاشیخ لہ فی الدنیا فشیخ لہ شیطان فی الاٰخرۃ یعنی جس شخص کا شیخ نہیں ہے بیچ دنیا کے پس شیخ ہے واسطے اُس کے شیطان بیچ آخرت کے یعنی قیامت کے روز گروہ شیطان میں شیطان کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الشیخ فی قومہ کالنبی فی الامۃ[2] یعنی شیخ بیچ قوم اپنی کے مثل نبی کے ہے بیچ امت اپنی کے یعنی جس طرح نبی سے ہدایت امت کی ہوتی ہے اُسی طرح شیخ یعنی مرشد سے مرید کو ہدایت ہوتی ہے جس قوم پر نبی نہیں آیا ہے وُہ قوم گمراہ ہے ایسا ہی جو شخص بے پیر ہے وہ گمراہ ہے، حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے راحت القلوب میں ارقام فرمایا ہے: جو شخص پلّہ دامن اولیاء اللہ میں نہیں ہے یعنی بے پیر ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے یہاں تک کہ

---

[1] الاسرار المرفوعۃ بحوالہ سنن ابن ماجہ حدیث ۸۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۲۵
[2] المقاصد الحسنۃ حدیث ۶۰۹ " " " ص ۲۵۷

بندگی اس کی قبول نہیں ہوتی، نماز روزہ اس کا ایسا ہے جیسا چراغ بے روغن کے۔ اور بعض حضرات صوفیہ کرام نے فرمایا ہے، بے پیرے کے سلام کا جواب ھداك اللہ دینا چاہئے جس کسی نے علیك جواب بے پیر کو جان کر دیا اس نے ساتھ شیطان کے آشنائی کی، بیت:

اگر بے پیر کارے پیش گیرد   ہلاکی را ز بہر خویش گیرد

(اگر بغیر پیر کے کوئی کام پکڑے تو وہ ہلاکت کو اپنے لئے پکڑے گا۔ ت)

ع بنا گرو کی مالا جپنا جنم اکارت جائے

(پیشوا اور شیخ کے سوا تسبیح پھیرنا اور درود و وظیفہ کرنا زندگی برباد کرنے کے برابر ہے۔ ت)

اور بکر کہتا ہے کہ میں کسی شخص سے بیعت نہیں ہوں اور نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہوں اور احکامات شرع شریف اور کلام مجید کو اور جو علمائے دین فرماتے ہیں برحق جانتا ہوں لیکن کسی پیر فقیر کا مرید نہیں ہوں اور نہ مرید ہونے کو برا کہتا ہوں، تو اس صورت میں بموجب کہنے زید کے بکر کی کوئی عبادت کسی قسم کی درگاہ باری تعالٰی میں قبول نہیں سب عبادت بکر کی بلا مرید ہوئے برباد گئی اور سلام علیک بکر سے ناجائز ٹھہری اور بکر دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور گروہ شیاطین کے ساتھ بکر کا حشر ہوگا تو اس صورت میں بکر کیا کرے؟

الجواب

شیخ یعنی مرشد و راہنما و ہادی راہ خدا دو طور پر ہے: عام ہادی کلام اللہ و کلام ائمہ شریعت و طریقت کلام علمائے اہل ظاہر و باطن ہے اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ۔ اور خاص یہ کہ زید کسی خاص بندہ خدا، ہادی مہتدی قابل پیشوائی و ہدایت جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اپنے اقوال و افعال و حرکات و سکنات میں اس کی ہدایات مطابقہ شریعت و طریقت کا پابند رہے۔ شیخ و مرشد بمعنے اول ہر شخص کو ضرور اور ایسا بے پیر قطعاً راہ اسلام سے دور، اس کی عبادت تباہ و مہجور، اور اس سے ابتداءً بسلام ممنوع و محظور، اور روز قیامت گروہ شیطان میں محشور، قال اللہ تعالٰی:

یوم ندعوا کل اناس بامامھم[1] جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۱

جب اس شخص نے ائمہ ہدٰی کو اپنا مرشد و امام نہ مانا تو امام ضلالت یعنی شیطان لعین کا مرید ہوا، لاجرم روزِ قیامت اُسی کے گروہ میں اُٹھے گا والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ، مگر کلمہ گویوں میں اس طرح کے بے پیرے چار گروہ ہو سکتے ہیں:

اوّل وہ کافر جو سرے سے قرآن و حدیث ہی کو نہ مانے، جیسے نیچری کہ حدیثوں کو صراحۃً مردود و بے سُود بتاتے ہیں اور قرآن کے یقینی قطعی معانی حق کو رَد کرکے اپنے دل سے گھڑ کر کہانی پہیلی بناتے ہیں لعنھم اللہ لعناً کبیرا۔

دوم غیر مقلد کہ بظاہر قرآن و حدیث کو مانتے اور ارشاداتِ ائمہ دین و حاملانِ شرع متین کو باطل و نامعتبر جانتے ہیں، یہ سلسلہ بیعت توڑ کر براہِ راست خدا و رسول سے ہاتھ ملایا چاہتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور عنقریب جان لیں گے کیسا پلٹا کھائیں گے۔ ت)

سوم وہابیہ مقلدین کہ اگرچہ بظاہر فروع فقہیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتے ہیں مگر اصول و عقائد میں صراحۃً سوادِ اعظم کے خلاف چلتے ہیں اور مقامات و مناصب و تصرفات و مراتب اولیائے کرام کے نام سے جلتے ہیں۔

چہارم اسی طرح تمام طوائف ضالّہ بد مذہب گمراہ رافضی خارجی معتزلی قدری جبری وغیرہم خذلھم اللہ کہ ان سب نے راہِ ہدٰی چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلہ بیعت شیطان لعین سے جاکر ملایا، قال اللہ تعالٰی:

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ[2] — کیا تُو نے دیکھا وُہ شخص جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا (ت)

بالجملہ کلمہ جامعہ یہی ہے کہ جو اہلِ ہوا ہیں یعنی مخالفانِ اہلسنت وجماعت وہی اس معنے پر بے پیر صادق اور اُن تمام احکام کے ٹھیک مستحق ہیں قاتلھم اللہ انّی یؤفکون[3] (اللہ تعالٰی ان کو ہلاک کرے کہاں اوندھے پھرتے ہیں۔ ت) سُنّی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہدٰی کو مانتا تقلیدِ ائمہ ضروری جانتا اولیائے کرام کا سچا معتقد تمام عقائد میں راہِ حق پر مستقیم وُہ ہرگز بے پیر نہیں وہ چاروں مرشدانِ پاک یعنی کلامِ خدا و

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷
[2] " " ۴۵/۲۳
[3] " " ۹/۳۰

رسول و ائمہ وعلمائے ظاہر و باطن اس کے پیر ہیں بلکہ اگر اسی حالت پر ہے تو مثل اور لاکھوں مسلمانانِ اہلسنّت کے اس کا ہاتھ شریعتِ مطہرہ کے ہاتھ میں ہے اگرچہ بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دستِ مبارک پر شرفِ بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو ؎

عہد ما بالبِ شیریں دہناں بست خدائے ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

(ہمارے عہد کو میٹھے منہ والے لوگوں سے خدا نے باندھ دیا ہے ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ آقا و مولیٰ ہیں۔ ت)

شیخ و مرشد بمعنی دوم سے بھی اس شخص کو چارہ نہیں جو سلوک راہِ طریقت چاہے یہ راہ ایسی نہیں کہ آدمی اپنی رائے سے یا کتابیں دیکھ بھال کر چل سکے اس میں ہر شخص کو نئے مشکلات اپنی اپنی قابلیت وحالات کے لائق پیش آتے ہیں جس کی عقدہ کشائی بے توجہ خاص رہبر کامل نہیں ہوسکتی مگر اس کے ترک پر وُہ جبروتی احکام لگا دینا محض باطل وکذب عاطل وظلم صریح اور دینِ الٰہی پر افترائے صحیح ہے اول تو اس راہ کے قاصد اقل قلیل، اور جو طلب بھی کرے اسے اس زمانہ تاریکی وظلمت وغیبت اکثر اصحاب ولایت وہجوم دنیا طلبان ریا خصلت میں شیخ کامل ہر وقت میسر آنا مشکل ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

(یعنی بہت سے ابلیس صفت شکل وصورت میں آدمی ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ ت)

ہزاروں علماء وصلحاء گزرے کہ بظاہر اس خاص طریقۂ بیعت میں اُن کا انسلاک ثابت نہیں، کیا معاذ اللہ انھیں اُن سخت احکام کا مصداق کہا جاسکتا ہے، اور جو منسلک بھی ہوئے کیا سب ہوش سنبھالتے ہی منسلک ہوگئے تھے حاشا بلکہ بہت اُس وقت جبکہ علم ظاہر میں پایۂ عالیہ امامت تک پہنچ چکے تھے اس وقت تک عیاذاً باللہ اُن احکام کے مستحق تھے یہ سخت جہالت فاضحہ واضحہ ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

پہلی حدیث جو زید نے بیان کی کلام رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں اس کا نشان نہیں، ہاں قولِ اولیاء ہے اور دوسری حدیث: الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ[1] (شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں) جسے ابنِ حبان نے کتاب الضعفاء اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابورافع

---

[1] المقاصد الحسنۃ حدیث ۶۰۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۵۷

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا فرمایا اگرچہ امام ابنِ حجر عسقلانی اور اُن سے پہلے ابن تیمیہ نے موضوع اور امام سخاوی نے باطل کہا مگر صنیع امام جلیل جلال سیوطی سے ظاہر کہ وہ صرف ضعیف ہے باطل و موضوع نہیں، انھوں نے یہ حدیث دو وجہ سے جامع صغیر میں ایراد فرمائی،

حیث قال الشیخ فی اھله کالنبی فی امته والخلیلی فی مشیختہ وابن النجار عن ابی رافع[1] الشیخ فی بیته کالنبی فی قومه حب (ابن حبان) فی الضعفاء والشیرازی فی الالقاب عن ابن عمر[2]

جیسے فرمایا کہ شیخ اپنے اہل یعنی اپنی قوم میں ایسے ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں۔ اسے ذکر کیا خلیلی نے اپنی کتاب مشیخت میں، اور ابن نجار نے ابورافع سے روایت کی، شیخ اپنے بیت میں جیسے نبی اپنی قوم میں۔ ابن حبان نے ضعفاء میں اور شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عمر سے روایت کی (ت)

اور خطبہ کتاب میں وعدہ فرمایا کہ اس میں کوئی حدیث موضوع نہ لاؤں گا۔

حیث قال ترکت القشر واخذت اللباب وصنته عما تفرد به وضاع او کذاب[3]

چھلکا چھوڑا میں نے اور مغز کو لیا میں نے، اور جس چیز کے ساتھ گھڑنے والا یا جھوٹ بولنے والا اکیلا ہو اس سے بچایا میں نے۔ (ت)

مگر اس سے اس قدر ثابت کہ ہادیانِ راہِ خدا کی اطاعت لازم ہے اس میں کیا کلام ہے اس کے لئے خود آیۂ کریمہ:

اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[4]

اطاعت کرو تم اللہ تعالٰی کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اپنے صاحبِ امر کی۔ (ت)

کافی ہے، قولِ اصح وارجح پر اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں کہ علمائے شریعت وطریقت دونوں کو شامل، اس سے زیادہ یہ معنٰی اس کے لینا کہ جس نے بیعت ظاہری کسی کے ہاتھ پر نہ کی وہ گمراہ

---

[1] و [2] الجامع الصغیر حدیث ۴۹۶۹ و ۴۹۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۶

[3] " خطبۃ المؤلف " " " ۱/۵

[4] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

ہے ہرگز مفادِ حدیث نہیں، یہ افترا و تہمت یا جہل و سفاہت ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، ہاں بیعتِ امامتِ کبرٰی کے لئے صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لاحجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ، رواہ مسلم[1] عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جس نے کھینچا ہاتھ کو اطاعت سے ملے گا اللہ تعالٰی کو اس حال میں کہ اس کے پاس قیامت کے دن کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو مرجائے اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹکا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ (ت)

یہ بھی اس صورت میں ہے کہ امام موجود و متیسر ہو،

کما لایخفی والا فلا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ورنہ اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۱: از کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد مرسلہ حضرت سید شاہ ابو احمد مولٰنا مولوی احمد اشرف میاں صاحب اشرفی دام مجدہم ۱۷ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام و حضرات مشائخ کرام اس مسئلہ میں کہ پانسو برس کا زمانہ ہوا زید و عمرو دونوں برادرِ حقیقی کو ایک ہی مرشد یعنی اپنے والد ماجد سے علیحدہ علیحدہ دو خرقے عطا ہوکر خلافت و سجادہ نشینی حاصل ہوئی، زید خلف اکبر برابر اپنے مرشد کے یوم العرس خرقہ عطیہ مرشد کو خاص خانقاہ مرشد میں پہن کر فاتحہ عرس حسبِ دستور مشائخ کرتا رہا یونہی آٹھ پشت تک زید کے خاندان میں خلافت خاندانی و خرقہ پوشی بحیثیت سجادہ نشینی قائم رہی آٹھویں پشت کا اخیر سجادہ نشین بجز اپنی زوجہ ہندہ اور برادر و خلیفہ خاص خالد کو چھوڑ کر انتقال کرگیا ہندہ بعد وفاتِ شوہر خرقہ مذکورہ لے کر اپنے میکے چلی گئی خالد سے سلسلہ بیعت و خلافت خاندانی قریب سو برس سے جاری ہے مگر بوجہ مذکور خرقہ پوشی اس مدت میں نہ ہوسکی، عمرو خلف اصغر کی نسل میں نو پشت تک خرقہ پوشی ایک روز قبل عرس ہوا کہ خاص روز عرس کی خرقہ پوشی نسل خلف اکبر میں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۸

ہوتی جب زمانہ خالد میں خرقہ نہ رہنے کے سبب وہ رسم ادا نہ ہوسکی رشید نے کہ نسل عمرو کا نواں سجادہ نشین اور معاصر خالد تھا دونوں روز خرقہ پوشی کی اب عمرو کے سلسلہ میں حامد اور زید کے خاندان میں محمود ہے جس نے علاوہ بیعت و خلافت خاندانی بزرگ ہوا خرقہ بھی واپس لیا اور رسم رفتہ پھر از سرِ نو تازہ کی اب حامد اُس کے استحقاق خرقہ پوشی میں منازع ہے مرشد مرشد محمود تک خلافت خاندانی بہت معززین اہل خاندان وغیرہم کو مسلم اور اُن میں مشہور ہے بعض اکابر اہل خاندان نے اپنے رسائل شائع شدہ میں بھی اُسے درج کیا ہے مرشد محمود کو کہ ثقاتِ عدول سے تھے ان کے مرشد نے خلافت نامہ تحریری و دستخطی اپنے قلم مبارک سے دیا جسے خود اُن کے صاحبزادے وغیرہ بہت لوگ جانتے ہیں انھوں نے مدت سے اس سلسلہ کو اجرا فرمایا۔ لوگ اُن کے پھر محمود پھر خلفائے محمود کے مرید ہوتے رہے اور ہوتے ہیں کبرائے علماء و مشائخ عصر نے محمود کو خلیفہ و سجادہ نشین خاندان مانا اور اس پر مُہریں کی ہیں بلکہ خود مرشد مرشد محمود نے ایک خط دستخطی کے القاب میں نام محمود کے ساتھ لفظ سجادہ نشین تحریر فرمایا، کیا اس صورت میں یہ سلسلہ خلافت و سجادہ نشینی ثابت و مسلّم مانا جائے گا یا انکار بعض منازعین کے باعث تسلیم نہ ہوگا اور چار سو برس تک رسم خرقہ پوشی خاندان محمود میں جاری رہ کر تقریباً سو برس تک بوجہ مذکور منقطع اور حامد کے یہاں دونوں روز خرقہ پوشی ہونے سے اب حقِ محمود زائل ہوگیا یا وہ اس رسم کو تازہ کرسکتا ہے حامد کو بوجوہ مذکورہ یوم العرس خصوصاً حدود خانقاہ میں خرقہ پوشی محمود سے تعرض و مزاحمت کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ (دریافت کردہ صورت) میں محمود کی خلافت خاندانی و سجادہ نشینی ضرور ثابت و مسلم ہے اور انکارِ منازعین اصلاً مسموع نہیں شرعاً و عقلاً ایسے امور کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: ایک اتصالِ سند، دوسرے شہرت ـــــ تقریرِ سوال سے ظاہر کہ محمود کو دونوں وجہ ثبوت بروجہِ احسن حاصل، تو نفی نافی قطعاً نامسموع و باطل (نفی کرنے والے کی نفی نہ سُنی ہوئی)۔ فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار و ردالمحتار میں ہے:

طریق نقلہ لذلك عن المجتھد احد امرین اما ان یکون لہ سند فیہ او یأخذہ من کتاب معروف تداولتہ الایدی نحو کتب محمد بن الحسن ونحوھا

اس قول کو مجتہد سے نقل کرنے کا طریقہ دو میں سے ایک ہے یا تو یہ کہ اس کی سند اس میں موجود ہو یا اس کو کسی مشہور کتاب سے پکڑے جو ہاتھوں میں متداول ہو جیسا کہ محمد بن حسن کی کتابیں اور

من التصانیف المشهورۃ للمجتھدین لانہ بمنزلۃ الخبر المتواتر المشھور ھکذا ذکر الرازی[1]

اُن کی مثل مجتہدین کی مشہور تصانیف اس لئے کہ وہ بمنزلہ خبر متواتر مشہور کے ہے، رازی نے اسی طرح ذکر کیا ہے (ت)

جب بتصریح ائمہ کرام دین خدا و احکام شرع و مسائلِ حلال و حرام و فتوٰی و قضا متعلق بدمار و محارم میں انھیں دو طریقہ سند و شہرت سے صرف ایک کا وجود کافی جس کی بنا پر اجرائے حدود و قصاص تک کیا جائے گا تو امر سجادہ نشینی میں دونوں کا اجتماع بھی کافی نہ جاننا سراسر بعید از انصاف ہے۔ سند کی تو یہ حالت ہے کہ زید مسموع القول جب کوئی حدیث یا مسئلہ فقہیہ اپنے شیخ سے روایت کرے اور اس میں تصریح سماع بھی نہ ہو، تاہم امام بخاری وغیرہ بعض ائمہ کے نزدیک شیخ و تلمیذ کی صرف کبھی ملاقات ہونا تسلیم کے لئے بس ہے اور امام مسلم وغیرہ جمہور اکابر کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں محض معاصرت یعنی دونوں کا ایک زمانہ میں ہونا اور امکان لقا ہی کافی ہے ہمارے علماء کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے نہ کہ جب وہ کہے کہ میں نے سُنا یا مجھے خبر دی یا مجھ سے حدیث بیان کی کہ اب تو بالاجماع بے شرط مذکور قبول، اور صاحب سند سے دعوٰی سماع پر گواہ مانگنا ضروری جاننا باجماع ائمہ باطل و مخذول امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

زعم القائل الذی افتتحنا الکلام علی الحکایۃ عن قولہ ان کل اسناد فیہ فلان عن فلان وقد احاط العلم بانھما کانا فی عصر واحد وجائز ان یکون سمعہ منہ غیرانہ لم نجد فی الروایات انھما التقیا لم یکن حجۃ وھذا القول مخترع مستحدث والمتفق علیہ بین اھل العلم قدیما وحدیثا ان الروایۃ ثابتۃ والحجۃ بھا لازمۃ

گمان کیا ہے اس قائل نے کہ شروع کیا ہم نے کلام کو اس کے قول کی حکایت پر تحقیق ہر اسناد کہ اس میں فلان عن فلان ہو، اور حال یہ کہ علم نے اس کا احاطہ کیا ہو کہ وہ دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوں، اور جائز ہے کہ اُس نے اُس سے سُنا ہو سوا اس کے کہ ہم روایات میں نہ پائیں ان کی باہم ملاقات کو کہ وہ حجت نہ ہو اور یہ قول نیا گھڑا ہوا ہے اور پُرانے اور نئے اہلِ علم میں یہ اتفاقی بات ہے کہ روایت ثابت ہے اور حجت اس کے ساتھ لازم ہے مگر یہ کہ اُس

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الفتح والبحر والمنح کتاب القضاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۰۶

الا ان تکون هناك دلالۃ بینۃ ان الراوی لم یلق من روی عنہ[1] اھ ملخصا۔

جگہ دلالت ظاہر ہو کہ راوی نے جس سے روایت کی ہے اس سے ملاقات نہیں کی اھ ملخصاً (ت)

شرح امام نووی میں ہے :

ھذا الذی صار الیہ مسلم قد انکرہ المحققون وقالوا ھذا ضعیف والذی ردہ ھو المختار الصحیح الذی علیہ ائمۃ الفن علی بن المدینی و البخاری وغیرھما۔[2]

یہ وہ ہے جس کی طرف مائل ہوئے ہیں امام مسلم، حال یہ ہے کہ محققوں نے اس کا انکار کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے یہ ضعیف ہے اور جس کو اس نے رد کیا ہے وہ ہی مختار صحیح ہے جس پر ائمہ فن علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہما جمع ہوئے ہیں (ت)

فتح القدیر باب الوتر میں ہے :

ما نقل عن البخاری من انہ اعلہ بقولہ لایعرف سماع بعض ھؤلاء من بعض فبناء علی اشتراطہ العلم باللقی والصحیح الاکتفاء بامکان اللقی۔[3]

جو نقل کیا گیا ہے امام بخاری سے کہ انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے ساتھ اپنے قول کہ نہیں پہچانا جا سکتا بعض ان حضرات کا بعض سے تو یہ اس پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک ملاقات کا علم ہونا شرط ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ملاقات کا امکان ہی کافی ہے (ت)

نیز کتاب الزکوٰۃ فصل فی البقر میں فرمایا :

قول الجمھور الاکتفاء بالمعاصرۃ مالم یعلم عدم اللقاء و شرط البخاری و ابن المدینی العلم باجتماعھما ولو مرۃ

جمہور کا قول کفایت کرتا ہے ہم عصر ہونے کے ساتھ جبکہ ملاقات کے نہ ہونے کا علم نہ ہو، اور شرط قرار دیا ہے امام بخاری اور ابن المدینی نے ان کے اجتماع کو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہو،

---

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱ و ۲۲
[2] شرح صحیح مسلم للنووی " " " ۱/ ۲۱
[3] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الوتر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۰

والحق خلافہ[1] اھ ملتقطا۔

حال یہ ہے کہ حق اس کے خلاف ہے اھ ملتقطا۔ (ت)

زید وعمرو کی خلافت وسجادہ نشینی درکنار خود حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صحابیت (جس کا اثر اعمال سے گزر کر عقائد تک پہنچتا ہے کہ صحابہ کی تعظیم ومحبت ضروری، مذہب اہلسنت اور معاذ اللہ ان کی توہین وتنقیص گمراہی وضلالت) اس کے بارے میں محققین علماء فرماتے ہیں: ثقہ عادل کا خود اپنی خبر دینا کہ مجھے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شرفِ صحبت حاصل ہوا کافی ہے اگرچہ کسی دوسرے طریقے سے اس کی صحابیت کا اصلاً ثبوت نہ ہو جبکہ وہ ایسے وقت میں تھا کہ فضل اُسے ملنا متصور ہو، امام ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں:

الفصل الثانی فی الطریق الی معرفۃ کون الشخص صحابیًا و ذٰلك باشیاء اولہا ان یثبت بطریق التواتر انہ صحابی ثم بالاستفاضۃ و الشھرۃ ثم بان یروی عن احد من الصحابۃ ان فلانا لہ صحبۃ مثلا وکذا عن احاد التابعین بناء علی قبول التزکیۃ من واحد وھو الراجح ثم بان یقول ھو اذا کان ثابت العدالۃ والمعاصرۃ انا صحابی[2]۔

دوسری فصل کسی شخص کے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی ہونے کی پہچان کے طریق میں، اور یہ چند چیزوں سے ہے، اوّل یہ کہ تواتر کے طریق سے ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے پھر ساتھ طریق استفاضہ اور شہرت کے، پھر بایں طور کہ کسی صحابی سے روایت کیا جائے کہ فلاں کو صحبت نصیب ہے مثلاً اور ایسے ہی کسی ایک تابعی سے بناء پر قبول کرنے تزکیہ کے کسی ایک سے، اور یہی راجح ہے، پھر بایں طور کہ وہ جب کہ اس کی عدالت اور ہم عصر ہونا ثابت ہو کہ میں صحابی ہوں۔ (ت)

مسلّم الثبوت میں ہے:

اخبار العدل عن نفسہ بانہ صحابی اذا کان معاصرا لا کالرتن لیس کتعدیلہ نفسہ[3]۔

کہ عادل کا خبر دینا اپنی ذات کے بارے میں کہ وہ صحابی ہے جبکہ وہ ہمعصر ہو، خواجہ رتن کی طرح نہ ہو اپنی تعدیل کے حکم میں نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ فصل فی البقر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۳۳

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ خطبۃ الکتاب الفصل الثانی دار صادر بیروت ۱/ ۸

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مسئلہ اخبار العدل عن نفسہ الخ مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۵

کتنے صحابہ ہیں جن کی احادیث ائمہ حدیث قدیم و حدیث نے اپنے صحاح و مسانید و سنن و معاجیم میں تخریج فرمائیں، نہ اُن کے پاس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی فرمان تھا کہ فلاں ہمارے حضور بارگاہِ عالم پناہ سے شرفیاب ہُوا، نہ اُن سے اس پر کوئی شہادت لی گئی، نہ اور صحابہ کا محضر طلب ہوا، اُن ثقات کا خود ہی کہنا کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے سنا ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ کے پاس حاضر ہوا (ت)

مسموع و مقبول ہوا۔

کما افادہ الامام ابو عمر بن عبد البر فی الاستیعاب واقرہ علیہ حافظ الشان۔

جیسا افادہ فرمایا ہے امام ابو عمر بن عبد البر نے استیعاب میں، اور ثابت رکھا ہے اس پر حافظ الشان ابنِ حجر نے۔ (ت)

شہرت وہ چیز ہے جس سے رشتہ خلافت و کار ارشاد نسب کہ صدہا احکام حلال و حرام و حقوق و ذمام کا مدار ہے شرعاً و عقلاً اجماعاً عرفاً ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے ہم شہادت دیتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے پسرِ اطہر اور امام زین العابدین حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے خلف مطہر ہیں سوا شہرت کے ہمارے پاس اس پر اور کیا دلیل ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

اما النسب فصورتہ اذا سمع من انسان ان فلانا ابن فلان الفلانی وسعہ ان یشھد بذلک وان لم یعاین الولادۃ علٰی فراشہ الا یری انا نشھد ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ابن ابی قحافۃ وما رأینا اباقحافۃ رضی اللہ عنہ۔[1]

لیکن نسب تو صورت اس کی یہ ہے کہ جب سنا کسی انسان سے تحقیق فلاں بیٹا فلاں کا فلاں ہے تو اس کو گنجائش ہے اس بات کی شہادت دے اس کی اگرچہ اس کے فرش پر اس کی ولادت کا اس نے معائنہ نہ کیا ہو، کیا نہیں دیکھتا کہ ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ تحقیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ ابو قحافہ کے بیٹے ہیں حالانکہ ہم نے ابو قحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا نہیں۔ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الشہادات الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۵۲

اور دونوں طریق ثبوت کو اگر ناکافی سمجھا جائے تو تمام سلاسل اولیاء اللہ سے معاذ اللہ ہاتھ دھونا ہو، کیا کوئی قادر ہے کہ شروع سلسلہ سے منتہی تک ہر بندۂ خدا کا اپنے شیخ سے خلافت و اجازت پانا اُن کے سوا اور کسی طریقہ انیقہ سے ثابت کر سکے، حاشا وکلا، تو اس کے انکار میں عیاذاً باللہ تمام سلاسل کا انکار لازم آتا ہے وھو کما تری (یہ وہ معاملہ جسے آپ سمجھتے ہیں) اور جب دلیل شرعی سے محمود کا سلسلۂ سجادہ نشینی وخلافت ثابت تو خانقاہ مبارک میں رسم خرقہ پوشی سے اُسے مانع ہونے کا کوئی حق حامد کو نہیں، نہ حامد خواہ کسی کا انکار قابلِ قبول ہو سکتا ہے، عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ نافی پر مثبت مقدم ہوتا ہے، دو ثقہ گواہی دیں کہ زید و ہندہ کا نکاح ہوا اور ہزار گواہ ہوں کہ نہ ہوا ان نافیوں کی بات ہرگز نہ سُنی جائے گی کہ اس کا حاصل صرف اپنے علم کی نفی ہے یعنی ہمارے سامنے نہ ہُوا اور اس سے نفی وقوع لازم نہیں آتی۔ اصولِ مسلّم میں ہے:

المثبت مقدم علی النافی لان من یعلم حجة علی من لا یعلم۔

مثبت نافی پر مقدم ہے اس لئے کہ جو جانتا ہے وہ حجت ہے اس پر جو نہیں جانتا۔ (ت)

الاشباہ میں ہے:

بینة النفی غیر مقبولة الا فی عشر (الٰی قوله) وفی ایمان الھدایة لا فرق بین ان یحیط علم الشاھد اولا۔[1]

نفی کی دلیل غیر مقبول ہے مگر دس چیزوں میں، ہدایہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ نہیں فرق درمیان اس کے کہ گواہ کا علم احاطہ کرے یا نہ۔ (ت)

دُور کیوں جائیے سلاسلِ طریقت ہی دیکھئے ہر سلسلہ میں بتوسط امام حسن بصری حضرت امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے انتساب موجود حالانکہ جماہیر اکابر ائمہ محدثین کہ فنِ رجال میں انھیں پر اعتماد اور انھیں کی طرف رجوع ہے، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ان کے لئے سماع ہرگز نہیں مانتے مگر اُسی قاعدۂ عقلیہ ونقلیہ المثبت مقدم علی النافی لان من حفظ حجة علی من لم یحفظ (مثبت نافی پر مقدم ہے اس لئے کہ جس نے محفوظ رکھا اس کی بات حجت ہے اس پر جس نے محفوظ نہ رکھا) نے اتصال سلاسل میں اصلاً خلل نہ آنے دیا جب اثبات کے سامنے ایسے اکابر کی نفی مقبول نہ ہوئی تو آج کل کے کسی صاحب کا انکار کیا اثر ڈال سکتا ہے۔ رہا سو برس تک اُس رسم کا بعذر

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/۵۲-۲۵۱

مذکور ادا نہ ہونا وہ بعد ثبوت سجادہ نشینی کیا قابلِ احتجاج ہے حامد کے یہاں چار سو برس تک روزِ عرس خرقہ پوشی نہ ہونے نے اُسے ممنوع نہ کیا حالانکہ اول یہ امر اس کے خاندان میں نہ تھا تو محمود کے یہاں چار سو برس جاری رہ کر سو برس بعد منقطع ہونا کیا مخل ہوسکتا ہے، شرع کا قاعدہ مسلّمہ ہے کہ:

البقاء اسھل من الابتداء۔ ابتداء سے بقاء آسان ہے۔ (ت)

بنی اسرائیل سے عمالقہ تابوتِ سکینہ چھین لے گئے مدتہا مدت کے بعد واپس آیا تو کیا ان کا حق تبرک اس سے زائل ہوگیا تھا۔ قال اللہ تعالٰی:

وقال لھم نبیّھم ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم[1] الاٰیۃ۔ اور کہا ان کو ان کے نبی نے تحقیق نشانی اس کی شاہی کی یہ ہے کہ آئے گا تابوت تمہارے پاس، اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہوگی (ت)

یا جب قرامطہ مخذولین کعبہ معظمہ سے حجرِ اسود اکھیڑ کر ہجر کو لے گئے اور بائیس ۲۲ برس بعد مسلمانوں نے بحمد اللہ تعالٰی واپس پایا تو کیا اہل اسلام یا اہل بیت الحرام کا حق تبرک و استلام اس میں باقی نہ رہا، یہ امور واضحہ ہیں نہایت درجہ روشن وصاف، والانصاف خیر الاوصاف، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (اور انصاف تمام اوصاف سے بہتر ہے، اور اللہ تعالٰی پاک اور برتر سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۸۲

چہ می فرمایند علمائے دین کہ بردست کدام کس بیعت نمودن جائز و عدمِ جواز ست وکدام کس قابل مرشد شدن ست و باینہمہ کسیکہ قابل بیعت نمودن نیست واگر کسے را بیعت نماید بحق اوشان چہ حکم ست۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کس شخص کے ہاتھ پر بیعت ہونا جائز ہے اور کس کے ہاتھ پر ناجائز ہے اور کون شخص مرشد ہونے کے قابل ہے اور باوجود ان سب باتوں کے جو شخص بیعت کرنے کے قابل نہیں اگر وہ کسی کو بیعت کرے اس کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بیعت گرفتن و در مسند ارشاد نشستن را از چار بیعت لینے اور مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لئے چار

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸

شرط ناگزیرست :

یکے آنکہ سُنّی صحیح العقیدہ باشد زیرا کہ بد مذہبان سگانِ دوزخ اند و بدترین خلق چنانکہ درحدیث آمدہ است۔

دوم عالم بعلم ضروری بودن کہ ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

سوم اجتناب کبائر کہ فاسق واجب التوہین ست و مرشد واجب التعظیم ہر دو چہ گونہ بہم آید۔

چہارم اجازت صحیحہ متصلہ کما اجمع علیہ اھل الباطن۔

ہر کہ ازینہا ہیچ شرطے را فاقدست او را نشاید پیر گرفتن۔ واللہ تعالٰی اعلم

شرطیں ضروری ہیں :

ایک یہ کہ سُنّی صحیح العقیدہ ہو اس لئے کہ مذہب دوزخ کے کُتّے ہیں اور بدترین مخلوق، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

دوسری شرط ضروری علم کا ہونا، اس لئے کہ بےعلم خدا کو پہچان نہیں سکتا۔

تیسری یہ کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا اس لئے کہ فاسق کی توہین واجب ہے اور مرشد واجب التعظیم ہے، دونوں چیزیں کیسے اکٹھی ہوں گی۔

چوتھی اجازت صحیح متصل ہو جیسا کہ اس پر اہلِ باطن کا اجماع ہے۔

جس شخص میں ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ ہو تو اس کو پیر نہیں پکڑنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۳ ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احمد ایک ولی اللہ امام وقت کا مرید و غلام اور امام ممدوح کی طرف سے مجاز و ماذون ہے بعد وصال شریف اپنے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے احمد کو بوجہ کثرت ذنوب خیال تجدید بیعت آیا احمد نے اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی بعض تصانیف میں دیکھا تھا کہ اگر شیخ تک بوجہ وصال یا بُعد کے وصول نہ ہو سکے اور تجدید بیعت چاہے تو شیخ کے کپڑے پر تجدید کرے بایں لحاظ احمد نے مولانا حسین بن حسن خلیفہ و سجادہ نشین حضرت شیخ سے جامہ شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی استدعا کی، مولانا نے فرمایا جب جانشین شیخ موجود ہے کپڑے کی کیا حاجت ہے۔ احمد کے بھی ذہن میں آیا کہ واقعی نیابت جانشین نیابت جامہ سے اتم و اکمل ہونی چاہئے اس نیت سے مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی مگر کبھی اپنا شیخ حضرت ولی اللہ امام ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا دوسرے کو نہ جانا نہ قرأت شجرہ طیبہ میں کسی اور کا نام داخل کیا نہ جو شجرے اپنے بیعت کرنے والوں کو دئے اُن میں کبھی حضرت شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعد کوئی نام

لکھا اب جانشین موصوف کو بوجہ تجدید مذکور یہ خیال ہے کہ احمد میرا مرید ہے اور احمد اپنے ذہن میں اپنی بیعت اولٰی پر ہے، اس صورت میں امر حق کیا ہے، احمد چاہتا ہے کہ اگر میرے خیال کی غلطی ثابت ہو تو میں تائب ہو کر از سرِ نو دستِ مولٰنا پر بیعتِ مستقلہ بجالاؤں اور اگر اُسی کا خیال صحیح ہے تو شرع مطہر سے اس پر کیا دلیل ہے کہ باوصفیکہ احمد نے دوبارہ بیعت دستِ مولٰنا پر کی، مولٰنا کا مرید متصور نہ ہو۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں احمد کا خیال صحیح ہے وہ اپنی بیعتِ اولٰی پر ہے بوجہ تجدید مذکور جانشین موصوف کا مرید قرار نہ پائے گا،

فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[1]۔

سوائے اس کے نہیں کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور سوا اس کے نہیں کہ ہر آدمی کے لئے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ (ت)

شرع مطہر سے اس پر دلیل واضح حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل اور حضرت امیر المومنین امام العارفین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا قول ہے:

وناھیك بھما قدوۃ فی الدین۔

تیرے لئے ان دونوں حضرات کا دین میں پیشوا ہونا کافی ہے (ت)

جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی خطائے اجتہادی سے رجوع فرما کر دستِ حق پرست حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ پر تجدیدِ بیعت چاہی ظالم کے ہاتھ سے زخمی ہو چکے تھے امیر المومنین علی تک وصول کی طاقت نہ تھی امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لشکر کا ایک سپاہی گزرا اُسے بلا کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت فرمائی اور روح اقدس جوارِ اقدس رحمت الٰہی میں پہنچی، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حال سُن کر فرمایا:

ابی اللہ ان یدخل طلحۃ الجنۃ الا و بیعتی فی عنقہ[2]۔

اللہ عزوجل نے طلحہ کا جنت میں جانا نہ مانا جب تک میری بیعت ان کی گردن میں نہ ہو۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱
صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات ″ ۲/۱۴۰

[2]

دیکھو امیر المومنین نے اس بیعت کو اپنی ہی بیعت قرار دیا نہ کہ لشکری کی، اور حضرت طلحہ نے امیر المومنین ہی کو امیر المومنین و مستحقِ بیعت سمجھا نہ کہ معاذ اللہ لشکری کو۔

ذٰلك برهٰنٰن من ربك وقد عرضته علىٰ محقق الشريعة والطريقة مولٰينا محب الرسول عبد القادر القادری البدایونی حفظه الله تعالیٰ عن شر کل مجونی وفتونی فاقره وصوبه واستحسنه واعجبه، والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

یہ دونوں برہان تیرے رب کی طرف سے ہیں اور تحقیق میں نے پیش کیا اس کو شریعت و طریقت کے محقق مولانا محب رسول عبد القادر قادری بدایونی پر، اللہ تعالٰی ان کو محفوظ رکھے ہر بے حیا اور فتین کے شر سے، پس اس کو ثابت رکھا اور اس کو صواب قرار دیا اور اسکو عجیب اور مستحسن قرار دیا، اور اللہ تعالٰی پاک ہر عیب سے اور برتر ہے سب سے زیادہ جاننے والا اور اس کا علم جلیل اس کی بزرگی اتم اور مضبوط ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۴ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

اگر عورت نیک خصلت پابندِ شریعت واقفِ طریقت اپنے ہاتھ پر عورتوں اور مردوں کو بیعت کرنا شروع کر دے تو از روئے طریقت اور شریعت یہ بیعت درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت تحریر فرمائیں۔

الجواب

اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضرور ہے لہذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیرنی نہ بیعت کیا، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن یفلح قوم ولّوا امرھم امرأة۔[1] رواہ الائمة احمد والبخاری والترمذی والنسائی

ہرگز وہ قوم فلاح نہ پائے گی جنھوں نے کسی عورت کو والی بنایا۔ اسکو ائمہ کرام احمد و بخاری و

[1] صحیح البخاری کتاب الفتن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۲
جامع الترمذی ابواب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۱
سنن النسائی کتاب ادب القضاۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۳۰۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی بکرۃ المکتب الاسلامیۃ بیروت ۵/ ۵۱

عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ترمذی اور نسائی نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ میزان الشریعۃ کتاب الاقضیہ میں فرماتے ہیں:

قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ تعالٰی ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدًا لنقص النساء فی الدرجۃ و ان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران و اٰسیۃ امرأۃ فرعون فذٰلك کمال بالنسبۃ للتقوٰی والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس وتسلیکھم فی مقامات الولایۃ وغایۃ امر المرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ[1]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم، فقط۔

بیشك اہل کشف نے اجماع کیا ہے اللہ تعالٰی کی طرف بلانے والے کے لئے مرد ہونا شرط قرار دینے پر، اور نہیں پہنچی ہم کو خبر کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت مریدین کی تربیت کرنے کے درپے ہوئی ہو ہمیشہ بوجہ عورتوں کے درجہ میں ناقص ہونے کے اگرچہ ان کے بعض میں کمال وارد ہوا ہے، جیسے کہ مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی، پس یہ کمال تقوٰی اور دین کے لحاظ سے ہے نہ کہ لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کی نسبت سے اور ان کو مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے عورت کی غایت امر یہی ہے کہ وہ عابدہ، زاہدہ ہو، جیسا کہ رابعہ عدویہ بصریہ، اور اللہ سبحانہٗ وتعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم بزرگتر، اکمل اور مضبوط ہے، فقط (ت)

رسالہ

نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ

ختم شد

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الاقضیہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۸۹

(مندرجہ ذیل مسئلہ

فتاوٰی افریقہ

سے

منقول ہے)

مسئلہ ۱۸۵

اگر[1] زید کا پیر و مرشد نہ ہو تو وہ فلاح پائے گا یا نہیں؟ اور[2] اس کا پیر و مرشد شیطان ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ رب عزّوجل حکم کرتا ہے: وابتغوا الیہ الوسیلۃ اور ڈھونڈو طرف اس کی وسیلہ۔

الجواب

ہاں اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کو قرآن عظیم سے استنباط کریں گے، ایک یہ کہ بے پیرا فلاح نہ پائے گا، حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں:

سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح[1] — یعنی میں نے بہت اولیائے کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔

دوسرے یہ کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے، عوارف شریف میں ہے:

روی عن ابی یزید (رضی اللہ تعالٰی عنہ) — یعنی سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] عوارف المعارف   الباب الثانی   مطبعۃ المشہد الحسینی   ص ۷۸

32 انه قال من لم يكن له استاذ فامامه الشيطان[1]

مروی ہوا کہ فرماتے جس کا کوئی پیر نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

رسالہ مبارکہ امام اجل ابوالقاسم قشیری میں ہے:

یجب علی المرید ان یتادب بشیخ فان لم یکن له استاذ لا یفلح ابدا هذا ابو یزید یقول من لم یکن له استاذ فامامه الشیطان[2]

یعنی مرید پر واجب ہے کہ کسی پیر سے تربیت لے کہ بے پیرا فلاح نہ پائے گا، یہ ہیں ابویزید کہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔

پھر فرمایا:

سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول الشجرة اذا نبتت بنفسها من غیر غارس فانها تورق ولکن لا تثمر کذلك المرید اذا لم یکن له استاذ یاخذ منه طریقته نفسا فنفسا فهو عابد هواه لا یجد نفاذا[3]

یعنی میں نے حضرت ابوعلی دقاق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے سُنا کہ پیڑ جب بے کسی بونے والے کے آپ سے اُگے تو پتّے لاتا ہے مگر پھل نہیں دیتا، یونہی مرید کے لئے اگر کوئی پیر نہ ہو جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے تو وہ اپنی خواہشِ نفس کا پجاری ہے، راہ نہ پائیگا۔

حضرت سیدنا میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

چو پیرت نیست پیرتست ابلیس   کہ راہِ دین زدست از مکر و تلبیس[4]

(جب تیرا پیر نہیں ہے تو تیرا پیر ابلیس ہے کہ اس نے دین کی راہ ماری ہے مکر وفریب سے۔ت)

یہ مقام بہت تفصیل و توضیح چاہتا ہے **فاقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) فلاح دو قسم کی ہے:

اوّل انجام کار رستگاری اگرچہ معاذ اللہ سبقت عذاب کے بعد ہو، یہ عقیدۂ اہلسنت میں ہر مسلمان کے لئے لازم اور کسی بیعت و مریدی پر موقوف نہیں، اس کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی مطبعۃ المشہد الحسینی ص ۷۸

[2] الرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین مصطفی البابی مصر ص ۱۸۱

[3] " " " " " ص ۱۸۱

بلکہ ابتدائے اسلام میں کسی دُور دراز پہاڑ یا گمنام ٹاپو کے رہنے والے غافل جن کو نبوت کی خبر ہی نہ پہنچی اور دُنیا سے صرف توحید پر گئے، بالآخر ان کے لئے بھی یہ فلاح ثابت۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اہلِ محشر اور انبیاء سے مایوس پھر کر میرے حضور حاضر ہوں گے میں فرماؤں گا انا لھا میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر اپنے رب سے اذن چاہوں گا وہ مجھے اذن دے گا میں سجدے میں گروں گا ارشاد ہوگا یا محمد ارفع راسك وقل تسمع وسل تعطہ واشفع تشفع اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سُنی جائے گی اور مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری اُمت۔ فرمایا جائے گا جاؤ جس کے دل میں جَو بھر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکال لو، انھیں نکال کر میں دوبارہ حاضر ہوں گا سجدہ کروں گا وہی ارشاد ہوگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سُنا جائے گا، مانگو کہ دیا جائے گا، شفاعت کرو کہ قبول ہے میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری امت۔ ارشاد ہوگا جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو نکال لو، میں انھیں نکال کر سہ بارہ حاضر ہو کر سجدہ کروں گا فرمائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہو منظور ہے جو مانگو عطا ہے شفاعت کرو مقبول ہے، میں عرض کروں گا اے میرے رب میری امت میری امت۔ ارشاد ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم تر ایمان ہو اسے نکال لو۔ میں انھیں نکال کر چوتھی بار حاضر و ساجد ہوں گا ارشاد ہوگا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سنیں گے مانگو کہ دیں گے شفاعت کرو کہ قبول کریں گے۔ میں عرض کروں گا الٰہی! مجھے ان کے نکالنے کی اجازت دے جنھوں نے تجھے ایک جانا ہے۔ ارشاد ہوگا یہ تمہارے سبب نہیں بلکہ مجھے اپنے عزت و جلال و کبریا و عظمت کی قسم ہر موحّد کو اس سے نکال لوں گا۔[1] **اقول** یہ ان کے بارے میں ردِّ شفاعتِ حضور نہیں بلکہ عین قبول ہے کہ حضور کے عرض کرنے ہی پر تو جہنم سے نکالے گئے، فقط یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو رسالت سے توسل کا موقع نہ ملا مجرد عقل جتنے ایمان کے لئے کافی تھی یعنی توحید اسی قدر رکھتے تھے۔

ثم اقول معنی حدیث کی یہ تقریر کہ ہم نے کی اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اس حدیث صحیح کے معارض نہیں کہ فرمایا:

ما زلت اتردد علی ربی فلا اقوم فیہ مقاما الا | میں اپنے رب کے حضور آتا جاتا رہوں گا جس

۱؎ صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۸-۱۹
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ " " " ۱/ ۱۱۰

شفعت حتی اعطانی اللہ من ذلک ان قال یا محمد ادخل من امتک من خلق اللہ من شہد ان لا الہ الا اللہ یوما واحدا مخلصا ومات علی ذلک۔ رواہ احمد[1] بسند صحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

شفاعت کے لئے کھڑا ہوں گا قبول ہوگی یہانتک کہ میرا رب فرمائے گا کہ تمام مخلوق میں جتنی تمہاری امت ہے ان میں جو توحید پر مرا ہو اسے جنت میں داخل کردو۔ (اسے احمد نے بسندِ صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

کہ یہاں کلام اُمت میں ہے تو یہاں لا الٰہ الا اللہ سے پُورا کلمہ طیبہ مراد ہے جیسا کہ انھیں امام احمد و صحیح ابن حبان کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

شفاعتی لمن شہد ان لا الہ الا اللہ مخلصا وان محمد رسول اللہ یصدق لسانہ قلبہ و قلبہ لسانہ[2]۔

میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کی توحید اور میری رسالت پر اخلاص سے گواہی دیتا ہو کہ زبان دل کے موافق ہو اور دل زبان کے۔

اللّٰھم اشھد وکفٰی بک شھیدا انی اشھد بقلبی ولسانی انہ لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حنیفا مخلصا وما انا من المشرکین والحمد للہ رب العالمین۔

الٰہی! گواہ ہوجا اور تیری ہی گواہی کافی ہے کہ میں اپنے دل وزبان سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، سب باطل دینوں سے کنارہ کرتا ہوا خالص اسلام والا ہوکر، اور میں مشرکوں میں سے نہیں، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

دوم کامل رستگاری کہ بے سبقت عذاب دخولِ جنت ہو اس کے دو پہلو ہیں،

اوّل وقوع، یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیتِ الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگرچہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک گناہِ صغیرہ پر گرفت کرے اگرچہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو،[ع] اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں،

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۸

[2] " " " ابی ہریرہ " " " " ۲/ ۳۰۷

موارد الظمآن باب جامع فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۹۴ المطبعۃ السلفیہ مکۃ المکرمۃ ص ۶۴۵

یہ عدل ہے اور وہ فضل،

یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء[1] جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے۔ (ت)

حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبائر ایسی فلاح پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ رواہ احمد[2] میری شفاعت میری اُمت سے کبیرہ گناہوں والوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لقولہ تعالٰی ویجزی الذین احسنوا بالحسنی ۝ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربك واسع المغفرۃ[3]، وقولہ تعالٰی ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما[4] ۝ وقولہ تعالٰی ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ذٰلك ذکری للذٰکرین[5] ۝ ۱۲ منہ غفرلہ

ارشادِ باری تعالٰی ہے، اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے وہ جو گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے، بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمھیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ ہم بخش دیں گے اور تمھیں عزت کی جگہ داخل کرینگے۔ اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

[2] سنن ابی داود کتاب السنۃ باب فی الشفاعۃ ۲/ ۲۹۶ وجامع الترمذی ابواب صفۃ القیمۃ ۲/ ۶۶

سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹

مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۳

شعب ایمان حدیث ۳۱۰، ۳۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۸۷

السنن الکبرٰی کتاب الجنایات دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۰

موارد الظمآن حدیث ۲۵۹۶ ص ۶۴۵ و المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۵۴ ۱۱/ ۱۸۹

[3] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۱ و ۳۲

[4] " ۴/ ۳۱

[5] " ۱۱/ ۱۱۴

وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم والبیھقی وصححہ عن انس بن مالك والترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم عن جابر بن عبد اللہ والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس والخطیب عن کعب بن عجرۃ وعن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

کے لئے ہے (یہ حدیث احمد وابوداؤد و ترمذی ونسائی و ابن حبان وحاکم و بیہقی نے انس بن مالک سے روایت کی اور بیہقی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبد اللہ بن عباس سے اور خطیب نے کعب بن عجرہ سے اور عبد اللہ بن عمر سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل شطر امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانہا اعم واکفی اترونہا للمؤمنین المتقین لا ولکنہا للمذنبین المتلوثین الخطائین۔ رواہ احمد[1] بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر باسناد جید عن ابن عمر وابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

مجھ سے میرے رب نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے شفاعت لے لو چاہے یہ کہ تمھاری آدھی امت بلا عذاب داخل جنت ہو، میں نے شفاعت اختیار فرمائی کہ وہ زیادہ عام اور زیادہ کافی ہے، کیا اسے ستھرے مومنوں کے لئے سمجھتے ہو، نہیں بلکہ وہ گناہگاں آلودہ روزگاروں سخت خطاکاروں کے لئے ہے (یہ حدیث احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے معجم کبیر میں بہ سند جید عبد اللہ بن عمر سے روایت کی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت)

بلکہ وُہ بھی ہونگے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دئے جائیں گے، قال اللہ تعالٰی:

فاولئك یبدل اللہ سیاٰتہم حسنٰت وکان اللہ غفورا رحیما[2]○

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۷۵
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰

حدیث میں ہے ایک شخص روزِ قیامت حاضر لایا جائے گا، ارشاد ہوگا اس کے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے بڑے ظاہر نہ کرو۔ اس سے کہا جائے گا تُو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے وہ مقر ہوگا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ارشاد ہوگا اعطوہ مکان کل سیئۃ حسنۃ اسے ہر گناہ کی جگہ ایک نیکی دو، اب کہہ اُٹھے گا کہ الٰہی! میرے اور بہت سے گناہ ہیں وہ تو سننے میں آئے ہی نہیں، یہ فرماکر حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آس پاس کے دندان مبارک ظاہر ہُوئے رواہ الترمذی[۱] عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ترمذی نے ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت) بالجملہ وقوع کے لئے سوا اسلام اور اللہ و رسول کی رحمت کے اور کوئی شرط نہیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دوم امید یعنی انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہوں کہ اگر انہی پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب داخلِ جنت کیا جائے، یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے کہ سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض[۲] جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی چوڑان آسمان وزمین کے پھیلاؤ کی مانند ہے۔ (ت)

اس لئے کہ کسبِ انسانی اسی سے متعلق، یہ پھر دو قسم :

اول: فلاحِ ظاہر، حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہرداروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمال جوارح پر مقصور ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرلیا اور متقی و مفلح بن گئے اگرچہ باطن ریا و عجب و حسد و کینہ و تکبر و حب مدح و حبِ جاہ و محبتِ دُنیا و طلبِ شہرت و تعظیم امراء و تحقیر مساکین و اتباعِ شہوات و مداہنت[۵] و کفرانِ[۲] نعم و حرص و بخل و طول امل[۳] و سُوئے ظن و عنادِ حق اور اصرار باطل[۷] و مکر و غدر و خیانت و غفلت و قسوت[۴] و طمع و تملق[۵] و اعتماد خلق و نسیان[۶] خالق و نسیان موت و جراءت علی اللہ و نفاق و اتباع شیطان و بندگی نفس و رغبتِ بطالت[۱] و کراہت عمل و قلتِ خشیت[۸] و جزع[۹] و عدمِ خشوع[۱۰] و غضب[۱۱] للنفس و تساہل[۱۲] فی اللہ وغیرہا مہلکات[۱۳] آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے مزبلہ پر زربفت

---

[۱] دین میں سستی [۲] نعمتوں کی ناشکری [۳] لمبی آرزو [۴] دل کی سختی [۵] چاپلوسی [۶] خدا کو بھول جانا [۷] باطل کی رغبت [۸] ڈر کی کمی [۹] بے صبری [۱۰] خشوع کا نہ ہونا [۱۱] نفس کے لئے ناراض ہونا [۱۲] اللہ کے بارے میں سستی کرنا [۱۳] ہلاک کرنیوالی آفتیں۔ (ت)

[۱] جامع الترمذی ابواب صفۃ جہنم باب ماجاء ان للنار نفیس الخ امین کمپنی دہلی ۲/۸۳ [۲] القرآن الکریم ۵۷/۲۱

کا خیمہ، اوپر زینت اور اندر نجاست۔ پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجئے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے کون سی ناکردنی ہے کہ اٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی، آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی تو اسی قسم کے الا من شاء اللہ وقلیل ما ھم (مگر جو اللہ تعالٰی چاہے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ ت) میں اسے زیادہ مشرح کرتا مگر کیا فائدہ کہ حق تلخ ہوتا ہے اس سے نفع پانا اور اپنی اصلاح کی طرف آنا درکنار بتانے والے کے اُلٹے دشمن ہوجاتے ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ہزار اُف اس نام علم پر کہ آج کل بہت بے دین مرتدین اللہ و رسول کی جناب میں کیسی کیسی سخت گالیاں بکتے لکھتے اور چھاپتے ہیں، ان سے کان پر جُوں نہ رینگے، کہیں بے پروائی کہیں آرام خواہی، کہیں نیچری تہذیب کہیں طمع کی تخریب، کہیں ملاقات کا پاس کہیں اس کا ہراس (ڈر) کہ ان مرتدوں کا رَد کریں، مسلمانوں کو ان کا کفر بتائیں تو یہ سر ہوجائیں گے اخباروں اشتہاروں میں ہماری مذمتیں گائیں گے، ہزاروں جھُوٹے بہتان لگائیں گے، کون اپنی عافیت تنگ کرے، ان ناپاک وجوہ کے باعث وہاں خموشی اور خود ان سے اعمال میں خطا بلکہ عقائد میں غلطی ہو اسے کوئی بتائے تو نہ اب وہ تہذیب نہ آرام طلبی نہ بے پروائی نہ سلامت روی بلکہ جامے سے باہر ہو کر جس طرح بنے اس کی عداوت میں گرمجوشی حق کا جواب نہ بن آئے تو عناد و مکابرہ سے کام لیا حتی کہ کتابوں کی عبارتیں گھڑلیں، جھُوٹے حوالے دل سے تراش لیں کہ کہیں اپنی ہی بات بالا رہے، عوام کے سامنے شیخی کر کری نہ ہو یا وہ جو وعظ وغیرہ کے ذریعے سے مل رہتا ہے اس میں کھنڈت نہ پڑے، کیا اسی کا نام تقوٰی ہے حاش للہ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی کے بدگویوں کے مقابل وہ خواب خرگوش اور اپنے نفس کی بے جا حمایت میں یہ جوش و خروش، تو یہ کہتا ہے کہ اللہ اور رسول کی عظمت سے اپنے نفس کی عظمت دل میں سوا ہے، اب اسے کیا کہئے سوا اس کے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بیشک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور نہیں طاقت اور نہ قوت مگر ساتھ اللہ بلند تر عظمت والے کے۔ (ت)

بالجملہ اس صورت کو فلاح سے علاقہ نہیں صاف ہلاک ہے بلکہ فلاح ظاہر یہ کہ دل و بدن دونوں پر جتنے احکام الٰہیہ ہیں سب بجالائے، نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے نفس کے خصائل ذمیمہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں، ان پر کاربند نہ ہوں، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے، حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے وعلٰی ہذا القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجرِ عظیم ہے، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث لم تسلم منها هذہ الامة الحسد و الظن والطیرۃ الا انبئکم بالمخرج منہا اذا ظننت فلا تحقق و اذا حسدت فلا تبغ واذا تطیرت فامض۔ رواہ رستہ فی کتاب الایمان[1] عن الامام الحسن البصری مرسلا ووصلہ ابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ اذا حسدتم فلا تبغوا واذا ظننتم فلا تحققوا واذا تطیرتم فامضوا وعلی اللہ فتوکلوا۔[2]

تین خصلتیں اس اُمّت سے نہ چھوٹیں گی، حسد، بدگمانی اور بدشگون۔ کیا میں تمھیں ان کا علاج نہ بتادوں، بدگمانی آئے تو اس پر کاربند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کرو اور بدشگونی کے باعث کام سے رُک نہ رہو (اس حدیث کو رستہ نے کتاب الایمان میں امام حسن بصری سے بے ذکرِ صحابی سے روایت کیا اور ابن عدی نے متصل ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تمھارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جمانہ دو اور بدشگونی آئے تو رُکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ ت)

یہ فلاحِ تقوٰی ہے اس سے آدمی سچا متقی ہوجاتا ہے، ہم نے اسے فلاحِ ظاہر بایں معنٰے کہا کہ اس میں جو کچھ کرنا نہ کرنا ہے اس کے احکام ظاہر وواضح ہو چکے ہیں قد تبین الرشد من الغی[3] (بیشک ہدایت ظاہر ہوگئی گمراہی سے۔ ت)

دوم، فلاحِ باطنی کہ قلب وقالب رذائل سے متخلی اور فضائل سے متحلی کرکے بقایائے شرک خفی دل سے دُور کیے جائیں یہاں تک کہ لامقصود الا اللہ (کوئی مقصود نہیں سوائے اللہ کے۔ ت) پھر لامشہود الا اللہ (کوئی نظر میں نہیں سوائے اللہ کے۔ ت) پھر لاموجود الا اللہ (کوئی وجود ذاتی نہیں رکھتا سوائے اللہ کے۔ ت) متجلی ہو یعنی اوّلاً ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم ہو پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و پرتو۔ یہ منتہائے فلاح وفلاحِ احسان ہے۔ فلاحِ تقوٰی میں تو عذاب سے دُوری اور جنّت کا جین تھا کہ:

فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ

جو جہنم سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ ضرور

---

[1] کنز العمال بحوالہ رستہ فی کتاب الایمان حدیث ۷۰۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۶ و ۴۶۲
[2] " بحوالہ عد عن ابی ہریرہ " ۷۰۴۸ " " " " " ۳/۴۶۲
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶

فقد فاز[1]   فلاح کو پہنچا۔

اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون[2]   خبردار! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ت)

بہرحال اس فلاح کے لئے ضرور پیرومرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اول کی ہو یا دوم کی،

اقول اب مرشد بھی دو قسم ہے:

اول عام کہ کلام اللہ وکلام الرسول وکلام ائمہ شریعت وطریقت وکلام علمائے دین اہل رشد ہدایت ہے اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن اسے اس مرشد سے چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے بلاشبہہ کافر ہے یا گمراہ، اور اس کی عبادت برباد وتباہ۔

دوم خاص کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے، یہ مرشد خاص جسے پیر وشیخ کہتے ہیں۔ پھر دو قسم ہے:

اول شیخ اتصال (بتائے فوقانی) یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہوجائے، اس کے لئے چار شرطیں ہیں:

(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔ بعض لوگ بلابیعت محض بزعم وراثت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلااذن مرید کرنا شروع کردیتے ہیں، یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا اس میں فیض نہ رکھا گیا لوگ براہ ہوس اس میں اذن وخلافت دیتے چلے آتے ہیں، یا سلسلہ فی نفسہٖ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ انتفائے بعض شرائط قابل بیعت نہ تھا اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔ ان صورتوں میں اس بیعت

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

[2] ″ ۱۰/ ۶۲

سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دُودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

(۲) شیخ سُنّی العقیدہ ہو بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک آج کل بہت کھلے ہوئے بددینوں بلکہ بے دینوں حتی کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر و دشمن اولیاء ہیں مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے، ہوشیار خبردار احتیاط احتیاط ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

(بہت سے ابلیس انسانی شکل میں ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ت)

(۳) عالم **اقول** علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پُورا واقف کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بدمذہب نہیں کل ہوجائے گا ؎

فمن لم یعرف الشر فیوما یقع فیہ

(جو شر سے آگاہ نہیں ایک دن اس میں پڑجائیگا۔ت)

صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہِ جہالت ان میں پڑجاتے ہیں، اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے قول یا فعل سے کفر سرزد ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے، اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے تو یہ بھی کرلے مگر وہ جو سجادہ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت کرخود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم[1]   جب اس سے کہا جائے اللہ تعالٰی سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھتی ہے گناہ کی۔(ت)

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا، اتنا کہ آپ توبہ کرلیں گے، قول و فعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دیں اگرچہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے نہ اسی پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں مرید کرنا چھوڑیں لاجرم وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے لہذا عالم عقائد ہونا لازم۔

(۴) فاسق معلن نہ ہو **اقول** اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرد فسق باعث فسخ نہیں مگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع باطل، تبیین الحقائق امام زیلعی وغیرہ میں دربارۂ فاسق ہے:

فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ، قد وجب علیہم اھانتہ شرعا[1]۔ | امامت کے لئے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرع میں تو اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

دوم شیخ ایصال کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسد نفس (نفس کے فسادات) و مکاید شیطان (شیطان کی مکاریاں) و مصاید ہوا (خواہشات کا شکار) سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے ان کا علاج بتائے جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ زا مجذوب۔ عوارف شریف میں فرمایا: یہ دونوں قابل پیری نہیں۔

اقول اس لئے کہ اول خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل، بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب، اور اول اولٰی ہے۔

اقول اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید، پھر بیعت بھی دو قسم ہے:

اول بیعت برکت کہ صرف تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہوجانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں، وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے، وہ خارج از بحث ہیں، اس بیعت کے لئے شیخ اتصال کہ شرائط اربع کا جامع ہو، بس ہے۔

اقول بیکار یہ بھی نہیں، مفید اور بہت مفید، اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے، محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا ان سے سلسلہ متصل ہوجانا فی نفسہٖ سعادت ہے۔

اولًا ان کے خاص غلاموں سالکان راہ سے اس امر میں مشابہت۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم[2]۔ | جو جس قوم سے مشابہت پیدا کرلے وہ انہی میں سے ہے۔

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ الخ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/۱۳۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۰ و ۹۲

سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عوارف المعارف شریف میں فرماتے ہیں:

واعلم ان الخرقۃ خرقتان خرقۃ الارادۃ وخرقۃ التبرک والاصل الذی قصدہ المشائخ للمریدین خرقۃ الارادۃ وخرقۃ التبرک تشبہ بخرقۃ الارادۃ فخرقۃ الارادۃ للمرید الحقیقی وخرقۃ التبرک للمتشبہ ومن تشبہ بقوم فھو منھم[1]

واضح ہو کہ خرقے دو ہیں: خرقہ ارادت و خرقہ تبرک، مشائخ کا مریدوں سے اصل مطالبہ خرقہ ارادت ہے اور خرقہ تبرک کو اس سے مشابہت ہے تو حقیقی مرید کے لئے خرقہ ارادت ہے اور مشابہت چاہنے والوں کے لئے خرقہ تبرک اور جو کسی قوم سے مشابہت چاہے وہ انہی میں ہے (ت)

ثانیاً ان غلامانِ خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا ع

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

(بلبل کو یہی کہ پھول کی صحبت ہو کافی ہے۔ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم[2]

وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

ثالثاً محبوبانِ خدا آیہ رحمت ہیں، وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کرلیتے ہیں اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں۔ امام یکتا سیدی ابوالحسن نور الملۃ والدین علی قدس سرہ بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہو نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ آپ کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا:

من انتمی الیّ وتسمّی لی قبلہ اللہ تعالٰی وتاب علیہ ان کان علی سبیل مکروہ وھو من جملۃ اصحابی وان ربی عزوجل وعدنی ان یدخل اصحابی واھل مذھبی وکل محب

جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشرہ مطبعۃ المشھد الحسینی القاھرۃ ص ۷۹

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات ۲/۱۹۹ و مسند احمد بن حنبل ۲/۲۵۲ و ۳۵۹ و ۳۸۳

لی الجنۃ[1]۔ میں ہے اور میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (والحمد للہ رب العالمین)۔

دوم بیعت ارادت کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی برحق واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے اسے مطلقاً اپنا حاکم ومالک ومتصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے اس کے لئے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے صحیح نہ معلوم ہوں، انھیں افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل سمجھے اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے، یہ بیعت سالکین ہے، اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے، یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی ہے جسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لا ننازع الامر اھلہ[2]۔

ہم نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی ودشواری ہر خوشی وناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون وچرا نہ کریں گے۔

شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم اور اللہ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسول اللہ فقد ضل

کسی مسلمان مرد وعورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کسی معاملہ میں کچھ فرمادیں تو پھر انھیں کام کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ ورسول کی نافرمانی

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۱

[2] صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون بعدی امورًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۵

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ لہ " " " ۲/ ۱۲۴

ضلالاً مبیناً[1] | کرے وہ کھلا گمراہ ہوا۔

عوارف شریف میں ارشاد فرمایا:

دخوله فی حکم الشیخ دخوله فی حکم الله ورسوله واحیاء سنة المبایعة۔[2]

شیخ کے زیرِ حکم ہونا اللہ و رسول کے زیرِ حکم ہونا ہے، اور اس بیعت کی سنت کا زندہ کرنا۔

نیز فرمایا:

ولا یکون هذا الا لمرید حصر نفسه مع الشیخ وانسلخ من ارادة نفسه وفنی فی الشیخ بترك اختیار نفسه۔[3]

یہ نہیں ہوتا مگر اس مرید کے لئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادے سے بالکل باہر آیا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔

پھر فرمایا:

ویحذر الاعتراض علی الشیوخ فانه السم القاتل للمریدین، وقل ان یکون مرید یعترض علی الشیخ باطنه فیفلح، ویذکر المرید فی کل ما اشکل علیه من تصاریف الشیخ قصة الخضر علیه السلام کیف کان یصدر من الخضر تصاریف ینکرها موسیٰ ثم لما کشف له عن معناها بان لموسیٰ وجه الصواب فی ذالك فهكذا ینبغی للمرید ان یعلم ان کل تصرف اشکل علیه صحته من الشیخ عند الشیخ فیه

پیروں پر اعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لئے زہرِ قاتل ہے، کم کوئی مرید ہو گا جو اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے پھر فلاح پائے، شیخ کے تصرفات سے جو کچھ اسے صحیح نہ معلوم ہوتے ہوں ان میں خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات یاد کرلے کیونکہ ان سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بظاہر جن پر سخت اعتراض تھا (جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا، بے گناہ بچے کو قتل کر دینا) پھر جب وہ اس کی وجہ بتاتے تھے ظاہر ہو جاتا تھا کہ حق یہی تھا جو انہوں نے کیا، یوں ہی مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۳۶

[2] عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۷۸

[3] " " " " " " " "

بیان وبرھان للصحۃ[1]۔ مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا، شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیل قطعی ہے۔

امام ابوالقاسم قشیری رسالہ میں فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوعبدالرحمان سلمی کو فرماتے سُنا کہ ان سے ان کے شیخ حضرت ابوسہل صعلوکی نے فرمایا:

من قال لاستاذہ لِمَ لایفلح ابدا[2] جو اپنے پیر سے کسی بات میں کیوں کہے گا کبھی فلاح نہ پائے گا۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ (اللہ تعالٰی سے ہم معافی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ت)

جب یہ اقسام معلوم ہولئے تو اب حکم مسئلہ کی طرف چلئے، مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی قطعاً ضرورت ہے، فلاح تقوٰی ہو یا فلاح احسان اُس مرشد سے جدا ہو کر ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو، **اقول** (میں کہتا ہوں۔ت) پھر اس سے جدائی دو طرح ہے:

اوّل صرف عمل میں جیسے کسی کبیرے کا مرتکب یا صغیرے پر مُصر، اور اس سے بدتر ہے وہ جاہل کہ علماء کی طرف رجوع ہی نہ لائے اور اس سے بدتر کہ باوصف جہل ذی رائے بنے، احکام علماء میں اپنی رائے کو دخل دے یا حکم کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے اور اسے حدیث وفقہ سے بتادیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے جب بھی اسی کو حق کہے بہر حال یہ لوگ فلاح پر نہیں، اور بعض بعض سے زائد ہلاکت میں ہیں مگر صرف ترک عمل کے سبب نہ بے پیرا ہو نہ اس کا پیر شیطان، جبکہ اولیاء و علمائے دین کا سچے دل سے معتقد ہو اگرچہ شامت نفس نافرمانی پر لائے کہ بیعت جس طرح باعتبار پیر خاص دو قسم تھی یوں ہی باعتبار مرشد عام بھی، اگر اس کے حکم پر چلتا ہے بیعت ارادت رکھتا ہے ورنہ بیعت برکت سے خالی نہیں کہ ایمان واعتقاد تو ہے تو گنہگار سُنّی اگر کسی پیر جامع شرائط اربعہ کا مرید ہے فبہا ورنہ بوجہ حسنِ اعتقاد مرشد عام کے منتسبوں میں ہے اگرچہ نافرمانی کے باعث فلاح پر نہیں۔

دوم منکر ہو کر جدائی مثلاً (۱) وہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں انہی میں ہیں وہ جھُوٹے مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشرہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ص ۷۹

[2] رسالۃ القشیریۃ باب حفظ قلوب المشائخ وترک الخلاف علیہم مصطفی البابی مصر ص ۱۵۰

یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سُنے گئے کہ عالم کون ہے سب پنڈت ہیں، عالم تو وہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے۔ (۲) وہ دہریے ملحد فقیر و ولی بننے والے کہ کہتے ہیں شریعت راستہ ہے ہم تو پہنچ گئے، ہمیں راستے سے کیا کام، ان خبیثوں کا رد ہمارے رسالے مقال عرفا باعزاز شرع و علماء میں ہے۔ امام ابو القاسم قشیری قدس سرہٗ رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

ابو علی الروذباری بغدادی اقام بمصر ومات بها سنة اثنتين وعشرين وثلثمائة صحب الجنيد والنوري اظرف المشائخ واعلمهم بالطريقة سئل عمن يسمع الملاهي ويقول هي لی حلال لانی وصلت الی درجة لاتؤثر فی اختلاف الاحوال فقال نعم قد وصل ولكن الی سقر[1]

یعنی سیدی ابو علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہ بغدادی ہیں، مصر میں اقامت فرمائی اور اسی میں ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ سید الطائفہ جنید و حضرت ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اصحاب سے ہیں، مشائخ میں ان سے زیادہ علم طریقت کسی کو نہ تھا۔ اس جناب میں سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سُنتا اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کوئی اثر نہیں ڈالتا، فرمایا ہاں پہنچا تو ضرور، مگر کہاں تک، جہنم تک۔

عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں، حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ کہتے ہیں ان التكاليف كانت وسيلة الی الوصول وقد وصلنا شریعت کے احکام تو وصول کے وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے، فرمایا صدقوا فی الوصول ولكن الی سقر والذی يسرق ويزنی خير ممن يعتقد ذلك[2] وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔

(۳) وہ جاہل اجہل یا ضال اضل کہ بے پڑھے یا کتابیں پڑھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ سے بے نیاز ہو بیٹھے جیسا کہ قرآن و حدیث ابو حنیفہ و شافعی سمجھتے تھے ان کے زعم میں یہ بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان سے بھی

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ منہم ابو علی احمد بن محمد الروذباری مصطفٰی البابی مصر ص ۲۶

[2] الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر المبحث السادس والعشرون داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۰۲

بہتر، کہ انھوں نے قرآن وحدیث کے خلاف حکم دیئے، یہ ان کی غلطیاں نکال رہے ہیں۔ یہ گمراہ بد دین غیر مقلد ہوئے۔

(۴) اس سے بدتر وہابیت کی اصل علت کہ تقویۃ الایمان پر سر منڈا بیٹھے، اس کے مقابل قرآن وحدیث پس پشت پھینک دیے اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اس ناپاک کتاب کے طور معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اور یہ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر اسی کے مسائل پر ایمان لائیں۔

(۵) ان سے بدتر ان میں دیوبندی کہ انھوں نے گنگوہی ونانوتوی وتھانوی اپنے احبار ورہبان کے کفر کو اسلام بنانے کے لئے اللہ ورسول کو سخت گالیاں قبول کیں۔

(۶) قادیانی (۷) نیچری (۸) چکڑالوی (۹) روافض (۱۰) خوارج (۱۱) نواصب (۱۲) معتزلہ وغیرہم۔

بالجملہ جملہ مرتدین یا ضالین معاندین دین کہ سب مرشد عام کے مخالف ومنکر ہیں۔ یہ اشد ہالک ہیں اور ان سب کا پیر شیطان اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر وولی وقطب بنیں۔ قال اللہ تعالٰی:

استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[1]

شیطان نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالٰی کی یاد بھلادی وہی شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں۔

والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فلاحِ تقوٰی

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس کے لئے مرشد خاص کی ضرورت بایں معنٰی نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے، جیسا کہ اوپر گزرا، فلاح ظاہر ہے، اس کے احکام واضح ہیں، آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ پوچھ کر متقی بن سکتا ہے، اعمال قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محدود، اور کتب ائمہ مثل امام ابو طالب مکی وامام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہما میں مشروح، تو یے بیعت بھی اس کی راہ کشادہ اور اس کا دروازہ مفتوح، یہ جب کہ اسی قدر پر اقتصار کرے، تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سُنّی بھی بے پیر نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

متقی کیونکر بے پیرا' یا معاذ اللہ مرید شیطان ہوسکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں، تو جتنا پیرا سے درکار ہے حاصل ہے تو اولیا ۔ کا قولِ دوم کہ جس کے لئے شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے اس سے متعلق نہیں ہوسکتا، اور قولِ اول کہ بے پیرا فلاح نہیں پاتا، یہ تو بداہۃً اس پر صادق نہیں، فلاح تقوٰی بلاشبہہ فلاح ہے اگرچہ فلاحِ احسان اس سے اعظم واجل ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ان تجتنبوا کبٰئر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما ۱؎ ۔

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمھاری بُرائیاں مٹا دیں گے اور تمھیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے ۔

یہ بلاشبہہ فوزِ عظیم ہے، مولا تعالٰے نے اہلِ تقوٰی واہلِ احسان دونوں کے لئے اپنی معیت ارشاد فرمائی :

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ۲؎ ۔

بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے جو اہلِ احسان ہیں ۔

یہ کیسا فضلِ عظیم ہے اور فلاح کے لئے کیا چاہئے **اقول** بات یہ ہے کہ تقوٰی عموماً ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اس فلاح یعنی عذاب سے رستگاری کے لئے بفضلِ الٰہی حسبِ وعدۂ صادقہ کافی ووافی' احسان یعنی سلوک راہِ ولایت اعلیٰ درجے کا مطلوب ومحبوب ہے مگر اس کی طرح فرض نہیں ورنہ اولیا کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوتے ہیں باقی کروڑہا کروڑ مسلمان ہزارہا علما ، وصلحا سب معاذ اللہ تارکِ فرض وفساق ہوں اولیا نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی کروڑوں میں سے معدودے چند کو اس پر چلایا اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا واپس فرمایا فرض سے واپس کرنا کیونکر ممکن تھا،

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۳؎ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا ۴؎ ۔

اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر، اللہ کسی کو تکلیف نہیں مگر اتنے کی جو اسے دیا ہے ۔ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۴/ ۳۱ ۲؎ القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۸
۳؎ " " ۲/ ۲۸۶ ۴؎ " " ۶۵/ ۷

عوارف شریف میں ہے :

اما خرقۃ التبرك فیطلبہا من مقصودہ التبرك بزی القوم ومثل ھذا لا یطالب بشرائط الصحبۃ بل یوصی بلزوم حدود الشرع و مخالطۃ ھذہ الطائفۃ لتعود علیہ برکتھم ویتأدب بآدابھم فسوف یرقیہ ذٰلك الی الاھلیۃ لخرقۃ الارادۃ فعلی ھذہ خرقۃ التبرك مبذولۃ لکل طالب وخرقۃ الارادۃ ممنوعۃ الا من الصادق الراغب[1]۔

جو شخص خرقۂ تبرک کا خواہاں ہے تو اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ صوفیاء کے اس لباس سے برکت حاصل کرے اس کے لئے وہ تمام شرائط ملحوظ نہیں رکھے جاتے جو خرقۂ ارادت کے لئے ضروری ہیں بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اس کی برکت اسے خرقۂ ارادت کا اہل کردے یہی وجہ ہے کہ خرقۂ تبرک تو ہر طالبِ حقیقت کو دیا جاسکتا ہے مگر خرقۂ ارادت صرف طالبِ صادق کے لئے مخصوص ہے (ت)

تو ظاہر ہوا کہ اس کا ترک نافی فلاح نہیں، نہ کہ معاذ اللہ مرید شیطان کردے۔

اکابر علماء وائمہ میں ہزارہا وہ گزرے ہیں جن سے یہ بیعت خاصہ ثابت نہیں یا کی تو آخر عمر میں بعد حصول مرتبۂ امامت اور وہ بھی بیعت برکت جیسے امام ابن حجر عسقلانی نے سیدی مدین قدس سرہٗ کے دست مبارک پر، **اقول** ہاں جو اس کا ترک بوجہ انکار کرے اسے باطل و لغو جانے وہ ضرور گمراہ اور بے فلاح و مرید شیطان ہے جب کہ انکار مطلق ہو، اور اگر اپنے عصر و مصر میں کسی کو بیعت کے لئے کافی نہ جانے تو اس کا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا، اگر یہ اپنے تکبر کے باعث ہے تو الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین[2] کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں۔ اور اگر بلا وجہ شرعی اپنی بدگمانی کے باعث سب کو نااہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ مفلح نہیں، اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں کہ اشتباہ میں ڈالتی ہیں اور یہ بنظر احتیاط بچتا ہے تو الزام نہیں،

ان من الحزم سوء الظن دع ما یریبك الی ما لا یریبك۔

بیشک احتیاط میں داخل ہے برا پہلو بچنے کیلئے سوچ لینا جس بات میں تجھے دغدغہ ہو اسے چھوڑ کر وہ اختیار کر جو بے دغدغہ ہو۔

---

[1] عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۸۰

[2] القرآن ۳۹/ ۶۰

فلاحِ انسان

فلاحِ انسان کے لئے بے شک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی شیخ اتصال اس کے لئے کافی نہیں اور اس کے ہاتھ پر بھی بیعتِ ارادت ہو، بیعت برکت یہاں بس نہیں، اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے آگاہ و ماہر حل نہ کرے حل نہ ہوں گی نہ کتبِ سلوک کا مطالعہ کام دے گا کہ یہ قالِ تقوٰی کی طرح محدود و معدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق اللہ تک راستے اتنے ہیں جتنی تمام مخلوقات کی سانسیں۔ حضور سیدنا غوث رضی اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ان اللہ لایتجلی لعبد فی صفتین ولا فی صفۃ لعبدین[1] الخ۔ رواہ فی البھجۃ الشریفۃ وفیہ ثنیا یطول شرحھا۔

اللہ تعالٰی عزوجل نہ ایک بندے پر دو صفتوں میں تجلی فرمائے نہ ایک صفت سے دو بندوں پر۔ (یہ ارشاد مبارک بہجۃ الاسرار شریف میں روایت کیا اور اس میں ایک استثنا ہے جس کی شرح طویل ہے۔ ت)

اور ہر راہ کی دشواریاں، باریکیاں، گھاٹیاں جدا ہیں جن کو نہ یہ خود سمجھ سکے گا نہ کتاب بتائے گی اور وہ پرانا دشمن مکار پُرفن ابلیس لعین ہر وقت ساتھ ہے۔ اگر بتانے والا آنکھیں کھولنے والا ہاتھ پکڑنے والا امداد فرمانے والا ساتھ نہ ہو تو خدا جانے کس کھوہ میں گرائے کس گھاٹی میں ہلاک کرے، ممکن ہے کہ سلوک درکنار معاذ اللہ ایمان تک ہاتھ سے جائے جیسا کہ بارہا واقع ہوچکا ہے حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ابلیس کے مکر کو رَد فرمانا اور اس کا کہنا اے عبدالقادر! تمھیں تمھارے علم نے بچالیا ورنہ اسی دھوکے سے میں نے ستّر اہل طریق ہلاک کئے ہیں، معروف و مشہور اور کتبِ ائمہ مثل بہجۃ الاسرار شریف وغیرہا میں مروی، (یعنی یہ روایت لکھی ہوئی ہے) و مسطور۔

اقول حاشا یہ مرشد عام کا عجز نہیں بلکہ اس کے سمجھنے سے سالک کا عجز ہے مرشد عام میں سب کچھ ہے ما فرّطنا فی الکتٰب من شیئ[2] ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔ مگر احکام

---

[1] بہجۃ الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مصطفی البابی مصر ص ۸۲

[2] القرآن الکریم ۶ /۳۸

ظاہر عام لوگ نہیں سمجھ سکتے جس کے سبب عوام کو علماء، علماء کو ائمہ، ائمہ کو رسول کی طرف رجوع فرض ہوئی کہ :

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[1] ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں اہل الذکر وہ مرشد خاص باوصاف مذکورہ ہے تو جو اس راہ میں قدم رکھے اور (۱) کسی کو پیر نہ بنائے (۲) کسی بدمذہب (۳) کسی جاہل کا مرید ہو جو پیر اتصال بھی نہیں (۴) ایسے پیر کا مرید ہو جو صرف پیر اتصال ہے قابل ایصال نہیں اور اس کے بھروسے پر یہ راہ طے کرنا چاہے (۵) شیخ ایصال ہی کا مرید ہو مگر خود رائی برتے اس کے احکام پر نہ چلے تو یہ شخص اس فلاح کو نہ پہنچے گا، اور اس راہ میں ضرور اس کا پیر شیطان ہوگا جس سے تعجب نہیں کہ اسے فلاح بلکہ نفس ایمان سے دُور کر دے والعیاذ باللہ رب العٰلمین **اقول** بلکہ اس کا نہ ہونا ہی تعجب ہے، یہ نہ سمجھو کہ غلطی پڑے گی تو اسی قدر کہ اس راہ میں بھٹکے گا یہ فرض نہ تھی کہ اس کے نہ پانے سے اصل فلاح نہ رہے، نہیں نہیں عدو لعین تو دشمن ایمان ہے وقت و موقع کا منتظر ہے وہ کرشمے دکھاتا ہے جن سے عقائد ایمانی پر حرف آتا ہے، آدمی ایک بات سُنے ہوئے ہے اور اب آنکھوں سے اس کے خلاف دیکھے تو کس قدر مشکل ہے کہ اپنے مشاہدے کو غلط جانے اور اسی اعتقاد پر جما رہے حالانکہ لیس الخبر کالمعاینۃ شنیدہ کے بود مانند دیدہ (سُنی ہوئی بات دیکھنے کے مانند کب ہو سکتی ہے۔ ت) پیر کامل کو چاہئے کہ ان شبہات کا کشف کرے۔ رسالہ مبارکہ امام قشیری میں ہے :

اعلم ان فی ھذہ الحالۃ قلما یخلوا المرید فی اوان خلوتہ فی ابتداء ارادتہ من الوساوس فی الاعتقاد[2] الٰی اٰخرما افاد و اجاد علینا بہ و علیہ رحمۃ الملک الجواد۔

واضح ہو کہ اس حالت میں ابتدائے ارادت کے زمانہ خلوت میں کم کوئی مرید ہوگا جسے عقائد میں وسوسے نہ آتے ہوں، آخر مفید اور جید بیان تک، اور ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ (ت)

ثم اقول غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرگ شیطان اسے بے راعی کی بھیڑ پاکر نوالہ کر لیتا ہے اگرچہ ممکن کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

[2] الرسالۃ القشیریۃ باب الوصیۃ للمریدین مصطفٰی البابی مصر ص ۱۸۲

جذب ربانی ہی کفایت وکفالت کرے اور بے توسط پیرا سے مکائد نفس وشیطان سے بچا کر نکال لے جائے اس کے لئے مرشد عام مرشد خاص کا کام دے گا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے کہ بے توسط نبی کوئی وصول ممکن نہیں مگر یہ ہے تو نہایت نادر ہے اور نادر کیلئے حکم نہیں ہوتا ثم **اقول** بے مرشد خاص اس راہ میں قدم رکھنے والوں میں بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ ریاضتیں چلے مجاہدے کرے اور اس پر اصلاً فتح باب نہ ہو راہ ہی نہ کھلے جس کی دشواریاں پیش آئیں یہ اپنی فلاح تقوے پر قائم رہے گا دو شرط سے، ایک یہ کہ اس کا مجاہدہ اسے عجب نہ دلائے اپنے آپ کو اوروں سے اچھا نہ سمجھنے لگے ورنہ فلاح تقوٰی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ دوسرے یہ کہ عظیم محنتوں کے بعد محرومی کی تنگ دلی اسے کسی عظیم امر میں نہ ڈال دے کہ کوئی کلمہ سخت کہہ بیٹھے یا دل سے منکر ہو جائے کہ اس وقت فلاح تو در کنار اس کا پیر شیطان ہو جائے گا اور اگر اپنی تقصیر سمجھا اور تذلل و انکسار پر قائم رہا تو اس حکم سے مستثنٰی رہے گا یوں کہ جب راہ نہ کھلی تو راہ چلا ہی نہیں اور اس کے مثل ہوا جو فلاح تقوٰی پر مقتصر رہا **اقول** قرآن کریم کے لطائف لاتتناہی ہیں اس بیان سے، آیۂ کریمہ :

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اس کی طرف
الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ	وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جان لڑاؤ
لعلکم تفلحون ۝[1]	اس امید پر کہ فلاح پاؤ (ت)

کے مبارک جملوں کا حُسنِ ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لئے تقوٰی شرط ہے تو اوّلاً اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا اللّٰہ (اللہ سے ڈرو۔ت) اب کہ تقوٰی پر قائم ہو کر راہ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے لہذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاشِ پیر کو مقدم فرمایا، وابتغوا الیہ الوسیلۃ (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ت) اس لئے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو۔ت) اب کہ سامان مہیا ہو لیا اصل مقصود کا حکم دیا کہ جاھدوا فی سبیلہ اس کی راہ میں مجاہدہ کرو لعلکم تفلحون تاکہ فلاح احسان پاؤ،

جعلنا اللّٰہ من المفلحین بفضلہ . اللہ ہمیں فلاح والوں میں کرے اس کی رحمت کے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

برحمته بهم انه هوالرؤف الرحیم وصلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وبارك علٰی من به الصلاح والفلاح وعلٰی اٰله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین اٰمین۔

فضل سے جو فلاح والوں پر کی بیشک وہی بڑا مہربان رحم والا ہے اور اللہ درود وسلام و برکت اتارے ان پر جن کے صدقے میں ہر صلاح و فلاح ہے اور ان کے آل واصحاب اور انکے بیٹے حضور غوث اعظم اور ان کے سب گروہ پر آمین (ت)

ثم اقول یہاں سے ظاہر ہُوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف کہ اس کو اس پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا خاسر ہوگا تو حزب اللہ سے نہ ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرماتا ہے :

الا ان حزب الشیطان هم الخسرون[1] سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے۔

الا ان حزب اللہ هم المفلحون[2] سُنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے۔

تو دُوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے جس کا بیان ابھی گزرا فنسأل اللہ العفو والعافیة (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت)

بالجملہ حاصل تحقیق یہ چند جملے ہوئے :

(۱) ہر بدمذہب فلاح سے دُور ہلاکت میں چُور ہے، مطلقاً بے پیرا ہے، اور ابلیس اس کا پیر، اگرچہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو بلکہ خود پیر بنے راہِ سلوک میں قدم رکھے نہ رکھے ہر طرح لایفلح وشیخه الشیطان (فلاح نہیں پائے گا اور اس کا پیر شیطان ہے۔ت) کا مصداق ہے۔

(۲) سُنّی صحیح العقیدہ کہ راہِ سلوک نہ پڑا اگر فسق کرے فلاح پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان، بلکہ جس شیخ جامع شرائط کا مرید ہو اس کا مرید ہے ورنہ مرشد عام کا۔

(۳) یہ اگر تقوٰی کرے تو فلاح پر بھی ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشد عام کا مرید غرض سُنّی کہ مضایق سلوک میں نہ پڑا کسی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا نہ شیطان کا مرید، ہاں فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور متقی ہو تو مفلح بھی ہے۔

(۴) اگر مضایق سلوک میں بے پیر خاص قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں نہ کوئی مرض مثل عجب وانکار پیدا ہوا تو اپنی پہلی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

تو فلاح بھی ہے۔

(۵) یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بحالتِ انکار و فسادِ عقیدہ مرید شیطان بھی ہوگیا۔

(۶) اگر راہ کھلی تو جب تک پیر ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے اس بے پیرے کا پیر شیطان ہوگا اگرچہ بظاہر کسی ناقابل پیر یا محض شیخ اتصال کا مرید یا خود شیخ بنتا ہو۔

(۷) ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دُور ہے اور اس کے پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الحمدللہ! یہ وہ تفصیل جمیل وتحقیق جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی۔ بیس برس ہوئے جب بھی یہ سوال ہُوا اور ایک مختصر جواب لکھا گیا تھا جس کی تکمیل وتفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلبِ فقیر پر فیضِ قدیر سے فائض ہوئی۔

والحمدللہ رب العٰلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سید المرسلین و صحبہ اجمعین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ

مقالُ العُرفاء باعزازِ شرع وعُلماء

۱۳۲۷ھ

(علماء اور شریعت کی افضلیت پر اہلِ معرفت کا کلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و وارثانِ انبیاء ومرسلین صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین اس مسئلہ میں، کہ زید کہتا ہے کہ حدیث شریف العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ت) میں علمائے شریعت وطریقت دونوں داخل ہیں، اور جامع جو شریعت و طریقت ہیں وہ وراثت کے رتبہ اعظم واجل ودرجہ اتم واکمل پر فائز ہیں، اور عمرو کا بیان ہے:

(۱) شریعت نام ہے چند فرائض و واجبات وسُنن ومستحبات وچند مسائلِ حلال وحرام کا، جیسے صورت وضو ونماز وغیرہ۔

(۲) اور طریقت نام ہے وصول الی اللہ تعالٰی کا۔

(۳) اس میں حقیقتِ نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے۔

(۴) یہ بحرِ ناپیدا کنار و دریائے زخار ہے اور وہ بمقابلہ اس دریا کے ایک قطرہ ہے۔

(۵) وراثتِ انبیاء کا یہی وصول الی اللہ مقصود ومنشاء اور یہی شانِ رسالت ونبوت کا مقتضٰی خاص اسی کے لئے وہ مبعوث ہوئے۔

(۶) بھائیو! علمائے صوری وقشری کسی طرح اس وراثت کی قابلیت نہیں رکھتے۔

(۷) نہ وُہ علمائے ربانی کہے جاسکتے ہیں۔

(۸) ان کے دامِ تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا العیاذ باللہ یہ شیطان ہیں۔

(۹) منزلِ اصلی طریقت کے سدِ راہ ہوئے ہیں۔

(۱۰) یہ باتیں میں اپنی طرف سے نہیں کہتا، بہت سے علمائے حقانی واولیائے ربانی نے اپنی اپنی تصانیف میں ان کو تصریح سے لکھا ہے الیٰ آخر الہذیانات، التماس یہ کہ ان دونوں میں کس کا قول صحیح اور اس مسئلہ کی کیا تنقیح ہے، اگر عمرو غلطی پر ہے تو اس پر کوئی شرعی تعزیر بھی ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے میری غلطی جب ثابت ہوگی کہ میرے اقوال کا ابطال اولیاء کے اقوال ہدایت مآل سے کیا جائے ورنہ نہیں۔ بیّنوا بالتفصیل التام توجروا یوم القیام (پوری تفصیل بیان کرو اور روزِ قیامت اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

الحمد للّٰہ الذی انزل الشریعۃ وجعلھا للوصول الیہ ھی الذریعۃ لمن ابتغی الیہ طریقا دونھا فقد خاب و ھوی وضل وغوی وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علٰی اکرم الرسل و افضل داع الی سبل السلام الذی شریعتہ ھی الطریقۃ بعین الحقیقۃ فبھا الوصول الی العلی الاکبر ومن خالفھا فسیصل ولکن الی این الی سقر وعلٰی اٰلہ واصحابہ وعلمائہ واحزابہ وارثی علمہ وحاملی اٰدابہ اٰمین یارب العٰلمین۔ اللّٰھم لک الحمد رب انی اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون۔

تمام حمدیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے شریعت نازل فرمائی اور اس کو اپنی طرف وصول کا ذریعہ بنایا یہی وسیلہ ہے اس کی طرف جانے والے کا کوئی اور راستہ ہو تو وہ ناکام ہو اور خواہشِ نفس، گمراہی اور ضلالت میں مبتلا رہے تمام رسولوں سے اکرم رسول پر افضل صلٰوۃ واکمل سلام ہو جو سب سے بہتر دعوت دینے والا سلامتی کی راہ کا یہ وہ ذات ہے جس کی شریعت ہی طریقت اور عین حقیقت ہے اسی کے سبب اللہ تعالٰی کے دربار میں وصول ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ پہنچے گا کہاں، جہنم میں۔ آپ کی آل پاک وصحابہ وعلماء اور جماعت پر جو آپ کے علم کے وارث ہیں اور آپ کے آداب کے حامل ہیں، آمین یا رب العالمین، یا اللہ! حمد تیرے ہی لئے، میرے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور تیری پناہ لیتا میرے رب! ان کے حاضر ہونے سے (ت)

زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا زعم باطل قبیح والحاد صریح ہے، اس کے کلام شیطنت نظام میں دس فقرے ہیں ہم سب کے متعلق مجمل بحث کریں کہ ان شاء اللہ الکریم مسلمانوں کو مفید ونافع اور شیطانوں کی قالع وقامع ہو وباللہ التوفیق۔

(۱) عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض وواجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھاپن ہے، شریعت تمام احکامِ جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم[1] ہم کو محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ چلا اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس وامام ابو العالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں:

الصراط المستقیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصاحباہ۔ رواہ عن ابن عباس الحاکم[2] فی صحیحہ وعن ابی العالیۃ من طریق عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید وابناء جریر وابی حاتم وعدی وعساکر وفیہ فذکرنا ذٰلک للحسن فقال صدق ابو العالیۃ ونصح[3]۔

صراطِ مستقیم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا اور ابو العالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور ابن جریج وابی حاتم وعدی اور عساکر کے بیٹوں نے اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن سے ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابو العالیہ نے خالص سچ کہا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر شرح الصراط المستقیم دار الفکر بیروت ۲/ ۲۵۹

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تفسیر سورۃ الفاتحۃ مکتبہ نزار مصطفےٰ الباز ریاض ۱/ ۳۰

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، قرآن عظیم میں فرمایا:

انّ ربی علی صراط مستقیم[1] بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا:

وانّ ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولاتتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصٰکم بہٖ لعلکم تتقون[2] (شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمھیں اس کی راہ سے جدا کردیں گے۔ یہ تمھیں تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔

(۲) عمرو کا قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا' محض جنون وجہالت ہے، ہردو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن مجید خدا تک نہ پہنچائے گی۔ بلکہ شیطان تک' جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن مجید باطل و مردود فرماچکا۔ لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال وناسزا ہے جو اُسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا طریقت حقہ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعتِ مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباعِ شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اُسی نارِ جحیم وعذابِ الیم تک پہنچاتے ہیں۔

(۴) شریعت کو قطرہ طریقت کو دریا کہنا اس مجنون پکے پاگل کا کام ہے جس نے دریا کا پاٹ

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۵۶

[2] " " ۶/ ۱۵۳

کسی سے سُن لیا اور نہ جانا کہ یہ وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آتی، شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے، منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انھیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہوجائے فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں منبع سے اس کا تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہوجائیگا بُوند تو بوند نم کا بھی نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سُوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سُوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں، بلکہ یہاں سے اس مبارک منبع سے تعلق چھُوٹتے ہی یہ تمام دریا و البحر المسجور ہو کر شعلہ فشاں آگ ہوجاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سُوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے چلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ انجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں، وہ تو نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ[1] ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہوگئے، اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا، آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا، پھر دریا منبع کی مثال سے ایک اور فرق عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق نہ بھی توڑیئے کہ پانی باقی رہے اور آگ نہ ہوجائے جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی حاجت ہے وہ یوں کہ یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دار الالتباس کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے، یہاں اس کے ساتھ ایک سخت ناپاک کھاری دریا بھی بہتا ہے ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج[2] ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری۔ وہ دریائے شور کیا ہے شیطان ملعون کے وسوسے دھوکے۔ تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۴/ ۶ و ۷

[2] ؎ ؎ ۲۵/ ۵۳

لہر پر اس کی رنگت مزے بُو کو اصل منبع کے لون طعم ریح سے ملاتے رہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبُو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے، سخت دقت یہ ہے کہ اس پاک مبارک منبع کی کمال لطافت سے اس کا مزہ جلد زبان سے اُتر جاتا ہے رنگت بُو کچھ یاد نہیں رہتی اور ساتھ ہی ذائقہ شامہ باصرہ کا معنوی حس فاسد ہوجاتا ہے کہ آدمی منبع سے جُدا ہو اور اسے گلاب اور پیشاب میں تمیز نہیں رہتی۔ ابلیس کا کھاری بدبو رنگ مُوت غٹ غٹ چڑھاتا اور گمان کرتا ہے کہ دریائے طریقت کا شیریں خوشبو خوش رنگ پانی پی رہا ہوں، لہذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی ہے وللّٰہ المثل الاعلیٰ، شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں، اُس کی روشنی بڑھتے بڑھتے صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نورِ حق تجلّی فرماتا ہے یہ مرتبۂ علم میں معرفت اور مرتبۂ تحقیق میں حقیقت ہے تو حقیقت بعینہٖ وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اُسکے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اس سے کہتا ہے "اطفی المصباح فقد اشرق الاصباح" چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی۔ اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نورِ فانوس بڑھ کر دن ہوگیا ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے ؏

ابلہے کو روزِ روشن شمع کافوری نہد

(بیوقوف روشن دن کافوری شمع رکھتا ہے۔ ت)

ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے، اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا، اس وقت وہ دغاباز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ نور علی نور یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء[1] (نور پر نور ہے اور اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ت) کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہوگیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی ادھر فانوس بجھا اور معاً اندھیر اگھپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

ظلمٰت بعضها فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰها و من لم یجعل اللہ لہ نورًا فما لہ من نور[1]

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سُوجھے، اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بُجھا بیٹھے، کاش یہی ہوتا کہ اس کے بُجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا اُن کی آنکھوں میں چھایا جسے دن دہاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے، پھر انہیں روشنی دیتا، مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معًا اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی، یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقۃً نار ہے، یہ گمان ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے، ایک چراغ ہے ہمارا نور آفتاب کو لئے جارہا ہے' وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے، اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی، آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا کہ ع

باکہ باختہ عشق در شب دیجور

(اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی۔ت)

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اس قدر ہادی کی زیادہ حاجت، ولہذا حدیث میں آیا حضور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون،[2] رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں (اسے ابو نعیم نے حلیہ میں واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ت)

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ فرماتے ہیں:

قصم ظھری اثنان جھل

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی (یعنی وہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

متنسك وعالم متهتك[1] (بلائے بے درماں ہیں) جاہل عابد اور عالم جو علانیہ بیباکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اے عزیز! شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی، پھر اعمالِ ظاہر وہ دیوار ہیں کہ اُس بنیاد پر ہوا میں چُنے گئے، اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی، اور نہ صرف نیو کی بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل کا بھی محتاج ہے، اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اُوپر سے بھی گر پڑے گی۔ احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کرکے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اُونچے گزر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن مجید نے فرمایا کہ فانھار بہ فی نار جھنم[2] اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی، والعیاذ باللہ رب العالمین، اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ رواہ الترمذی[3] وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا[4] اور وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

(۵) عمرو کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف اس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، صراحۃً شریعتِ مطہرہ کو معاذ اللہ معطل ومہمل ولغو وباطل کر دینا ہے اور یہ صریح

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۰

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۳

سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰

کفر وارتداد و زندقہ و الحاد موجبِ لعنت و ابعاد ہے، ہاں یہ کہنا ازحق تھا کہ اصل مقصود وصول الی اللہ ہے، مگر حیف اس پر جو اپنی جہالت شدیدہ سے نجانے یا جانے اور عنادِ شریعت کے باعث نہ مانے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے و بس۔ ہم اوپر قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند ہیں، طریقت اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خدا تک پہنچائے بلکہ وہ مسدود و اور اس کا چلنے والا مردود، اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اس کی تہمت ملعون و مطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے حاشا وکلا۔

(۶) جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمر بھر اسی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل اس کا خادم اس کا حامی اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا۔ ہم پوچھتے ہیں اگر بالفرض شریعت صرف فرض واجب سنت مستحب حلال حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے، اگر اسلام کا دعوٰی رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے، پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم اُن کا ترکہ اُن کا پھر اس کا پانے والا ان کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنے۔ اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور ان کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا لہذا وارث نہ ٹھہرا، تو اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضرور ہے کہ مورث کا کل مال پائے یوں تو عالم میں کوئی صدیق ان کا وارث نہ ٹھہرے گا، اور ارشادِ اقدس ان العلماء ورثۃ الانبیاء معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا، کہ ان کا کل علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا، اور اگر بالفرض غلط شریعت و طریقت دو جدا راہیں بنیں اور قطرہ دریا کی نسبت جانیں، جس طرح یہ جاہل بکتا ہے، جب بھی علمائے شریعت سے وراثتِ انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا، کیا ترکۂ مورث سے تھوڑا حصہ پانے والا وارث نہیں ہوتا، جیسے ملا ان کے علم میں سے تھوڑا ہی ملا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1]، اگر یہ شریعت طریقت کی معاذ اللہ برائی فرض کرلیں تو انصافاً حدیث ان سخر گان شیطان پر الٹی پڑے گی یعنی علمائے ظاہری وارثانِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا ٹھہریں گے اور علمائے باطن عیاذاً باللہ اس سے محروم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی، ان کے علومِ نبوت یہ ہیں جن کو شریعت کہتے ہیں۔ جن کی طرف وہ عام امت کو دعوت کرتے ہیں۔ اور علوم ولایت وہ ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتا ہے اور وہ

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵

خاص خاص لوگوں کو خفیہ تعلیم ہوتے ہیں تو علمائے باطن کہ علوم ولایت کے وارث ہوئے وارثانِ اولیاء ٹھہرے نہ کہ وارثانِ انبیاء، وارثانِ انبیاء یہی علمائے ظاہر رہے جنھوں نے علوم نبوت پائے، مگر یہ اس جاہل کی اشد جہالت ہے حاشا نہ شریعت و طریقت دو راہیں ہیں نہ اولیاء کبھی غیر علماء ہوسکتے ہیں۔ علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

علم الباطن لایعرفہ الا من عرف علم الظاھر[1]

علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ما اتخذ اللہ ولیا جاھلا[2]

اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔

یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اس کے بعد ولی کیا کہ جو علم ظاہر نہیں رکھتا علم باطن کہ اس کا ثمرہ و نتیجہ ہے کیونکر پاسکتا ہے، حق سبحانہ و تعالٰی کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں:

علم ذات، علم صفات، علم افعال، علم اسماء، علم احکام۔

ان میں ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے، جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علم ذات کیونکر پاسکے گا، اور قرآن شریف انھیں مطلقاً وارث بتا رہا ہے، حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارثِ نبی نہیں نائبِ ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں رب عزوجل نے تمام علماء شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی، ہاں وہ ہم سے پوچھئے، مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذٰلک ھو الفضل الکبیر[3]

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے۔

---

[1]

[2]

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۳۲

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انھیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہوئے بندوں میں گنا، احادیث میں آیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفورلہ۔ والحمدللّٰہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ رواہ العقیلی و ابن لال وابن مردویہ والبیہقی فی البعث والبغوی فی المعالم عن امیرالمومنین عمر، والبیہقی وابن مردویہ عن ابن عمر وابن النجار عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم۔[1]

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے (والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ اسے عقیلی، ابن لال، ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث میں اور بغوی نے معالم میں امیر المومنین عمر سے، اور بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے اور ابن نجار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

عالمِ شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمھیں روشنی دے ورنہ شمع ہے کہ خود جلے مگر تمھیں نفع دے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسٰی نفسہ مثل الفتیلۃ تضیئ للناس وتحرق نفسھا، رواہ البزار عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن جندب بن عبداللّٰہ الازدی وعن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم بسند حسن۔[2]

اس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس فتیلہ کی طرح ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور خود جلتا ہے، اس کو بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور طبرانی نے حضرت جندب بن عبداللہ ازدی اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

---

[1] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳۵/ ۳۲ مصطفی البابی مصر ۵/ ۳۰۲

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی والبزار " " " ۱/ ۱۲۶-۱۲۷ و ۳/ ۲۲۵

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا قرأ الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت ھناك غریزۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء۔ رواہ الامام الرافعی فی تاریخہ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔ (اسے امام رافعی نے اپنی تاریخ میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں قرآن و حدیث جانے اور ان کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔

(۷) جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا، تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون۔[2]

ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔

اور فرماتا ہے :

انا انزلنا التورٰىۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب اللہ وکانوا علیہ شھداء۔[3]

بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی فی تاریخہ حدیث ۲۸۶۹۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۹

[3] 〃 ۵/ ۴۴

ان آیات میں اللہ عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا اس کے احکام سے خبردار ہونا اس کی نگہداشت رکھنا اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

ربانیین فقہاء معلمین۔ رواہ ابن ابی حاتم[1] عن سعید بن جبیر۔

ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس (اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا۔ ت)

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ربانیین علماء فقہاء۔ رواہ عن ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم وعن مجاھد ابن جریر وعن ابن جبیر الدارمی[2] فی سننہ۔

ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں (اسے ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم سے اور مجاہد ابن جریر و ابن جبیر دارمی کی سنن میں روایت کیا گیا۔ ت)

(۸) جبکہ اللہ عزوجل علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں اپنا وارث اپنا خلیفہ انبیاء کا جانشین بتاتے ہیں تو انھیں شیطان نہ کہے گا مگر ابلیس یا اس کی ذریت کا کوئی منافق خبیث، یہ میں نہیں کہتا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایستخف بحقھم الا منافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط۔ رواہ ابوالشیخ[3] فی التوبیخ عن جابر و الطبرانی فی الکبیر

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، منافق بھی کون سا کھلا منافق۔ ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم دین، تیسرا بادشاہ مسلمان عادل۔ (اس کو

---

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ ۳/ ۷۹ مکتبہ نزار مصطفی الباز ریاض ۲/ ۶۹۱

[2] " " " " " " " " ۲/ ۶۹۲

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) بحوالہ مجاہد و ابن عباس المطبعۃ المیمنۃ مصر الجزء الثانی ص ۲۱۲

سنن الدارمی باب فضل العلم والعالم حدیث ۳۲۷ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۸۱

[3] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسنہ الترمذی فی غیر ھذا الحدیث۔

ابوالشیخ نے توبیخ میں جابر سے اور طبرانی نے کبیر میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایبغی علی الناس الا ولد بغی والامن فیہ عرق منہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولدالزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو (اسے طبرانی نے کبیر میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلٰی ہے بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا، اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء[2] یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰے عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں، فرمایا: علماء۔ امام غزالی فرماتے ہیں: "جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے نہ جسم کے باعث کہ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے، آدمی تو صرف علم کے لئے[عہ] بنایا گیا اور اسی سے

عہ قال تعالٰی وما خلقت الجن والانس اللہ تعالٰی نے فرمایا اور نہیں پیدا کیا جن وانسان کو (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب الخلافۃ باب فی عمال السوء الخ دارالکتاب بیروت ۵/ ۲۳۳ و ۶/ ۲۵۸
کنزالعمال بحوالہ طب حدیث ۱۳۰۹۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵/ ۳۲۳

[2] احیاء العلوم کتاب العلم الباب الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۷

اس کا شرف ہے[1] انتہی۔"

(۹) بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدّ راہ نہیں بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگاہبانِ راہ ہیں۔ ہاں وہ طریقت جسے بندگان شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے جدا کریں علماء اس کے لئے ضرور سدّ راہ ہیں، علماء کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو مسدود و مردود و ملعون و مطرود فرمایا، اور ہرگز رَاکہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ، ورنہ حدیث میں اسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا، تو اگر علماء نے تمھیں گدھا بننے سے روکا کیا گناہ کیا۔

(۱۰) عمرو کا اپنی خرافاتِ شیطانیہ توہین شریعت وسبّ وشتم علمائے شریعت علمائے مقامی و اولیائے ربانی کی طرف نسبت کرنا اس کا محض کذبِ مہین وافترائے لعین ہے، اس کی خواہش کے مطابق ہم صرف حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم کے ارشادات عالیہ محض بطور نمونہ ذکر کریں جن سے شریعتِ مطہرہ کی عظمت ظاہر ہو اور یہ کہ طریقت اس سے جدا نہیں اور یہ کہ طریقت اس کی محتاج ہے اور یہ کہ شریعت ہی اصل کار و مدار و معیار ہے۔ غرض جو بیانات ہم نے کئے ان سب کا ثبوت وافی اور عمرو کے دعاوی وخرافاتِ ملعونہ کا رد کافی، وباللہ التوفیق۔

قول ۱: حضور پُرنور سید الافراد قطب الارشاد غوثِ عالم قطبِ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

لاتری لغیر ربك وجوامع لزوم الحدود وحفظ الاوامر والنواھی فان الخرم	غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ساتھ ہو تو اس کی باندھی ہوئی حدوں سے کبھی جدا نہ ہو، اور اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الّا لیعبدون[2] — مگر عبادت کے لئے۔ (ت)

سیدنا امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اجل اکابر صوفیہ کرام سے ہیں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: الّا لیعرفون[3] یعنی ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لئے۔ ۱۲۔

---

[1] احیاء العلوم کتاب العلم الباب الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۷

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۵۶

[3]

فيك شيءٌ من الحدود فاعلم انك مفتون قد لعب بك الشيطان فارجع الى حكم الشرع والزمه ودع عنك الهوى لان كل حقيقة لاتشهد لها الشريعة فهى باطلة۔[1] (الطبقات الكبرٰی)

ہر امرونہی کی حفاظت کرے اگر حدود شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکمِ شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہشِ نفسانی چھوڑ اس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔

سعادت مند کے لئے حضور پُرنور سید الاولیاء غوث العرفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرمادیا ہے، وللہ الحمد۔

قول ۲: حضور پُرنور غوث الثقلین غیاث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اذا وجدت فى قلبك بغض شخص او حبه فاعرض افعاله على الكتٰب والسنة فان كانت محبوبة فيهما فاحبه وان كانت مكروهة فاكرهه لئلا تحبه بهواك وتبغضه بهواك قال الله ولاتتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله۔[2]

جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن وحدیث پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت، تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکادیگی خدا کی راہ سے۔

قول ۳: حضور پُرنور غوث الاغواث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الولاية ظل النبوة والنبوة ظل الالٰهية وكرامة الولى استقامة فعل على قانون قول النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔[3]

ولایت پرتو نبوت ہے اور نبوت پرتو الوہیت، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اُترے۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی للشعرانی ترجمہ ۲۴۸ سید عبدالقادر الجیلی مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۱

[2] " " " " " " " " ۱/۱۳۱

[3] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ الخ " " ص ۳۹

قول ۴: حضور سیدنا محی الدین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

الشرع حکم محق سیف سطوۃ قہرہ من خالفہ وناواہ واعتصمت بحبل حمایتہ وثیقات عری الاسلام وعلیہ مدار امر الدارین وباسبابہ انیطت منازل الکونین[1]

شرع وہ ہے جس کے صولت قہر کی تلوار اپنے مخالف ومقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں، دو جہان کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی منزلیں وابستہ ہیں۔

قول ۵: حضور پُر نور سیدنا باز اشہب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الشریعۃ المطہرۃ المحمدیۃ ثمرۃ شجرۃ الملۃ الاسلامیۃ شمس اضاءت بنورھا ظلمۃ الکونین اتباع شرعہ یعطی سعادۃ الدارین احذر ان تخرج من دائرتہ ایاک ان تفارق اجماع اھلہ[2]

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شرع کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا

قول ۶: حضور پُر نور سید الاولیاء قطب الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اقرب الطرق الی اللہ تعالیٰ لزوم قانون العبودیۃ والاستمساک بعروۃ الشریعۃ[3]

اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

قول ۷: حضور پُر نور سیدنا وارث المصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غوث الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تفقہ ثم اعتزل من عبد اللہ بغیر علم کان ما یفسدہ اکثر مما یصلحہ خذ

فقہ حاصل کر اس کے بعد خلوت نشین ہو جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیئ الخ مصطفی البابی مصر ص ۴۰
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۴۶
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۵۰

معك مصباح شرع سابك[1] — اس سے زیادہ بگاڑے گا، اپنے ساتھ شریعت الٰہیہ کی شمع رہنے دے۔

قول ۸: حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھے دعا دی:

جعلك الله صاحب حديث صوفيا و لاجعلك صوفيا صاحب حديث[2] — اللہ تعالٰی تمھیں حدیث داں کرکے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمھیں صوفی نہ کرے۔

قول ۹: امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی اس دعائے حضرت سیدی سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شرح فرماتے ہیں:

اشار الی ان من حصل الحديث و العلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه[3] — حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کرکے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا، اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا (والعیاذ باللہ تعالٰی)

قول ۱۰: حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ:

ان التكاليف كانت وسيلة الى الوصول و قد وصلنا۔ — یعنی احکام شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔

فرمایا:

صدقوا! فی الوصول ولكن الى سقر والذی يسرق ويزنی خير ممن يعتقد ذلك و لوانی بقيت الف عام ما نقصت من — سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے، مگر کہاں تک، جہنم تک۔ چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات

---

[1] بہجۃ الاسرار — ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشیٔ الخ — مصطفٰی البابی مصر — ص ۵۳

[2] احیاء العلوم — کتاب العلم الباب الثانی — مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ — ۱/۲۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ۱/۲۲

اورادی شیئا الا بعذر شرعی [1] تو بڑی چیزہیں جو نوافل و مستحبات مقرر کرلئے ہیں بے عذر شرعی اُن میں سے کچھ کم نہ کروں۔

قول ۱۱: حضرت سیدی ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے رسالہ مبارکہ میں حضرت سیدی ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

من لم یحفظ القرآن و لم یکتب الحدیث لایقتدی به فی هذا الامر لان علمنا هذا مقید بالکتاب والسنة۔ [2]

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارہ طریقت اس کی اقتدا نہ کریں اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔

نیز فرمایا:

الطرق کلها مسدودة علی الخلق الا علی من اقتفی اثر الرسول علیه الصلوٰة والسلام [3]

خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا)

قول ۱۲: حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالٰی سے فرمایا: چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنام ولایت مشہور کیا ہے وہ شخص مرجع ناس و مشہور بہ زہد تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا:

هذا رجل غیر مامون علی ادب من اٰداب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فکیف یکون مامونا علی ما یدعیه۔ [4]

یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں، جس چیز کا ادعا رکھتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔

---

[1] الیواقیت والجواہر | المبحث السادس والعشرون | مصطفی البابی مصر | ۱/ ۱۵۱
[2] الرسالۃ القشیریۃ | ذکر ابی القاسم الجنید بن محمد | " | ص ۲۰
[3] " | " | " | "
[4] " | ذکر ابو یزید البسطامی | " | ص ۱۵

اور دوسری روایت میں ہے، فرمایا:

هذا رجل غیر مامون علی ادب من آداب الشریعة فکیف یکون امینا علی اسرار الحق[1]

یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اسرارِ الٰہیہ پر کیونکر امین ہوگا۔

قول ۱۳: نیز حضرت بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لونظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی (وفی نسخة یتربع) فی الهواء فلا تغتروا به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود وآداب الشریعة[2]

اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب و مکروہ، حرام و محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔

قول ۱۴: حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضرت ذوالنون مصری سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اصحاب اور سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں:

کل باطن یخالفه ظاهر فهو باطل۔[3]

جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی اس قول مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں:

لانه وسوسة شیطانیة وزخرفة نفسانیة حیث خالف الظاهر[4]

اس لئے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے

قول ۱۵: حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر ائمہ اولیاء معاصرین حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں فرماتے ہیں:

من صحح باطنه بالمراقبة والاخلاص

جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ باب الولایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۱۷

[2] " " ذکر ابو یزید البسطامی مصطفی البابی مصر ص ۱۵

[3] " " ذکر ابوسعید خراز ص ۲۴

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۸۶

نزین اللہ ظاہرہ بالمجاهدۃ واتباع السنۃ [1]

کرے گا لازم ہے کہ اللہ تعالٰی اس کے ظاہر کو مجاہدہ وپیروی سنت سے آراستہ فرمادے۔

ظاہر ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم تو ثابت ہوا کہ جس کا ظاہر زیورِ شرع سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ عزوجل کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

قول ۱۶: حضرت سیدنا ابوعثمٰن حیری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ اجلۂ اکابر اولیاء معاصرین حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں وقتِ انتقال اپنے صاحبزادہ ابوبکر رحمۃ اللہ تعالٰی سے فرمایا:

خلاف السنۃ یابنی فی الظاهر علامۃ ریاء فی الباطن [2]

اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کا خلاف اس کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے۔

قول ۱۷: نیز حضرت سعید بن اسمٰعیل حیری ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

الصحبۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باتباع السنۃ ولزوم ظاهر العلم [3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ زندگانی کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرے اور علم ظاہر کو لازم پکڑے۔

قول ۱۸: حضرت سید ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کو حضرت سید الطائفہ ریحانۃ الشام یعنی ملک شام کا پھول کہتے تھے فرماتے ہیں:

من عمل عملاً بلا اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فباطل عملہ [4]

جو کسی قسم کا کوئی عمل بے اتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کرے وہ عمل باطل ہے۔

قول ۱۹: حضرت سیدی ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر ائمۂ عرفا ومعاصرین

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ذکر حارث محاسبی مصطفی البابی مصر ص ۱۳
[2] " " ذکر ابوعثمٰن سعید بن اسمٰعیل الحیری " " " " ص ۲۱
[3] " " " " " " " " ص ۲۱
[4] " " ذکر ابوالحسین احمد بن الحواری " " " " ص ۱۸

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں فرماتے ہیں:

من لم یزن افعالہ واحوالہ فی کل وقت بالکتاب والسنۃ ولم یتہم خواطرہ فلا تعدہ فی دیوان الرجال[1]

جو ہر وقت اپنے تمام کام احوال کو قرآن وحدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنے واردات قلب پر اعتماد کرلے اُسے مردوں کے دفتر میں نہ گن۔

ع راوی کم زن لاف مردی مزن

قول ۲۰: حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں:

من رأیتہ یدعی مع اللہ حالۃ تخرجہ عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منہ[2]

تو جسے دیکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا ادعا کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کرے اس کے پاس نہ پھٹک۔

قول ۲۱: حضرت سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقران سے ہیں فرماتے ہیں:

من الزم نفسہ آداب الشریعۃ نور اللہ تعالیٰ قلبہ بنور المعرفۃ ولا مقام اشرف من مقام متابعۃ الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اوامرہ وافعالہ واخلاقہ[3]

جو اپنے اوپر آدابِ شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے روشن کردے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

قول ۲۲: حضرت سیدنا ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرجع سلسلہ چشتیہ بہشتیہ

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ذکر ابوحفص عمر الحداد مصطفی البابی مصر ص ۱۸

[2] " " " ذکر ابوالحسین احمد نوری " ص ۲۱

[3] " " " ذکر ابوالعباس احمد بن محمد الآدمی " ص ۲۵

فرماتے ہیں :

ادب المرید حفظ آداب الشرع علی نفسہ[1]

مرید کا ادب یہ ہے کہ آداب شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔

قول ۲۳ : حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

التصوف اسم لثلاث معان وھو الذی لا یطفیٔ نور معرفتہ نور ورعہ ولا یتکلم بباطن فی علم ینقضہ ظاھر الکتاب او السنۃ ولا تحملہ الکرامات علی ھتک استار محارم اللہ تعالٰی[2]

تصوف تین وصفوں کا نام ہے ، ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے ، دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو ، تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالٰی نے حرام فرمائیں۔

قول ۲۴ : حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی ابو سلیمان دارانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

ربما یقع فی قلبی النکتۃ من نکت القوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عدلین الکتاب والسنۃ[3]

بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ مدتوں آتا ہے جب تک قرآن و حدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں قبول نہیں کرتا۔

دوسری روایت میں ہے فرمایا :

ربما ینکت الحقیقۃ فی قلبی اربعین یوما فلا آذن لھا ان تدخل فی قلبی الا بشاھدین من الکتاب والسنۃ[4]

بارہا کوئی نکتہ حقیقت میرے دل میں چالیس چالیس دن کھٹکتا رہتا ہے جب تک کتاب و سنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں میں اپنے دل میں داخل ہونے کا اسے اذن نہیں دیتا۔

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ذکر ممشاد الدینوری مصطفٰی البابی مصر ص ۲۷

[2] " " ذکر ابوالحسن سری بن المغلس السقطی " " " " ص ۱۱

[3] " " ذکر ابوسلیمان عبدالرحمٰن بن عطیۃ الدارانی " " " " ص ۱۵

[4] نفحات الانس " " " " انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۴۸

قول ۲۵: حضرت عالی منزلت امام طریقت سیدنا ابو علی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اجلہ خلفائے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہیں حضرت عارف باللہ سیدنا استاذ ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: مشائخ میں ان کے برابر علم طریقت کسی کو نہ تھا، اس جناب گردوں قباب سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، فرمایا:

نعم قد وصل ولکن الی سقر[1] — ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

قول ۲۶: حضرت سیدی ابو عبداللہ محمد بن خفیف ضبی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

التصوف تصفیۃ القلوب و ذکر اوصاف الی ان قال واتباع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الشریعۃ[2] — تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

قول ۲۷: امام اجل عارف باللہ ابو بکر محمد ابراہیم بخاری کلاباذی قدس سرہ نے کتاب التعرف لمذہب التصوف جس کی شان میں اولیاء نے فرمایا لولا التعرف لما عرف التصوف (کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا) تصوف کی ایسی ہی تعریف حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرمائی کہ تصوف ان ان اوصاف کا نام ہے۔ ان میں ختم اس پر فرمایا کہ:

واتباع الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الشریعۃ[3] — شریعت میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اتباع۔

قول ۲۸: حضرت سیدی ابو القاسم نصر آبادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی وحضرت سیدنا ابو علی رودباری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اجلہ اصحاب سے ہیں فرماتے ہیں:

التصوف ملازمۃ الکتاب — تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ ابو علی احمد بن محمد روذباری مصطفی البابی مصر ص ۲۸

[2] الطبقات الکبری للشعرانی ذکر ابی عبداللہ بن محمد الضبی " ۱/۱۲۱

[3] التعرف لمذہب التصوف

والسنۃ الخ۔[1] پکڑے رہے۔

35

قول ۲۹: حضرت سیدی جعفر بن محمد خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ مرید و خلیفہ حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لا اعرف شیئا افضل من العلم باللہ و باحکامہ فان الاعمال لا تزکوا الا بالعلم ومن لا علم عندہ فلیس لہ عمل وبالعلم عرف اللہ واطیع ولا یکرہ العلم الا منقوص۔[2]

میں کوئی چیز معرفت الٰہی و علم احکام الٰہی سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم کے پاک نہیں ہوتے۔ بے علم کے سب عمل برباد ہیں، علم ہی سے اللہ کی معرفت و معرفت اطاعت ہوئی، علم کو وہ ہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

قول ۳۰: حضرت سید داؤد کبیر بن ماخلا رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ولی اللہ و عالم جلیل حضرت سید محمد وفا شاذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیر و مرشد ہیں فرماتے ہیں:

قلوب علماء الظاھر وسائط بین عالم الصفاء و مظاھر الاکدار رحمۃ بالعامۃ الذین لم یصلوا الی ادراک المعانی الغیبیۃ والادراکات الحقیقۃ۔[3]

علماء ظاہر کے دل عالم صفا و مظہر تکدر کے اندر واسطہ ہیں ان عام خلائق پر رحمت کے لئے کہ معانی غیب و علوم حقیقت تک جن کی رسائی نہ ہو۔

یہ صراحۃً وراثت نبوت کی شان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق و خلق میں واسطہ ہوں، ان خلائق پر رحمت کے لئے کہ بارگاہ غیب و حقیقت تک جن کی رسائی نہیں۔

قول ۳۱: حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ سردار سلسلہ علیہ سہروردیہ اپنی کتاب مستطاب میں فرماتے ہیں:

قوم من المفتونین لبسوا لبسۃ الصوفیۃ لینتسبوا بہا الی الصوفیۃ وما ھم من الصوفیۃ بشیئ بل ھم فی غرور

یعنی کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور غلط میں ہیں بکتے ہیں

---

[1] الطبقات الکبرٰی للشعرانی ذکر ابی القاسم ابراہیم بن محمد النصرابادی مصطفٰی البابی مصر ۱/۱۲۳

[2] " " " ذکر سید جعفر بن محمد الخواص " ۱/۱۱۸-۱۹

[3] " " " ترجمہ ۲۸۹ " ۱/۱۹۰

غلط یزعمون ان ضمائرھم خلصت الی اللہ تعالٰی ویقولون ھذا ھو الظفر بالمراد و الارتسام بمراسم الشریعۃ مرتبۃ العوام وھذا ھو عین الالحاد والزندقۃ والابعاد فکل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ۔[1]

کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہوگئے ہیں اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے، ان کا یہ خالص الحاد و زندقہ اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

پھر جنید رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جو چوری اور زنا کرے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔[2]

قول ۳۲: نیز حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ عنہ کتاب مستطاب اعلام الھدی و عقیدہ ارباب التقٰی میں عقیدۂ کرامات اولیاء بیان کرکے فرماتے ہیں:

ومن ظھرلہ وعلی یدہ من المخترقات وھو علٰی غیر الالتزام باحکام الشریعۃ نعتقد انہ زندیق وان الذی ظھرلہ مکر واستدراج۔[3]

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر و استدراج ہیں۔

قول ۳۳: حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

فرقۃ ادعت المعرفۃ والوصول ولایعرف (احدھم) ھذہ الامور الا بالاسامی ویظن ان ذٰلک اعلٰی من علم الاولین والاٰخرین فینظر الی الفقھاء والمفسرین والمحدثین بعین الازراء ویستحقر بذٰلک جمیع العباد والعلماء ویدعی

مختصراً ایک گروہ معرفت ووصول کا دعوٰی رکھتا ہے حالانکہ معرفت ووصول کا نام ہی نام جانتا ہے، اور گمان کرتا کہ یہ سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلٰی ہے تو وہ فقیہوں مفسروں محدثوں سب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور تمام مسلمانوں اور علماء کو حقیر جانتا ہے، اپنے

---

[1] و [2] عوارف المعارف الباب التاسع فی ذکر من الصوفیۃ الخ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ص ۷۱ و ۷۲

[3] نفحات الانس بحوالہ اعلام الھدی از انتشارات کتابفروش محمودی تہران ایران ص ۲۶

لنفسہ انہ الواصل الی الحق وھو عند اللہ من الفجار والمنافقین[1] اھ (ملخصاً)۔

واصل بخدا ہونے کا ادعا کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک فاجروں اور منافقوں میں سے ہے اھ

قول ۳۴: حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں:

ایاك ان ترمی میزان الشرع من یدك فی العلم الرسمی بل بادر الی العمل بکل ماحکم بہ وان فھمت منہ خلاف مایفھمہ الناس ممایحول بینك وبین امضاء ظاھر الحکم بہ فلا تعول علیہ فانہ مکر الٰھی بصورت علم الٰھی من حیث لاتشعر[2]۔

خبردار علم ظاہر میں جو شرع کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کر، اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں اس سے کوئی ایسی چیز آئے جو ظاہر شرع کا حکم نافذ کرنے سے تجھے روکنا چاہے تو اس پر اعتماد نہ کرنا وہ علم الٰہی کی صورت میں ایک مکر ہے جس کی تجھے خبر نہیں۔

قول ۳۵: نیز حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات میں فرماتے ہیں:

اعلم ان میزان الشرع الموضوعۃ فی الارض ھی ما بایدی العلماء من الشریعۃ فمھما خرج ولی عن میزان الشرع المذکور مع وجود عقل التکلیف وجب الانکار علیہ[3]۔

یقین جان کہ میزان شرع جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمائی ہے وہ یہی ہے جو علماء شریعت کے ہاتھ میں ہے تو جب کبھی کوئی ولی اس میزانِ شرع سے باہر نکلے اور اس کی عقل کہ مدار احکام شرعیہ ہے باقی ہو تو اس پر انکار واجب ہے۔

قول ۳۶: نیز حضرت بحر الحقائق ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان موازین الاولیاء المکملین لاتخطی الشریعۃ ابدا فھم

یقین جان کہ اولیاء مرشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں

---

[1] احیاء العلوم کتاب ذم الغرور بیان اصناف المغترین الخ الصنف الثالث المشہد الحسینی قاہرہ ۳/ ۴۰۵

[2] الیواقیت والجواہر الفصل الرابع مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۶

[3] " " " "

محفوظون من مخالفة الشريعة[1] الخ
کرتیں وہ مخالف شرع سے محفوظ ہیں۔

قول ۳۷: نیز حضرت خاتم الولایۃ المحمدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان عين الشريعة هى عين الحقيقة اذ الشريعة لها دائرتان عليا و سفلى فالعليا لاهل الكشف والسفلى لاهل الفكر فلما فتش اهل الفكر على ما قال اهل الكشف فلم يجد وه فى دائرة فكرهم قالوا هذا خارج عن الشريعة فاهل الفكر ينكرون على اهل الكشف واهل الكشف لاينكرون على اهل الفكر من كان ذا كشف وفكر فهو حكيم الزمان فكما ان علوم الفكر احد طرفى الشريعة فكذلك علوم اهل الكشف فهما متلازمان ولكن لما كان الجامع بين الطرفين عزيزا فرق اهل الظاهر بينهما[2]۔

یقین جان کہ شریعت ہی کا چشمہ حقیقت کا چشمہ ہے اس لئے کہ شریعت کے دو دائرے ہیں ایک اوپر اور ایک نیچے، اوپر کا دائرہ اہل کشف کے لئے ہے اور نیچے کا اہل فکر کے لئے۔ اہل فکر جب اہل کشف کے اقوال کو تلاش کرتے اور اپنے دائرہ فکر میں نہیں پاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قول شریعت سے باہر ہے، تو اہل فکر اہل کشف پر معترض ہوتے ہیں مگر اہل کشف اہل فکر پر انکار نہیں رکھتے، جو کشف وفکر دونوں رکھتا ہے وہ اپنے وقت کا حکیم ہے، پس جس طرح علوم فکر شریعت کا ایک حصہ ہیں یونہی علوم اہل کشف بھی، تو وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور جبکہ دونوں کناروں کا جامع نادر ہے لہذا ظاہر بینوں نے شریعت وحقیقت کو جدا سمجھا۔

سبحان اللہ! اہل ظاہر اگر علوم حقیقت کو نہ سمجھیں عذر رکھتے ہیں کہ شریعت کے دائرے زیریں میں ہیں، مدعی ولایت جو علم ظاہر سے منکر ہو معلوم ہوا قطعاً جھوٹا کذاب فریبی ہے کہ اگر دائرہ بالا تک پہنچتا تو دائرہ زیریں سے جاہل نہ ہوتا، جڑ والے اگر شاخ تراشیں اصل درخت قائم رہے، مگر بلند شاخ تک پہنچنے والے جڑ کاٹیں تو ان کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں۔ اس عبارت شریفہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت وحقیقت کو جدا سمجھیں ان کی غلطی مگر وہ اپنے علم میں کاذب نہیں، اور مدعی تصوف اگر انہیں جدا بتائے تو قطعاً دروغ باف ولاف زن ہے۔

---

[1] الیواقیت والجواہر الفصل الرابع مصطفی البابی مصر ص ۲۶ و ۲۷

[2] " " " ص ۲۶

قول ۴۸ : نیز حضرت لسان القوم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

لایتعدی کشف الولی فی العلوم الالٰھیة فوق مایعطیه کتاب نبیه و وحیه قال الجنید فی ھذا المقام علمنا ھذا مقید بالکتاب و السنة وقال الاٰخر کل فتح لایشھد له الکتاب والسنة فلیس بشیئ فلایفتح لولی قط الا فی الفھم فی الکتاب العزیز فلھذا قال تعالٰی "ما فرطنا فی الکتاب من شیئ" و قال سبحٰنه فی الواح موسٰی وکتبنا له فی الالواح من کل شیئ الاٰیة فلا تخرج علم الولی جملة واحدة عن الکتاب والسنة فان خرج احد عن ذٰلك فلیس بعلم ولا علم ولایة معالی اذا حققته وجدته جھلا۔[1]

علوم الٰہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے تجاوز نہیں کرسکتا جو اس کے نبی کی وحی و کتاب عطا فرمارہی ہے اس مقام میں جنید نے فرمایا ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا مقید ہے، اور ایک عارف نے فرمایا جس کشف کی شہادت کتاب وسنت نہ دیں وہ محض لاشیئ ہے تو ہرگز ولی کے لئے کچھ کشف نہیں ہوتا مگر قرآن عظیم کے فہم میں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا، اور موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تختیوں کو فرماتا ہے ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ بیان لکھ دیا، تو سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب وسنت ہے، باہر نہ جائے گا اگر کچھ باہر جائے تو وہ علم ہوگا نہ کشف، بلکہ تحقیق کرے تو تجھے ثابت ہوجائے گا کہ وہ جہالت تھا۔

قول ۴۹ : نیز حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

اعلم ایدك اللہ ان الکرامة من الحق من اسمه البر فلاتکون الا للابرار وھی حسیة ومعنویة، فالعامة ماتعرف الا الحسیة مثل الکلام علی الخاطر والاخبار المغیبات الماضیة و الکائنة والاٰتیة والمشی علی الماء واختراق الھوا وطی الارض والاحتجاب

یقین جان اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہ کے نام بر یعنی محسن کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرار نکوکار ہی پاتے ہیں اور وہ دو قسم ہے: محسوس ظاہری و معقول معنوی۔ عوام صرف کراماتِ محسوسہ کو جانتے ہیں جیسے کسی کو دل کی بات بتادینا، گزشتہ وموجودہ وآئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے

---

[1] الفتوحات المکیۃ لابن عربی الباب الرابع عشر وثلثمائۃ فی معرفۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۶

عن الابصار، وامعنوية لایعرفها الا الخواص وهی ان تحفظ علیہ اٰداب الشریعۃ و یوفق لاتیان مکارم الاخلاق واجتناب سفسافها والمحافظة علی اداء الواجبات مطلقا فی اوقاتها فهذه کرامات لاید خلها مکر، لا استدراج والکرامات التی ذکرنا ان العامة تعرفها فکلها یمکن ان ید خلها المکر الخفی ثم لابد ان تکون نتیجة عن استقامة او تنتج استقامة والا فلیست بکرامة والمعنویة لاید خلها شئ مما ذکرنا فان العلم یصحبها وقوة العلم وشرفه تعطیك ان المکر لاید خلها فان الحدود الشرعیة لا تنصب حبالة للمکر الالٰهی فانها عین الطریق الواضحة الی نیل السعادة لان العلم هو المطلوب وبه تقع المنفعة ولو لم یعمل به فانه لایستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون فالعلماء هم الأمنون من التلبیس[1] اھ باختصار

چھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کو نظر نہ آئیں اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بُری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے، ان کرامتوں میں مکر و استدراج کو دخل نہیں اور کرامتیں جنھیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکرِ نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہ ہوگی اور کرامت معنویہ میں مکر و استدراج کی مداخلت نہیں اس لئے کہ علم ان کے ساتھ ہے علم کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ اُن میں مکر کا دخل نہیں اس لئے کہ شریعت کی حدیں کسی کے لئے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں اس وجہ سے کہ شریعت سعادت پانے کا عین صاف و روشن راستہ ہے علم ہی مقصود ہے اور اسی سے نفع پہنچتا ہے اگرچہ اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً ارشاد ہوا ہے کہ عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی مکر و اشتباہ سے امان میں ہیں و بس۔

قول ۴۰: حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اقطابِ اربعہ سے ہیں یعنی اُن چہار میں جو تمام اقطاب میں اعلٰی و ممتاز گنے جاتے ہیں، اول حضور پُر نور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالٰی عنہم ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ فرماتے ہیں:

---

[1] الفتوحات المکیۃ للشیخ ابن عربی الباب الرابع والثمانون ومأتہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۹

الشریعۃ ھی الشجرۃ والحقیقۃ ھی الثمرۃ۔[1] شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

درخت وثمر کی نسبت بھی وہی بتارہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل موجود ہے، مگر جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم ومردود ہے، پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے جو ہم منبع وبحر میں بیان کر آئے، درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل آچکے ہیں یہاں درخت کٹتے ہی آئے ہوئے پھل بھی فنا ہوجاتے ہیں اور فنا ہوتے ہی پھر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بناکر اس کے منہ میں دیتا ہے اور یہ اپنی حالت سے انھیں ثمر حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے جب آنکھ بند ہوگئی اس وقت کھلے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا والعیاذ باللہ تعالٰی ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اس کی بیل کی ہے خوشبو، خوشرنگ، خوش ذائقہ، مفرح، مقوی دل ودماغ، مصفی خون مطیب نکہت وجہ سُرخروئی باعثِ زینت' اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سُوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سُوکھ جائیں گے، یہ ایک ادنٰی مثال شریعت وحقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت وطریقت کی ہے۔

قول ۴۱: عارف باللہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ پیرومرشد امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

علم الکشف اخبار بالامور علی ماھی علیہ فی نفسھا وھذا اذا حققتہ وجدتہ لایخالف الشریعۃ فی شیئ بل ھو الشریعۃ بعینھا۔[2]

یعنی علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع وحقیقت میں ہیں اسی طرح ان سے خبر دے اسے اگر تو تحقیق کرے تو اصلاً کسی بات میں شریعت کے خلاف نہ پائیگا بلکہ وہ عین شریعت ہے۔

قول ۴۲: نیز ولی ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

جمیع مصابیح علماء الظاھر والباطن قد اتقدت من نور الشریعۃ فما من قول من اقوال المجتھدین ومقلدیھم الاوھو مؤید باقوال اھل الحقیقۃ

علمائے ظاہر ہوں خواہ علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں، تو ائمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہل حقیقت کے اقوال اس کی تائید

---

[1] الطبقات الکبرٰی ترجمہ ابراہیم الدسوقی ۲۸۶ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۹

[2] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان استحالہ خروج شیئ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴

لا شك عندنا فی ذلك[1]

نہ کرتے ہوں، ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔

نیز فرمایا:

امداد قلبه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لجمیع قلوب علماء امته فما اتقد مصباح عالم الا عن مشکٰوة نور قلب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2]

تمام علمائے امت کے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور ہی کے نور باطن کے شمع دان سے روشن ہے۔

قول ۴۳: نیز یہی مفتوح ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

علم الکشف الصحیح لا یاتی قط الاموافقا للشریعة المطهرة[3]

سچا علم کشف کبھی نہیں آتا مگر شریعت مطہرہ کے موافق۔

قول ۴۴: حضرت سیدی افضل الدین اجل خلفائے سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

کل حقیقة شریعة وعکسه[4]

حقیقت عین شریعت ہے اور شریعت عین حقیقت۔

قول ۴۵: امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی قد اقدر ابلیس کما قال الغزالی وغیرہ علی ان یقیم للمکاشف صورة المحل الذی یاخذ علمه منه من سماء او عرش اوکرسی او قلم او لوح فربما ظن المکاشف ان ذلك العلم عن اللہ عزوجل

بیشک اللہ تعالٰی نے ابلیس کو قدرت دی ہے جیسے امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ صاحب کشف آسمان، عرش، کرسی، لوح، قلم جہاں سے اپنے علوم حاصل کرتا ہے اس مکان کی ساختہ تصویر اس کے سامنے قائم

---

[1] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل فی بیان استحالة خروج شیئ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵

[2] " " " " " ۱/۴۵

[3] " " " فصل فان قال قائل ان احدا لایحتاج الی ذوق الخ " ۱/۱۲

[4] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل فی بیان استحالة الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵

فاخذ به فصل فاضل فمن هنا اوجبوا علی المکاشف انه یعرض ماا خذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب و السنة قبل العمل به فان وافق فذاک والاحرام علیه العمل[1]۔

کر دے (اور حقیقت میں وہ عرش کرسی لوح و قلم نہ ہوں شیطان کا دھوکا ہوں، اب شیطان اس دھوکے کی ٹٹی سے اپنا علم شیطانی القاء کرے) اور یہ صاحبِ کشف اسے اللہ عزوجل کی طرف سے گمان کرکے عمل کر بیٹھے خود بھی گمراہ ہوا اوروں کو بھی گمراہ کرے اسی لئے ائمہ اولیائے کشف والے پر واجب کیا ہے کہ جو علم بذریعہ کشف حاصل ہوا اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب وسنّت پر عرض کرے اگر موافق ہو تو بہتر ورنہ اس پر عمل حرام ہے۔

نابیناؤ! تم نے شریعت کی حاجت دیکھی شریعت کا دامن نہ تھاموتو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمھیں گھمائے پھرے، جب تو حدیث نے فرمایا:

"عابد بے فقہ چکی کا گدھا"[2]

قول ۴۶: نیز امام ممدوح قدس سرہ، فرماتے ہیں،

لاتلحق نهاية الولاية بداية النبوة ابدا ولوان وليا تقدم الی العین التي ياخذ منها الانبياء عليهم الصلوة والسلام لاحترق وغاية امر الاولياء انهم يتعبدون بشريعة محمد صلی الله تعالٰی عليه وسلم قبل الفتح عليهم وبعده ومتی ماخرجوا عن شريعة محمد صلی الله تعالٰی عليه وسلم هلكوا وانقطع عنهم الامداد فلا يمكنهم ان يستقلوا بالاخذ عن الله تعالٰی

کبھی ولایت کی نہایت نبوت کی ابتدا تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فیض لیتے ہیں، تو وہ ولی جل جائے، اولیاء کی نہایت کار یہ ہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر عبادت بجالاتے ہیں خواہ کشف حاصل ہوا ہو یا نہیں اور جب کبھی شریعت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نکلیں گے ہلاک ہوجائیں گے اور ان کی مدد قطع ہوجائے گی تو انھیں کبھی ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل سے خود بالاستقلال لے سکیں اور

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل ان احدا لایحتاج الخ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۱۲

[2] حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸ خالد بن معدان دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۲۱۹

ابدا وقد تقدم ان جمیع الانبیاء والاولیاء مستمدون من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

ہم اوپر بیان کر آئے کہ تمام انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد لیتے ہیں۔

قول ۴۷: نیز ولی موصوف قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة[2]

تصوّف کیا ہے بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

قول ۴۸: پھر فرمایا:

علم التصوف تفرع من عين الشريعة[3]

علم تصوّف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

قول ۴۹: پھر فرمایا:

من دقق النظر علم انه لا يخرج شئ من علوم اهل الله تعالٰى عن الشريعة وكيف تخرج علومهم عن الشريعة و الشريعة هي وصلتهم الى الله عزوجل في كل لحظة[4]

جو نظر غور کرے جان لے گا کہ علوم اولیاء سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں اور کیونکر انکے علم شریعت سے باہر ہوں حالانکہ ہر ہر لحظہ شریعت ہی ان کے وصول بخدا کا ذریعہ ہے۔

قول ۵۰: پھر فرمایا:

قد اجمع القوم على انه لا يصلح للتصدر في طريق الله عزوجل الا من تبحر في علم الشريعة وعلم منطوقها و مفهومها و خاصها وعامها و ناسخها ومنسوخها وتبحر في لغة العرب حتى عرف مجازاتها

تمام اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علم شریعت کا دریا ہو اس کے منطوق مفہوم خاص عام ناسخ منسوخ سے آگاہ ہو زبان عرب کا کمال ماہر ہو یہاں تک کہ اس کے مجاز اور استعارے وغیرہ

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الثانی والاربعون مصطفی البابی مصر ۲/۷۱
[2] الطبقات الکبرٰی للشعرانی مقدمۃ الکتاب 〃 ۱/۴
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۴
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۴

واستعاراتها وغیرذلك فكل صوفی فقیه ولا عکس۔[1]

جانتا ہو تو ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں۔

قول ۵۱: نیز عارف معروف قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

الکشف الصحیح لایاتی دائما الا موافقا للشریعۃ کما ھو مقرر بین العلماء۔[2]

سچا کشف ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی آتا ہے جیسا کہ اس فن کے علماء میں مقرر ہوچکا ہے۔

قول ۵۲: حضرت عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں:

ما یدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا انکم معشر اھل العلم الظاھر تاخذون احکامکم من الکتاب والسنۃ وانا ناخذ من صاحبہ ھذا کفر لا محالۃ بالاجماع من وجوہ الاول التصریح بعدم الدخول تحت احکام الکتاب والسنۃ مع وجود شروط التکلیف من العقل والبلوغ۔[3]

وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے ادعا کرتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ بالاجماع قطعاً بوجوہ کثیرہ کفر ہے از انجملہ یہ عقل وبلوغ شرائط تکلیف ہوتے ہوئے کہ دیا کہ ہم زیر احکام شریعت نہیں۔

یہیں فرمایا:

ان اراد بترك العلم الظاھر عدم تعلم ذلك وعدم الاعتناء بہ لان العلم الظاھر لاحاجۃ الیہ فقد سفہ الخطاب الالٰھی وسفہ الانبیاء ونسب العبث والبطلان الی ارسال الرسل وانزال الکتب فلا شك فی کفرہ اشد الکفر۔[4] (ملتقطاً)

اگر علم ظاہر چھوڑنے سے اس کا نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا مراد لے اس خیال سے کہ علم ظاہر کی طرف حاجت نہیں تو اس نے کلام الٰہی کو احمق بتایا اور انبیاء کو بیوقوف ٹھہرایا۔ رسولوں کے بھیجنے کتابوں کے اتارنے کو عبث و باطل کی طرف نسبت کیا تو کچھ شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر سب سے سخت تر کفر۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی للشعرانی مقدمۃ الکتاب مصطفی البابی مصر ۱/۴

[2] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل ان احدًا لایحتاج الی ذوق " ۱/۱۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۱۵۸ تا ۱۵۵

[4] " " " " " " " " ۱/۱۵۹

قول ۵۳: نیز عارف ممدوح قدس سرہ تعظیم شریعت مطہرہ کے بارے میں حضرات عالیہ سید الطائفہ وسری سقطی وابویزید بسطامی وابوسلیمان دارانی و ذوالنون مصری وبشر حافی وابوسعید خراز وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اقوالِ کریمہ ذکر کرکے فرماتے ہیں:

انظر ایہا العاقل الطالب للحق ان ھٰؤلاء عظماء مشائخ الطریقہ وکبراء ارباب الحقیقۃ کلھم یعظمون الشریعۃ المحمدیۃ وکیف وھم ماوصلوا الابذلک التعظیم والسلوک علی ھذا المسلک المستقیم ولم ینقل عن احد منھم ولا عن غیرھم من السادۃ الصوفیۃ الکاملین انہ احتقر شیئا من احکام الشریعۃ المطھرۃ ولا امتنع من قبولہ بل کلھم مسلمون لہ ویبنون علومھم الباطنۃ علی السیرۃ الاحمدیۃ فلا یغرنک طامات لجھال المتنسکین الفاسدین المفسدین الضالین المضلین الزائغین عن الشرع القویم الی صراط الجحیم خارجین عن مناھج علماء الشریعۃ المحمدیۃ مارقین عن مسالک مشائخ الطریقۃ لاعراضھم عن التادب باٰداب الشریعۃ وترکھم الدخول فی حصونھا المنیعۃ فھم کافرون بانکارھا مدعون الاستنارۃ بانوارھا ومشائخ الطریقۃ قائمون باٰداب الشریعۃ معتقدون تعظیم احکام اللہ تعالٰی ولھذا

یعنی اے عاقل، اے حق کے طالب! دیکھ کہ یہ عظمائے مشائخ طریقت یہ کبرائے اربابِ حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کر رہے اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس سیدھی راہ شریعت پر چلنے کے سبب یا ان سے یا ان کے سوا اور سرداران اولیائے کاملین کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی یا اس کے قبول سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اس کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی سیرتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بنا کرتے ہیں، تو تجھے زنہار دھوکا میں نہ ڈالیں حد سے گزری ہوئی باتیں ان جاہلوں کی کہ سالک بنتے ہیں خود بگڑے اوروں کو بگاڑتے ہیں، آپ گمراہ اوروں کو گمراہ کرتے ہیں، شرع مستقیم سے کج ہو کر جہنم کی راہ چلتے ہیں، علمائے شریعت کی راہ سے باہر مشائخ طریقت کے مسلک سے خارج اس لئے کہ آدابِ شریعت اختیار کرنے سے روگردانی کئے اور اس کے مستحکم قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہ انکارِ شریعت کے سبب کافر ہیں اور دعوے یہ کہ اس کے انوار سے روشن ہیں مشائخ طریقت تو آدابِ شریعت پر قائم ہیں احکامِ الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں اسی لئے

اتحفهم اللہ تعالٰی بالکمالات القدسیۃ وھؤلاء المغرورون بالفشار اللابسون حلۃ العار الذین ھم مسلمون فی الظاہر واذا حققتھم فھم کفار لم یزالوا معتکفین علی اصنام الاوھام مفتونین بما یلقی لھم الشیطان من الوساوس فی الافہام فالویل لھم ولمن تبعھم او حسن امرھم فھم قطاع طریق اللہ تعالٰی اھ ملتقطا۔[1]

اللہ تعالٰی نے انھیں کمالات اقدس کا تحفہ دیا اور یہ اپنی خرافات پر مغرور یہ عار کا لباس پہنے ہوئے کہ ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافر ہیں یہ ہمیشہ اپنے اوہام کے بتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے ہیں، شیطان جو وسوسے ان کے افکار میں ڈالتا ہے انھیں پر مفتون ہوئے ہیں تو خرابی پوری خرابی ان کے لئے اور اس کے لئے اور ان کے لئے جو ان کا پیرو ہو یا ان کے کام کو اچھا جانے اس لئے کہ وہ راہِ خدا کے راہزن ہیں اھ ملتقطا۔

قول ۵۴: حضرت قطب ربانی محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالٰی عنہ سردارِ سلسلہ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں:

خارق عادت اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند و اگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج حفظنا اللہ وایاکم۔[2]

اگر اوصافِ ولایت والے ولی سے خارق عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالفِ شریعت سے صادر ہو تو استدراج ہے، اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔ (ت)

قول ۵۵: حضرت سیدی ابو المکارم رکن الدین خلیفہ حضرت سیدی نور الدین عبدالرحمٰن اسفرائنی خلیفۂ وقت حضرت سیدی جمال الدین احمد جوزقانی خلیفہ سیدی رضی الدین لالا خلیفہ حضرت سیدی نجم الدین کبرٰی سردارِ سلسلہ کبرویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اپنے شیخ و مرشد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں:

ولی تا شریعت را بکمال نگیرد قدم در ولایت نتواں نہاد بلکہ اگر انکار کند کافر گردد۔[3]

ولی جب تک شریعت کو مکمل طور پر نہ اپنائے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر اس کا انکار کرے تو کافر ہے۔ (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الباب الاول الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۱۸۹-۱۹۰
[2] لطائف اشرفی لطیفہ پنجم مکتبہ سمنانی کراچی ۱/ ۱۲۶
[3] نفحات الانس ذکر ابی المکارم رکن الدین احمد بن محمد از انتشارات کتابفروشی تہران ایران ص ۴۴۲

قول ۵۶ : حضرت سیدی شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدی خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

اول مصلے را بر طاق نہ وبرو علم آموز کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان است۔[1]

پہلے عبادت کا مصلیٰ طاق پر رکھ اور جا کر علم حاصل کر کیونکہ جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے (ت)

یہ حکایت شریف بہت نفیس ولطیف ہے اس کا خلاصہ عرض کریں کہ اس کلام کریم کا منشاء معلوم ہو اور حضرت خواجہ مودود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ سرور وسردار سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ ہیں دفع وہم ہو اور آجکل کے بہت مدعیان ناکارکے لئے کہ مسند ولایت کو ترکہ پدری جانتے ہیں، باعث ہدایت وعبرت وفہم ہو، حضرت ممدوح سلالۂ خاندان اولیائے کرام ہیں ان کے آباء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۂ اکابر محبوبان خدا سرداران شریعت وطریقت واصحاب علم وکرامت تھے اور ان کے بعد حضرت خواجہ مودود چشتی نے مسند آبائی پر جلوس فرمایا، ہزاروں آدمی مرید ہوگئے مگر صاحبزادہ والا قدر ابھی عالم نہ ہوئے تھے نہ راہ طریقت کسی مرشد کامل کی تعلیم سے چلے تھے عنایت ازلی ہی ان کے حال شریف پر متوجہ تھی، حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے تعلیم وتفہیم کے لئے ہرات بھیجا، یہاں خواص وعام اس جناب کی کرامات عالیہ دیکھ کر مرید ومعتقد ہوئے اور تمام اطراف میں ان کا شہرہ ہوا، صاحبزادہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ناگوار ہوا، قصد فرمایا کہ حضرت والا کو اس ملک سے باہر کریں، لشکر مریدان لے کر جنبش فرمائی اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی انھوں نے براہ ادب اسے شیخ الاسلام سے چھپایا مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے ایک دن جب صبح کا ناشتہ حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا: ایک ساعت صبر کرو کچھ قاصد آتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد قاصدان صاحبزادہ حاضر ہوئے، حضرت والا نے انھیں کھانا کھلایا پھر فرمایا: تم کہو گے یا میں بتاؤں کہ کس لئے آئے ہو۔ عرض کی، حضرت فرمائیں۔ فرمایا: خواجہ مودود نے تمھیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا سیدھی طرح واپس جاتا ہے تو جائے ورنہ جس طرح چاہے نکالا جائے گا۔ قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیام دے کر ہمیں بھیجا ہے حضرت والا نے فرمایا

---

[1] نفحات الانس ذکر خواجہ قطب الدین مودود چشتی انتشارات کتابفروشی تہران ایران ص ۳۲۹

کہ ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ اوروں کی ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی۔ اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہِ سنجر کی رعیت ہیں، تو یوں بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا، اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء اللہ جانتے ہیں تو کل ہم انھیں دکھا دیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا اور ادھر ابرِ عظیم آیا، اور ایک رات دن ابر برسا دم بھر کو نہ دم لیا دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا، گھوڑے کسو کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں۔ اصحاب نے عرض کی، ندی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی نہیں لے جاسکتا۔ فرمایا: کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے۔ جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ ایک انبوہِ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے۔ فرمایا: یہ کون لوگ ہیں عرض کی: حضور کے مرید و محب ہیں۔ یہ سن کر کہ ایک جماعت حضور کے مقابلے کو آئی ہے یہ حضور کے ہمراہ ہولئے ہیں۔ فرمایا: انھیں واپس کرو تیر و تلوار تو سنجر کا کام ہے اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہیں۔ غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے پانی طغیانی پر تھا، فرمایا: آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کرینگے۔ معرفتِ الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا تمام حاضرین ذوق سے بیخود ہوگئے، فرمایا: آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چلو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جس نے آنکھ جلدی کھول دی اسکا جوتا تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کرکے کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا، اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اُس پار پایا، قاصدوں نے جو یہ ماجرا دیکھا جلدی کرکے حضرت صاحبزادہ خواجگان کے حضور حاضر ہوئے اور حال عرض کیا کسی کو یقین نہ آیا، صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے، اور جیسے حضرت شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہوئے اور حضرتِ والا کے پائے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت ان کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے تھے: ولایت کا کام دیکھا تم نہیں جانتے مردانِ خدا کی فوج سلاح سے نہیں جاؤ سوار ہو ابھی بچے ہو تمھیں نہیں معلوم کہ کیا کرتے ہو۔ جب بستی میں آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلہ میں اترے اور حضرت صاحبزادہ مع مریدان دوسرے محلہ میں، دوسرے دن ان مریدینِ صاحبزادہ نے کہا ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں کوئی فکر عمدہ کرنی چاہئے۔ حضرت خواجہ مودود نے فرمایا: میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اجازت لیں ان کا کام ہمارے بس کا نہیں۔ مریدوں نے کہا: بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی کام پر جاسوس مقرر کریں جب ان کے قیلولہ یعنی دوپہر کو آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں وہ تنہا رہیں اس وقت ہماری ایک جماعت

آپ کے ساتھ ان کے پاس جائے اور سماع شروع کریں اور حال لائیں اسی حالت میں کوئی حربہ اُن پر مار دیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، ٹھیک نہیں وُہ ولی ہیں صاحبِ کرامات ہیں۔ مگر مریدوں نے نہ مانا، جب دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام کے آرام کا وقت آیا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے۔ فرمایا: ایک ساعت توقف کرو پھر آرام ہوگا ایک کام درپیش ہے۔ ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، خادم نے دروازہ کھولا دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک انبوہ کے ساتھ تشریف لائے، سلام کرکے سماع شروع ہوا، ساتھ والے نعرے لگانے لگے، انھوں نے چاہا تھا کہ اپنا ارادہ فاسدہ پورا کریں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سرِ مبارک اٹھا کر فرمایا ہے سہلا کجائی ہے (اے سہلا! تو کہاں ہے)، سہلا نام ایک صاحب شہر سرخس کے ساکن، صاحبِ کرامات و عاقل مجنوں نما تھے، ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے، حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ ان مفسدوں پر لگایا، وہ سب کے سب معاً جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے صرف صاحبزادہ خواجگان باقی رہے، نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کرکے معافی مانگی اور عرض کی، حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی، فرمایا: تم سچ کہتے ہو مگر تم ان کے ساتھ کیوں آئے۔ عرض کی: میں نے بُرا کیا حضرت معاف فرمائیں۔ فرمایا: میں نے معاف کیا جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمت گار مقرر کرو اور تین دن ٹھہراؤ۔ حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا، بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آکر گزارش کی: جو حکم ہوا تھا بجا لایا اب کیا فرمان ہے۔ فرمایا: سجادہ طاق پر رکھو اور اول جاکر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرہ شیطان ہے۔ خواجہ نے فرمایا: میں نے قبول کیا اور کیا ارشاد ہے۔ فرمایا: جب تحصیلِ علم سے فارغ ہو اپنا خاندان زندہ کرو، تمھارے باپ دادا اولیاء و صاحبِ کرامات تھے۔ خواجہ مودود نے عرض کی، خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرت دالا مجھے مسند پر بٹھادیں۔ فرمایا: آگے آؤ۔ یہ آگے گئے۔ حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسندِ مبارک کے کنارے پر بٹھایا اور فرمایا: بشرطِ علم بشرطِ علم بشرطِ علم۔ تین بار فرمایا، حضرت خواجہ تین روز اور حاضرِ خدمت رہے، فائدے لئے، نوازشیں پائیں، پھر تحصیلِ علم کے لئے بلخ بخارا تشریف لیگئے، چار سال میں ماہر کامل ہوئے، ہر شہر میں حضرت سے کرامات ظاہر ہوئیں، پھر چشت کو مراجعت فرمائی، تربیتِ مریدان میں مشغول ہوئے، اطراف سے طالبانِ خدا حاضرِ خدمت ہوئے اور حضرت کی برکت انفاس سے دولتِ معرفت و رتبۂ ولایت کو پہنچے، حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ نہایت عالی درجہ ولی و عارف و واصل ہیں، اسی جناب کے مرید و تربیت یافتہ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین[1]۔

---

[1] نفحات الانس ذکر خواجہ قطب الدین مودود چشتی از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۳۲۶ تا ۳۲۹

قول ۵۷ : حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں :

اگر صد ہزار خارق عادات بر ایشاں ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکام شریعت ست و نہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از قبیل مکرو استدراج خواہد بود نہ از مقولہ ولایت وکرامت[1]

اگر لاکھ خارق عادات ظاہر ہوں جب تک ظاہر و باطن شریعت و آداب طریقت کے موافق نہ ہو تو وہ مکر اور استدراج ہوگا ولایت وکرامت کا مصداق نہ ہوگا۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح لطائف اشرفی[2] ص ۱۲۹ میں ہے۔ پھر دونوں کتابوں میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وہ عبارت کریمہ منقول قول ۳۲ ذکر فرمائی،

فائدہ نفیسہ اسی نفحات الانس شریف میں حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہروی انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول کہ حضرت شیخ احمد چشتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تعریف کرکے فرماتے تھے :

چشتیاں ہمہ چناں بودند از خلق بیباک و در باطن پاک و در معرفت و فراست چالاک ہمہ احوال ایشاں باخلاص و ترک ریا بود ہیچ گونہ در شرع سستی روا نداشتندے[3]

تمام چشتی حضرات ایسے ہی تھے کہ مخلوق سے بے خوف، باطن میں پاک اور معرفت و فراست میں باکمال ان کے تمام احوال اخلاص اور بے ریائی پر مبنی تھے، اور کسی طرح بھی شریعت میں سستی برداشت نہ کرتے (ت)

اور نسخہ قدیمہ نفحات شریف میں کہ تین سو برس کا لکھا ہوا ہے یُوں ہے :

ہیچگونہ سستی روا نداشتندے در شرع تا بتہاون چہ رسد[4]

کسی طرح بھی شرع میں سستی روا نہ رکھتے تو کوتاہی کہاں ہوتی۔ (ت)

ہمارے چشتی بھائی حضرات چشت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا حال کریم مشاہدہ کریں کہ اصلاً

---

[1] نفحات الانس القول فی اثبات الکرامۃ للاولیاء از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۲۶

[2] لطائف اشرفی لطیفہ پنجم مکتبہ سمنانی کراچی ۱/۱۲۹

[3] نفحات الانس ذکر شیخ احمد چشتی از انتشارات کتابفروشی محمودی تہران ایران ص ۳۴۰

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۴۰

شرع میں سستی و کاہلی بھی جائز نہ رکھتے نہ کہ معاذ اللہ احکام شرعیہ کو ہلکا جاننا چشتی ہونے کو بندگی شرع سے پروانہ آزادی ماننا والعیاذ باللہ سماب العلمین سردار سلسلہ علیہ بہشتیہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشادات عالیہ سُنیے ، فرماتے :

(۱) چندیں چیزمی باید تا سماع مباح شود مسمع و مستمع آلہ سماع ، مسمع یعنی گوینده ، مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع انچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر است چوں چنگ درباب ومثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال است [۱]

چند چیزیں پائی جائیں تو سماع حلال ہوگا سنانے والے تمام مرد بالغ ہوں بچے اور عورت نہ ہوں سننے والے اللہ تعالٰی کی یاد سے خالی نہ ہوں ، کلام فحش و مذاق سے خالی ہو اور آلاتِ سماع سرنگی اور طبلہ وغیرہ نہ ہو تو ایسا سماع حلال ہوگا ۔ (ت)

(۲) ایک بار حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کسی نے عرض کی آجکل بعضے خانقاہ دار درویشوں نے مزامیر کے مجمع میں وجد کیا ، فرمایا :

نیکو نہ کردہ اند انچہ نامشروع ست ناپسندیدہ ست [۲]

اچھا نہ کیا جو بات شرع میں ناروا ہے وہ کسی طرح پسندیدہ نہیں ۔

(۳) کسی نے عرض کی کہ جب وہ لوگ وہاں سے باہر آئے ان سے کہا گیا کہ تم نے یہ کیا کیا وہاں تو مزامیر تھے تم نے وہاں جاکر کیوں قوالی سُنی اور وجد کیا ، وہ بولے ہم ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں مزامیر کی خبر نہ ہوئی ۔ حضرت شیخ المشائخ نظام الحق والدین نے فرمایا :

ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن درہمہ معصیتہا بیاید [۳]

یہ جواب بھی محض مہمل ہے سب گناہوں میں یہی حیلہ ہوسکتا ہے ۔

---

[۱] سیر الاولیاء باب نہم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ص ۰۲-۵۰۱

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۳۰

[۳] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۵۳۱

دیکھو کیسا قاطع جواب ارشاد ہوا، آدمی شراب پئے اور کہہ دے کمال استغراق کے سبب ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔

(۴) ایک بار کسی نے عرض کی کہ فلاں موضع میں بعض یاروں نے مجمع کیا اور مزامیر وغیرہ یا حرام چیزیں ہیں، حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد نیکو نہ کردہ اند[1]

میں نے منع فرمادیا ہے کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، ان لوگوں نے اچھا نہ کیا۔

(۵) حضور کے خلیفہ شیخ محمد بن مبارک رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں حضرت محبوبیت منزلت نے اس باب میں نہایت شدت اور سخت تاکید سے ممانعت فرمائی یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور جماعت میں کچھ عورتیں بھی ہوں، امام کو سہو واقع ہو، مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو مطلع کریں عورت بتانا چاہے تو کیا کرے، سبحان اللہ تو کہے گی نہیں کہ اسے اپنی آواز سنانی نہ چاہیے، پھر کیا کرے۔

پشتِ دست برکفِ دست زند وکفِ دست برکفِ دست نہ زند کہ آں بہ لہوی ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولٰی کہ ازیں بابت نباشد[2]

ہاتھ کی پشت کو ہتھیلی پر مارے، ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ تالی لہو میں شمار ہوتی ہے، جب یہاں تک کہ آپ لہو والی چیزوں سے پرہیز فرماتے تو سماع میں بطریق اولٰی ضروری ہے کہ ایسا نہ ہو۔ (ت)

شیخ مبارک فرماتے ہیں:

یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولٰی منع است[3]

یعنی تالی بجانے میں منع کے لئے یہ احتیاط تھی تو سماع میں مزامیر سے منع بطریق اولٰی ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! جو بندگانِ خدا تالی کو ناجائز جانیں بندگانِ نفس ان کے سر ستار اور ڈھولک کی تہمت باندھیں۔

---

[1] و [2] و [3] سیر الاولیاء باب نہم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ص ۵۳۲

(۶) حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظاتِ کریمہ فوائد الفواد کہ حضور کے مرید رشید حضرت میر حسن علا سجزی قدس سرہٗ کے جمع کئے ہوئے ہیں اُن میں بھی حضور کا صاف ارشاد مذکور ہے کہ:

مزامیر حرام است[1]

(۷) حضور کے خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین زرّادی قدس سرہٗ نے حضور کے زمانہ میں حضور کے حکم سے دربارہ سماع ایک رسالہ عربیہ مسمّٰی بہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا، اس میں فرماتے ہیں:

اما سماع مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم فبریٔ عن ھذہ التھمۃ وھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالٰی[2]

یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے پاک ہے وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعتِ الٰہی کی خبر دیتے ہیں۔

مسلمانو! یہ سچّے یا وہ جو اپنی ہوائے نفس کی حمایت کو ان بندگانِ خدا پر مزامیر کی تہمت دھرتے ہیں اللہ تعالٰی ہمارے بھائی مسلمانوں کو توفیق و ہدایت بخشے، آمین!

قول ۵۸: حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کہ اجلّہ اولیائے خاندان عالیشان چشت سے ہیں اور صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ الوفی کے مرید ہیں جو صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ مینا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مرید ہیں، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

شبے در مدینہ منورہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم در واقعہ دیدم کہ من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از صحابہ کرام و اولیائے عظام حاضر اند در نہا شخصے ست کہ آنحضرت

میں مدینہ منورہ میں ایک شب بستر خواب پر لیٹا تھا کہ میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی ایک جماعت بھی موجود ہے انھیں میں ایک صاحب ایسے ہیں

---

[1] فوائد الفواد

[2] کشف القناع عن اصول السماع

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باو لب بہ تبسم شیریں کردہ حرفہائے زند و التفات تمام باو میدارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با او التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبد الواحد بلگرامی ست و باعث مزید احترام او ایں ست کہ سبع سنابل تصنیف او در جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول افتادہ[1]

جن سے حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لب شیریں سے تبسم آمیز گفتگو فرما رہے ہیں اور ان کی جانب توجہ خاص رکھتے ہیں، جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جن کی جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ التفات ہے، انھوں نے فرمایا یہ میر عبد الواحد بلگرامی ہیں، اور اس عزت و کرامت کا باعث یہ ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب سبع سنابل شریف بارگاہِ نبوی سے شرفِ قبول پا چکی ہے۔ (ت)

یہی حضرت میر قدس سرہ المنیر اسی کتاب مقبول بارگاہ اقدس سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

اے صاحبِ تحقیق علمائے راہِ دین کہ ورثۂ انبیاء اند سہ طائفہ ہستند اصحاب حدیث و فقہاء و صوفیۃ۔[2]

اے حق کے طلب کرنے والے وہ علماء جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں کہ ورثۂ انبیاء ہیں ان کے تین گروہ ہیں، اول محدثین، دوم فقہاء اور سوم صوفیاء۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ علمائے ظاہر و باطن سب وارثانِ انبیاءِ کرام ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام والثناء۔

قول ۵۹: یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں:

شریعت محمدی و دین احمدی راہے ست سلیم و جادہ ایست مستقیم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با چندیں ہزار افواج امت از اولیاء و اصفیاء و شہداء و صدیقان بر ان جادہ رفتہ و آنرا از خار و خاشاک شکوک و شبہات پاک رفتہ اعلام و منازل آں معین و مبین کردہ از ہر قدمے

شریعت محمدی و دین احمدی وہ راہِ سلیم و جادۂ مستقیم ہے جس پر خاتم الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اپنی امت کے ہزارہا اولیاء و اصفیاء اور صدیقین و شہداء کے جلو میں گامزن رہے اور اسے ہر قسم کے خس و خاشاک اور شکوک و شبہات سے پاک فرمایا، اس کے مقامات و منازل متعین

---

[1] اصح التواریخ ۱/۱۶۸

[2] سبع سنابل سنبلہ اول مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴

نشانے باز دادہ و در ہر منزلے نزلے نہادہ و رفع قطاع الطریق را بدرقہ ہمت بہراہی فرستادہ اگر مہوسے مبتدعے بطریقے دیگر دعوت کند باید کہ قول او مسموع ندارند و اہل بدعت و ضلالت طائفہ باشند کہ خود را در لباس اسلام بتلبیس پیدا آرند و عقائد فاسدۂ خویش در باطن پوشیدہ دارند ایں جماعت اند اعدائے دین و اخوان الشیاطین و چوں بنور علم علمائے دین و مشائخ اسلام ظلمات بدعت ایشاں مکشوف میگردد ناچار علمائے شریعت را دشمن پندارند علمائے ربانی کہ نجوم سپہر اسلام اند مردم را از شر ایں شیاطین الانس محفوظ میدارند و انفاس نورانی ایشاں بمثابہ شہب ثواقب پیوستہ ایں مسترقان (یعنی دزدان) شریعت از ہر جانب میرانند و برجم و قذف پراگندہ میگردانند۔[1]

روشن فرمادیئے، قدم قدم پر نشانات ہیں اور منزل منزل بنیات اور رہزنوں سے حفاظت کے لئے جگہ جگہ رہنمائی کرنیوالے مقرر ہیں اور اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے مسلک قدیم کے برخلاف کوئی اور راہ دکھاتا ہے کسی اور طریقے کی طرف بلاتا ہے تو اس کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیے بلکہ حمایت و نصرتِ حق کی نیت سے اس کی تردید و تغلیط کو منجملہ فرائض دینیہ سمجھنا چاہیے اہلِ بدعت و ضلالت وہی تو ہیں جو از راہ فریب وہی لباسِ اسلام پہن کر (عوام اہل اسلام میں) آتے اور اپنے عقائد فاسدہ کو پوشیدہ رکھتے ہیں یہی لوگ اعدائے دین و اخوان الشیاطین ہیں، اور چونکہ علمائے دین و مشائخ اسلام کے علم کے نور سے انکی گمراہی کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں لامحالہ یہ لوگ علمائے شریعت کو دشمن سمجھنے لگتے ہیں، علمائے ربانی کہ آسمانِ اسلام کے روشن ستارے ہیں، عوام کو ان شیاطین الانس کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور اپنے نورانی انفاس سے شہاب ثاقب کی مانند ہمیشہ ان دین کے لٹیروں اور چوروں کو ہر طرف سے ہنکاتے اور ان پر لعنت و رَدّ کے پتھر مار مار کر دُور دُراتے رہتے ہیں (ت)

اُس جاہل نے کہ علمائے شریعت کو معاذ اللہ شیاطین کہا تھا الحمد للہ کہ اولیائے کرام کی زبان درفشاں سے اللہ عزوجل نے ثابت کر دیا کہ یہ جاہل اور اس کے ہم مشرب ہی شیاطین و دشمنانِ دین ہیں اور ہزار ہزار حمد اس کے وجہ کریم کو، یہ کلمات عالیات بارگاہِ رسالت میں معروض ہوکر مستجل بمہر قبول ہولئے وللہ الحمد۔

قول ۶۰: یہی سید جلیل عارف جمیل رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

چند شرائط می دان کہ بے آں شرائط اصلاً پیری مریدی درست نیست یکے آنکہ پیر

پیری مریدی چند شرائط پر مبنی ہے جن کے بغیر پیری مریدی صحیح نہیں، ان شرائط میں پہلی شرط

---

[1] سبع سنابل سنبلہ اول مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۸، ۹

مسلک صحیح داشتہ باشد ، دوم آنکہ پیر در ادائے حق شریعت قاصر و متہاون نباشد، سوم آنکہ پیر را اعتقاد درست بود موافق مذہب سنت و جماعت پیری و مریدی بے ایں سہ شرائط اصلاً درست نیست[1]

یہ ہے کہ پیر مسلک صحیح رکھتا ہو ، دوسری شرط یہ ہے کہ پیر حقوق شرعیہ ادا کرے ، اور تیسری شرط یہ ہے کہ پیر کے عقائد مذہب اہلسنت و جماعت کے مطابق ہوں ۔ یہ وہ شرطیں ہیں جن کے بغیر پیری و مریدی ہرگز صحیح نہیں ہوسکتی ۔ (یعنی اتباعِ احکامِ شریعت میں سست اور کاہل نہ ہوں) (ت)

پھر شرطِ اول کی تفصیل ارشاد فرماکر شرطِ دوم کے متعلق فرمایا :

شرط دوم پیر آنست کہ عالم و عامل باشد بر جملہ عبادات و در ادائے احکام قاصر و متہاون نبود واگر بر انواع عبادات عالم نبود عامل نتواند شد ، واز حد شرع بیفتد پس پیری را نشاید زیرا کہ ہر کہ از مقام حقیقت بیفتد بر طریقت قرار گیرد ، و ہر کہ از طریقت بیفتد بر شریعت قرار گیرد ، و ہر کہ از شریعت بیفتد گمراہ گردد و گمراہ پیری را نشاید امادرویشے کہ مرجع خلائق بود او را احتیاط در جزئیات شریعت فرض لازم ست باید کہ یک دقیقہ از دقائق شرع از وفوت نشود کہ وسیلہ گمراہی مریداں ست بجہت آنکہ گویند کہ پیر ما ایں چنیں کار کردہ است پس او ضال و مضل گردد[2]

پیری کی دوسری شرط کی توضیح یہ ہے کہ پیر کو عالم باعمل ہونا ضروری ہے ۔ شریعت کی مقرر کردہ عبادات واحکام میں کوتاہی اور سستی کو دخل نہ دے ، اب اگر کوئی شخص عبادات و (فرائض و واجبات ، سنن و مستحبات ، محرمات و مکروہات) سے واقف نہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان پر عمل نہ کرسکے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حدِ شریعت سے گرجائے گا ، اور اب پیر بننے کا اہل نہ رہے گا ۔ اس لئے جو شخص مقامِ حقیقت سے گرتا ہے وہ طریقت پر رک جاتا ہے ، اور جو طریقت سے گرتا ہے شریعت پر ٹھہر جاتا ہے ، اور جو شخص شریعت سے گرتا ہے وہ گمراہی میں پڑجاتا ہے ، اور گمراہ آدمی پیری کے قابل نہیں ، پھر جو درویش کہ مرجع خلائق ہو اس پر شریعت کے احکام جزئیہ کی احتیاط فرض و لازم ہوجاتی ہے ، لہذا اس پر فرض ہے کہ شریعت کے آداب و مستحبات سے بھی کسی ادب و مستحب سے غافل نہ رہے اور اسے فوت نہ ہونے دے کہ یہ چیز مریدوں کی گمراہی کی سند ہوجاتی ہے

---

[1] سبع سنابل سنبلہ دوم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹ و ۴۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۴۲

اور مریدین اسے حجت بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب نے تو یہ کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ و گمراہ کن بن جاتے ہیں۔ (ت)

پھر تینوں شرطیں بیان کرکے فرمایا:

مرید کہ پیر را باید ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن است و اگر در پیر از یں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد و اگر کسے از سبب نادانی با و بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد[1]

غرض یہ کہ مرید جب پیر کو ان تینوں شرطوں کا جامع پائے تو اب اس کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ جائز و مستحسن ہے، اور اگر پیر میں ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس سے بیعت جائز نہیں بلکہ اگر کسی نے نادانستہ ایسے پیر سے بیعت کرلی تو اس پر اس بیعت کا توڑ دینا واجب ہے۔ (ت)

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا

یہ بظاہر اگرچہ ساٹھ[۶۰] قول ہیں مگر حقیقۃً چالیس[۴۰] اولیائے کرام کے اسّی ارشادات عالیہ ہیں کہ صدر کلام میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کا ارشاد امر چہارم میں اور امام مالک اور امام شافعی کے اقوال امر ششم میں اور سید الطائفہ کا ارشاد زیر قول ۱۱، سیدی نابلسی کا زیر قول ۱۴، ایک ولی کا قول جن سے شیخ اکبر نے استفسار کیا بضمن قول ۳۸، علی خواص کا قول زیر قول ۴۲، علامہ نابلسی کا زیر قول ۵۲، حضرت خواجہ مودود کا قول بضمن قول ۵۶، شیخ الاسلام ہروی کا ایک قول اور حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی کے چھ اور حضرت شیخ محمد بن مبارک مرید شیخ العالم فریدالحق والدین گنجشکر و خلیفہ حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دو قول، یہ سب زیر قول ۵۷، اور حضرت میر عبدالواحد کے دو قول زیر قول ۶۰، یہ بیس شمار میں آئے۔

رسالہ

مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء

ختم شد

---

[1] سبع سنابل سنبلہ دوم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۳

رسالہ

الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة

۱۳۰۹ھ

(وہ یاقوت جو خالص عقد رابطہ کا ذریعہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۸۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صورتِ شیخ کو واسطۂ وصولِ فیض جان کر وقتِ ذکر یا مراقبہ کے اس کا تصور کرتا ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اشغالِ نقشبندیہ کے بیان میں اپنی کتاب قول الجمیل میں فرمایا ہے:

واذا غاب الشیخ عنہ یتخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورتہ ماتفید صحبتہ[1]

جب کسی کا شیخ غائب ہو تو محبت اور تعظیم کے ساتھ اس کی صورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے خیال کرے تو اس کی صورت وہی فائدہ دے گی جو اس کی مجلس دیتی ہے۔ (ت)

اس طور پر کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے مرشد کے لطائف میں فیض نازل ہو کر مرید کے لطائف

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل الفصل السادس ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

پرواد ہوتا ہے، اور یہ بھی جب تک کہ اُس کو مناسبت کاملہ ذاتِ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے نہ ہو اور جب مناسبتِ کاملہ پیدا ہو جائے پھر ضروری نہ جانے اور مرشد کو فقط واسطہ اور وسیلہ فیض کا جانتا ہے نہ عالم الغیب جانے نہ حاضر و ناظر اور معبود و مسجود مقرر کرے بلکہ ان امور کا غیر خدا کے واسطے ثابت کرنا شرک سمجھے جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو اس کی سند قرآن ہے یا حدیث یا قولِ مجتہد یا اجماع؟ اگر نہیں جائز تو ادلّہ اربعہ سے اس کے لئے کون سی دلیل ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی ھدنا لربط القلوب باعظم برزخ بین الامکان والوجوب والصلٰوۃ والسلام علٰی اجمل مطلوب اجل وسیلۃ لاصلاح الخطوب صلٰوۃ تمحو رین العیوب وتمثل فی الفواد صورۃ المحبوب منشھدا بالتوحید لعلام الغیوب وبالرسالۃ الکبرٰی لشفیع الذنوب صلی اللہ تعالٰی علیہ و علٰی اٰلہ وصحبہ وسائط الکرم قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی لمّ اللہ تعالٰی شعثہ و تحت اللواء الغوثی بعثہ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے دلوں کے ربط کے لئے امکان اور وجوب کے درمیان برزخ اعظم کی رہنمائی عطا فرمائی اور صلوٰۃ و سلام خوبصورت مطلوب اور خطرات کی اصلاح کے لئے جلیل وسیلہ پر، ایسی صلوٰۃ جو عیوب کو مٹادے اور دلوں میں محبوب کی صورت کو قائم کردے علام الغیوب کی توحید اور شفیع المذنبین کی رسالت کبرٰی کی شہادت دیتے ہوئے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ پر جو برگزیدہ واسطے ہیں، فقیر عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اسکو پراگندگی سے محفوظ فرمائے اور حضور غوث اعظم کے جھنڈے تلے اٹھائے۔ (ت)

تصورِ شیخ بوجہ رابطہ جسے برزخ بھی کہتے ہیں جس طرح حضرات صوفیہ صافیہ قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الوافیہ میں خلفا عن سلف معمول و ماثور اور ان کی تصانیف منیفہ و مکتوبات شریفہ و ملفوظاتِ لطیفہ میں بتواتر مذکور و مسطور و غیر مستور کہ شیخ شیخ حاشا بلکہ عین شیخ (کہ شیخ حضوراً و غیبۃً صرف مرآت ملاحظہ ہے اور کار حقیقۃً کار زوح جو بعد صفائی کدوراتِ حیوانیہ و انجلائے ظلمات نفسانیہ صورت واحدہ شہادت و ہیاکل متکثرہ مثالیہ میں دفعۃً ہزار جگہ کام کرسکتی ہے جیسا کہ بارہا مشاہد

ومرئی اور حضرات اولیاء سے بکثرت مروی اور عالم رؤیا میں بے شرط ولایت جاری، جسے افعال عجیبہ و تصرفات غریبۂ روح انسانی پر اطلاع حاصل، وہ جانتا ہے کہ یہ تو اس کے بحار زاخرہ وامواج قاہرہ سے ایک قطرۂ قلیلہ ہے اور خود بعد تمرّن واعتیاد و تکامل مناسبت اُس صورت متخیلہ کا بے اعانت تخیل حرکت وکلام اور مشکلات راہ میں قیام واہتمام اور دقائق وحقائق کا شفاہًا حل نام کما تشھد بہ شھود الشھود والتجربۃ (جیسا کہ مشاہدہ اور تجربہ گواہ ہے۔ت) دلیل جلی وسلیل ہے کہ یہ فقط پیکر مخزون کا علی عکس المعتاد خزانۂ خیال سے حس مشترک کی طرف عود قہقری نہیں بلکہ وہی مرکب مثال میں شہسوار روح کی جولانیاں ہیں اگرچہ خود فاعل کو شعور یعنی شعور بالشعور نہ ہو،

کماھو المشھود لعموم الناس فی غیبۃ الرؤیا۔ جیسا کہ عوام الناس کو خواب کے بارے میں معلوم ہے۔(ت)

ورنہ صدور افعال اختیاریہ کو شعور سے انفکاک نہیں،

اتقن ھذا فانہ مھم نافع ولا کثر الشبھات حاسم قالع۔ اس کو خوب یاد رکھو کیونکہ یہ اہم نافع ہے اور بہت سے شبہات کو ختم کرتا ہے(ت)

صرف واسطۂ وصول ونادوانِ فیض وباعثِ جمعیتِ خاطر وزوال تفرقہ پائے شرعًا جائز، جس کے منع پر شرع سے اصلًا دلیل نہیں، نہ کہ معاذ اللہ شرک وکفر کہنا جیسا کہ زبان زدِ سفہائے منکرین ہے،

والناس اعداءٌ لما جھلوا (لوگ جس سے ناواقف ہوں اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ت) ؎

منعم کنی زعشق وے اے زاہد زماں　　معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

(اے زمانہ کے زاہد! تو مجھے عشق سے منع کرتا ہے مجھے معذور رکھ کیونکہ تُو نے اسے دیکھا نہیں۔ت)

ورحم اللہ القائل (اس قائل پر اللہ رحم فرمائے۔ت) ؎

جنگ ہفتاد و دوملت ہمہ را عذر بنہ　　چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(بہتّر فرقوں سے جنگ میں ان سب کو معذور جان جب وہ حقیقت سے آگاہ نہیں تو اس راہ پر نہ چلیں گے۔ت)

یاھذا بقاعدہ اصول وتصادق وتطابق معقول ومنقول، بینہ ذمّہ مدعی ہے اور قائل جواز متمسک بالاصل جسے ہرگز کسی دلیل کی حاجت نہیں، بعض حضرات جہلًا یا تجاہلًا مانع فقہی ومجبی میں فرق نہ کرکے دھوکا کھاتے یا مغالطہ دیتے ہیں کہ تم قائلِ جواز اور ہم مانع ومنکر، تو دلیل تم پر چاہیے، حالانکہ یہ سخت ذہول وغفلت یا

کید و خدیعت ہے نہ جانا یا جانا اور نہ مانا کہ قولِ جواز کا حاصل کتنا، صرف اس قدر کہ لم ینہ عنہ یالم یؤمربہ ولم ینہ عنہ (یہ ممنوع نہیں یا نہ مامور ہے نہ ممنوع ۔ ت) تو مجوز نافی امرونہی ہے اور نافی پر شرعاً و عقلاً بیّنہ نہیں، جو حرام و ممنوع کہے وہ نہی شرعی کا مدعی ہے ثبوت دینا اس کے ذمے ہے کہ شرع نے کہاں منع کیا ہے۔

علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالۃ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں:

ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ والکراھۃ الذین لابد لھما من دلیل بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل[1]

حرام اور مکروہ قرار دینے میں اللہ تعالٰی پر افترار باندھنے میں احتیاط نہیں ہے ان دونوں حکموں کے لئے دلیل چاہیے بلکہ احتیاط اباحت میں ہے جو اصل حکم ہے (ت)

علامہ علی مکی رسالہ اقتدا بالمخالف میں فرماتے ہیں:

من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ و اما القول بالفساد والکراھۃ فیحتاج الی حجۃ[2]

مسلّمہ بات ہے کہ ہر مسئلہ میں اصل صرف اباحت ہے فساد اور کراہت کے حکم کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ (ت)

غرض مانع فقہی مدعی بحث ہے اور جواز کا قائل مثل سائل مدعا علیہ جس سے مطالبۂ دلیل محض جنون یا تسویل اُس کے لئے یہی دلیل بس ہے کہ منع پر کوئی دلیل نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

کل ماعدم فیہ المدرک الشرعی للحرج فی فعلہ وترکہ فذلک مدرک شرعی لحکم الشارع بالتخییر[3]

کسی کام کے کرنے میں اور نہ کرنے میں حرج کے مسئلہ میں کوئی شرعی دلیل نہ ہو تو یہ خود شرعی دلیل ہے کہ شرعاً اختیار ہے (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ (۱۲۹۹ھ) ورسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ) وغیرہما میں اس بحث کو واضح کر چکا و للہ الحمد امثال مقام میں نہایت سعی منکرین عدمِ نقل سے استدلال ہے۔ ذٰلک مبلغھم من العلم (یہی ان کے

---

[1] الصلح بین الاخوان (رسالہ)

[2] الاقتدار بالمخالف (رسالہ)

[3] مسلم الثبوت المقالۃ الثانیۃ الباب الثانی مطبع انصاری دہلی ص ۲۴

علم کی پہنچ ہے۔ ت) مگر نز دعقلاء فضلاء عن الفضلاء یہ بے اصل استناد و تشبث بالحشیش وخرطُ القتاد (تنکے کا سہارا اور مشکل میں پھنسنا ہے۔ ت) عدمِ نقل، نقلِ عدم نہیں، نہ عدمِ فعل منع کو مستلزم، کاش خود معنئ جواز لم یؤمر بہ ولم ینہ عنہ (نہ اس کا حکم اور نہ اس کی ممانعت ہے۔ ت) کو سمجھتے تو جانتے کہ جس امر سے اس کا ابطال چاہتے ہیں وہ خود اس کی حد کا احد المصادیق ہے کہ نقل مع عدم الطلب فعلاً و کفاً و عدم ذکر اشاد و نوں اسی انعدام امرونہی کی صورتیں ہیں تو یہ استدلال ایسا ہوا کہ ثبوتِ اخص کو ارتفاعِ اعم پر دلیل بنائیے وھل ھو الابھت بحت (یہ خالص بہتان ہے۔ ت) یہ بحث بھی فقیر نے اپنے رسائل مذکورہ و نیز رسالہ انھار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار (۱۳۰۵ھ) و رسالہ سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلٰوۃ العید (۱۳۰۷ھ) وغیرہا میں تمام کر دی۔

ولمن احسن تفصیل تلك المباحث خاتم المحققین امام المدققین اعلم العلماء سیف السنۃ علم الاسلام سیدنا الوالد قدس الواجد سرالماجد فی کتابہ الجلیل "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وسفرہ الجمیل "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وغیرھما من تصانیفہ الجیاد علیہ الرحمۃ الجواد۔

ان مباحث کی اچھی تفصیل کرنے والوں میں سب سے بہتر خاتم المحققین علماء کرام کے بڑے، سنت کی تلوار، اسلام کے جھنڈے حضرت والد گرامی کی کتاب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" اور کتاب جمیل "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وغیرہما میں ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ (ت)

اور اگر عدمِ ورود ہی پر مدارِ منع ٹھہرا تو ایک شغل برزخ ہی پر کیا موقوف، عامۂ اشغال و افکار اور ان کے طرق و اطوار کہ طبقۃً فطبقۃً تمام اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم میں رائج و معمول رہے سب معاذ اللہ بدعت شنیعہ و حرام و ممنوع قرار پائیں گے کہ ان میں بہت نو راشا اور بہت با ہیأت خاصہ و اوضاع جزئیہ ہرگز حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں، ہاں ہاں قولِ الٰہی عزوجل:

فیما یرویہ عنہ نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من عادٰی لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب،[1] کما فی الجامع الصحیح وغیرہ۔

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اللہ تعالٰی سے روایت فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

بھلا کر بنہایت وقاحت اس لازم شنیع کا التزام کرلینا اور جماہیر اساطین طریقت و سلاطین حقیقت کو معاذ اللہ مخترع بدعات و مروّج سیئات کہہ دینا اگرچہ منکر مکابر کے نزدیک سہل ہو،

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر[1]	بغض ان کے منہ سے ظاہر او رجو ان کے دلوں میں ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (ت)

مگر اتنا یاد رہے کہ یہ مار گھر کی بھی جائے گی' ذرا امام الطائفہ کے نسبًا دادا، تلمذًا دادا، بیعۃً پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو بھی سُن لو کہ وُہ قول الجمیل میں جس کی وضع انہیں افکار محدثہ و اشغالِ حادثہ کی ترویج وتعلیم کے لئے ہے کیسا کھلا اقرار فرماتے ہیں:

صحبتنا متصلۃ الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الاٰداب ولا تلك الاشغال[2] اھ ملخصًا۔	ہماری صحبت تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک متصل ہے اگرچہ خاص یہ آداب اشغال ثابت نہیں اھ ملخصًا۔

اُسی میں ہے:

لاتظن النسبۃ لاتحصل الا بھذہ الاشغال بل ھذہ طرق لتحصیلھا من غیر حصر فیھا وغالب الرأی عندی ان الصحابۃ و التابعین کانوا یحصلون السکینۃ بطرق اخرٰی[3] الخ۔	یہ نہ سمجھنا کہ نسبت بس انھیں اشغال سے حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی اس کی تحصیل کے طریقے ہیں کچھ ان میں حصر نہیں اور میرا زیادہ گمان یہ ہے کہ صحابہ وتابعین اور ہی طریقوں سے نسبت حاصل فرماتے تھے الخ۔

معلّم ثالث وہابیہ مولوی خرم علی صاحب مصنفِ نصیحۃ المسلمین اس کے ترجمہ شفاء العلیل میں اس کے بعد لکھتے ہیں:

"مترجم کہتا ہے مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑ دیا، بعض نادان کہتے ہیں کہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ کے اشغالِ مخصوصہ صحابہ تابعین کے زمانے میں نہ تھے تو بدعتِ سیئہ ہوئی، خلاصۂ جواب یہ ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل الفصل السابع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص
[3] " " " الفصل الحادی عشر " " " ص ۱۷۳

جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ امر زمانۂ رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے گو طرق اُس کی تحصیل کے مختلف ہیں فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے مجتہدین شریعت نے استنباط احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اولیائے طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے جس کو طریقت کہتے ہیں قواعد مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے، ہاں یہ البتہ ہے کہ حضرات صحابہ کو بسبب صفائی طبیعت اور حضور خورشید رسالت تحصیل نسبت میں اشغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین کے ان کو بسبب بُعدِ زمان رسالت کے البتہ اشغالِ مذکورہ کی حاجت ہوئی، جیسے صحابہ کرام کو قرآن وحدیث کے فہم میں قواعدِ صرف ونحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہلِ عجم اور بالفعل کے عرب اس کے محتاج ہیں واللہ اعلم۔[1]

امام الطائفہ کے نسبًا چچا، علمًا باپ، طریقۃً دادا مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات وہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسباتِ مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الدین اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الیٰ قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہئے[2] اھ بترجمۃ البلھوری۔

مولوی بلھوری اسے نقل کرکے کہتے ہیں:

"یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخلِ بدعاتِ سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔[3]"

مرزا مظہرِ جاناں صاحب (جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ و قیم طریقۂ احمدو داعی سنتِ نبویہ و متحلی بانواع فضائل و فواضل کہا) اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ   موجودہ طریقوں کے مراقبات جو آخر زمانہ میں

---

[1] شفاء العلیل مع القول الجمیل   ساتویں فصل   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ص ۱۰۷ و ۱۰۸
[2] " " " " " " چوتھی فصل   ص ۵۱ و ۵۲
[3] " " " " " " " " ص ۵۲

رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام واعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند شرع از آں ساکت ست و داخل دائرہ اباحت[1]"

مروج ہوئے کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ مشائخ حضرات نے بطور الہام اللہ تعالیٰ سے پائے ہیں جبکہ شریعت ان کی تفصیل سے ساکت ہے اور اباحت کے درجہ میں ہیں۔ (ت)

انھیں کے ملفوظات میں ہے،

"حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ طریقہ نو بیان نمودہ اند[2]"

حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں (ت)

اسی میں ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طرقہ جدیدہ بیان نمودہ اند[3]"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے۔ (ت)

بات کے پورے توجب ہیں کہ آنکھیں بند کرکے ان صاحبوں کو بھی بدعتی کہہ بھاگیں ورنہ یہ توستم سینہ زوری ہوئی کہ اکابر محبوبان خدا قرون متطاولہ سے سب معاذ اللہ مجرم احداث چنیں وچناں ٹھہریں اور ان صاحبوں پر صرف لاج سے کہ امام الطائفہ کے علاقہ والے ہیں آنچ نہ آئے یہ تو دین ہوا دھینگا مشتی ہوئی، اے حضرت! یہ سب ایک طرف خود امام الطائفہ کی خبر لیجئے وہ سربازار اپنا اور اپنے پیر ومرشد کا بدعتی ومخترع الدین ہونا پکار رہا ہے صراط المستقیم میں لکھتا ہے:

"اشغال مناسبہ ہروقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا مے باشد ولہذا محققین ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعین کردہ شود[4]"

ہر وقت کے مناسب اشغال اور ریاضات ہر زمانہ کے مناسب جدا جدا ہیں اسی لئے وقت کے محقق لوگ اپنے طریقہ وسلسلہ کے اکابر سے اشغال کی تجدید میں کوشش کرتے رہے ہیں، اسی بناء پر وقتی مصلحت کے تحت اس کتاب کا ایک باب موجودہ وقت کے اشغال جدیدہ کے بیان کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مکتوب یازدہم مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳
[2] " " " ص ۷۰
[3] " " " ص ۸۲
[4] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۷

خدارا ذرا ہٹ دھرمی کی نہیں سہی خدا لگتی کہو تو نہ صرف اشغال بلکہ تمام بحث تعریف بدعت کا یہیں خاتمہ ہوگیا اب کیا ہوئے وہ قرونِ ثلثہ کی تخصیص پر جبروتی اصرار اب کدھر گئی وہ بات بات پر من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد[1] (جس نے نیا عمل جاری کیا جو ہمارے امر میں سے نہیں وہ مردود ہے۔ت) اور کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار[2] (ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم میں ہے۔ت) کی تکرار، امام وہابیت کیشاں اور ان کے حضرت ایشاں تیرھویں صدی میں بیٹھے خاص امر اعظم دین و وجوہِ تقرب رب العالمین میں نئی نئی باتیں گھڑ رہے ہیں جن کا خود ان کے اقرار سے تین قرن کیا معنے تین تین چھ اور چھ اور چھ بارہ[12] قرن تک نام ونشان نہیں لیکن نہ وہ بدعتی ٹھہرتے ہیں نہ اُن کے اصل ایمان میں خلل آتا ہے نہ اُن کے لئے اصحاب البدع کلاب اھل النار[3] (بدعت والے اہلِ جہنم کے کتے ہیں۔ت) پڑھا جاتا ہے نہ یہ باتیں رَد وضلالت وفی النار ہوتی ہیں، یہ یجوز للوھابی ما لا یجوز لغیرہ (جو غیر کے لئے جائز نہیں وہابی کے لئے جائز ہے۔ت) کا فتوٰی کہاں سے آگیا، اب اسے کیا کہئے، مگر یہ کہ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[4] (جب تجھے حیا نہیں تو جو چاہے کر۔ت)، مولٰی عزوجل ہدایت بخشے، آمین!

خیر، بات دُور پہنچی، خاص مسئلہ شغل برزخ کے متعلق نصوصِ اکابر وعمائد حاضر کروں مگر حاشا نہ ارشادات حضرات اولیاء قدست اسرارہم کہ:

اولاً وہ نہایت ظہور محتاجِ اظہار نہیں، موافق ومخالف کون نہیں جانتا کہ یہ طریقہ اکابر اولیاء کا معمول رہا اور اُن کی تصانیفِ جلیلہ میں جابجا اس کی روشن تصریحیں ہیں۔

ثانیاً شاید اُن کے ارشاد منکر متعصب کو نفع بھی نہ دیں، ہاں شاید کیوں یقیناً نہ دیں گے کہ منکر خود بھی ارشاد اولیاء سے قولاً وفعلاً اس کے متواتر ثبوت پر مطلع پھر بھی برسرِ انکار وابطال وادعائے ضلال ہے، اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں شیخ شیوخ الہند عاشق المصطفٰی وارث الانبیاء ناصر الاولیاء مولانا وبرکتنا حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ القوی پر کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/ ۳۷۱ وسنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۷۹
کنز العمال حدیث ۱۱۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹
[2] الدر المنثور تحت آیت ۷/ ۱۸۰ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۱۴۷
[3] کنز العمال حدیث ۱۰۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۸
[4] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

37

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

"وآنچہ مروی ومحکی ست ازمشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصرست درکتب ورسائل ایشاں ومشہورست میانِ ایشاں وحاجت نیست کہ آں را ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نکند او را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذٰلک[1]"

کاملین کی رُوح سے استمداد واستفادہ جو اہل کشف مشائخ سے مروی اور ان کی کتب ورسائل میں مذکور ومشہور ہے ان بے شمار مرویات کو ذکر کرنے کی ہمیں حاجت نہیں اور شاید متعصب منکرین کو ان کا کلام سُود مند بھی نہ ہو ، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ (ت)

افسوس ان مدعیان حقانیت کی حالت یہاں تک پہنچی کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کے کلام انکے سامنے پیش کرنا عبث وبے سود سمجھتے ہیں بلکہ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے مقابلے میں اور بھی گستاخیوں پر نہ اتر آئیں عافانا اللہ تعالیٰ من کل ذٰلک (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سب سے محفوظ رکھے۔ ت) لہذا میں صرف اقوال علماء پر اکتفاء کروں جنھیں ماننے بغیر بے چارے مخالف کو چارہ نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت توسائل نے سوال میں نقل کی جس کے ترجمہ میں معلم ثالث وہابیہ شفاء العلیل میں یُوں کہتے ہیں :

"جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت اور تعظیم کے ، تو اس کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو اُس کی صحبت فائدہ دیتی ہے[2]"

یہیں مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا مولانا نے فرمایا ہے :

"حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے[3] انتہٰی"

اب کون کہے کہ شاہ صاحب ! یہ وہی راہ ہے جسے کچھ دنوں بعد آپ کے قریب گھر والے ٹھیٹ بُت پرستی بتانے کو ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں :

الطریق الثالث طریق الرابطۃ بالشیخ

یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

[3] " " " " " " ص ۸۰

(الیٰ ان قال) ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال وتتوجه الی القلب الصنوبری حتّٰی تحصل الغیبة والفناء عن النفس[1]

طریقہ ہے چاہئے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت و فنا ہاتھ آئے (ت)

اسی میں ہے :

ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علیٰ کتفك الایمن وتعتبر من کتفك الیٰ قلبك امرًا ممتدًا و تاتی بالشیخ علیٰ ذٰلك الامر الممتد و تجعله فی قلبك فانه یرجی لك بذٰلك حصول الغیبة والفناء[2]

یعنی اگر تُو ترقی سے رُک رہے تو یُوں چاہئے کہ صورتِ شیخ کو اپنے داہنے شانے پر اور شانے سے دل تک ایک امر کشیدہ فرض کرلے اور اُس پر صورتِ شیخ کو لاکر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لئے غیبت و فنا ملنے کی امید ہے۔

یہ عبارتیں شاہ صاحب نے رسالہ تاجیہ نقشبندیہ سے نقل کیں جن کی نسبت لکھا کہ حضرت والد بزرگوار یعنی شاہ عبدالرحیم صاحب اسے بہت پسند فرماتے اور مریدوں کو اُسی کے مسلک پر چلاتے۔ اسی میں یہ بھی لکھا کہ :

"تفرقہ مستمر ہو تو اپنے مرشد مربّی کی صورت خیال میں حاضر کر، امید ہے کہ اسکی برکت سے تفرقہ مبدل بجمعیت ہو[3]"

اسی انتباہ میں رسالہ عزیزیہ سے جس کی اجازت اپنے والد ماجد سے پائی لکھا :

"صورتِ مرشد پیش خود تصور کردہ بعد ذکر گوید الرفیق ثم الطریق درحق ایشاں ست وبرائے نفی خواطر نفسانی وہواجس شیطانی و وساوس ظلمانی اثرے تمام وارد[4]"

مرشد کی صورت کو پیشِ خاطر رکھے اور ذکر کے بعد کہے الرفیق اور پھر الطریق، مرشد کے حق میں ہے، یہ طریقہ نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کی نفی میں مؤثر ہے۔ (ت)

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ طریقہ نقشبندیہ عباسی کتب خانہ کراچی ص ۴۱ و ۴۲
[2] " " " " " " ص ۴۲
[3] " " " " " " ص ۳۲
[4] " " بیان دفع وسوسہ " " " ص ۷۴
[5] " " بیان طریقہ چشتیہ " " " ص ۹۲

اسی[1] میں رسالہ مذکور سے لکھا :

بلکہ حضرت سلطان موحدین برہان العاشقین حجۃ المتکلمین شیخ جلال الحق والشرع والدین مخدوم مولانا قاضی خاں یوسف ناصحی قدس سرہ العزیز چنیں می فرمودند کہ صورتِ مرشد کہ ظاہر دیدہ میشود مشاہدۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ست در پردۂ آب وگل واما صورت مرشد کہ در خلوت نمودار مے شود آں مشاہدۂ حق تعالیٰ ست بے پردۂ آب وگل کہ ان اللہ تعالیٰ خلق اٰدم علیٰ صورۃ الرحمٰن من راٰنی فقد رای الحق در حق او درست شدہ[1]"

بلکہ حضرت شیخ جلال الدین مولانا قاضی خاں یوسف ناصحی قدس سرہ بمع القابہ ، یوں فرماتے ہیں کہ مرشد کی صورت کا ظاہری مشاہدہ آب وگل کے پردہ میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہے اور مرشد کی خلوت میں نمودار ہونے والی صورت یہ اللہ تعالیٰ کا آب وگل کے پردہ کے بغیر مشاہدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم کی صورت رحمٰن کی صفت پر پیدا کی ، جس نے مجھے دیکھا تو بیشک اس نے حق دیکھا ، اس پر درست ثابت ہوگا۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب[2] تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ واذکر اسم ربك لکھتے ہیں :

یعنی یاد کن نام پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت وہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بسر خواہ بخفی خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دو ضربی خواہ بحبس نفس خواہ بے حبس خواہ بدون برزخ خواہ با برزخ الیٰ غیر ذٰلك من الخصوصیات التی استنبطھا الماھرون من اھل الطرائق وتعیین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ ومرشد ست کہ بحسب حال ہرچہ را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ در آیت دیگر فرمود فاسئلوا اھل الذکران کنتم

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھ ، دل ، روح ، سری ، خفی ، سانس یک ضربی یا دو ضربی ہو یا سانس بند کرکے ہو یا بغیر بند کیے ہو ، برزخ کے ذریعہ یا بے برزخ وغیرہ با خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے جس طرح دوسری آیہ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اگر تم

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سادہ طریقہ چشتیہ عباسی کتب خانہ کراچی ص ۹۲ و ۹۳

لا تعلمون ؎ اھ ملتقطا۔ نہ جانو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو اھ ملتقطا (ت)

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس عبارت سے جیسا کہ تصور برزخ کا جواز ثابت ہوا اس کے سوا اور بھی فوائد جلیل حاصل مثلاً،

اوّل یہ کہ شغل برزخ کے ساتھ ذکر کرنا اطلاق آیت قرآنی کے تحت میں داخل۔

دوم مطلق ذکر پر قرآن وحدیث میں جو عظیم ترغیبیں آئیں اسے بھی شامل۔

سوم مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہے گا اور اس کا حکم اُس کے جمیع مقیدات میں ساری شرع میں صرف اس کی اجازت اُن کی اجازت کے لئے کافی جس کے بعد خصوصیاتِ خاصہ کے ثبوت خاص کی حاجت نہیں مطلق اصولی کو مطلق منطقی سمجھنا محض خطا ہے۔

چہارم نیک بات بانضمام اوضاع خاصہ بد نہیں ہوسکتی جب تک اُس منضم میں کوئی محذور خاص شرع سے ثابت نہ ہو۔

پنجم قائلِ جواز کو صرف اس قدر بس کہ یہ مقید زیر مطلق داخل، جو ممنوع بتائے وہ مدعی ہے اس صورت خاصہ سے منع ثابت کرے۔

ششم ہیأت عبادات توقیفی ہے ولہذا سیر و وقوف دونوں میں شرع مطہر کا اتباع واجب جہاں وُہ تھم رہے ہم آگے نہ بڑھیں جہاں وہ آگے چلے ہم تھم نہ رہیں تو اپنی طرف سے اطلاق مقید و تقیید مطلق دونوں ممنوع، جس طرح بعد حصر فی وجہ احداث وجہ آخر شرع پر زیادت، یونہی بعد اطلاق اجازت منع بعض صور شرع کی مخالفت اس توقیف وتوقف کے یہ معنے ہیں نہ وہ کہ عبادتِ الٰہیہ کو معاذاللہ غیر معقول المعنٰی سمجھ کر مطلقاً وارد وموردپر مقتصر کردیجئے کما زعم المتکلم القنوجی (جیسا کہ قنوجی متکلم نے سمجھا۔ ت)

ہفتم بدعت شرعیہ کی یہ تفسیریں کہ جو بات زمانۂ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھی یا جو کام صحابہ نے نہ کیا یا جو کچھ قرونِ ثلٰثہ میں نہ تھا،

کما تزعمہ النجدیۃ علی تفرق کلمھم فیما بینھم "تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتی ذلک بانھم قوم لایعقلون ؎"۔

جیسا کہ نجدی حضرات متفرق باتیں کرتے ہیں، "تم ان کو جمع خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں یہ اس لئے کہ وہ بے عقل قوم ہیں" (ت)

سب باطل وہوس عاطل ہیں۔

ہشتم بدعت لغویہ کہ تفاسیر مذکور حقیقۃً اُسی پر منطبق ہرگز سیئہ میں منحصر نہیں اس تقدیر پر

؎ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ ۲/ ۷۳ ص ۲۷۹ ؎ القرآن الکریم ۵۹/ ۱۴

قضیہ کل بدعۃ ضلالۃ[1] (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) قطعاً عام مخصوص منہ البعض، ہاں اگر بدعتِ شرعیہ لیجئے یعنی:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل شدہ حق کے خلاف کوئی نئی چیز ہو (ت)

تو بیشک وہ اپنی صرافتِ عموم ومحوضت اطلاق پر ہے علماء تفسیر حدیث میں دونوں طرف گئے مگر یہ اعجوبہ ملفقہ کو پہلوں سے تفسیر لیں اور دوسروں سے اطلاق، یہ خاص ایجادِ حضراتِ انجاد ہے جس پر شرع سے اصلاً دلیل نہیں اور جس کی بناء پر شاہ عبدالعزیز وشاہ ولی اللہ سے ہزار برس تک کے ائمہ شریعت وساداتِ طریقت یا ہزاروں تابعین یا صدہا صحابہ بھی معاذ اللہ بدعتی قرار پاتے ہیں اور اُن کے بعض جری بیباکوں مثل بھوپالی بہادر وغیرہ نے اس کی صاف تصریح بھی کردی، وہ بھی کہاں، خاص امیر المومنین غیظ المنافقین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

نہم[9] عدم نقل نقل عدم نہیں

دہم[10] عدم فعل قاضی منع نہیں کف میں اتباع ہے، نہ مجرد ترک میں۔

یازدہم[11] یہ جاہلی مغالطہ کہ اس طریقے میں کوئی بھلائی ہوتی تو صحابہ ہی کرتے تم کیا اُن سے بھی زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہو محض بیہودہ ونامسموع ہے۔

دوازدہم[12] اولیائے کرام کے ایجادات محمود ومقبول ہیں۔

سیزدہم[13] وہ اہل الذکر ہیں دوسروں کو اُن پر اعتراض نہیں پہنچتا بلکہ ان کی طرف رجوع اور جو وہ فرمائیں اس پر عمل چاہئے۔

چہاردہم[14] کفار سے غیر شعار میں اتفاقی مشابہت ہرگز وجہ ممانعت نہیں ورنہ حبسِ دم کہ جوگیوں کا مشہور طریقہ ہے ممنوع ہوتا۔

پانزدہم[15] آیۂ فاسئلوا اھل الذکر[3] وجوبِ تقلید میں نص ہے، اہل ذکر سے علمائے اہل کتاب

---

[1] الدرالمنثور تحت آیۃ ۷/ ۱۷۸ مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۳/ ۱۴۷

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] " " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

مراد لے کر مبحث تقلید سے آیت کو بیگانہ بتانا غیر مقلد وہابیوں کی نری جہالت ہے، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا۔ الیٰ ذٰلک من الفوائد ممایستخرجہ البصیر الناقد (دیگر فوائد جن کو پرکھنے والے صاحب بصیرت نے ظاہر کیا ہے۔ ت) شاہ صاحب کی یہ نفیس عبارت کس قدر قابل قدر و منزلت کہ معدود حرفوں میں کتنے فوائد نفیسہ بتا گئے اور آدھی بلکہ دو تہائی وہابیت کو خاک میں ملا گئے والحمد ﷲ رب العالمین۔

اب پھر شمار عبارات کی طرف چلئے، تمام[۱۲] خاندان دہلی کے آقائے نعمت و خداوند دولت و مرجع و ملتجی و مفرغ و ملجا و سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد اول میں فرماتے ہیں:

"ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تاکدام دولتمند را باآں سعادت مستسعد سازند"۔[۱]

وصول کے طریقوں میں سے اقرب ترین طریقہ رابطہ ہے کہ بہت سے ابدی دولت والے اس سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ (ت)

اسی[۱۳] میں ہے:

"مخدوما مقصد اقصیٰ و مطلب اسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندی ست جل سلطانہ، لیکن چوں طالب در ابتداء بواسطہ تعلقات شتی در کمال تدنس و تنزل ست و جناب قدس او تعالیٰ در نہایت تنزہ و ترفع و مناسبتے کہ سبب افاضہ و استفاضہ است درمیان مطلوب و طالب مسلوب ست لاجرم از پیر راہ دان راہ بین چارہ نمودہ کہ برزخ بود (الیٰ قولہ) پس در ابتدا و در توسط مطلوب را بے آئینہ پیر نمیتواں دید"۔[۲]

اے میرے مخدوم! سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ جل شانہ، تک رسائی ہے لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کمتری میں ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انتہائی پاک اور بلند ذات ہے اس وجہ سے طالب و مطلوب کے درمیان فیض کے حصول وعطا کے لئے کوئی مناسبت نہیں ہے لہذا ضروری ہے راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے (اور یہاں تک فرمایا) ابتدائی اور درمیانے مرحلہ میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا۔ (ت)

---

[۱] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب صد و ہشتاد و ہفتم نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۷

[۲] " " " " " " ۱۶۹ استانبول ترکیہ ۱/۲۸۱

جلد دوم[14] میں فرمایا:

"نسبت رابطہ ہموارہ شمارا با صاحب رابطہ می دارد و واسطۂ فیض انعکاسی می شود شکر ایں نعمت عظمٰی بجا باید آورد۔"[1]

تمھارے رابطہ کی نسبت صاحب رابطہ کے ساتھ ہموار ہو جائے اور فیوض کا واسطہ عکس ڈالے تو اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا چاہیے (ت)

جلد سوم[15] میں لکھا:

"پرسیدہ بودند کہ لم ایں چیست کہ چوں در نسبت رابطہ فتور می رود در اتیان سائر طاعات التذاذ نمی یابد، بدانند کہ ہماں وجہیکہ سبب فتور رابطہ گشتہ است مانع التذاذ است (الٰی قولہ) استغفار باید نمود تا بکرم اللہ سبحٰنہ اثر آں مرتفع گردد۔"[2]

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب رابطہ والی نسبت میں فتور ہو جائے تو تمام عبادات کی لذت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے تو فرمایا یاد رکھو کہ جس وجہ سے رابطہ میں فتور آتا ہے وہی لذت سے مانع ہو جاتی ہے اور (بعد میں یہاں تک فرمایا) اس موقعہ پر استغفار کرنی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالٰی اپنے کرم سے اس مانع اثر کو اٹھادے۔ (ت)

اور ذرا وہ[16] بھی ملاحظہ ہو جائے جو انھوں نے مکتوبات کی جلد دوم مکتوب سیم میں فرمایا:

"خواجہ محمد اشرف در زش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بسجدے استیلا یافتہ است کہ در صلوات آں را مسجود خود مے دانند و مے بینند و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمیگردد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب است از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تمام المناسبۃ سبب بحیثیتے کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید رابطہ را چرا

خواجہ محمد اشرف نے نسبت رابطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سجدے میں رفعت ہوتی ہے جب شیخ کو نمازوں میں مسجود سمجھے اور دیکھے اگر بالفرض وہ اس کی نفی کرے بھی تو منتفی نہ ہو، یہ محبت کا ایک مرحلہ ہے طالب حضرات ہزاروں اس دولت کی تمنا کرتے ہیں مگر حاصل کسی ایک کو ہوتا ہے یہ عطا کا معاملہ مناسبت تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے شیخ کی تھوڑی سی صحبت کے سبب کبھی

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب بست و چہارم نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱

[2] " " " " صد و ہفتم " " ۳/۱۹۸

نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہٗ چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت منداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحبِ رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند و در رنگ جماعہ بے دولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ از شیخ خود منحرف سازند و معاملہ خود را برہم زنند۔"[1]

تمام کمالاتِ شیخ اس طالب میں جذب کر دیتا ہے، رابطہ کی نفی لوگ کیوں کرتے ہیں حالانکہ شیخ و مقتدا مسجود الیہ ہوتا ہے نہ کہ مسجود لہٗ۔ یہ لوگ محراب اور مساجد کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ بھی مسجود الیہ ہیں) یہ دولت خاص سعادتمندوں کو میسر ہوتی ہے حتی کہ وہ تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو واسطہ جانتے ہیں اور تمام اوقات میں اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ان لوگوں کی طرح نہیں جو بے دولت ہوتے ہیں اور اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں، اور شیخ سے اپنی توجہ کا قبلہ موڑ لیتے ہیں اور اپنا معاملہ خود خراب کر لیتے ہیں۔ (ت)

الحمد للہ اس عبارت باہرہ کا ایک ایک کلمہ قاہرہ از بیخ بر کن نجدیت بائرہ ہے وللہ الحجۃ الظاہرۃ۔

آمدیم بر نصوص علماء، کتاب مستطاب حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

الحدیقۃ الخامسۃ فی الثمرات التی یجتنیھا العبد بالصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والفوائد التی یکتسبھا و یقتنیھا۔[2]

پانچواں حدیقہ اُن پھلوں کے بیان میں جنھیں بندہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیج کر چُنتا ہے اور اُن فائدوں میں جنھیں درود کی برکت سے کسب و تحصیل کرتا ہے۔

پھر چالیس فائدے گنا کر کہتے ہیں:

الاحدی والاربعون من اعظم الثمرات و اجل الفوائد المکتسبات بالصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انطباع صورتہ الکریمۃ فی النفس۔[3]

وہ فائدے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کرتے ہیں اُن میں اجل و اعظم فائدوں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورتِ کریمہ کا دل میں نقش ہونا ہے۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب ۳۰ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۶

[2] حدائق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار

[3] " " " " " " " "

امام ابو عبد اللہ ساحلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بغیۃ السالک میں فرماتے ہیں:[1]

ان من اعظم الثمرات واجل الفوائد المکتسبات بالصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انطباع صورتہ الکریمۃ فی النفس انطباعاً ثابتاً متأصلاً متصلا و ذٰلک بالمداومۃ علی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باخلاص القصد وتحصیل الشروط والاداب وتدبر المعانی حتی یتمکن حبہ من الباطن تمکنا صادقاً خالصاً یصل بین نفس الذاکر ونفس النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویؤلف بینھما فی محل القرب والصفا الخ۔

ثمرات و فوائد کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کئے جاتے ہیں ان کے اعظم و اجل سے یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا پائدار و مستحکم و دائمی نقش دل میں ہو جائے یہ یوں حاصل ہوتا ہے کہ نیت خالص و رعایت شروط آداب و غور و فکر معانی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی مداومت کریں یہاں تک کہ حضور کی محبت ایسے سچے خالص طور پر دل میں جم جائے جس کے سبب نفس ذاکر کو نفس اقدس حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتصال اور محل قرب و صفا میں باہم الفت حاصل ہو۔

علامہ فاسی محمد بن احمد بن علی قصری رحمۃ اللہ علیہ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں فرماتے ہیں:[19]

قد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیۃ التربیۃ بھا انہ اذا کمل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلیشخص بین عینیہ ذاتہ الکریمۃ بشریۃ من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطبع صورتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی روحانیتہ ویتالف معھا تالفا یتمکن بہ من الاستفادۃ من اسرارہ و الاقتباس من انوارہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی بعض علماء جنھوں نے اذکار اور ان سے تربیت مریدین کی کیفیت بیان کی فرماتے ہیں کہ جب ذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کامل کرے تو چاہئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت نور کی طلعت نور کے کپڑوں میں اس غرض سے کہ حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت اس کے آئینہ روح میں منقش ہو جائے اور وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسرار سے استفادہ اور انوار سے

---

[1] بغیۃ السالک

علیہ وسلم قال فان لم یرزق تشخص صورۃ فیری کانہ جالس عند قبرہ المبارک یشیر الیہ متی ما ذکرہ فان القلب متی ما شغلہ شیئ امتنع من قبول غیرہ فی الوقت الی اٰخر کلامہ فیحتاج الی تصویر الروضۃ المشرفۃ والقبور المقدسۃ لیعرف صورتھا ویشخصھا بین عینیہ من لم یعرف من المصلین علیہ فی ھٰذا الکتٰب وھم عامۃ الناس وجمھورھم[1] اھ ملخصا۔

اقتباس کرسکے وہی عالم فرماتے ہیں جیسے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور روزی نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار ذکر شریف کے ساتھ مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا رہے یہ اس لئے کہ دل کو جب ایک چیز مشغول کرلیتی ہے تو اس وقت دوسری کسی شے کو قبول نہیں کرتا۔ انتہٰی۔ نقل کرکے علامہ فاسی فرماتے ہیں جب بات یہ ٹھہری تو روضۂ مطہرہ و قبور معطرہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن دلائل الخیرات پڑھنے والوں کو ان کا نقشہ معلوم نہیں اور اکثر ایسی ہی ہیں وہ پہچان لیں اور ان کا تصور پیش نظر رکھیں۔

۲۱ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث قدس سرہٗ جذب القلوب الی دیار المحبوب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکتاب ترغیب اہل السعادات میں فرماتے ہیں:

از فوائد صلاۃ بر سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نست تمثل خیال وے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم در عین کہ لازم کثرت صلاۃ ست با نعت حضور و توجہ اللھم صل وسلم علیہ[2] اھ ملتقطا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پاک کے فوائد میں سے یہ ہے کہ آنکھ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیالی صورت قائم ہوجاتی ہے جس کے لئے حضور اکرم کی نعت شریف کے ساتھ درود شریف کی کثرت لازم ہے اور توجہ سے اللھم صل وسلم علیہ اھ ملتقطا۔ (ت)

۲۲ امام محمد ابن الحاج عبدری مکی قدس سرہٗ مدخل میں فرماتے ہیں:

من لم یقدر لہ بزیارتہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۴۴ و ۱۴۵

[2] جذب القلوب الی دیار المحبوب باب ہفدہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۸۰ تا ۱۸۲

علیه وسلم بجسمه فلینوها کل وقت بقلبه ولیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعا به الی من منّ به علیه کما قال الامام ابو محمد بن السید البطلیوسی رحمة الله تعالٰی فی رقعته التی ارسلها الیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم من ابیات ؎

الیك افر من زللی وذنبی
وانت اذا لقیت الله حسبی
وزورة قبرك المحجوج قدما
مُنای وبغیتی ولو شاء ربّی
فان احرم زیارته بجسمی
فلم احرم زیارته بقلبی
الیك غدت رسول الله منی
تحیة مومن دنف محبٍّ[1]

یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت جسم سے نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر وقت دل سے اُس کی نیت رکھے اور دل میں یہ تصور جمائے کہ میں حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے حضور حاضر ہوں حضور سے اس کی بارگاہ میں اپنے لئے شفاعت چاہ رہا ہو جس نے حضور کی اُمت میں داخل فرما کر مجھ پر احسان کیا جیسا کہ امام محمد بن السید البطلیوسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی اُس عرضی میں کہ مزار پُر انوار بھیجی یہ ابیات عرض کیں کہ یا رسول اللہ! میں اپنی لغزش و گناہ سے حضور ہی کی طرف بھاگتا ہوں اور جب میں خدا سے ملوں تو حضور مجھے کافی ہیں حضور کی قبر مبارک کی زیارت کہ ہمیشہ سے جس کا حج ہوتا ہے (یعنی مسلمان اُس کی نیت کرکے دُور دُور سے حاضر ہوتے ہیں) میری آرزو و مراد ہے اگر میرا رب چاہے اگر جسم سے اس کی زیارت مجھے نصیب نہ ہوئی تو دل کی زیارت سے محروم نہیں ہوں صبحدم حضور کی بارگاہ میں حاضر ہے یا رسول اللہ! میری طرف سے ایک مسلمان محب بیمارِ محبت کا مجرا۔

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الهیبة کما کان یفعل بین یدیه فی حیاته (اذ هو حی) ویستحضر علمه

یعنی زائر ادب و خشوع و تواضع کو لازم پکڑے آنکھیں بند کئے مقامِ ہیبت میں کھڑا ہو جیسا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عالمِ حیاتِ ظاہری میں حضور کے سامنے کرتا کہ

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۸

بوقوفه بين يديه عليه الصلوة والسلام سماعه لسلامه كما هو فى حال حياته اذ لا فرق بين موته وحياته فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذٰلك عنده جلى لاخفاء به ويمثل (يصور) الزائر وجهه الكريم عليه الصلوٰة والسلام فى ذهنه ويحضر قلبه جلال رتبته وعلو منزلته وعظيم حرمته[1] اه ملخصًا۔

وہ اب بھی زندہ ہیں اور تصور کرے کہ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی حاضری سے آگاہ ہیں اس کا سلام سُن رہے ہیں بعینہٖ اُسی طرح جیسے حالِ حیاتِ ظاہری میں کہ حضور کی وفات و حیات دونوں ان امور میں یکساں ہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھتے اور ان کے احوال کو پہچانتے اور ان کی نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں سے آگاہ ہیں اور یہ سب باتیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جنھیں اصلاً پوشیدگی نہیں اور زائر اپنے ذہن میں حضورِ والا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرۂ کریمہ کا تصور جمائے اور دل میں حضور کی بزرگی مرتبہ و بلندی قدر و احترام عظیم کا خیال لائے۔

علامہ رحمت اللہ سندی تلمیذ[25] امام ابن الہمام منسک متوسط اور علامہ[26] علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں :

ثم توجه (اى بالقلب والقالب) مع رعاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب (من سوى مرامه) واضعا يمينه على شماله مستقبلا لوجهه الكريم مستدبرا للقبلة متمثلا صورته الكريمة فى خيالك (اى فى تخيلات بالك لتحسين حالك) مستشعرًا

یعنی زائر دل و بدن دونوں سے بنہایت ادب مزارِ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر مواجہہ شریفہ میں کھڑا ہو تواضع و خشوع و خضوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و محتاجی کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضاء کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب فارغ کئے ہوئے داہنا ہاتھ بائیں پر باندھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرے دل میں حضورِ انور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کی صورتِ کریمہ کا تصور باندھے کہ یہ خیال تجھے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۰۵

بانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم بحضورك وقیامك وسلامك (ای بل بجمیع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك) وکانہ حاضر جالس بازائك مستحضرا عظمتہ وجلالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] اھ ملخصًا۔

خوشحال کردے گا اور خوب ہوشیار رہو جاکہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال واحوال اور منزل منزل کے کوچ ومقام سے آگاہ ہیں اور یہ تصور کرکہ گویا حضور تیرے سامنے حاضر وتشریف فرما ہیں اور حضور کی عظمت وجلال کا خیال اپنے ذہن میں حاضر رکھ۔

۲۷ امام مجد الدین ابوالفضل عبد اللہ بن محمود موصلی اپنے متن مختار کی شرح اختیار میں پھر علمائے دولت علیہ سلطان اورنگزیب انار اللہ برہانہ فتاوٰی عالمگیری میں فرماتے ہیں:

یقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ[2]

یعنی زائر روضۂ منورہ کے حضور دست بستہ بادب یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ روشن کا تصور باندھے گویا حضور مرقد اطہر میں لیٹے ہیں زائر کو جانتے اور اس کا کلام سنتے ہیں۔

۲۸ امام اجل قاضی عیاض نے شفا شریف میں امام ابو ابراہیم تجیبی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں:

واجب علی کل مؤمن متٰی ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویاخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتأدب بما ادبنا اللہ تعالٰی بہ[3]

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرے یا حضور کا ذکر اسکے سامنے کیا جائے کہ خضوع وخشوع ووقار بجالائے جسم کا کوئی ذرہ حرکت نہ کرے جس طرح خود حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خاص حضوری میں رہتا حضور کا ادب کرے جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں اُس جناب کیلئے مؤدب ہونا سکھایا۔

---

[1] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۷، ۳۳۸
[2] الاختیار لتعلیل المختار فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۶
[3] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان حرمۃ النبی الخ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۳۴

علامہ شہاب الدین خفاجی[۲۹] اس کی شرح نسیم الریاض میں اس پر فرماتے ہیں :

یفرض ذٰلک ویلاحظہ ویتمثلہ فکانہ عندہ[۱] یعنی ذکر شریف کے وقت یہ فرض وملاحظہ کرے کہ خاص حضوری میں ہوں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کا تصور جما لیا جائے کہ گویا حضور اس کے پاس جلوہ فرما ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

فاضل[۳۰] رفیع الدین خان مراد آبادی تاریخ الحرمین میں لکھتے ہیں :

شبے در طواف بودم وہجوم بسیار بود بخیال خود حضور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاد کردم وتصور نمودم کہ آں سرور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام وطواف ہستند وجماعۃ صحابہ باآنحضرت طواف میکنند ومن بطفیل ایشاں در مجمع حاضرم وروزے پیش باب بیت اللہ ایستادہ دعا میکردم وباخود قصۂ روز فتح یاد کردم وتصور نمودم کہ جناب اقدس نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در دروازہ ایستادہ اند وصحابہ کرام بحسب مرتبہ ومقام خود در خدمت شریف حاضر اند وکفارِ قریش ترساں وہراساں در حضور آمدہ اند وآنحضرت از ایشاں عفو فرمودہ ملاحظۂ ایں حال باعث شد بتوسل از آنجناب ودعا در حضرت عزت جلت عظمتہ برائے مغفرت خود وجمیع اقارب واحباب وقضائے حوائج دین ودنیا ونرجوا من اللہ الاجابۃ ان شاء اللہ تعالٰی۔

ایک رات میں طواف کر رہا تھا ہجوم کثیر تھا میں نے اپنے خیال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاد کیا اور تصور کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی جماعت بھی حضور کے ساتھ طواف کر رہی ہے اور میں بھی آپ کی طفیل وہاں مجمع میں حاضر ہوں، اور ایک روز میں بیت اللہ شریف کے آگے کھڑا دعا کر رہا تھا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتح مکہ والا منظر یاد آیا اور تصور کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح کے روز بیت اللہ شریف کے دروازے پر تشریف فرما ہیں اور صحابہ اپنے مراتب کے لحاظ سے اپنی جگہ پر خدمت میں حاضر ہیں اور کفار مکہ ڈرتے ہوئے پریشان آپ کے سامنے آرہے ہیں اور آپ ان کو معاف فرما رہے ہیں اس تصور کی برکت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور اللہ تعالٰی کے دربار میں دعا کے

---

[۱] نسیم الریاض فی شرح الشفا للعیاض فصل واعلم ان حرمۃ النبی الخ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان ۳/ ۳۹۶

دوستاں راکجا کنی محروم	سبب تمام اقارب واحباب کی مغفرت اور حاجتیں
توکہ با دشمناں نظر داری[1]	تمام دنیاوی اور دینی قبول ہونے کی امید ہوئی ان شاء

اللہ تعالٰی، دوستوں کو تو آپ کیا محروم کریں گے آپ تو دشمنوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

الحمدللہ! یہ سروست تیس نصوص عظیم الفوائد ہیں اور جو باقی رہ گئے وُہ ان سے بہت زائد، پھر منصف کو اس قدر بھی کافی اور مکابر متعسف کو دفتر ناوافی، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی وعافیت مانگتے ہیں۔ت)

تنبیہ لطیف: یہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب کی تقریر سے روشن ہولیا کہ جواز برزخ اطلاق آیات قرآنیہ سے ثابت ومستفاد، اور یہ بھی کہ حضرات اولیاء کا امورِ طریقت میں مرجع ومسئول اور ان کے ارشادات کا معمول ومقبول ہونا آیہ کریمہ فاسئلوا اھل الذکر کا مفاد اور یہ بھی اُن کے کلام میں اشارۃً اور تقریرِ معلم ثانی میں صراحۃً گزرا کہ اولیائے طریقت مثل مجتہدانِ شریعت ہیں اور خود امام الطائفہ نے بھی صراط المستقیم میں ان کا مجتہد فی الطریقہ ہونا تسلیم کیا، حیث قال:

اولیائے کبار از اصحابِ طرق کرامات درفن باطن شریعت حاصل کردہ واجتہاد درقواعد اصلاح قلب کہ خلاصہ دین متین ست بہم رسانیدہ بودند[2]	بڑے بڑے اولیائے کرام اور اصحابِ طریقت نے فنِ باطن شریعت میں امامت حاصل کی اور اپنے اجتہاد سے انھوں نے اصلاحِ قلب کے قواعد عطا کئے جو کہ کتاب وسنّت کا خلاصہ ہیں۔ (ت)

مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ بطور حضرات نہ صرف جواز برزخ بلکہ اُس کی ترغیب شدید وتحریص اکید اور اس کا اقرب الطرق الی اللہ ہونا خود امام المجتہد شریعت کے صریح وروشن اشاروں سے ثابت ہولیا پُوچھیے وہ کیونکر، ہاں وہ یوں کہ کلمات مذکورہ جناب شیخ مجدد صاحب پر پھر نظر ڈالئے، دیکھئے یہ باتیں اُن میں صاف صریح موجود ہیں یا نہیں، جب دیکھ لیجئے تو اب جناب مرزا مظہر جان جاناں صاحب کا کلام سُنئے جنھیں سُن چکے کہ امام الطائفہ کے جد وفرجد جناب شاہ ولی اللہ صاحب کیسا کچھ جانتے تھے وہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد نہ فقط طریقت میں مجدد بلکہ شریعت میں بھی امام مجتہد تھے مکتوب پانزدہم میں لکھتے ہیں:

---

[1] تاریخ الحرمین رفیع الدین مراد آبادی

[2] صراط مستقیم باب اول فصل ثانی ہدایت رابعہ افادہ ۵ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص۱۳

38

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نائبِ کامل آنحضرت اند بنائے طریقۂ خود را بر اتباعِ کتاب وسنت گذاشتہ اند وعلماء در اثبات رفع سبابہ رسالہا مشتمل بر احادیث صحیحہ و روایاتِ فقہیۂ حنفیہ تصنیف کردہ اند تا بجائیکہ حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجددؒ نیز دریں باب رسالہ تحریر نمودہ اند ودر نفی رفع یک حدیث بہ ثبوت نرسیدہ وترک رفع از جناب حضرت مجدد بنا بر اجتہاد واقع شدہ وسنت محفوظ از نسخ بر اجتہاد مجتہد مقدم ست۔[1]

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل نائب ہیں انھوں نے کتاب وسنت کی پیروی میں اپنے طریقہ کے قواعد بنائے اور علمائے کرام احادیث صحیحہ اور منتخب حنفی روایات پر مشتمل رسائل رفع سبابہ کے مسئلہ کے اثبات میں لکھے حتی کہ مجدد صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلہ کے اثبات میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور لکھا کہ رفع سبابہ کی نفی میں ایک حدیث بھی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی اور ترک رفع سبابہ پر حضرت مجدد صاحب نے جو لکھا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی ہے جبکہ غیر منسوخ سنت مجتہد کے اجتہاد پر مقدم ہوتی ہے۔ (ت)

ع‍ جاناں این سخن مرزا صاحب بر اجتہادِ خود گفتہ باشند ورنہ ملاحظہ مکتوبات حضرت مجدد گواہ عادل ست کہ ترکِ رفع محض بر بنائے تقلید ائمۂ حنفیہ فرمودہ اند وآنہم بمجرد تقدیم ظاہر الروایہ بر نوادر وترک اتباع احادیث صحیحہ صریحہ کثیرہ بمقابلہ روایت ظاہرہ فقہیہ ایں بار رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ دیدن وارد بعونہ تعالےٰ بر وہابیہ لہابیہ آتشِ قہرے بارد وباللہ التوفیق ۱۲۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا یہ کلام اپنے اجتہاد پر مبنی ہے ورنہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کو ملاحظہ کرنے پر واضح گواہی ملتی ہے کہ رفع سبابہ کا ترک خالص امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید پر مبنی ہے کہ مذہب کی ظاہر روایت نوادر کے مقابلہ میں اور صریح صحیح احادیث کی اتباع کی بجائے فقہی ظاہر روایت کو مقدم رکھا جاتا ہے، میرے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ کا یہ مقام دیکھنا چاہیے وہابیوں پر وہ آتشِ قہر ہے وباللہ التوفیق ۱۲۔ (ت)

[1] کلمات طیبات فصل دوم مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں مکتوب پانزدہم مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸

اب امام الطائفہ وغیرہ منکرین جنھیں نہ طریقت میں لیاقت نہ شریعت میں مہارت، بھلا منصف تجدید واجتہاد تو بڑی بات ہے ولی مجدد وامام مجتہد کے مقابل ایسوں کی زق زق کون سنتا ہے اگرچہ ع

مغزِ ما خورد وحلقِ خود بدرید
(ہمارا مغز کھالیا اور اپنا گلا پھاڑ لیا)

تنبیہ الطف: یہاں تک تو امام مجتہد ہی کے قول سے ثبوت تھا امام الطائفہ کے ایمان پر خود ایک معصوم صاحبِ وحی کی نصِ جلی سے جوازِ برزخ ثابت۔ اب زیادہ توجہ کیجئے گا کہ یہ کیا مگر امام الطائفہ کی سُنی ہوتی تو تعجب نہ آتا وہ صراطِ مستقیم میں تصریح کرتا ہے کہ اولیاء میں جو حکیم ہوتا ہے جسے صدیق وامام ووصی بھی کہتے ہیں اُس پر خدا کے یہاں سے وحی آتی ہے اسے نہ صرف بعض احکام کونیہ غیب وشہادات ومعاملات جزئیہ سلوک وطریقت بلکہ خاص احکام کلیہ شریعت وملت بے واسطۂ انبیاء بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء کا ہم استاذ ہوتا ہے وہ انبیاء کی مثل معصوم ہوتا ہے اُس پر خاص امور شرعیہ میں کچھ تقلید انبیاء مطلقًا ضرور نہیں بلکہ ایک وجہ سے وہ خود محقق ہوتا ہے اس کا علم جسے حکمت کہتے ہیں علمِ انبیاء سے اصلاً کم نہیں ہوتا صرف اتنا فرق ہے کہ انبیاء پر علانیہ وحی آتی ہے اور اس پر پوشیدہ، قال:

پوشیدہ نخواہد ماند کہ صدیق من وجہ مقلد انبیاء مے باشد ومن وجہ محقق در شرائع علوم کلیہ شرعیہ اورا بدو واسطہ مے رسد بوساطت نور جبلی وبوساطت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، پس در کلیاتِ شریعت وحکم احکام ملت اورا شاگرد انبیاء ہم مے تواں گفت وہم استاذ انبیاء ہم ونیز طریقہ اخذ آں ہم شعبہ الیست از شعب وحی کہ آں را درعرفِ شرع بنفث فی الروح تعبیر می فرمایند وبعضے اہل کمال آں را بوحی باطنی مے نامند ہمیں معنی را بامامت ووصایت تعبیر می کنند و

پوشیدہ نہ رہے کہ صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ شریعت میں محقق ہوتا ہے علوم شرعیہ کلیہ اس کو دو ذریعوں سے حاصل ہوتے ہیں ایک بذریعہ فطری نور اور دوسرا بذریعہ انبیاء علیہم السلام، لہذا اس کو شریعت کے کلیات اور احکام کے حکم میں انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں اور انبیاء کا استاذ بھی، نیز اُن کا طریقہ اخذ بھی وحی کی طرح ہوتا ہے اس کو عرف شرع میں نفث فی الرّوح سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض اہل کمال اس کو باطنی وحی قرار دیتے ہیں اسی معنی میں اس کو امامت اور وصایت سے تعبیر کرتے ہیں اور

علم ایشاں راکہ بعینہٖ علم انبیاء ست لیکن بوحی ظاہری متعلق نشدہ بحکمت مے نامند، لابد اور ابحافظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمّی بعصمت ست فائز مے کنند وایں حفظ نصیبہ انبیاء و حکماء ست وہمیں راعصمت نامند ندانی کہ اثبات وحی باطن حکمت و وجاہت وعصمت مر غیر انبیاء را مخالف سنّت واز جنس اختراع بدعت ست ندانی کہ ارباب ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[1] اھ ملتقطا۔

اس کا علم بعینہٖ انبیاء کا علم ہوتا ہے لیکن ظاہری وحی نہیں پاتا اس کو حکمت کہتے ہیں اس لئے انبیاء کی طرح اس کو حفاظت حاصل ہوتی ہے جس کو عصمت کہتے ہیں جو انبیاء اور حکماء کو نصیب ہوتی ہے، یہ نہ سمجھنا کہ وحی باطن اور حکمت، وجاہت اور عصمت غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا سنت کے خلاف اور نئی اختراع ہے اور بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دنیا سے ختم ہوچکے ہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

صراط مستقیم معوج و نامستقیم چھپی نہیں چھپی ہے مطبوع مطبع ضیائی میرٹھ ۱۲۸۵ھ کے آخر صفحہ ۲۸ سے ثلث صفحہ ۲۴ تک ان کفریات شنیعہ ورفضیات فظیعہ کا جوش دیکھ لیجئے خیر ان کی اصطلاح شیطانی پر حکیم وحکمت کے معنے تو معلوم ہو لئے کہ حکمت یہی علوم صدیقیت ہیں جو ان باطنی ساختہ نبیوں کو بذریعہ وحی نہانی ملتے ہیں۔

اب ملاحظہ ہو کہ یہیں اسی بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کو نہ نرا حکیم بلکہ سید الحکماء کہا، حیث قال:

ایں صدیقیت را جناب سید الحکماء و سید العلماء اعنی الشیخ ولی اللہ بقرب الوجود تعبیر میفرمایند[2]۔

اس صدیقیت کو جناب سید الحکماء و سید العلماء جس سے مراد شاہ ولی اللہ ہیں، قرب الوجود سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ت)

اب کیا شک رہا کہ ان کے ایمان پر شاہ صاحب بھی (استغفر اللہ) انھیں چھپے رسولوں بوڑھے معصوموں میں ہیں اور ان کے علوم بھی وحی نہانی سے اُن پر اُترے اور اُن کی سُن چکے کہ وہ انتباہ وغیرہ میں مثالی برزخ کی کیسی کیسی تجویز و تحسین و تعلیم و تلقین کرتے ہیں پھر اس کا انکار نہ ہوگا مگر اپنے ساختہ پیغمبر کا رَد کرکے اپنے طور پر کافر ہو جانا غایت یہ کہ ظاہری پیغمبر کا منکر کھلا کافر اور نہانی کا منکر ڈھکا کافر، والعیاذ باللہ رب العٰلمین العزۃ للہ، ان حضرات نے بات بات پر مسلمانوں کو کافر مشرک بنایا یہاں تک کہ

---

[1] صراط مستقیم باب اول فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۲ تا ۳۶

[2] " " " " " " ص ۳۵

ان کے مذہب پر صلحاء و تابعین درکنار ان کے ساختہ پیغمبروں سے ہمارے سچے رسولوں تک کوئی ارتکاب شرک سے محفوظ نہ رہا یہ اس کی سزا ہے کہ ہر جگہ اپنے منہ آپ کا فر ٹھہرتے ہیں کہ کر دونیا فت کما تدین تدان ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المنان (جیسا کرے گا بدلہ دیا جائے گا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز المنان ۔ ت) مولٰی تعالٰی صدقہ اپنے محبوبوں کا دینِ حق پر قائم رکھے اور ملت و سنتِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دُنیا سے اٹھائے آمین!

الحمدُ للہ کہ یہ مختصر جواب مظہر صواب اوائل جمادی الآخر ۱۳۰۹ھ میں مرتب اور بلحاظ تاریخ "الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ" ملقب ہوا ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین آمین الحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
محمدن المصطفٰے النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مولوی نقی علی خاں قادری ۱۳۰۱ھ
احمد رضا خاں

مسئلہ ۱۸۸: مرسلہ منشی عبید اللہ حسن قلعہ بھنگیاں امرتسر رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے مریدوں سے اشعار ذیل سُنے اور سُن کر خوش ہو بلکہ تمغاء انعام دے ایسا شخص لائق بیعت ہے یا نہیں؟ خدا رسیدہ ہے یا نفس کا مطیع؟ اہلسنت ہے یا اہل بدعت؟ اشعار یہ ہیں: ؎

آفتاب چرخ علم و فضل شمس العارفین ... قبلۂ عالم سراج المتقین شاہِ جہاں
سید السادات مطلوب علی شیرِ خدا ... عاشقِ محبوب ربّ العالمین فخرِ زماں
ماہر علم لدنّی واقفِ اسرارِ غیب ... قطبِ عالم غوثِ اعظم وارثِ پیغمبراں
کس طرح اہلِ جہاں پر راز اُن کا کھل سکے ... راز داں اُن کا خدا ہے وہ خدا کے راز داں
اولیا ہونے کو دُنیا میں بہت ہیں اولیاء ... ان کی صورت ان کی سیرت انکی عادت کا کہاں
کچھ عجب ہیں یہ بھی حسن و عشق کے راز و نیاز ... مدح خواں ان کا خدا ہے وہ خدا کے مدح خواں

الجواب

حُبِّ ثنا غالباً خصلتِ مذمومہ ہے اور کم از کم کوئی خصلت محمودہ نہیں اور اس کے عواقب خطرناک ہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حب الثناء من الناس یعمی ویصم۔ ستائش پسندی آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہے۔

رواہ فی مسند الفردوس[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(اس کو مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے۔ت)

اور اگر اپنی جھوٹی تعریف کو دوست رکھے کہ لوگ اُن فضائل سے اس کی ثنا کریں جو اس میں نہیں جب تو صریح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[2]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) ہرگز گمان نہ کرنا اُن کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے اور دوست رکھتے ہیں کہ بے کئے پر سراہے جائیں تو زنہار انھیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ نہ گمان کرنا اور ان کے لئے دردناک مار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی (ت)

ہاں اگر تعریف واقعی ہو تو اگرچہ تاویل معروف و مشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ و فخر العلماء و تاج العارفین و امثال ذٰلک (اماموں کے آفتاب، اہل علم کے لئے فخر، اور عارفوں کے تاج۔ اور اسی قسم اور نوع کے دوسرے توصیفی کلمات (جو ممدوح کی تعریف و توصیف ظاہر کریں)۔ت) کہ مقصود اپنے عصر یا مصر کے لوگ ہوتے ہیں اور اس پر اس لئے خوش نہ ہو کہ میری تعریف ہو رہی ہے بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کی ان کو نفع دینی پہنچائے گی سمع قبول سے سُنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے گی تو یہ حقیقۃً حب مدح نہیں بلکہ حب نصح مسلمین ہے اور وہ محض ایمان ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح[3] (اور اللہ تعالٰی اصلاح کرنے والے، بگاڑ کرنے والے سے جانتا ہے۔ (یعنی وہ جانتا ہے کون مصلح اور کون مفسد ہے)۔ت) طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ میں ہے:

سبب حب الریاسۃ ثلثۃ ثانیھا التوسل بہ الی تنفیذ الحق واعزاز الدین واصلاح الخلق فھذا ان خلا عن المحذور کالریاء والتلبیس و ترک الواجب

ریاست کی چاہت اور محبت کے تین اسباب ہیں، دوسرا یہ ہے کہ اقتدار اس لئے چاہتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے نفاذِ حق، اعزازِ دین اور لوگوں کی اصلاح کرسکے۔ اگر یہ ممنوع امور مثلاً ریاء، تلبیس۔ اور واجب اور سنّت کے چھوڑنے سے

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۷۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۴۲
[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۸
[3] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

والسنة فجائز بل مستحب، قال الله تعالٰی عن العباد الصالحین و اجعلنا للمتقین اماما[1] اھ ملتقطا۔

خالی ہو تو نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب (موجب اجر وثواب ہے)، چنانچہ اللہ تعالٰی نے نیک بندوں کی حکایت بیان فرمائی (کہ وہ بارگاہِ رب العزت میں عرض گزار ہوتے ہیں) اے پروردگار! ہمیں پرہیزگار اور ڈرنے والے لوگوں کا امام (یعنی پیشوا) بنادے۔ چیدہ اور منتخب عبارت مکمل ہوگئی۔ (ت)

اور جب معاملہ نیت پر ٹھہرا اور دلوں کا مالک اللہ عزوجل ہے تو اُس شخص کے حالات پر نظر لازم ہے اگر بے شرع ہے معاصی میں بیباک ہے یا جاہل بے ادراک ہے اور شوقِ پیری میں انہماک ہے تو خود ہی اس کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں اور اب اس کا ان تعریفوں پر خوش ہونا ضرور قسم دوم میں ہے جسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ انھیں عذاب سے دُور نہ جانیو اُن کے لئے دردناک سزا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں بلکہ سُنی صحیح العقیدہ صالح الاعمال متصل السلسلہ ہے خلق اللہ کو حق کی طرف دعوت کرتا منکرات سے روکتا باز رکھتا ہے تو ضرور قابلِ بیعت ہے اور اب اُس کے فعل مذکور کو اسی محلِ حسن پر حمل کرنا فرض، اور اس پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) اے مسلمانو! بہت گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[3]، الحدیث۔

(رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) گمان سے دُور بھاگو کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، الحدیث۔

پھر بھی اُسے چاہئے کہ اظہارِ تواضع میں کمی نہ کرے مریدوں کو اس پر انعام تمغے دے کر اور زیادہ برانگیختہ نہ کرے، لوگوں کو اپنے اوپر بدگمانی کی راہ نہ دے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ باب حب الناس لیمی ویصم مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۵۴-۱۵۳
الحدیقۃ الندیۃ حب الریاستہ الدنیویۃ ھو الخلق الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۴۲-۴۴۱

[2] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/۳۸۴ و کتاب الفرائض ۲/۹۹۵ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن ۲/۳۱۶ و جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی سوء الظن ۲/۲۰

اپنی نعت کریم کے قصائد سُنے اور اُن پر انعام عطا فرمائے اس پر قیاس نہ کرے خاک کو عالم پاک سے نسبت نہ دے اُن کی تعظیم، اُن کی محبت، اُن کی ثنا، اُن کی مدحت سب عین ایمان ہے اور اس کا اظہار و اعلان فرض اہم اور اُن کا ذکر عین ذکرِ الٰہی، اُن کی ثنا عین حمدِ الٰہی۔ امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور ایک شاعر حاضر ہوا کہ میں نے حضرت کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں، فرمایا میں سُننا نہیں چاہتا، عرض کی نعت شریف میں کچھ عرض کیا ہے، فرمایا سناؤ ایسے ائمہ راشدین کا اتباع کرے خصوصاً قطب عالم غوثِ اعظم جیسے الفاظ کہ غالباً وہ اپنے وجدان سے ان الفاظ کو اپنے لئے صادق نہ جان سکے گا۔ نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ والتوفیق لاتباع اقوام طریق (ہم اللہ تعالٰی سے معافی، صحت اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹: مرسلہ عبد الغفور صاحب جمعدار اسٹیشن سورون ضلع ایٹہ ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

گزارش یہ ہے کہ قادریہ میں سے سدا سہاگن ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو کیا چیز پہننے کا حکم ہے؟ فقط

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر کہ عورتوں کی وضع بنائے۔ قادریہ چشتیہ کسی فرقہ کا کوئی شخص سدا سہاگن نہیں بن سکتا سب کو حرام ہے، اللہ و رسول کا حکم عام ہے، بعض مجذوبین قدست اسرارہم نے جو کچھ بحالِ جذب کیا وہ سند نہیں ہوسکتا، مجذوب عقل و ہوشِ دنیا نہیں رکھتا، اُس کے افعال اُس کے ارادہ واختیار صالح سے نہیں ہوتے وہ معذور ہے ؏

ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

؏ کہ سلطاں نگیرد خراج از خراب

(کیونکہ بادشاہ غیر آباد اور ویران زمین سے ٹیکس نہیں لیتا۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۰: از شیر گڑھ ضلع بریلی تحصیل بہیڑی ڈاکخانہ خاص در مدرسہ مرسلہ مسمی عظیم اللہ نائب مدرس ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلٰوۃ علٰی رسولہ محمد و اٰلہ و	ہر تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، اور اس کے رسول محمد کریم پر نزولِ رحمت ہو اور اُن کی تمام آل اور سب

اصحابہ اجمعین۔ ساتھیوں پر بارانِ رحمت ہو۔(ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص داڑھی اور مونچھیں اور بھنویں منڈائے ہوئے ہو تو مسلمانوں کو ایسے شخص کا مرید ہونا چاہئے یا نہیں ؟ اور جو شخص داڑھی مونچھ منڈائے ہو اور کانوں میں مُندرے پہنے ہو تو اُس کا بھی مرید ہونا چاہئے یا نہیں ؟ اور جو شخص گیسو دراز ہو اور گیسو اسکے مقامِ منسلی سے نیچے ہوں تو ایسے شخص کا بھی مرید ہونا چاہئے یا نہیں یعنی یہ تینوں شخص قابلِ پیشوائی ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب

داڑھی منڈانا حرام ہے، بھنویں منڈانا حرام ہے، مرد ہو کر کانوں میں مُندرے پہننا حرام ہے، شانوں سے نیچے ڈھلکے ہوئے عورتوں کے سے بال رکھنا حرام ہے، مرد کو زنانی وضع کی کوئی بات اختیار کرنا حرام ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُس پر لعنت فرمائی ہے، اور جو اللہ و رسول کا ملعون ہو پیشوا نہیں ہوسکتا اس کا مرید ہونا حرام ہے۔ ثابت ہے کہ عورت کے رحم میں دو خانے ہیں دہنا خانہ لڑکے کے لئے اور بایاں لڑکی کے واسطے، اور نطفہ مرد کا غالب آئے تو لڑکا بنتا ہے اور عورت کا غالب پڑا تو لڑکی بنتی ہے، پھر اگر مرد کا نطفہ غالب آیا اور رحم کے سیدھے خانے میں پڑا تو لڑکا ہوگا، ظاہر و باطن مرد اور عورت کا نطفہ غالب آیا اور رحم کے بائیں خانے میں پڑا تو لڑکی ہوگی، ظاہر و باطن عورت اور اگر نطفہ مرد کا غالب آیا اور رحم کے بائیں خانے میں گرا تو ہوگا صورت میں لڑکا، مگر دل میں زنانہ۔ اسے داڑھی منڈانے، گہنا پہننے، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانے، عورتوں کے سے بال بڑھا کر چوٹی گندھوانے یا جُوڑا باندھنے یا بکھرے ہوئے رکھنے، کلیوں دار عزارہ دار پائچہ پہننے، سرخ نیفہ ڈالنے وغیرہ وغیرہ کسی زنانی وضع کا شوق ہوگا اور اس حالت میں مرد کا نطفہ خفیف غالب تھا تو بالکل زنانہ زنخ بن جائے گا اور اگر نطفہ عورت کا غالب آیا اور رحم کے دہنے خانے میں گرا تو ہوگی صورت میں لڑکی مگر دل میں مردانی۔ اُسے انگرکھا پہننے، ٹوپی رکھنے، عمامہ باندھنے، گھوڑے پر چڑھنے، تلوار اُٹھانے، تیراندازی کرنے، مردانہ جُوتا پہننے وغیرہ وغیرہ کسی مردانی وضع کا ذوق ہوگا۔ بہرحال یہ دونوں خانے بھلے ہوئے اللہ و رسول کے ملعون ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء۔

اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں کی وضع بنائیں اور اُن مردوں پر کہ عورتوں کی وضع اختیار کریں۔

رواہ احمد[1] والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

حضور نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا کہ ایک عورت کو کمان کندھے میں لٹکائے دیکھا۔ رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر[2] (امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں اس کو روایت فرمایا۔ ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل۔ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ کی لعنت اس مرد پر کہ عورتوں کے پہننے کی چیز پہنے اور اس عورت پر کہ مردوں کے پہننے کی چیز استعمال کرے (ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے الفاظ "رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی" سے اس کو روایت کیا۔ ت)

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عرض کی گئی: فلاں عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے؟ فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الرجلۃ من النساء[4]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ مردانی وضع لے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۹
صحیح البخاری کتاب اللباس باب المتشبہین بالنساء والمتشبہات بالرجال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۴
سنن ابی داؤد " باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
جامع الترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی المتشبہات بالرجال الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی المخنثین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸
[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الادب باب فی المتشبہین من الرجال الخ دار الکتاب بیروت ۸/۱۰۳-۱۰۲
[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰
[4] " " " " " " " " " ۲/۲۱۰

ان حدیثوں سے ثابت ہُوا کہ کسی ایک بات میں بھی مرد کو عورت، عورت کو مرد کی وضع لینی حرام و موجب لعنت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گیسو انتہا درجہ شانۂ مبارک تک رہتے، بس یہیں تک حلال ہے آگے وہی زنانہ خصلت ہے بلکہ علماء نے اس سے بھی ہلکی بات میں مشابہت پر وہی حکم لعنت بتایا۔ درمختار میں ہے:

غزل الرجل علی ھیأۃ غزل المرأۃ یکرہ[1]

کسی مرد کا کسی عورت کے بال گوندنے کی طرح اور اسکی ہیئت پر بال گوندنا مکروہ (ناپسندیدہ) فعل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما فیہ من التشبہ بالنساء وقد لعن علیہ الصلوٰۃ والسلام والمتشبھین والمتشبھات[2]

اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان مردوں پر لعنت فرمائی (جو عورتوں سے) مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔ (ت)

فتح القدیر و درمختار میں ہے:

اما الاخذ منھا (ای من اللحیۃ) وھی دون ذٰلک (ای القبضۃ) کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل یہود الھند ومجوس الاعاجم[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

لیکن داڑھی تراشنا جبکہ مُشت بھر سے کم ہو جیسا کہ بعض مغاربہ (مغربی باشندے) اور زنانہ وضع کے مرد کیا کرتے ہیں پس اہل علم میں سے کسی عالم نے اس کو مباح نہیں فرمایا اور پوری داڑھی مونڈنا تو یہ ہند کے یہودیوں اور عجمی آتش پرستوں کا فعل اور طریقہ ہے (جو بالکل ناجائز ہے)۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۱ / ۱۹۲ از شیر گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ عظیم اللہ نائب مدرس ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) جو اشخاص بوجہ لاعلمی کے خلافِ شرع پیر مثل داڑھی مُنڈا اور کانوں میں مُندرے پہنے ہوئے اور

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۳

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۷۴

[3] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم ومالایفسد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۵۲

فتح القدیر " باب مایوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۷۰

گیسو دراز کے مرید ہو چکے ہوں اُن کی بیعت جائز ہوگی اور اُن کو جائے دیگر بیعت ہونے کا حکم ہے یا نہیں ؟

(۲) جس پیر کے یہاں قوالی مع مزامیر ہوتی ہو اور اپنے مریدوں کو بھی اسی جلسہ میں شامل کرا کے راگ مع مزامیر سنواتا ہو تو ایسے پیر کا مرید ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) فاسق کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، اگر کرلی ہو فسخ کرکے کسی پیر متقی، سُنّی، صحیح العقیدہ، عالم دین، متصل السلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔

(۲) مزامیر جائز نہیں، حضور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والدین سردار سلسلۂ عالیہ چشتیہ نظامیہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں، "مزامیر حرام ست[1]" (مزامیر حرام ہیں۔ ت) ایسے شخص سے بیعت کا حکم ہے جو کم از کم یہ چاروں شرطیں رکھتا ہو :

اوّل سُنّی صحیح العقیدہ ہو۔

دوم علم دین رکھتا ہو۔

سوم فاسق نہ ہو۔

چہارم اس کا سلسلہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہو۔

اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳ بمقام بریلی صدر بازار چھاؤنی رسیدہ پاس مظہر حسین کے پہنچے بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بزرگ سے خاندان قادریہ میں بیعت ہے اور اس کی طبیعت خاندان چشتیہ صابریہ میں بھی بیعت ہونے کو چاہتی ہے اور اس کا پیر صرف خاندان قادریہ میں بیعت کرتا ہے اور کسی دوسرے خاندان چشتیہ صابریہ وغیرہ میں بیعت نہیں کرتا، اگر زید کسی دوسرے بزرگ سے خاندان چشتیہ صابریہ میں بیعت ہو جائے اور نیز اس کا پیر زندہ ہو تو ایسی صورت کچھ حرج تو نہیں ہے ؟ زید کا خیال ہے کہ وہ دونوں پیروں کو برابر سمجھے گا اور حسب معمول دونوں شجرے پڑھے گا اور دونوں پر عمل کرے گا۔

الجواب

اکابر فرماتے ہیں ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے، ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر

---

[1] فوائد الفواد

نہیں ہوسکتے ایک مرید کے دو پیر نہیں ہوسکتے، یہ وسوسہ ہے اس پر عمل نہ کیا جائے، یک در گیر محکم گیر (ایک ہی دروازہ پکڑو مگر پکڑو مضبوطی سے۔ ت)، پریشان نظری والا کسی کی طرف سے فیض نہیں پاتا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

من رزق فی شیئ فلیلزمہ[1] جس کو کسی چیز میں (یعنی اس کے سبب سے) رزق دیا جائے تو چاہئے کہ اس پر لزوم اختیار کرے (ت)

قرآن عظیم کی آیت بھی اسی معنی کا افادہ فرماتی ہے جو کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۴: مسئولہ جناب حکیم مقیم الدین صاحب بہیڑی ضلع بریلی ۱۱ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان متعلق تصور سے بذریعہ میز کہ سہ پایہ ہوتی ہے اور تختہ پر اُس کے کچھ آیات قرآن عظیم کی مع تسمیہ لکھی ہوتی ہیں اور میز مذکورہ کے تینوں پایوں پر حروف تہجی لکھے ہوتے ہیں ارواحِ مسلمانان سے اور اس طرح بات چیت کرتا ہے کہ زید اور چار پانچ اشخاص مسلمان نمازی میز کے آس پاس کرسیوں وغیرہ پر حلقہ باندھ کر آنکھیں بند کرکے مکان پاک صاف میں کہ خالی از عوام ہوتا ہے میز پر ہاتھ رکھ کر جس رُوح کو میز میں بلانا ہوتا ہے تصور کرتے ہیں کہ فلاں شخص کی روح میز میں داخل ہوئی اور زید کہ تسبیح:

سبحان ذی الملك والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقدرۃ والکمال والجمال والکبریاء والجبروت سبحان الملك الحی الذی لاینام ولا یموت سبوحٌ قدوسٌ ربنا ورب الملٰئکۃ والروح۔

اللہ تعالٰی ہر عیب اور نقص سے پاک ہے جو چھوٹی اور بڑی بادشاہی رکھنے والا ہے (الملك والملکوت (۱) بادشاہی (۲) بڑی بادشاہی، جیسا کہ لغت وغیرہ میں مرقوم ہے۔ اللہ پاک ہے جو عزت والا، بزرگی والا، رعب، طاقت، کمال، جمال اور بڑائی رکھنے والا ہے (الجبروت) تسلّط رکھنے والا، قدرت اور عظمت والا ہے۔ پاک ہے وہ بادشاہ جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی سوتا نہیں اور نہ اس پر کبھی موت طاری ہوتی ہے۔ بڑا منزّہ اور بحد پاک ہے۔ اور وہ ہم سب کا پروردگار ہے۔ تمام فرشتوں اور حضرت جبریل کا بھی پروردگار ہے۔ (ت)

کا عامل ہے۔ وقتِ حلقہ زید اس تسبیح کی تلاوت کرتا ہے اس اثناء میں میز کا پایہ اٹھتا ہے تو سوال کیا جاتا ہے جو کچھ سوال کرنا ہوتا ہے پایوں کے ذریعہ سے اگر روح پڑھی ہوتی ہے تو حروف تہجی سے کہ میز کے پایوں پر لکھے ہوتے ہیں ان کے ذریعہ سے بتلاتی ہے اور اَن پڑھ رُوح سے کلام بہت دشواری سے ہوتا ہے اور بعض روح تو

---

[1] کنز العمال برمذہب عن انس حدیث ۹۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۹

بہت کچھ بیان کرتی ہیں یہاں تک جو کچھ اُس پر عذاب اور ثواب بعد مرنے کے ہوتا ہے بتلا دیتی ہے اور اپنے گھر وغیرہ کی کیفیت بھی بیان کردیتی ہے اور اکثر اتفاق ایسا ہُوا کہ جو کچھ کسی نے پڑھ کر بخشا وہ بھی بتلا دیا تو کیا ایسی میز سے کسی قسم کی قباحت از رُوئے شرع شریف لازم آتی ہے کیونکہ ظاہر میں کوئی فعل خلاف نہیں معلوم ہوتا۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر اس کی حقیقت اسی قدر ہے تو فی نفسہٖ اُس فعل میں حرج نہیں معلوم ہوتا جبکہ رُوحوں کا بلانا واقعیت رکھتا ہو اور یہ بظاہر دشوار معلوم ہوتا ہے جو ارواح معذب ومحبوس ہیں العیاذ باللہ تعالٰی اُن کا آنا کیا معنی اور جو ارواح طیبہ معظمہ ہیں اُن کا یُوں بلانا سُوءِ ادب سے خالی نہیں ہوتا بظاہر اُس عامل کے صرف تصور کا تصرف ہوتا ہے اس تقدیر پر اُسے ارواح کی طرف نسبت کرنا کذب اور دھوکا اور محض ناجائز ہوگا اس کا امتحان بہت آسان ہے جن علوم سے یہ عامل آگاہ نہ ہو اُن کے کسی جاننے والے کی روح بلائے اور اُن علوم کا سوال کیجئے مثلاً ہندسہ و ہیأت کے واسطے نصیر طوسی کی رُوح بلائے اگر وُہ دقائق علوم ہندسہ کا جواب دے دے جن سے یہ عامل ناواقف ہو تو احتمال صدق ہوسکتا ہے اگرچہ دوسرا احتمال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معلم الملکوت کا کوئی کرشمہ ہو اور اگر جواب نہ دے سکے تو دھوکا ظاہر ہے بعض اوقات تجربہ ہوا ہے کہ میز نے وہی جواب دیئے جو عامل کے علم میں ہیں اس سے زیادہ کچھ میز نہ بتاسکی، بالجملہ اس سے احتراز ہی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۵: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام مسئلہ ذیل میں: مرد نمازی اور صالح ناخواندہ کی بیعت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

ناجائز ہے کہ بے علم نتواں خدا را شناخت۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۶: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر پیر کی اولاد کسی دنیا کے معاملات میں ناخوش ہو اور اس کی کشیدگی کا اثر عورت پر ہو اور مرید یہ کہتا ہے کہ اگر میں قصوروار سمجھا گیا تو میں معافی مانگتا توبہ کرتا ہُوں کوئی خواہش دُنیا میں تلقین کیجئے صراط مستقیم کی تلاش ہے تو اس کی دشمنی اُس مرید کو زیادہ اشتعال وطیش دلا کر گمراہ کیا جاتا ہے یہ جائز ہے؟

الجواب

سوال بہت مجمل ہے، کیا دُنیا کا معاملہ اور کیا وجہِ کشیدگی، اور کس عورت پر اثر، اور کیا اشتعال و

طیش دلایا، جب تک مفصل نہ معلوم ہو یہ ظاہر نہیں ہوسکتا کہ کس کا قصور ہے، مرید اشتعال وطیش کیلئے نہیں بنایا گیا اور معافی تقصیر میں کبھی تاخیر ہی مصلحت ہوتی ہے، جیسے حضرت کعب بن مالک اور اُن کے دونوں ہمراہیوں کے ساتھ پچاس شب تک کی گئی حتی ضاقت علیھم الارض بما رحبت[1] یہاں تک کہ اتنی وسیع زمین اُن پر تنگ ہوگئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۷ از شہر کانپور محلہ موتی محال بر دکان محمد خاں و بادل خاں سوداگران مرسلہ امیر الدین شاہ ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

جناب پیرو مرشد روشن ضمیر مولوی احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! بعد آداب گزارش خدمت شریف میں یہ ہے کہ میں نے آپ کا نام سُنا ہے اور لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہیں مگر جب میرا کام آپ سے ہوجائے تو میں سمجھوں، پیر وہی ہے جو پیر میرے میرا پردہ آپ اٹھاسکتے ہیں یا نہیں، عمل بات کا جھگڑا ہے اور میں مولانا فضل الرحمن صاحب کے در کا خادم ہوں، صرف بات چیت کرنا چاہتا ہوں جن اور ملائکہ سے، پھر آپ کا بیعت بھی ہوجاؤں گا۔

الجواب

ملائکہ سے ملاقات اور کلام کے لئے ولایت درکار، اور ولایت کسبی نہیں محض عطائی ہے، ہاں کوشش اور مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہ دکھاتے ہیں جنوں سے مکالمہ کی خواہش اور مصاحبت کی تمنا اصلاً خیر نہیں، کم سے کم جو اس کا ضرر ہے یہ کہ آدمی متکبر ہوجاتا ہے، جیسا حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے تصریح فرمائی اور قرآن عظیم میں ہے کہ متکبروں کا ٹھکانا جہنم۔ والعیاذ بہ تعالٰی ہو تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۸

شرب وطعام

دعوتِ ولیمہ، مہمانی، ذبیحہ، شکار، گوشت وغیرہا سے متعلق مسائل

مسئلہ ۱۹۸: ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود جو اپنے معبودانِ باطل کو ذبیحہ کے سوا اور قسم طعام وشیرینی وغیرہ چڑھاتے اور اس کا بھوگ یا پرشاد نام رکھتے ہیں اس کا کھانا شرعًا حلال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے لعدم المحرم (حرمت کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے۔ت) مگر مسلمان کو احتراز چاہئے لخبث النسبۃ (نسبت کی خباثت کی وجہ سے۔ت)، عالمگیریہ میں ہے:

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لاٰلھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالٰی ویکرہ للمسلم کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن جامع الفتاوٰی[1] اھ **اقول** فاذا حلت ھذہ وھی ذبیحۃ فالمسئول عنہ اولٰی بالحل۔

اگر کسی مسلمان نے آتش پرست کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کے جھوٹے خداؤں کے لئے ذبح کر ڈالی تو اسے کھایا جائے گا (یعنی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے) اس لئے کہ مسلمان نے اس پر خدا کا نام لیا ہے لیکن ایسا کرنا مسلمان کیلئے مکروہ ہے۔ تاتارخانیہ میں جامع الفتاوٰی کے حوالہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

سے اسی طرح منقول ہے اھ۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) جب یہ ذبیحہ ہونے کے بعد حلال ہے تو پھر جس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا وہ بطریق اولیٰ حلال ہے۔ (ت)

اور شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

مایاتی المجوس فی نیروزھم من الاطعمۃ یحل اخذ ذٰلک والاحتراز عنہ اسلم کذا فی مطالب المومنین ناقلا عن الذخیرۃ[1] اھ ملخصًا **اقول** فاذا کان الاحتراز عن ھذا اسلم مع انہ لیس الاطعامًا صنعوہ لیوم زینتھم فالمستفسر عنہ اجدر بالاحتراز واحری کمالا یخفی۔

آتش پرست اپنی عید میں جو کھانے وغیرہ لاتے ہیں ان کا لینا حلال ہے، ہاں البتہ ان سے بچنا زیادہ سلامتی کی راہ ہے، اسی طرح مطالب المومنین میں ذخیرہ کے حوالے سے منقول ہے، تلخیص پوری ہوئی۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) جب اس سے بچنا زیادہ سلامتی ہے باوجودیکہ صرف وہ کھانا ہے جو انھوں نے اپنی زیب وزینت کے دن کیلئے تیار کیا ہے، لہذا جس کے متعلق سوال کیا گیا وہ بچنے کے زیادہ قابل اور لائق ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اگر کفار اس پرشاد کو بطور تصدق بانٹ رہے ہوں جب تو ہرگز پاس نہ جائے یارب مگر بضرورت شدیدہ کہ صدقہ کے طور پر لینے میں معاذ اللہ مسلمان کی ذلت اور گویا کافر کے ہاتھ کا اُس کے ہاتھ پر بالا کرنا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا ھی المنفقۃ والید السفلی ھی السائلۃ اخرجہ الشیخان[2] وغیرھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور دینے والا ہاتھ اونچا ہے اور مانگنے والا نیچا۔ (بخاری ومسلم اور ان دو کے علاوہ باقی لوگوں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس درخت کو پاخانہ وغیرہ کے ناپاک پانی دئے گئے ہوں اس کا میوہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ ت)

---

[1] مجمع البرکات

[2] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب لاصدقۃ الاعن ظہر غنی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۲
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلٰی " " " ۱/ ۳۳۲

الجواب

بلاکراہت جائز ہے، یہی مذہب ہے اکثر فقہاء کا۔

فی ردالمحتار عن ابی مسعود الزرع المسقیۃ بالنجاسات لاتحرم ولاتکرہ عند اکثرالفقہاء[1] انتہی، واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی شامی میں ابومسعود کے حوالے سے ہے کہ جن کھیتوں کو ناپاک پانیوں سے سیراب کیا گیا تو وہ اکثر فقہاء کے نزدیک حرام اور مکروہ نہیں انتہی واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰ — ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک برات یہاں سے پیلی بھیت جائے گی میزبان وعدہ کرتا ہے کہ کوئی ممنوع شرعی برات کے ساتھ راہ میں نہ ہوگا اسٹیشن ریل پیلی بھیت پر پہنچ کر سب ہمراہیوں کو کھانا کھلایا جائے گا اور ان میں جو لوگ ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز رکھتے ہیں انھیں کھانا کھلاتے ہی دُلھن کے مکان پر معاً بھیج دیا جائے گا کہ وہ علٰحدہ مکانوں میں قیام کریں اور ممنوعات کے جلسہ سے بچیں انھیں بھیجنے کے بعد برات ہمراہ باجہ وغیرہ کے دُلھن کے گھر جائے گی اور وہاں دوسرے مکان میں ناچ اور آتشبازی وغیرہ ہوگی، اس صورت میں ایسی برات کی شرکت درست ہے یا نہیں؟ اور کچھ لوگوں نے عہدنامہ لکھا تھا کہ جو اپنی شادیوں میں ناچ گانا کریں گے ہم ہرگز اُن سے نہ ملیں گے انھیں بھی شرکت چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اگر یہ شخص جانتا ہے کہ میری خاطر اُن لوگوں کو ایسی عزیز ہے کہ بحالت منکرات شرعیہ میں شرکت سے انکار کروں گا تو وہ مجبورانہ ممنوعات سے باز رہیں گے اور میرا شریک نہ ہونا گوارا نہ کریں گے تو اس پر واجب ہے کہ بے ترک منکرات شرکت سے انکار کرے۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

رجل اتخذ ضیافۃ للقرابۃ او ولیمۃ اواتخذ مجلسا لاھل الفساد فدعا رجلا صالحا الی الولیمۃ قالوا ان کان ھذا الرجل

ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں اور قرابتداروں کے لئے عام دعوت، طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی کھیل تماشے اور لہو ولعب کی مجلس بھی فسادیوں کے لئے آراستہ کی اور

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۷

بحال لو امتنع عن الاجابة منعهم عن فسقهم لایباح لہ الاجابة بل یجب علیہ ان لایجیب لانہ نھی عن المنکر[1]

خاندان سے غیر متعلق ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجا ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اس دعوت کو قبول نہ کرتے ہُوئے انھیں غلط قسم محفل آرائی اور بدکاری سے روک سکتا ہو تو اس کے لئے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں بلکہ اس پر دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے کیونکہ گناہ سے روکنے کا عمل اس کے لئے مقدم ہے۔ (ت)

اور اگر جانتا ہے کہ میری عزت و عظمت اُن کی نگاہوں میں ایسی ہے کہ میں ساتھ ہوں گا تو وہ منکراتِ شرعیہ نہ کرسکیں گے تو اس پر واجب و موجب ثوابِ عظیم ہے کہ شریک ہو۔ ردالمحتار میں ہے :

اذا علم انھم یترکون ذٰلک احتراما لہ فعلیہ ان یذھب[2]۔ اتقانی۔

جب وُہ جانتا ہے کہ اس کے احترام کی وجہ سے وہ گناہ والے کام چھوڑ دیں گے تو اس پر ضروری ہے کہ وہاں جائے اور شرکت کرے، اتقانی۔ (ت)

اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکراتِ شرعیہ ہونگے، اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔

قال تعالٰی لاتقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو اور مجلس نہ کرو۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لوعلم قبل الحضور لایحضر لانہ لم یلزمہ حق الدعوة[4]۔

اگر جانے سے پہلے ہی اسے (منکرات شرعیہ کا) علم ہوجائے تو وہاں نہ جائے کیونکہ اس پر دعوت کا حق لازم نہیں ہوا۔ (ت)

کفایہ میں ہے :

لان اجابة الدعوة انما تلزم اذا کانت

اس لئے کہ دعوت قبول کرنا اس وقت لازم ہوتا ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نورانیہ رضویہ سکھر ۵/۳۴۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۲۲

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

[4] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۳

الدعوۃ علی وجہ السنۃ[1]۔ جبکہ دعوت سنّت کے مطابق ہو۔ (ت)

اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفسِ دعوت منکرات سے خالی ہوگی اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ مشغولِ گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔

قال تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اُخری[2] اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ (ت)

غایت یہ کہ میزبان گنہگار ہے پھر شرعاً گنہگار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وُہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

ان لم یکن الرجل بحال لو لم یجب لا یمنعھم عن الفسق لاباس بان یجیب و یطعم و ینکر معصیتھم و فسقھم لانہ اجابۃ الدعوۃ و اجابۃ الدعوۃ واجبۃ او مندوبۃ فلا یمتنع بمعصیۃ اقترنت بھا[3]۔ اگر کسی شخص کی ایسی پوزیشن نہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وُہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے، تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ اُن کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب۔ لہٰذا ایسی دعوت جس سے گناہ پیوست ہو ممنوع نہیں۔ (ت)

مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم و مطعون کرینگے تو نہ جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہئے اور مسلمانوں پر فتح بابِ غیبت ممنوع ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم ذکرہ الشرنبلالی وغیرہ[4]۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقاماتِ تہمت سے بچے۔ اس کو علامہ حسن شرنبلالی وغیرہ نے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] الکفایۃ مع الفتح القدیر کتاب الکراھیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/ ۴۵۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۴۳

[4] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰۃ باب ادراک الفریضہ ص ۲۴۹

یُونہی وہ عہد کرنے والے نہ جائیں کہ خلافِ عہد معیوب ہے۔

قال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (لوگو!) وعدہ پورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پُوچھ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۱: از اوجین مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے شریعت ومفتیانِ طریقت دریں مسئلہ کہ زید منصب نیابت وامامت دارد وطعام بخانہ کسانیکہ لحم خوک ومردار پختہ نصارٰے را می خورانند بخورد ومی گوید کہ پختن مُردار وخوک باکے نیست دست بشوید پاک شود وازیں سبب اکثرے مردمان شہر سند کامل دانستہ تناولی طعام بخانہ او می نمایند دریں بارہ حقارت اہل اسلام وتہلکہ ونزاع درمیان مسلمانان واقع گردیدہ پس بحق گوینده ایں کلام مخالفت التیام شرعی ومعد ومعاون آنچہ حکم وطعام خوردن برمکان آں شخص کہ دریں کار زشتیہ وناقصہ ملوث اند درست ست یا نہ، بیان فرمایند بسند کتاب۔ بیّنوا توجروا۔

علمائے شریعت اور مفتیانِ طریقت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید ایک مقام پر امامت و نیابت کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن جو لوگ سُور اور مردار کا گوشت پکا کر عیسائیوں کو کھلاتے ہیں زید اُن لوگوں کے گھروں سے کھانا کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ مردار اور سُور کا گوشت عیسائیوں کے لئے پکانے میں کوئی حرج نہیں۔ پکانے کے بعد ہاتھ دھو ڈالے تو پاک ہوجاتے ہیں۔ شہر کے اکثر لوگ زید کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر ان لوگوں کے گھروں سے کھانا کھانے لگے ہیں جبکہ کچھ لوگ اس عمل سے نفرت اور سخت اختلاف کر رہے ہیں اور نزاع کی صورت بن گئی ہے، لہذا کتاب وسنّت کی روشنی میں بیان فرمایا جائے کہ شخص مذکور کے بارے میں کیا شرعی حکم ہے اور اس کی معاونت وامداد اور اس سے تعاون کرنے والوں کے بارے میں شریعت کیا فرماتی ہے؟ بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

ہیچو بیباک فجار کہ بہر خوردن کفار پختن چنیں اخبث نجاسات وانجس محرمات پیشہ ساختہ اند ونظافتِ طبع ونزاہت

ایسے نڈر، بے خوف اور تقوٰی سے عاری لوگ جو کافروں غیر مسلموں کے لئے خبیث ترین اور نجس وحرام چیزیں پکانے کھلانے کا پیشہ اختیار

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

شرع ہمہ را یکلخت پس پشت انداختہ مسلمان متدین را طعام بخانہ ایشاں نشاید خورد بقطع نظر ازانکہ تجربہ صادقہ شاہد است کہ کثرت مزاولت چیزے حرمش از نگاہ برمی اندازد پس مظنون آنکہ درآب و ظروف خودشان از نجاسات ملعونہ مذکورہ بے احتیاط باشند اقدام بریں امر باعث مطعونی و تہمت باشد و درحدیث آوردہ اند من کان یؤمن باللّٰہ و الیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[1] مومن متدین راچہ شایان ست کہ بے ضرورت شرعیہ آبروے خود ریختہ بر رُخ خویشتن و بر طعن و تہمت مفتوح سازد و برادرانِ دینی را درگناہان کبیرہ غیبت و حقد و تنابز بالالقاب وغیرہا اندازد درحدیث فرمودہ اند ایاك و ما یسوء الاذن[2]، و درحدیث دیگر ست ایاك وکل امر یعتذر منہ[3] و زیادتے روایت کنند فان الخیر لا یعتذر منہ بازایں امر باعث نفرت مسلماناں باشد و تنفیر مسلماناں بے ضرورت شرعیہ قطعاً ممنوع، سید عالم فرمود صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا و لا تنفروا[4] مقصود شرع ایتلاف

کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاں سے دینداروں اور تقوٰی دار لوگوں کو کھانا ہرگز نہیں کھانا چاہئے کیونکہ جہاں حرام چیزوں کا استعمال کثرت سے ہو وہاں برتنوں کے ناپاک اشیاء سے آلودہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور دیندار و تقوٰی دار لوگوں کا ایسے لوگوں کے ہاں جانا اور ان کے ہاں سے ایسے مشکوک برتنوں میں کھانا کھانا عوام الناس کی نگاہوں میں باعثِ الزام و باعثِ تہمت ہوسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "جو کوئی اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ مقاماتِ تہمت سے بچے۔" لہٰذا ایسی صورتحال میں الزام، طعن اور تہمت سے بچنا ضروری ہے بصورتِ دیگر یہ اقدام اپنے دینی بھائیوں کو کبیرہ گناہوں غیبت، بہتان، کینہ اور بُرے القاب کے استعمال میں مُبتلا کردے گا۔ حدیث مبارک ہے، لوگو! جن کاموں کو کان ناپسند کرتے ہیں ان سے بچو اور ایسے کاموں سے پرہیز کرو جن کے ارتکاب پر معذرت کرنی پڑے۔ اور بغیر شرعی مجبوری کے مسلمانوں کو متنفر کرنا ممنوع ہے، چنانچہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو خوشخبری و نیکی سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ شریعت کا مقصد جوڑنا، اتحاد پیدا کرنا ہے نہ کہ توڑنا۔ عقلِ سلیم کا تقاضا

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل بقیۃ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۷۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۳۱

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی موسٰی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

است نہ اختلاف وخود قضیۂ عقل سلیم نیست
بے ضرورتے طبعہ باجہانے طرف افتادن
وبموقف مقت وکراہت قوم استادن
درحدیث آمدہ راس العقل بعد
الایمان باللہ التودد الی الناس [1]
وبروایتے دیگر راس العقل بعد
الایمان باللہ مداراۃ الناس [2]
فقیر احادیث ایں باب در رسالہ
خود جمال الاجمال وشرح
او کمال الاکمال ہرچہ تمامتر
رنگ وتفصیل دادہ ام ، بالجملہ
عقلاً ونقلاً ایں چنیں کار شناعتہائے
نامحمودہ دارد وعاقبت ہائے نامحمودہ
بازچوں کار بفتنہ فساد وتفریق کلمہ
مسلمین انجامد سخت جریمہ عظیمہ گردد
وقال اللہ تعالٰی والفتنۃ
اشد من القتل [3] ، ودر
حدیث است الفتنۃ نائمۃ
لعن اللہ من ایقظھا [4] ، باز
چوں نیک بنگری آزمودن وانماست

بھی یہی ہے کہ لوگوں کو بیقراری میں ڈال کر ناراض کیا جائے
اور کراہت والزام والی جگہ کھڑے ہونے سے پرہیز
کیا جائے۔ حدیث پاک میں ارشادِ نبوی ہے: اللہ تعالٰی
پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں سے دوستی
اور محبت رکھنا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ
تعالٰی پر ایمان لانے کے بعد عقل مندی ودانشمندی
لوگوں سے صلح جوئی میں ہے۔ فقیر (صاحبِ فتاوٰی)
نے اس باب کی حدیثوں کو اپنے رسالہ جمال الاجمال
اور اس کی شرح کمال الاکمال میں تفصیلاً بیان کردیا ہے۔
خلاصہ یہ کہ عقل ونقل کے اعتبار سے اس طرح کا کام
یا اقدام اپنے اندر کئی قسم کی قباحتیں رکھتا ہے کہ جن کا
انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایسے کاموں کا انجام
مذموم ہوتا ہے۔ جب یہ کام یا اقدام فتنہ وفساد اور
مسلمانوں کے درمیان تفریق اور پھوٹ پڑنے کی حد
تک جا پہنچے تو جرم عظیم بن جاتا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی
ہے: فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے
کہ فتنہ خوابیدہ (یعنی سویا ہوا ہوتا ہے) جو کوئی
اسے بیدار کرے اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو۔
اگر آپ اچھی طرح غور کریں تو یہ واضح ہوگا کہ اس
قسم کے افعال انہی لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الشیرازی فی الالقاب حدیث ۴۳۵۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۹۱۶
[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الادب حدیث ۵۴۸۰ ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۶۱
[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۱
[4] کشف الخفاء حرف الفاء حدیث ۱۸۱۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۷۷

کہ دریں اعصار و امصار امثال ایں کار نخیزد مگر از دست کسانیکہ چنداں پروائے دین ندارند و بے باک زیستن و آزاد گزراندن را حاصل زندگانی انگارند لیت و لعل چیزے دیگرست و وقع و فعل دیگر اگر انصاف کنی واقع چنیں ست گو در لم و لا نسلم فراز مباش بہمیں تقریر نفیس بحمد اللہ تعالٰی منکشف شد حکم طعام با نصارٰی خوردن و امثال ذٰلک از کارہائے اہل زیغ و فتن نسأل اللہ السلامۃ والعز والکرامۃ باز مقرر فقہ است کہ منصب امامت نشاید داد بچو کسے را کہ مردماں را ازو نفرتے باشد و کار بتقلیل جماعت کشد اگرچہ دریں باب گناہے از ذات آں کس نباشد چوں ولد الزنا و اجذام و ابرص و غیرہم ایں نکتہ ہم بنظر داشتنی است و آنکہ گفت در پختن خوک و مردار باکے نیست غلط گفت بلکہ بے ضرورت شرعیہ تلوث بنجاسات ممنوع ست خاصہ بچو کارے کہ حاصلش قصد اصلاح ما افسدہ اللہ باشد و پختن بہر خوراندن کفار قطعاً ناجائز و حرام ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ[1] وقال اللہ تعالٰی و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]، واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

دین اور تقاضائے دین کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ بے خوف ہو کر بالکل آزادانہ لاپرواہی والی زندگی گزارنا زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ ٹال مٹول اور لیت و لعل سے کام لینا الگ چیز ہے اور کام کر گزرنا الگ اور جداگانہ چیز۔ اگر تم انصاف سے کام لو تو در حقیقت بات یہی درست اور صحیح ہے۔ گو لِمَ اور لا نسلم کہ کر اس سے صرفِ نظر کیا جائے (میں نہیں مانتا اور کیوں، کیسے کا تو کوئی علاج نہیں۔ مترجم) پس اس نفیس اور عمدہ تقریر سے بحمد اللہ تعالٰی ظاہر ہوگیا کہ عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھانا پینا اور اس قسم کے دوسرے کام کرنا کج فطرت اور فتنہ باز لوگوں کا شعار ہوتا ہے (مخلص اہل ایمان نہ ایسا کرتے ہیں اور نہ انھیں ایسا کرنا زیب دیتا ہے) نیز فقہ میں یہ اصول مسلّمہ اور طے شدہ ہے کہ عہدۂ امامت ان لوگوں کو نہیں دینا چاہئے جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور بوجہ نفرت جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دیں اگرچہ عہدۂ امامت پر فائز ہونے والا بے قصور و بے گناہ ہو جیسے حرامزادہ، کوڑھ والا، مرضِ برص والا، اسی طرح دیگر امراض کا شکار آدمی۔ لہذا یہ نکتہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور جس کسی نے یہ کہا کہ سُور اور مردار کا گوشت پکانے اور غیر مسلموں کو کھلانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا یا کچھ مضائقہ اور خطرہ نہیں وہ شخص مذکور غلط بات کہنے کا

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۹

[2] القرآن الکریم ۵/۲

مرتکب ہوا بغیر علم و تحقیق کے اس قسم کا فیصلہ صادر کردینا ہرگز مناسب نہیں بغیر شرعی مجبوری کے گندگیوں سے آلودہ ہونا سخت ممنوع اور ناجائز ہے بالخصوص ایسے کاموں سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے جن کا حاصل ان کاموں کی اصلاح کرنے کا ارادہ کرنا ہے جنھیں اللہ تعالٰی نے بگاڑدیا ہے، اور کافروں کو کھانا کھلانے کے لئے مسلمانوں کا اپنے ہاتھوں نابرزو حرام چیزوں کو پکانا یقیناً ناجائز اور حرام ہے۔ اور یہ قاعدہ واصول ہے کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے: (لوگو!) گناہ اور زیادتی والے کاموں میں ایک دُوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۲: از اوجین مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے افضل الکلام و مفتیان اکمل الفضلاء دریں مسئلہ کہ حلا نزد کسے معتبر بہمراہی طباخ رفتہ گفت کہ من می خواہم کہ مردمان اہل اسلام طعام شادی دخترم تیار کنانیدہ بخورند چنانچہ مسلم ضعیف العقیدہ وغیرہ چیزے از قسم خوردنی گرفتہ پختہ بخورند ازیں حرکات خرافاتیہ او شان مضحکہ درمیان اہل ہنود اظہر شدہ و جماعت مسلمان خجل پس دعوتِ مردار خوار و خوکیان درست است یا حرام و خورندگان دعوت تاتائب نشوند بطریق تنبیہ زمرۂ اہل اسلام خارج سازند و پرہیز نمایند جائز ست یا نہ کہ دیگراں را عبرت شود و بار دوم ملوث ایں کار خراب نباشند دریں مسئلہ ہرچہ حکم شرعی درحق خورندہ و پزندہ گردد بحوالہ عبارت کتب بیان فرمایند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کیا فرماتے ہیں ایسے علمائے جو کاملوں میں اکمل اور فاضلوں میں افضل ہیں کہ ایک غیر مسلم (ہندو) مسلمانوں کی بستی میں کسی معتبر آدمی کے پاس باورچی ہمراہ لے کر گیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمان لوگ میری بیٹی کی شادی کا کھانا خود اپنے ہاتھوں تیار کرواکر کھائیں (تاکہ کوئی شک وشبہہ نہ ہو) چنانچہ کچھ کمزور عقیدہ والے لوگوں نے کھانے کا سامان وغیرہ لے کر پکایا اور کھایا جس سے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں میں ہنسی مذاق ہونے لگا اور مسلمان شرمندہ ہوئے۔ کیا حرام خوروں کی دعوت میں کھانا جائز ہے یا حرام؟ دعوت کھانے والے جب تک تائب نہ ہوجائیں کیا انھیں گروہِ اسلام سے بطورِ تنبیہ خارج تصور کیا جائے اور ان سے اگر علیحدگی اختیار کی جائے تو کیا یہ جائز ہوگی کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ دوبارہ اس طرح کی گھٹیا حرکت نہ کرنے پائیں۔ اس سلسلے میں کھانے اور پکانے والوں کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بحوالہ عبارات کتب جواب مرحمت فرمایا جائے۔ (ت)

الجواب

اگرچہ کسان مذکور ایں قدر احتیاط کردند کہ طعام پختہ ہمچو ناکسان نخوردند بلکہ خوردنیہا گرفتہ خود پختہ بکار بردند اما تاہم ایں کار خطا وبے جا افتاد کہ اولاً ہمچو حرام وناپاک پیشگان خبیث ست در حدیث کسب حجام را بسبب ملابست نجاست خون خبیث فرمودہ اند باآنکہ پیشہ او کہ خون کشیدن ست شرعاً حلال است احمد ومسلم و ابوداؤد والنسائی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثمن الکلب خبیث ومھر البغی خبیث وکسب الحجام خبیث۔[1] پس کسب خوکیانان بدرجہ اولٰی اخبث واشنع باشد باز ایں کار بحسب عرف دیار باعث تنفیر مسلمین و انگشت نمائی در برادرانِ دین مے شود ھر کاریکہ چنان ست شرعاً مکروہ وناشایانست تا آنکہ علماء گفتہ اند در شہرے کہ مردمان بخضاب اعنی خضاب جائز کہ غیر سواد ست خوکردہ باشند آنجا ترک

اگرچہ مذکورہ لوگوں نے اس قدر احتیاط برتی کہ ان نااہلوں کا پکایا ہوا کھانا نہیں کھایا بلکہ کھانے کی اشیاء خود لے کر پکائیں اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے پکا کر کھایا مگر پھر بھی ان کی یہ حرکت نامناسب اور بے جا قرار پاتی ہے۔ حرام اور ناپاک پیشہ کرنے والوں کا مال خبیث (گندہ) ہے، چنانچہ حدیث میں پچھنے لگانے والوں کی کمائی کو ناپاک اور خون کے تلبس کی وجہ سے خبیث فرمایا گیا حالانکہ اس کا پیشہ خون کھینچنا شرعاً جائز ہے۔ چنانچہ مسند احمد، مسلم، ابوداؤد اور سنن نسائی میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کتے کی قیمت، بدکار عورت کا مہر یعنی اس کی کمائی اور پچھنے لگانے والے کی کمائی یہ سب خبیث یعنی گندے کام ہیں، تو خنزیر خوروں کی کمائی بطریق اولٰی خبیث ہے، نیز یہ کام علاقہ کے عرف میں مسلمانوں کی نفرت اور انگشت نمائی کا سبب ہے جبکہ ہر ایسا کام شرعاً ممنوع ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا ہے کہ جس شہر میں جائز خضاب یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ خضاب لگانے کی عادت ہو وہاں خضاب نہ لگانا اور جہاں خضاب

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم ثمن الکلب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹
سنن ابی داؤد کتاب البیوع آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۳۰

خضاب وجائیکہ ترک عادی باشند آنجا
فعل خضاب مکروہ وناپسندیدہ است
زیراکہ خروج ازعادت باعثِ شہرت و
موجبِ کراہت ست ، امام علامہ عارف
باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی
در حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ فرمود من
کان فی موضع عادۃ اھلہ الصبغ
او ترکہ فخروجہ عن العادۃ
شھرۃ ومکروۃ[1] اینہا باآنکہ خضاب و
ترک ھر دو شرعاً روا ست
وخوکردگان یکے از آنہا مراں دیگر را
زنہار مخالفِ دین ودیانت نے دانند
تکلیف کہ آں فعل فی نفسہٖ نیز شرعاً
ناپسندیدگی دارد ودرعامہ بلاد در ازہان
قلوب عامہ مسلمین نفرت شدیدہ
ازو جاگیر باشد، وارتکاب ہمچو
افعال پیش ایشاں امارت بیباکی ودنائت
قلب وقلت دین وضعف دیانت
بود بچناں رے پرداختن وخود را ہدف سہام
طعن وملام اہل اسلام ساختن وباجہانے
طرف شدہ رعایت شرع ومراعات
خاطر مسلمانان یکسر پس پشت انداختن خود چہ زیبا
ست شرع مطہر ہرگز ہمچو کارے رضا ندہد

نہ لگانے کا رواج ہو وہاں خضاب لگانا مکروہ
ہے کیونکہ اس میں شہر کی عادت سے خروج
کے باعث بدنامی ہوتی ہے جو کہ مکروہ
ہے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی
عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے
حدیقہ ندیہ میں فرمایا جو شخص علاقہ کی
عادتِ خضاب یا عدمِ خضاب کی عادت سے
خروج کرے تو شہرت کی وجہ سے
مکروہ ہے حالانکہ خضاب اور ترکِ خضاب
اور عادت کے خلاف کرنا شرعاً
دین ودیانت کے خلاف نہیں ہے
تو ایسے کام کے متعلق کیا حال ہوگا
جو شرعاً خود ناپسندیدہ ہے
اور تمام بلاد میں اس کی وجہ سے
مسلمانوں کے دلوں میں شدید
نفرت پائی جاتی ہے، اس
نوع کے کاموں میں مشغول ہوجانا
اور اپنے آپ کو اہل اسلام
کے طعن وملامت کے تیروں کا نشانہ
بنانا اور دنیا والوں سے ایک طرف ہوجانا، شریعت
کی رعایت اور اہل اسلام کی مراعات کو یکدم
پس پشت ڈال دینا کیسے اچھا ہوسکتا ہے۔
شریعتِ مطہرہ اس قسم کے کاموں سے خوش نہیں

---

[1] حدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ ومنہا ای من الآفات اضاعۃ الرجل الخ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور ۲/۵۸۲

کسان مذکور را باید کہ چارۂ کار خود سازند و بمجمع مسلمین بتوبہ و معذرت پردہ زند کہ بے سبب افروختہ اند بآب اعتذار بنشانند و غبار ملالے کہ برخاطر مسلماناں از جانب آناں نشستہ است بیفشانند حکم ایں قدرست اما کار مسطور باخراج ایشاں از زمرۂ مسلماں نیز زد تفریط و افراط ہر دو بدست و میزان اعتدال بدست حق پرست نظرست۔ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہوتی لہذا مذکورہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کام کی تدبیر (چارہ) کریں اور مسلمانوں کی مجلس میں توبہ اور معذرت میں مشغول ہوں کہ بغیر سبب جلائی ہوئی آگ کو معذرت کے پانی سے بجھائیں۔ اور بے چینی و تنگ دلی کا گرد و غبار جو اُن کی طرف سے مسلمانوں کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے اسے جھاڑ دیں، صرف اتنا ہی حکم ہے۔ لیکن یہ کام جو سوال میں بیان کیا گیا ہے کہ انھیں مسلمانوں کے گروہ سے نکال دیا جائے یہ جائز اور مناسب نہیں، پس افراط و تفریط (زیادتی و کمی) دونوں ہی بُرے ہیں، اور حق پرستوں کے ہاتھوں میں عدل ترازو محفوظ ہے۔ اللہ تعالٰی پاک، برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ از کلکتہ چھاؤنی جوناں مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب شعبان ۱۳۱۲ھ

جناب مولوی صاحب مخدوم مکرم سلامت، بعد آداب تسلیمات کے گزارش یہ ہے کہ براہ مہربانی اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرمائیے گا کیونکہ اس جگہ پر خط مشرقی سے پہنچتا ہے تا وجیرت کے جواب کے واسطے عرصہ دو ماہ کا ہونا چاہئے، بندہ کو اس وقت سوا آپ کے اور کوئی نہیں یاد آیا، امیدوار ہوں کہ اکثر یہاں کے لوگ ناواقف ہیں، چند باتیں میں سوال میں لاتا ہوں ان کا جواب دیجئے گا، فقط۔

(۱) انگریز کے ولایت کی چند چیزیں ایسی ہیں جو کہ بوجہ یہاں دستیاب نہ ہونے کو اُن کو استعمال کرنا اوّل تو مکھن وہاں سے گائے کے دودھ کا ٹین کے بکس میں بند ہو کر آتا ہے اُس پر گائے کا نمونہ بھی بنا ہوتا ہے اس کو خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس طرف سے گائے کا دودھ ٹین کے بکس میں آتا ہے چند شخص کہتے ہیں یہ اچھا ہے چند شخص اعتراض کرتے ہیں دیکھا ہوا کوئی صحیح نہیں بتلاتا صرف سُنے ہوئے پر برتتے ہیں۔

(۳) ایک قسم کا دانت صفا کرنے کا بجائے مسواک کے انگریزی برش ہے اُس سے دانت خوب صفا ہوتے ہیں، چند شخص کہتے ہیں اس کا دستہ ہاتھی دانت کا ہے اور سینگ کے بال ہیں فرض کیا اگر سینگ کے بال ہیں اُن کو منہ میں لینا کیسا ہے؟ چونکہ کوئی اُس سے اصلا خبر نہیں رکھتا عقل سے ہاتھی دانت بتاتے ہیں۔

(۴) یہ کہ بکری ہم نے اپنے ہاتھ سے ذبح کر دی اس کو اپنے ہاتھ سے پکایا، اس کو انگریز نے اپنے

سامنے رکھ کر چھری اور کانٹے سے علیحدہ کاٹا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ نہ لگا ہے اگر اس کو کوئی شخص غفلت سے کھائے تو کیسا ہے؟

الجواب

(۱تا۳) اصل اشیاء میں طہارت وحلّت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہے محض شبہہ پر نجس وناجائز نہیں کہہ سکتے۔ ردالمحتار میں ہے:

لایحکم بنجاستھا قبل العلم بحقیقتھا[1]۔ حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے اشیاء کی نجاست کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی التاتارخانیۃ من شك فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والمسلمون والکفار وکذا مایتخذہ اھل الشرك او الجھلۃ من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب[2] اھ ملخصاً

تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے جسم، لباس یا برتن کے بارے میں شک ہو کہ آیا وہ ناپاک ہیں یا نہیں تو جب تک اس کا شک یقین کی حد تک نہ پہنچے وہ پاک ہی تصور ہوں گے اور یہی حکم ہے کنوؤں، تالابوں اور گھڑوں کے بارے میں جو راہوں میں رکھے گئے ہوں اور مسلمان، کافر، چھوٹے بڑے سب ان سے سیراب ہوتے ہوں۔ اسی طرح مشرکین وکفّار اور جاہل وناواقف مسلمانوں کی تیار کردہ اشیائے خوردونوش کا حکم ہے (کہ محض شک سے ناپاک متصور نہیں ہوں گی) اھ ملخصاً (ت)

ہاں اگر کچھ شبہہ ڈالنے والی خبریں سُن کر احتیاط کرے تو بہتر لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[3] (اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ (اس کے متعلق) ایسا ایسا کہا گیا ہے۔ت) مگر ناجائز وممنوع نہیں کہہ سکتے سینگ جانور یہاں تک کہ مردار کا بھی پاک ہے

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الانجاس دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۰

[2] " " " " ۱/۱۰۲

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

مسند امام احمد بن حنبل عن عقبہ بن حرث دار الفکر بیروت ۴/۷

اس کی بنی مسواک منہ میں لینی جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وحافرھا وقرنھا طاھر[1] اھ ملتقطا۔

سوائے سُور کے ہر مردار کے بال، کھُر اور سینگ پاک ہوتے ہیں اھ ملتقطا۔ (ت)

البتہ خنزیر کے بالوں کا برش نجس ہے اور اُس کا استعمال حرام، اُس سے دانت مانجنا ایسا ہے جیسے پاخانے سے، اور وہ بھی بلادِ یورپ سے آتے اور علانیہ بکتے ہیں، معلوم ہونے کی صورت میں تو صریح حرام ہی ہے اور شُبہہ کی حالت میں بھی بچنا ہے، اور اصل تو یہ ہے کہ مسواک کی سنّت چھوڑ کر نصرانیوں کا برش اختیار کرنا ہی سخت جہالت وحماقت اور مرضِ قلب کی دلیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) اُس کھانے والے پر کچھ الزام نہیں، ہاں کسی کافر خصوصاً ان بلاد میں انگریز کے ساتھ کھانے یا معاذاللہ اس کا جُھوٹا کھانے یا پینے سے احتراز ضرور ہے۔

لما فیہ من مخالطۃ الکافر وقد قدمنا کراھۃ مخالطۃ اھل الباطل والشر مطلقا فکیف الکافر فکیف اذا کان مسلطا بالحکومۃ والنفوس والموسوسۃ تحب التقرب الیہ ولما فیہ من اساءۃ ظنون المسلمین بنفسہ وقد روی الامام احمد عن ابی الغادیۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاك وما یسوء الاذن[2] ولما فیہ من ایقاع غیرہ فی الغیبۃ ونفسہ فی التھمۃ وقد جاء عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم بل یروی فی ذالك عن النبی صلی اللہ

کیونکہ اس میں کفار سے میل جول پایا جاتا ہے حالانکہ ہم اس سے پہلے اہلِ باطل اور اہلِ شر سے مطلقاً میل جول کی کراہت بیان کر آئے ہیں پھر کیسے کافر سے اور کیسے حکومت پر جبراً مسلط شخص سے میل جول کا جواز ہوسکتا ہے (یعنی اس کا حال تو زیادہ سنگین اور خطرناک ہے پس یہ کیسے روا ہوسکتا ہے) اور وسوسے ڈالنے والے نفوس تو چاہتے ہیں کہ ان کے تقرب میں گرفتار رہوں نیز اس میں مسلمانوں کے ہاں بدگمانی پائی جانے کا امکان ہوتا ہے۔ امام احمد نے ابوالغادیہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے (اے بندو!) اپنے آپ کو ان کاموں سے بچاؤ جو کانوں کو بُرے

---

[1] درمختار — کتاب الطہارۃ — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل — بقیہ حدیث ابی الغادیہ — المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۶

تعالیٰ علیہ وسلم[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ لگیں اور اس میں دوسروں کو غیبت میں اور اپنے آپ کو تہمت میں ڈالنا ہے جبکہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مقاماتِ تہمت سے بچے یعنی وہاں نہ ٹھہرے بلکہ اس باب میں حضور نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۷ از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ایک ڈنڈی دار پیالے میں جس میں کچھ بال نہ پڑا ہو اگر ہم نے اس میں چائے بنائی اس کو قوم نصارٰی نے آکر ڈنڈی پکڑ کر صرف اُٹھالیا وہ چائے ہم کو پینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز ہے، مسلمانوں کے مذہب میں چھوت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۸ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسلمان جوائنٹ کے کاروبار کرتے ہیں ان کے یہاں کُمہار نوکر ہیں، اگر یہ کُمہار ہندو کبھی کچھ اپنے یہاں سے پُوری پکوا کر لائیں یا بازار سے اپنی آمدنی میں سے مٹھائی وغیرہ خرید کر کے دیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہوگا یا نہیں؟ اور نیز عام اہلِ ہنود کے یہاں کے کھانے کا جو بطریق رسم کچھ بھیجیں لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کے ہدیے قبول بھی فرمائے ہیں اور رَد بھی فرمائے۔

کسرٰی بادشاہِ ایران نے ایک خچر نذر کیا، قبول فرمایا۔

الحاکم فی المستدرك عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ان کسرٰی اھدی للنبی صلی اللہ تعالٰی

حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کسرٰی شاہِ ایران نے آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹
حاشیۃ الطحطاوی فصل مایکرہ للصائم " " " ص ۳۷۱

علیه وسلم بغلة فرکبها بحبل من شعر ثم اردفنی خلفه[1] قال الحافظ الدمیاطی فی ذٰلك نظر لان کسری مزق کتابه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فبعید ان یهدی له[2] اقول یرد نظره حدیث الاٰتی واما استبعاده فقد اجاب عنه العلماء بجوابین ذکرهما الزرقانی فی شرحه[3] علی المواهب فی ذکر بغاله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک خچر بطور تحفہ بھیجا اور آپ نے اس پر سواری فرمائی جبکہ اس کی لگام بالوں کی رسّی تھی اور آپ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا۔ حافظ دمیاطی نے فرمایا اس میں اشکال ہے اس لئے کہ کسرٰی نے آپ کا نامہ مبارک چاک کردیا تھا اور یہ بات ناقابلِ فہم اور بعید ہے کہ اس نے آپ کے لئے تحفہ بھیجا ہو۔ میں کہتا ہوں محدّث دمیاطی کے اعتراض کو اگلی حدیث مسترد کر رہی ہے۔ رہا اس کا بعید کہنا تو اہلِ علم حضرات نے اس کے دو جواب دیئے ہیں جن کو علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کے خچروں کے شمار کے سلسلے میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

یُونہی بادشاہِ فدک نے چار اُونٹنیاں پُر بار نذر کیں، قبول فرمائیں، اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بخش دیں۔

رواه ابوداؤد[4] عن بلال المؤذن رضی الله تعالٰی عنه وفیه انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لبلال فاقبضهن واقض دینك۔

اس کو امام ابوداود نے حضرت بلال مؤذن کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اس میں مذکور ہے کہ حضور صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: ان پر قبضہ کرکے اپنا قرض ادا کردو۔ (ت)

قیصر روم وغیرہ سلاطین کفّار کے ہدایا قبول فرمائے۔

احمد والترمذی عن امیرالمؤمنین علی کرّم الله تعالٰی وجهه قال اهدی کسرٰی لرسول الله صلی الله تعالٰی

امام احمد اور ترمذی نے امیرالمؤمنین حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کسرٰی بادشاہِ ایران نے حضور صلّی اللہ تعالٰی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس دارالفکر بیروت ۳/ ۵۴۱

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر بغالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۳۸۹

[3] " " " " " " " " " " " " ۳/ ۳۸۹

[4] سنن ابی داوٗد کتاب الخراج والفیئ باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۰

علیہ وسلم فقبل منہ واھدی قیصر فقبل منہ واھدت لہ الملوك فقبل منھا۔[1]

علیہ وآلہٖ وسلم کو تحفہ بھیجا تو آپ نے اس کا تحفہ قبول فرمایا۔ اسی طرح قیصرِ روم (روم کے بادشاہ) نے تحفہ بھیجا وہ بھی آپ نے قبول فرمایا۔ اسی طرح دیگر بادشاہوں نے بھی ہدیے بھیجے تو آپ نے وہ بھی قبول فرمائے۔ (ت)

قُتیلہ بنت عبدالعزّٰی بن سعد اپنی بیٹی حضرت سیدتنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس آئی اور کچھ گوشت کے زندہ جانور، پنیر، گھی ہدیہ لائی۔ بنت الصدیق نے نہ لیا، نہ ماں کو گھر میں آنے دیا کہ تُو کافرہ ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مسئلہ پُوچھا، آیت اُتری:

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین۔[2]

اللہ تعالٰی ان کافروں کے ساتھ نیک سلوک سے تمھیں منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑے۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہدیہ لو اور گھر میں آنے دو۔[3]

رواہ الامام احمد عن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

امام احمد نے اس کو عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

یہ حدیثیں تو جواز کی ہیں ـــــ اور عیاض رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پیش از اسلام کوئی ہدیہ یا ناقہ نذر کیا، فرمایا: تو مسلمان ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا:

انی نھیت عن زبد المشرکین۔ رواہ[4] احمد و ابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح۔

میں کافروں کی دی ہوئی چیز لینے سے منع کیا گیا ہوں (امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔ ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن علی بن ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۵ - ۹۶
جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین امین کمپنی اردو بازار لاہور ۱/۱۹۱

[2] القرآن الکریم ۶۰/۸

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی بن ابی طالب المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۵

[4] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین امین کمپنی اردو بازار لاہور ۱/۱۹۱

یونہی ملاعب الاسنہ نے کچھ ہدیہ نذر کیا، فرمایا: اسلام لا۔ انکار کیا۔ فرمایا:

انی لا اقبل ھدیۃ مشرک۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] عن کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں فرماتا۔ (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بسندِ صحیح اسے روایت کیا ہے۔ ت)

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

انا لا نقبل شیئا من المشرکین۔ رواہ احمد[2] والحاکم عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ہم مشرکوں سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتے (اس کو امام احمد اور حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

اسی طرح اور بھی حدیثیں رد و قبول دونوں میں وارد ہیں،

فمنھم من زعم ان الرد نسخ القبول ورد بجھل التاریخ و منھم من وفق بان من قبل منھم فاھل کتاب لا مشرک کما فی مجمع البحار، اقول قد قبل عن کسری ولم یکن کتابیا الا ان یتمسک فی المجوس سنوا بھم سنۃ اھل الکتاب غیر ناکحی نساءھم ولا اکلی ذبائحھم[3]۔

ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ ہدیہ رد کرنے نے اس کا قبول کرنا منسوخ ہوا اور یہ غلط ہے کیونکہ تاریخ معلوم نہیں، اور بعض نے دونوں میں مطابقت اور موافقت پیدا کی کہ جن کا ہدیہ قبول فرمایا وہ اہلِ کتاب تھے مشرک نہ تھے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) آپ نے کسرٰی شاہِ ایران کا ہدیہ قبول فرمایا حالانکہ وہ اہلِ کتاب میں سے نہ تھا بلکہ مجوس سے تھا۔ مگر یوں استدلال کیا جائے کہ مجوس نے اہلِ کتاب کی روش اختیار کی البتہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں۔ (ت)

اس بارہ میں تحقیق یہ ہے کہ یہ امر مصلحت وقت و حالت ہدیہ آرندہ و ہدیہ گیرندہ پر ہے اگر تالیف قلب کی نیت ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے ہدایا و تحائف لینے دینے کا معاملہ رکھنے میں اسے اسلام

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۳۸ المکتبۃ الفیصلیۃ ۱۹/۷۰
[2] مسند امام احمد بن حنبل عن حکیم ابن حزام المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۰۳
[3] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر حدیث ۱۵۳۳ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۳/۱۶۲

کی طرف رغبت ہوگی توضرور لے اور اگر حالت ایسی ہے کہ نہ لینے میں اُسے کوفت پہنچے گی اور اپنے مذہب باطل سے بیزار ہوگا تو ہرگز نہ لے، اور اگر اندیشہ ہے کہ لینے کے باعث معاذ اللہ اپنے قلب میں کافر کی طرف سے کچھ میل یا اس کے ساتھ کسی امرِ دینی میں نرمی و مداہنت راہ پائے گی تو اس ہدیہ کو آگ جانے اور بیشک تحفوں کا رغبت و محبت پیدا کرنے میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تھادوا تحابوا۔ رواہ ابویعلٰی[1] بسند جید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ زاد ابن عساکر وتصافحوا یذھب الغل عنکم[2] و عندہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رفعتہ تھادوا تزدادوا[3] حبا الحدیث۔

ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو تاکہ آپس کی محبت میں اضافہ ہو۔ ابویعلٰی نے اس کو جید سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے یہ اضافہ کیا کہ ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرو (یعنی ہاتھ ملایا کرو) اس سے تمہارا باہمی کینہ دُور ہوگا اور اسی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے ہدیہ دیا کرو تاکہ تمہاری باہمی محبت میں اضافہ اور ترقی ہو، الحدیث۔ (ت)

ایک حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الھدیۃ تذھب بالسمع والقلب والبصر۔ رواہ الطبرانی[4] فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ حسنہ السیوطی و ضعفہ الھیثمی وغیرہ۔

ہدیہ آدمی کو اندھا بہرا، دیوانہ کر دیتا ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی نے اس کی تحسین فرمائی جبکہ ہیثمی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا۔ (ت)

نیز حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الھدیۃ تعور عین الحکیم۔ اخرجہ الدیلمی[5]

ہدیہ حکیم کی آنکھ اندھی کر دیتا ہے (دیلمی نے بسند

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰

[2] " " " " حدیث ۱۵۰۵۶ " " " "

[3] " " عن عائشہ صدیقہ حدیث ۱۵۰۵۷ " " " "

[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۴۸۸ المکتبۃ الفیصلیۃ ۱۷/ ۱۸۳

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۶۹۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۳۵

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند ضعیف۔

ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔ (ت)

اور اگر نہ کچھ مصلحت ہو نہ کچھ اندیشہ تو مباح ہے چاہے لے چاہے نہ لے،

وقد بنی الامر فی ذلک علی المصالح علماؤنا الکرام کما نقلہ فی الباب الرابع عشر من کراھیۃ الھندیۃ[1] عن المحیط عن الامام الفقیہ ابی جعفر وغیرہ فراجعہ۔

ہمارے علمائے کرام نے اس معاملہ میں مختلف مصالح پر بنیاد رکھی ہے، جیسا کہ اس کو فتاوٰی ہندیہ کی بحث کراہت چودھویں باب میں بحوالہ محیط امام فقیہ ابوجعفر وغیرہ نے نقل کیا ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ (ت)

پھر اُن کا پکایا ہُوا یا ہدیہ دیا ہُوا گوشت تو حرام ہے جب تک اپنے سامنے جانور ذبح ہو کر بغیر نگاہ سے غائب ہوئے سامنے نہ پکا ہو اور اس کے سوا اور پکائی ہُوئی چیزیں اور بازار کی مٹھائی دُودھ دہی گھی ملائی سب کا ایک حکم ہے کہ فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹: از ملک بنگالہ شہر نصر آباد قصبہ لاما پاڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: ایک شخص مسلمان سود و رشوت وغیرہ حرام کھاتا ہے اور تجارتی وغیرہ حلال پیشہ بھی اُس کا ہے یعنی مال مختلط حرام و حلال شے ہے اور وہ نماز پڑھتا نہیں، اس کے مکان پر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

جائز بایں معنی تو ہے کہ کھائے گا تو کوئی شے حرام نہ کھائی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شے جو میرے سامنے آئی بعینہٖ حرام ہے،

بہ ناخذ مالم تعرف شیئا حراما بعینہ نص علیہ محرر المذھب الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الذخیرۃ[2] وغیرھا۔

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں چنانچہ مذہب قلمبند کرنے والے امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۸-۳۴۷

[2] " بحوالہ الظہیریۃ " الباب الثانی عشر " " " ۵/ ۳۴۲

مگر احتراز اولٰی خصوصاً جب کہ غالب حرام ہو،

خروجا عن الخلاف وکما فی رد المحتار عن الذخیرۃ عن الامام ابی جعفر احب الی فی دینہ ان لا یاکل ویسعہ حکما ان لم یکن (ذٰلک الطعام) غصبا او رشوۃ[1] الخ۔

تاکہ اختلاف سے نکل جائیں جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے امام ابوجعفر سے روایت ہے کہ آدمی کے دین کے معاملے میں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ وُہ نہ کھائے، جبکہ حکم میں اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ طعام مالِ غصب شدہ اور رشوت وغیرہ سے نہ ہو الخ۔ (ت)

خصوصاً جب کہ یہ شخص سود اور رشوت لینے کے باعث نہ صرف فاسق بلکہ عباد اللہ پر ظالم ہے ایسے فساق سے اظہارِ بغض ونفرت پر سلف صالح کا اجماع قائم ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

طرق السلف قد اختلفت فی اظہار البغض مع اھل المعاصی وکلھم اتفقوا علٰی اظہار البغض للظلمۃ والمبتدعۃ وکل من عصی اللہ تعالٰی بمعصیۃ متعدیۃ منہ الٰی غیرہ[2] الخ۔

علمائے سلف کی روش گناہ کرنے والوں کے ساتھ اظہارِ بغض میں مختلف رہی ہے لیکن ظالموں اور بدعتیوں کے خلاف بغض کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور جو کوئی گناہ کرکے اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے اس کی یہ کارروائی دوسروں تک متجاوز ہوتی ہے الخ۔ (ت)

تو اس کے یہاں کھانے سے اور زیادہ احتراز چاہئے خصوصاً اس کے ساتھ کھانے سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۰: از بلگرام شریف مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب دوم رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میز پر اور ٹیک لگا کر کھانا کیسا ہے؟

الجواب

ٹیک لگا کر کھانا اگر بہ نیت تکبر ہو تو کراہت کیسی حرام ہے،

قال تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا دوزخ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں (یعنی یقیناً ہے)۔ (ت)

ورنہ بلاکراہت درست، بعض اوقات حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بھی اس کا فعل

---

[1] رد المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۷

[2] احیاء العلوم کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ بیان البغض فی اللہ مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/ ۱۶۸

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

مروی،

فقد اخرج ابونعیم عن عبد اللہ بن السائب عن ابیہ عن جدہ وقال ھو وھم والصواب ابن عبد اللہ بن السائب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاکل ثریدا متکئا علی سریر ثم یشرب من فخارۃ[1]

بیشک عبداللہ بن سائب سے بواسطہ اپنے باپ، اپنے دادا، محدث ابونعیم نے اس کو تخریج کیا اور فرمایا: یہ وہم ہے ٹھیک یوں ہے ابن عبداللہ بن سائب عن ابیہ عن جدہٖ (رضی اللہ تعالٰی عنہما) فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو تخت پر تکیہ لگائے کھانا (ثرید) کھاتے ہوئے دیکھا پھر پختہ مٹی کے برتن سے پانی پیتے ہوئے بھی دیکھا۔(ت)

ہاں عادت کریمہ زمین پر دسترخوان بچھاکر کھانا تناول فرمانا تھی اور یہی افضل،

اخرج الامام احمد فی کتاب الزھد عن الحسن مرسلا والبزار نحوہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی بطعام وضعہ علی الارض[2]، واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صنعھا علی الحضیض ثم قال انما انا عبد اٰکل کما یاکل العبد واشرب کما یشرب العبد[3]، واخرج الدارمی و

امام احمد نے کتاب الزہد میں امام حسن سے بغیر سند (یعنی مرسلاً) تخریج فرمائی۔ محدث بزار نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی سے تخریج فرمائی۔ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اسے زمین پر رکھ دیتے۔ محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً تخریج فرمائی یعنی حضرت ابوہریرہ نے حضور اقدس سے روایت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ کار یہ تھا کہ کھانا زمین پر رکھ کر خود زمین پر بیٹھ جاتے اور فرماتے میں ایک بندہ ہوں اس لئے اس طریقے سے

---

[1] ابونعیم

[2] الزہد لاحمد بن حنبل دار الدیان للتراث القاہرہ ص ۱۱

[3] اتحاف السادۃ بحوالہ الدیلمی عن ابی ہریرہ ۳۹۳/۸ و ابن عدی فی الکامل دار الفکر بیروت ۱۹۷۱/۵

الحاکم وصححہ واقرّوہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لاقدامکم و اخرجہ ابویعلی بمعناہ وزاد وھو السنّۃ۔

کھاتا اور پیتا ہوں جس طریقے سے ایک غلام یعنی بندہ کھاتا اور پیتا ہے۔ نیز دارمی اور حاکم نے تخریج کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور انھوں نے اسے ثابت رکھا اور حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جُوتے اتار دو کیونکہ ایسا کرنا تمھارے قدموں کے لئے زیادہ باعثِ راحت ہے اور ابویعلٰی نے اس مفہوم کی تخریج کی البتہ اس میں یہ اضافہ کیا کہ یہ سنّت ہے (ت)

شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے:

(وضع الطعام علی الارض احب الٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السفرۃ وھی) ای والحال ان السفرۃ (علی الارض) لا علی شیئ اٰخر فوق الارض۔[2]

دسترخوان پر کھانا رکھ کر کھانا آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پسند تھا اور حالت یہ ہوتی تھی کہ دسترخوان زمین پر بچھا ہوتا تھا نہ کہ کسی اور چیز پر جو زمین کے اوپر ہو۔

عین العلم اور اس کی شرح میں ہے:

(یاکل علی السفرۃ الموضوعۃ علی الارض) فھو اقرب الٰی ادبہ علیہ الصلٰوۃ والسلام و تواضعہ لمقام الانعام (فالخوان والمنخل والاشنان والشبع من البدع وان لم تکن مذمومات غیر الشبع) فانہ

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اس دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے جو زمین پر بچھا ہوتا پس مقامِ انعام میں یہ چیز حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ادب اور تواضع کے زیادہ قریب ہے لہذا دسترخوان بچھانا جو زمین کی بجائے کسی اور چیز پر بچھا ہو یہ آپ کو ناپسند تھا۔ چھلنی سے چھانا ہوا آٹا، اُشنان (خوشبودار گھاس)

---

[1] سنن الدارمی کتاب الاطعمۃ باب خلع النعال عند الاکل دار المحاسن القاہرۃ ۲/۳۴
[2] شرح شرعۃ الاسلام لسید علی زادہ فصل فی سنن الاکل والشرب مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ ص ۲۴۳

منہ موٹھ اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور سیر ہوکر کھانا یہ (سب) بدعات میں سے ہیں (یعنی سنّت میں شامل نہیں) اگرچہ سیری کے علاوہ باقی کام مذموم نہیں البتہ سیری مذموم ہے اھ مختصراً، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۱ ازبریلی محمڈن بورڈنگ ہاؤس بریلی مرسلہ عظمت حسین صاحب ذیلقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت وجماعت اس بارے میں کہ آیا شیعوں کے ہمراہ ان کے مکان پر تیار شدہ کھانا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ بات جو مشہور ہے کہ شیعہ اہلسنّت وجماعت کو کھانا خراب کھلاتے ہیں اس کا کیا ثبوت عقلی یا نقلی ہے؟ اور نقلی ہے تو کس کی کتاب سے اور کس کتاب سے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

روافض کے ساتھ کھانا کھانا، اُن کی تقریباتِ سرور میں دوستانہ شریک ہونا اور جو امور ولاء و وداد ومحبت پر دلالت کریں اُن سے احتراز واجتناب کی نسبت احادیثِ کثیرہ واقوالِ ائمہ وافرہ متظافرہ وارد ہیں، ازاں جملہ حدیث ابن حبان وعقیلی وغیرہما کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتجالسوھم[2] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے پاس بیٹھو۔

قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3] میل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

اور فرماتا ہے:

ولاتقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[4] یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

یہ بات کہ یہ نامقید فرقہ جب اہلسنّت کے بعض ناواقفوں کو کھانا دیتا ہے خراب کرکے دیتا ہے اس پر

---

[1] شرح عین العلم لملّا علی قاری الباب السابع مطبع اسلامیہ لاہور ص

[2] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[4] " ۶/۶۸

کسی دلیل و برہان عقل کے قیام کے کیا معنی، یہ امور متعلق بشہادت ہیں، مشہور اسی طرح ہے والعلم عند اللہ (حقیقی علم کا مالک اللہ تعالٰی ہی ہے۔ ت) اور اس کا پتا اُن کی اُن حرکات سے چلتا ہے جو خاص حرم محترم مکہ معظمہ میں ان کی بیباکیوں سے صادر ہوتی ہوئی سُنی ہیں اور بعد اطلاع سزائیں دی جاتی ہیں، فقیر جس زمانے میں حاضر حج تھا خدام کرام کعبہ معظمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک رافضی نے حرم مبارک میں پیشاب کیا کہ اہلسنت کے کپڑے خراب ہوں، اسی زمانے میں مسموع ہوا کہ کوئی خدا ناترس معاذ اللہ حجرِ اسود شریف پر کوئی گندی چیز لگا گیا کہ مسلمان ایذا پائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۲: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اکثر عرق جو کہ انگریزی دواخانوں میں فروخت ہوتے ہیں اور نہایت ہاضم مشتہی مبہی مسمن بدن ہیں مگر ہم کو اُن کی ساخت کی کیفیت بالکل معلوم نہیں، اور اُن میں نشہ بھی مطلق نہیں، نہ کچھ سرور اور کیفیت ہے، لیکن وُہ شراب کے نام سے موسوم ہیں اور بقیمت گراں فروخت ہوتے ہیں لیکن نشّہ مطلق نہیں خواہ کئی گلاس پی لے جائیں، تو ایسے عرق کے جواز میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

اصل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت و اباحت ہے، جب تک نجاست یا حُرمت معلوم نہ ہو حکم جواز ہے۔

فی ردالمحتار ھذہ الدودۃ ان کانت غیر مائیۃ المولد وکان لھادم سائل فھی نجسۃ والا فطاھرۃ فلا یحکم بنجاستھا قبل العلم بحقیقتھا[۱] اھ و فیہ عن التتارخانیۃ من شك فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا ما یتخذہ اھل الشرك کالسمن والخبز والاطعمۃ والثیاب[۲] اھ ملخصًا۔

ردالمحتار میں ہے، اگر کیڑے پانی میں پیدا نہ ہوں اور ان میں بہتا خون ہو تو یہ نجس (ناپاک) ہیں بصورتِ دیگر یہ پاک ہیں لہذا جب تک ان کی حقیقت معلوم نہ ہو ان پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اھ اور اسی میں تتارخانیہ کے حوالے سے ہے کہ جس شخص کو اپنے جسم، لباس اور برتن کے پاک ہونے میں شک ہو تو جب تک شک یقین میں نہ بدل جائے وہ پاک ہی متصور ہونگے۔ اسی طرح مشرکین کی تیار کردہ اشیاء خورد و نوش اور ملبوسات وغیرہ از قسم گھی،

---

[۱] ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۰
[۲] ؍؍ باب الانجاس ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۱۰۲

مٹھائی، کھانا اور کپڑے وغیرہ اس وقت تک پاک اور قابلِ استعمال سمجھی جائیں گی جب تک ان میں کسی ناپاک نجس چیز کی ملاوٹ یا لگاوٹ کا یقین حاصل نہ ہو اھ ملخصاً (ت)

مگر ان عرقوں کا بنام شراب مشہور ہونا سخت شبہہ ڈالنے والا ہے اور اس کا مؤید یہ ہے کہ نصارٰی کو شراب سے بے حد اشتغال ہے اُن کے یہاں کی رقیق اشیاء میں کم کوئی چیز اس نجاست غلیظہ سے خالی ہوگی اور کچھ نہ ہو تو اسپرٹ کی شرکت اکثر ہوتی ہی ہے کوئی ٹنچر اس سے پاک نہیں اور ایسی شرکت اگرچہ موجب سکر نہ ہو نجس وحرام کر دیتی ہے اگر شراب کا کچھ میل نہ ہوتا تو اسے شراب کا نام دینے کی کیا وجہ ہوتی، تو جب تک حال تحقیق نہ ہو اس سے احتراز ہی میں سلامت ہے۔ حدیث میں ہے:

ایاك وما یسوء الاذن[1] جو کچھ کانوں کو بُرا لگے اس سے بچو۔ (ت)

ہمیں شرع مطہر نے جس طرح بُرے کام سے بچنے کا حکم فرمایا بُرے نام سے بھی احتراز کی طرف بلایا، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لوگوں نے دریائی سُوّر کا حکم پوچھا۔ فرمایا: حرام ہے۔ عرض کی: وہ سُوّر نہیں ہوتا۔ فرمایا: تمہیں نے اُسے اس نام سے تعبیر کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۳ حامداً ومصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید سود خوار کے یہاں کھانا کھانا مسلمانوں کو اور وعظ مولود شریف پڑھ کر اُسے سُود خوار سے کچھ لینا اور اُس کا پیسہ مسجد میں لگانا گیارھویں مولود شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا اور کپڑا وغیرہ خیرات کرنا حالانکہ اُسی زید سود خوار کے یہاں تجارت چرم فروشی وغیرہ وزمینداری مالگزاری بھی ہوتی ہے، ان سب صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جب اُس کے یہاں رزق حلال کے ذرائع تجارت زراعت بھی موجود ہیں تو امور مذکور میں کچھ حرج نہیں جب تک کسی خاص روپیہ کی نسبت معلوم نہ ہو کہ یہ وجہ حرام سے ہے، امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ کما فی الھندیۃ عن الذخیرۃ۔[2] ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا واضح نہ ہو، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغادیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۷۶

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

ہاں بنظرِ مصالح شرعیہ اُس کی زجروتوبیخ اورنگاہِ مسلمانان میں اُس کے فعل کی تقبیح کے لئے اُس کی دعوت سے احتراز خصوصاً مقتدار عالم کو انسب واولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ زید نے ظاہر پیر کے نام پر بکرا یا مُرغا چڑھایا اور رات بھر اگیاری کرائی یعنی بکرے کے گوشت کو آگ کے پاس رکھ کر اور جھنڈی گاڑ کر آگ میں لونگ جلائی اور گھی جلایا اور ڈبرو یعنی دَف بجوا کر گانا کرایا اور اُس نے اُسی گوشت کا کھانا پکوا کر مسلمانوں کی دعوت کی، اور جس شخص نے نیاز کرائی ہے وہ مردہ بھی کھاتا ہے، اس کے یہاں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس قسم کا کھانا نہ کھائے اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مسلمانوں کو اُس کے یہاں کا کھانا کھانا اُس سے بات چیت کلام سلام کرنا نہ چاہئے جبتک وہ توبہ کرے اُس پر توبہ فرض ہے اور از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵، ۲۱۶

از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں،

(۱) سُود خوار کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہے تو بیان فرمائیے۔

(۲) بے نمازی کے گھر کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صُورت ہو تو ارشاد فرمائیے، اور کبھی کبھی جو شخص نماز پڑھتا ہے اس کو بے نمازی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو مطلقاً نہیں پڑھتا ہے اور جو گاہے گاہے پڑھتا ہے ان دونوں شخصوں میں کیا فرق ہے؟ بیّنوا اللہ، توجروا عند اللہ (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بیان کرو تاکہ اس کے ہاں اجروثواب پاؤ۔ت) فقط۔

الجواب

(۱) جائز ہے جب تک خاص اس شئی کا جو اس کے سامنے لائی گئی حرام ہونا تحقیق نہ ہو،

فی الھندیۃ عن الظھیریۃ عن الفقیہ ابی اللیث قال قال محمد وبہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم[1]

فتاوٰی ہندیہ بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ، فقیہ ابواللیث سے مروی ہے، فرمایا امام محمد نے ارشاد فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کی صورت کو نہ جانیں۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی مذہب ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

ہاں عالم مقتدا کو بلاضرورت مطلقاً احتراز چاہیے کہ اُس کا گناہ عوام کی نظر میں ہلکا نہ ہوجائے۔

فی الھندیۃ عن الملتقط یکرہ للمشھور المقتدٰی بہ الاختلاط الٰی رجل من اھل الباطل والشر الابقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین ایدی الناس[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

فتاوٰی ہندیہ میں ملتقط سے نقل کیا ہے کہ کسی مشہور مقتداء اور پیشوا کو اہلِ باطل اور اہلِ شر سے میل جول اور آمدورفت رکھنا مکروہ ہے مگر بقدر ضرورت، کیونکہ وُہ لوگوں کے سامنے بڑے ہوجائینگے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) یہاں جواز پہلی صورت سے بھی اظہر ہے کہ ترک نماز کا مال وطعام پر کیا اثر ہے اور عالم مقتدا کو بے ضرورت اس سے احتراز مؤکد تر ہے کہ ترکِ نماز کبیرہ اخبث واکبر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ترك الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جھارا[2] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس کسی نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی تو وہ کھلم کھلا کافر ہوگیا (یعنی حدِ کفر تک پہنچ گیا کیونکہ مرتکب کبیرہ بغیر انکار کے کافر نہیں ہوتا جیسا کہ اصول مقررہ ہے) امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

اور نماز کبھی نہ پڑھنا یا بلاعذر شرعی ترک کردینا احکام میں دونوں یکساں ہیں جب تک توبہ نہ کریں دونوں سخت اشد فاسق مرتکب اخبث کبیرہ ہیں ہاں جتنی بار زیادہ ترک کریگا کبائر کا شمار اور گناہوں کا بار بڑھتا جائے گا والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۲۲۱ تا ۲۲۳ از اترولی ضلع اعظم گڈھ محلہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۰ رجادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ملت محمدی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم از روئے قرآن وحدیث وفقہ کے اس بارے میں کہ ایک فرقہ مسلمان گازروں یعنی دھوبیوں کا جو اپنا پیشہ پارچہ شوئی کا کرتے ہیں اور اس وقت تک بموجب رواج قدیم اس قصبہ اترولی کے مسلمانوں کے کھانے پینے میں شریک نہیں ہیں یعنی مسلمان یہاں کے اُن کا کھانا پانی نہیں کھاتے پیتے ہیں اور اس کو سخت بُرا سمجھتے ہیں اب وُہ فرقہ مسلمان دھوبیوں کا اس امر کا خواہشمند ہے کہ ہمارا کھانا پینا سب مسلمان کھائیں پیں اور ہم کو مسلمانوں میں ملائیں اور ہم کو احکام شرع سکھائے جائیں اور اب ہم نماز پڑھیں گے اور اس کو ترک نہ کرینگے۔ چنانچہ وہ اکثر نمازی ہوگئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں اور مسجدوں میں آکر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۶

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۳۳۷۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۲۱۱

کلمہ ونماز وغیرہ یاد کرتے ہیں آیا ان مسلمان دھوبیوں کو مسلمانوں میں شامل نہ کیا جائے اور اُن کو احکامِ شرع نہ سکھائے جائیں اور اُن کا کھانا پانی مسلمان نہ کھائیں پئیں اور ان سے موافق رواجِ قدیم اس قصبہ کے متنفر رہیں اور اُن کی دلجوئی نہ کریں یا یہ سب امور اُن کے ساتھ کئے جائیں؟

(۲) جن مسلمانوں نے اُن مسلمان دھوبیوں کے گھر کا کھانا پانی کھایا ہے بعد اُن کے نمازی ہونے کے کیا وہ مسلمان کھانے والے کچھ گنہگار ہیں یا نہیں؟

(۳) بے نمازی مسلمان دھوبیوں کے گھر کا جو اپنا پیشہ پارچہ شوئی کا کرتے ہیں پینا درست ہے یا نہیں اور اس مسئلہ کا حکمِ شرعی کیا صرف دھوبیوں کی قوم سے خصوصیت رکھتا ہے یا سب اقوامِ اہلِ اسلام اس حکم میں شامل ہیں؟

(۴) جو مسلمان اس قصبہ کے بموجب رواجِ قدیم کہتے ہیں کہ مسلمان دھوبیوں کو مسلمانوں میں نہ ملایا جائے اُن کا کھانا پانی نہ کھایا پیا جائے اور اُن مسلمانوں کو بھی بُرا کہتے ہیں جو کہ نمازی مسلمان دھوبیوں کے گھر کا کھانا کھا آئے ہیں اور اُن سے نفرت رکھتے ہیں، مسلمان تنفر کرنے والے اور بُرا کہنے والے گنہگار ہیں یا نہیں؟

(۵) جو مسلمان بے نمازی یا نمازی پیشہ ناجائز کھلم کھلا کرتے ہیں جیسے نقالی وقوالی وشراب فروشی و سودخواری وغیرہ اُن کے گھروں کا کھانا پینا اور مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) جن اقوام مسلمان نمازی یا بے نمازی کی عورات بموجب روایت قدیم کے پردہ نشین نہیں ہیں اُن کے گھروں کا کھانا پینا اور مسلمانوں کو درست ہے یا نہیں؟

(۷) اہلِ ہنود کی دُکان یا مکان یا ہاتھ کی اشیاء تر وخشک خوردنی یا نوشیدنی غذائی یا دوائی کھانا پینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اُنھیں مسلمانوں میں ملانا اور احکامِ دین سکھانا فرض ہے اور نفرت دینا دلانا باوصف درخواست تعلیم شریعت سے محروم رکھنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا۔[1] (خوشخبری سُناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ ت)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: لتبیننہ للناس۔[2] (تم اسے لوگوں کے لئے ضرور بیان کرو۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۷

(۲) اُنھوں نے بہت اچھا کیا اُن پر کچھ الزام نہیں۔

(۳) عوام ہندوستان نے چھُوت کا مسئلہ کفارِ ہند سے سیکھا ہے، دھوبی ہر قسم کے کپڑے طاہر و نجس سب کچھ دھوتے ہیں اس لئے ہندو چھُوت مانتے ہیں، جاہل مسلمان بھی اُنھیں کی پیروی کرتے ہیں اور خود ہندوؤں کے مکانوں اور دُکانوں سے دُودھ، دہی، پُوری، کچوری، مٹھائی سب کچھ کھاتے ہیں حالانکہ تمام ہندو سخت گندے رہتے ہیں اور اُن کے پانی برتن نہایت گھن کے قابل ہیں۔ مسلمان دھوبیوں سے ظاہر یہی ہے کہ وُہ ضرور اپنے کھانے پانی میں طہارت کا خیال رکھتے ہونگے اور ہندوؤں سے اصلًا اس کی امید نہیں جس قوم کے یہاں گوبر پوِتر ہو یعنی پاک کرنے والا، انھیں طہارت سے کیا علاقہ، البتہ جو دھوبی یا کوئی قوم طہارت کا لحاظ نہ رکھے اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے اور نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں جب تک کسی خاص کھانے کی نجاست تحقیق نہ ہو، اسی بناء پر ہنود کے یہاں کا کھانا پینا سوائے گوشت کے جائز رکھا گیا ہے اگرچہ بہتر بچنا ہے۔

کما نص علیہ فی نصاب الاحتساب وغیرہ وبیناہ فی فتاونا غیر مرۃ۔ جیسا کہ نصاب الاحتساب میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور ہم نے اس کو اپنے فتاوٰی میں متعدد بار بیان کیا ہے۔ (ت)

(۴) ہاں یہ بے جا و بلا وجہ شرعی تنفر کرنے اور مسلمانوں کو بُرا کہنے والے گنہگار ہوئے۔

(۵) جس کا ذریعۂ معاش صرف مالِ حرام ہے اس کے یہاں سے بچنا ہی اولٰی ہے تحرزا عن الخلاف (اختلاف سے بچتے ہوئے۔ ت) مگر کوئی کھانا حرام نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ خاص یہ کھانا وجہ حرام سے ہے عملا باصل الحل (حِل کے اصل ہونے پر عمل کرتے ہوئے۔ ت) ہاں یہ جُدا بات ہے کہ ایسے فاسقوں سے خلط ملط مناسب نہیں خصوصًا ذی علم کو۔

(۶) اگر وُہ موٹے اور خوب گھیر دار کپڑے پہنے سر سے پاؤں تک جسم ڈھانپے نکلتی ہیں کہ سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں کے بال یا گلا یا بازو کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کچھ ظاہر نہیں ہوتا جب تو حرج نہیں ورنہ وہ عورتیں فاسقہ اور اُن کے مرد دیوث ہیں ان سے احتراز چاہئے اُسی بناء پر کہ فاسقوں سے میل جول مناسب نہیں ورنہ اصل کھانے میں حرج نہیں۔

(۷) اس کا جواب نمبر ۳ میں آگیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۴ مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق سعد اللہ لودی ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ
مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرق تاڑ جس کو اس ہندوستان میں تاڑی کہتے ہیں بذاتہٖ حلال ہے یا حرام؟ تاڑی ایسی صورت میں کہ شب کو نیا برتن تاڑ میں لگایا جائے اور علی الصباح اتار لیا جائے اور اُس میں کسی قسم کا سکر نہ پیدا ہو تو حلال ہے یا حرام؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

تاڑی فی نفسہٖ ایک درخت کا عرق ہے جب تک اس میں جوش وسکر نہ آئے طیب وحلال ہے جیسے شیرۂ انگور، لوگوں کا بیان ہے کہ اگر کورا گھڑا وقتِ مغرب باندھیں اور وقتِ طلوع اتار کر اُسی وقت استعمال کریں تو اس میں جوش نہیں آتا، اگر یہ امر ثابت ہو تو اُس وقت تک وُہ حلال وطاہر ہوتی ہے جب جوش لائے ناپاک وحرام ہوئی۔ مگر اس میں تنقیح طلب یہ امر ہے کہ آیا حرارت ہوا بھی چند گھنٹے یا چند پہر ٹھہرنے کے بعد اُس عرق میں جوش وتغیر لاتی ہے یا نہیں، اگر ثابت ہو کہ شام کے وقت تاڑی چند پیڑوں سے بقدرِ معتدبہ نکال کر کسی ظرف میں بند کرکے صبح تک رکھ چھوڑیں تو ہرگز متغیر نہ ہوگی جب تک آفتاب نکل کر دیر تک دھوپ سے اس میں فعل نہ کرے جوش نہیں لاتی تو اس صورت میں وہ بیان مذکور ضرور پایۂ ثبوت کو پہنچے گا ورنہ صراحۃً معلوم ہے کہ شام کو جو گھڑا لگایا جائے گا تاڑی اُس میں صبح تک بتدریج آیا کرے گی تو وُہ اجزاء کہ اوّل شام آئے تھے طول مدّت کے سبب حرارت ہوا سے اُن کا تغیر مظنون ہے اور جوش وتغیر محسوس نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ وُہ اجزاء جنھیں مدت اس قدر نہ گزرے کہ ہنوز تغیر کی حد تک نہ پہنچے کثیر وغالب ہیں اس تقدیر پر اُس سے احتراز میں سلامتی ہے۔

مسئلہ ۲۲۵ مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب از زمیورہ تھانہ بھوجی پورہ پرگنہ بریلی ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکی اور ایک لڑکے نے خاکروب کی لڑکی سے روٹی چھین کر کھالی۔ ایک لڑکی کی عمر چودہ برس کی اور دوسری کی گیارہ برس کی، اور لڑکے کی عمر دس برس کی، اب اُن کے ساتھ کھانا کھانا یا اُن کے ہاتھ کی کوئی چیز لینا اور کنوئیں سے پانی بھروانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت) بعض صاحبوں نے فرمایا ہے کہ روٹی کے کھانے سے یا خاکروب کے چھونے سے کوئی نقصان نہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو جس مسلمان کا جی چاہے وہ خاکروب کی روٹی کھائے اور پانی پیئے، پھر علحدہ کیوں کیا ہے۔ خاکروب کو

بھی اپنے کنوئیں سے پانی بھرنے دینا اور اس کے کنوئیں سے آپ پینا جائز ہے لہذا بندہ امیدوار ہے کہ جناب جواب باصواب مع مہر اعلیٰ کے مرحمت فرمائیں۔ آپ کا کفش بردار ممتاز حسین

الجواب

اول لڑکی لڑکوں کے مربیوں پر لازم ہے کہ انھیں پوری کافی تنبیہ کریں کہ آئندہ ایسی حرکت پھر نہ کریں اوّل تو روٹی چھین کر کھانا کیسی ناپاک حرکت ہے نابالغ پر اگرچہ گناہ نہ ہو، مگر ایسی حرکات سے انھیں بچانا لازم ہے ورنہ ان کی یہی عادت رہے گی، اور پھر یہ بدخصلت شرعاً معصیت بھی ہوجائے گی، ولہذا اگرچہ نماز بچوں پر فرض نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

مُرُوا صبیانکم بالصلٰوۃ اذا بلغوا سبعا و اضربوھم علیھا اذا بلغوا عشرا[1]
اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں اور نماز پر انھیں مارو جب وہ دس برس کے ہوجائیں۔

دوسرے یہ کہ بھنگی کی روٹی کھانی ضرور شرعاً ممنوع اور آدمی کی سخت بے قدری پر دلیل ہے جس نے یہ کہا کہ بھنگی کی روٹی کھانے پینے میں حرج نہیں اس نے محض غلط کہا وہ شریعت مطہرہ کے مصالح سے آگاہ نہیں۔ جو بات عام مسلمانوں کی نفرت کی موجب ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشروا و لا تنفروا[2]
خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ (ت)

جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون ہو انگشت نما ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم[3]
جو کوئی اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت والے مقامات پر ٹھہرنے سے پرہیز کرے۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۰
[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹
حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ما یفسد الصوم " " " ص ۳۷۱

جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انھیں فتنے میں ڈالے گی اور انھیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق[1] ۔

بلاشبہہ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو فتنے میں ڈالا (پھر اس جرم) سے توبہ نہ کی تو ان کے لئے عذاب دوزخ ہے اور جلا دینے والی آگ کا عذاب ہے۔ (ت)

مسلمان کہ بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں، نہ شرعاً اصل ہے، اور وہ عادت فاشیہ ہونے کے باعث طبیعت ثانیہ ہو رہا ہے تو ضرور وہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا اور اپنے کنوئیں سے اس کا پانی بھرنا گوارہ نہ کریں گے، اب اگر اس نے اس پر صبر کیا تو خود اپنے ہاتھوں بلا میں پڑا، اپنی عاقبت تنگ کی اور اس کے قریب رشتہ داروں نے بھی اسے برادری سے نکالا تو قطع رحم کا بھی باعث ہوا اور وہ سخت حرام ہے، اور اگر اس سے صبر نہ ہوا تو ضرور اس کے باعث فتنہ اٹھنے فساد پھیلنے کا اندیشہ قوی ہے، اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[2] ۔

فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت جرم ہے (ت)

حدیث میں ہے:

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[3] ۔

فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے لہذا جو کوئی اسے جگائے اس پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (ت)

غرض بہت وجوہ سے یہ فعل شرعاً نادرست ہے اوّل لڑکی لڑکوں کو اُن کے مربی تنبیہ کریں اور مسلمانوں کو اُن سے توبہ کرائیں اس کے بعد اُن کے ساتھ کھانے پینے، کنوئیں سے پانی بھرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت)۔

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۸: بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر موضع میں بد جانور کا گوشت

---

[1] القرآن الکریم ۸۵/۱۰

[2] القرآن الکریم ۲/۱۹۱

[3] الجامع الصغیر بحوالہ الرافعی عن انس حدیث ۵۹۷۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۰

41

کھاتے ہیں اُن کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) مسلمان کو قصداً شکار سُوّر کا کرنا اور بلم سے مارنا اور کُتّے سے، اور اہلِ ہنود کو کھلانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) سُود لینے والے کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اگر اس کی آمدنی اور جگہ سے بھی ہے تو اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجروثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جو کفار اُس بدجانور کو کھاتے ہیں جیسے ٹھاکر وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ ان کے یہاں کی روٹی سے بھی احتراز کیا جائے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُن کے برتن اور بدن سب نجس ہوتے ہیں، اور یہی حال اُن کے بامنوں وغیرہ اقوام کا بھی ہے کہ وہ سُوّر نہ کھائیں تو گوبر اور بچھیا کا مُوت تو اُن سب کے نزدیک پاک بلکہ پلیتر ہے، وہ سب نجس ہیں مگر شریعت آسان ہے جب تک کسی خاص شئے میں حرمت یا نجاست کا حال معلوم نہ ہو ہمارے لئے پاک وحلال ہے ورنہ بازار کا دودھ، گھی، مٹھائی سب کا یہی حال ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں :

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[1] ہم اسی کو لیتے ہیں (یعنی عمل کرتے ہیں) جب تک کسی شئی کے حرام ہونے کو پہچان نہ لیں (ت)

(۲) سُوّر اگر کھیتی وغیرہ کو ضرر دے یا اُس سے انسان یا مویشی پر حملہ آوری کا اندیشہ ہو تو اُسے کُتّے سے شکار کرنا خواہ بلم یا بندوق سے مارنا جائز بلکہ مستحب، بلکہ بعض اوقات میں فرض وواجب ہے، مگر ہنود وغیرہ کسی کافر کو اس کا کھلانا یا اس کے پاس بھجوانا سخت حرام ہے کہ کھانا اور کھلانا ایک حکم ہے۔ اشباہ میں ہے :

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2] جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ (ت)

(۳) سُود خور کے یہاں نہ کھانا بہتر ہے خصوصاً عالم ومقتدا کو، اور فتوٰی وہی ہے کہ جب تک کسی خاص مال کی حُرمت معلوم نہ ہو منع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

مسئلہ ۲۲۹ از شہر محلہ جامع مسجد ۱۴ جمادی الاولٰی

حلال جانور مادہ سے نر جانور حرام جفتی کرے جو بچّہ اس سے پیدا ہو خواہ بشکل مادہ یا نر یا دونوں کی شکل ہو وہ بچہ حرام ہوگا یا حلال ؟

الجواب

مادہ جب حلال ہے تو بچّہ حلال ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے، وھو الصحیح کما فی الھدایۃ[1] وغیرھا (اور یہی صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ (کتب فقہ احناف) میں مذکور ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۰

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی فاتحہ کا کھانا مردوں کو کھانا چاہئے یا نہیں ؟

الجواب

چاہئے، کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۱

ضرورت کو حرام چیز کھانا یا استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

اگر بھوک پیاس سے مرتا ہو اور کوئی شے پاس نہیں اور جانے کہ اس وقت کھائے پئے گا نہیں تو مر جائے گا ایسی صورت میں حرام شے کھانا یا پینا اس قدر جس سے اُس وقت جان بچ جائے جائز ہے یوہیں اگر سردی سخت ہے اور پہننے کو حرام کے سوا کچھ پاس نہیں اور نہ پہنے تو مر جائے گا یا ضرر پائے گا تو اتنی دیر پہن لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۲

شراب پینا خدا کے راستے کو روکتی ہے یا نہیں ؟ بیّنوا و توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

بیشک ضرور روکتا ہے اور اس کے پینے والے پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] الہدایۃ

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۷: از بمبئی محلہ چونا بھٹی مسئولہ مولوی عبدالقادر صاحب مدرس اول مدرسہ کوکن سیٹھ
۵ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) اولیائے کرام کے مزار پر واسطے فاتحہ وامداد مردوں عورتوں کو جانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) شادی میں دف، تاشہ بجانا درست ہے یا نہیں؟

(۳) شادی میں لڑکیوں کا گانا درست ہے یا نہیں؟

(۴) تیجہ، دسواں، چہلم کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

(۵) مسائلِ بالا کو نادرست کہنے والا کیا سمجھا جائے، از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) مزاراتِ اولیاءِ کرام پر بلحاظ آداب ومراعات احکام شرعیہ فاتحہ واستمداد واستفادہ کے لئے مردوں کا جانا جائز ومندوب ومحبوب ومرغوب ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

از اولیاء مدفونین انتفاع واستفادہ جاری ست[1]۔ اہلِ قبور اولیاء سے فائدہ اور استفادہ جاری ہے یعنی ہر دور میں لوگوں کا معمول ہے (ت)

مگر عورتوں کو حاضری سے روکنا ہی انسب واسلم ہے،

کما افادہ فی الغنیۃ وبیّناہ فی فتاوٰنا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ جیسا کہ "الغنیہ" میں اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۲) دف کہ بے جلاجل یعنی بغیر جھانجھ کا ہو اور تال سم کی رعایت سے نہ بجایا جائے اور بجانے والے نہ مرد ہوں نہ ذی عزت عورتیں، بلکہ کنیزیں یا ایسی کم حیثیت عورتیں اور وہ غیر محل فتنہ میں بجائیں تو نہ صرف جائز بلکہ مستحب ومندوب ہے،

للامر بہ فی الحدیث والقیود مذکورۃ فی ردالمحتار وغیرہ وشرحنا ھا۔ حدیث میں مشروط دف کے بجانے کا حکم دیا گیا اور اس کی تمام قیود کو فتاوٰی شامی وغیرہ میں ذکر

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیاء مدفونین سورۃ عبس مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

فی فتاوٰنا۔ | کردیا گیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تشریح کردی ہے۔ (ت)

اس کے سوا اور باجوں سے احتراز کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جواری کا اطلاق لڑکوں اور چھوکریوں دونوں پر آتا ہے کنیزوں کا گانا کہ محض طبعی طور پر ہو، نہ قواعد موسیقی پر تعلیم کیا ہوا، اور اس میں فحش وغیرہ کوئی امر خلافِ شرع نہ ہو، نہ اس میں فی الحال فتنہ ہو نہ آئندہ فتنہ کا اندیشہ ہو، محل سرور مثل نکاح وعیدین میں مضائقہ نہیں رکھتا اور بہت چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اگر بطور خود کچھ آواز نکالیں جو غیر مردوں کو نہ پہنچے تو یہ بھی فی نفسہٖ ایسا منکر نہیں جس پر شرعًا مواخذہ ہو اور اپنی حیثیت وعزت وعرف وعادت کے اختلاف سے یہاں اختلاف ہوجائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) تیجہ، دسواں، چہلم سب جائز ہیں جب بہ نیت محمودہ وبطور محمودہ ہوں اور اُن کا کھانا مساکین فقراء کے لئے چاہئے، برادری کی دعوت کے طور پر نہ ہو،

فان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور، فتح[1] وغیرہ۔ | دعوت کا جواز خوشی میں ہوتا ہے نہ کہ مواقع غم میں، فتح القدیر وغیرہ۔ (ت)

(۵) یہ مسائل محض فرعیہ ہیں مگر اول وچہارم میں مطلقًا کلام ان بلاد میں شعارِ وہابیہ ہے اور وہابی ایک سخت گمراہ بددین فرقہ ہے جس کا حال الکوکبۃ الشہابیہ وسل السیوف الہندیہ والنہی الاکید وفتاوی الحرمین وحسام الحرمین وغیرہا تصانیفِ فقیر سے ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۸: از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ جناب احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کس شخص کی ضیافت خواہ مسلمان ہو خواہ کافر نہ کرنی چاہئے اور کس شخص کی نامنظور کرنی چاہئے اور کیوں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

مرتد کی نہ دعوت کرے نہ اس کی دعوت میں جائے، نہ اس سے کوئی معاملہ میل جول کا رکھے، یونہی کفار خصوصًا وہ جو ذمی یعنی سلطنتِ اسلامیہ میں رہ کر مطیع الاسلام نہ ہوں اُن سے بھی کوئی برتاؤ محبت ودوستی کا نہ کرے ہاں مصلحت شرعیہ ہو تو اس کی دعوت کرے بھی اور کھائے بھی جس کی بدمذہبی

---

[1] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۰۲

حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو اور بلا مصلحت اُس سے کیا فاسق معلن بیباک سے بھی بچے خصوصاً مضرت دینی کا خوف ہو جب تو احتراز سخت لازم ہوگا مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے یہاں شادی میں ناچ یا ناجائز باجا ہے وہ اسے بلاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میں جاؤں گا تو اُسے روک سکوں گا اُسے میرا کہنا ضرور ماننا ہوگا تو بالقصد جائے اور اگر سمجھے کہ میں اپنا شریک ہونا ممنوعات کے نہ ہونے پر موقوف کردوں کہ اگر یہ باتیں نہ کرو تو آؤں گا تو اُسے میری ایسی خاطر ہے کہ اُن باتوں سے باز رہے گا تو ہرگز نہ جائے جب تک وہ منہیات ترک نہ کردے۔ دوسری مثال اس سے میل جول نرم برتاؤ رکھنے میں امید ہے کہ یہ راہ پر آجائے اُس کا دل نرم ہے حق قبول کرلے گا تو حدِ جائز تک آشتی برتے اور رجانے کہ میل جول میں مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کی محبت اثر کرجائے تو آگ سمجھے دور بھاگے عام لوگوں کو اسی اخیر صورت کا لحاظ چاہئے، ولہٰذا حدیث میں صاف فرمایا:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1] والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اُن سے دُور ہو اور اُن کو اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے، اور اس کا علم (جس کی بزرگی سب سے بڑھ کر ہے) سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۹: مرسلہ محمد بشیر الدین طالب علم مدرسہ امداد العلوم محلہ بانسمنڈی کانپور ۲۵ صفر ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر از مال حلال واز مال کسبے چاہے کند و مالِ حرام زیادہ باشد آب آں چاہ حلال ست یا حرام وچاہ راچہ حکم ست ویران کند یا نہ؟ بینوا توجروا۔

اہل علم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص حلال اور کمائی کے مال سے کنُواں کھدوائے جبکہ حرام مال زیادہ ہو تو ایسے کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے یا حرام؟ اور کنویں کا کیا حکم ہے؟ کیا اسے ویران (غیر آباد) کردے یا نہ کرے؟ بیان فرماؤ تاکہ اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب

آب بہرحال حلال ست لانہ مباح حتی لا یملکہ مالک البئر کما ھو

بہرحال اُس کنویں کا پانی استعمال کرنا جائز ہے اس لئے کہ وہ مباح ہے۔ یہاں تک کہ کنویں کا

---

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

مصرح بہ فی عامۃ کتب المذھب و چاہ را ویران کردن ضرور نیست اگر آں مال حرام زر نقد بود فان اشتراء بہ لا یورث خبثا فی المشتری علی مذھب الکرخی المفتی بہ مالم یجتمع علیہ العقد والنقد ولیس معھودا فی البیاعات ھنا بل اختار فی الطریقۃ المحمدیۃ الفتوی علی القول الثالث ان الخبث لا یسری الیہ اصلا ولو اجتمعا و اگر نفس خشت و خشب کہ بآنہا تعمیر چاہ کردند مال حرام بود اگر مالک معلوم ست باذن او اباحت تواں شد و اگر مضائقہ کند قیمت تواں گرفت علی التفصیل المعلوم فی الساجۃ المذکور فی الدر وغیرہ و اگر معلوم نیست لقطہ شد پس باذن قاضی و آنجا کہ قاضی نیست باجازت عالم سنی افقہ بلد و صوابدید عمائد مسلمین صرف چاہ تواں شد کما فی الخانیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مالک بھی اس کا مالک نہیں (یعنی اس میں تصرف اور پابندی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا) جیسا کہ مذہب کی عام کتابوں میں تصریح موجود ہے، اور کنویں کو غیر آباد کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اگر وہ مال حرام نقدی زر ہو تو اس کے ساتھ اُسے خریدنا۔ امام کرخی کے مذہب میں خرید کردہ چیز میں خباثت نہیں پیدا کرتا۔ اور یہی قابل فتوٰی مذہب ہے بشرطیکہ اس پر عقد اور نقد کا اجتماع نہ ہو۔ پس خرید و فروخت کے باب میں یہاں یہ معہود (متعین) نہیں بلکہ طریقہ محمدیہ میں ایک تیسرے قول کو پسند فرمایا کہ بالکل خباثت اس تک سرایت ہی نہیں کرتی اگرچہ دونوں عقد و نقد کا اجتماع ہو۔ اگر صرف اینٹ، لکڑی کا جس سے کنویں کی تعمیر کرتے ہیں حرام مال کی ہو، اگر مالک معلوم ہو تو اس سے اجازت اور اباحت ہو سکتی ہے (یعنی لی جا سکتی ہے) لیکن اگر تنگدل ہو تو قیمت وصول کرلے اُس معلوم تفصیل کے مطابق جو درمختار وغیرہ میں مذکور ساگوان لکڑی کے متعلق گزر چکی ہے۔ اور اگر مالکِ اشیاء معلوم نہ ہو تو پھر وہ چیزیں لقطہ (یعنی گری پڑی چیز) کی طرح ہو گئیں، تو فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ کی تصریح کے مطابق اُن چیزوں کو کنویں پر خرچ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ قاضی اجازت دے، اگر وہاں قاضی موجود نہ ہو تو پھر وہاں کے بڑے فقیہ سُنّی عالم اور عام مسلمانوں کے اکابرین کی صوابدید پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲ از شہر محلہ بہاری پور متصل مسجد بی بی جی مرحومہ مسئولہ جناب نواب سلطان احمد خان صاحب

۲۸ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

خاکی انڈا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ وُہ تنہا مادہ کی منی منعقد مستحیل بطبیب ہے جیسے اورانڈے نر و مادہ دونوں کی منی مستحیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱ ار جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ فی الحال امامت کرتا ہے وُہ جاکر نوروز کو رافضی کے یہاں کھانا کھا آیا جبکہ ہم لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کیا لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کیا کہ امام کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے، ہم نے یہ کہا کہ روافض کے یہاں کھانا پینا مجالست شریعت مطہرہ میں قطعًا حرام ہے، ان میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ زمانہ حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں یہود و نصارٰی بھی تھے جبکہ اُنھوں نے حضور پُرنور شافع یوم النشور کی دعوت کی حضور نے قبول فرمایا اور تناول بھی فرمایا، ہم نے یہ کہا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے کبھی یہودی و نصرانی کے یہاں تناول نہ فرمایا، اُس کے اُوپر اُنھوں نے کہا کہ رنڈی و سُود خوار و زانی کے یہاں بھی نہ کھانا چاہئے کیونکہ وہ بھی گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں، اس کے اوپر ہم نے کہا کہ رافضی و یہودی و نصرانی قطعی کافر ہیں اس لحاظ سے ہم کو اُن کے یہاں کھانا حرام ہے اور رنڈی و زانی و سُود خوار سب کے سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ آپ اس کا ثبوت دیجئے کہ کافر ہیں، اس پر وہ کوئی ثبوت نہ لاسکے خاموش بیٹھے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر اُن کے نزدیک بھی نہیں ہیں اب ہم کو بحکمِ شریعت زید کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور روافض وغیرہ کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اس کا جواب بالتشریح والتوضیح و حوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ تاکہ اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

زانی، شرابی، سُود خوار کے یہاں کھانا خلافِ اولٰی ہے مگر وہ کافر نہیں اور یہود و نصارٰی کافر ہیں، پھر یہود و نصارٰی باوصف کفر کے کافر اصلی ہیں مرتد نہیں۔ اور رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی مرتد ہیں اور احکامِ دُنیا میں مرتد سب کافروں سے بدتر ہے، اور کافروں کو بادشاہِ اسلام جزیہ لے کر اپنے ملک میں رکھے گا بشرطِ جزیہ اُن کے جان و مال کی حفاظت کرے گا لیکن مرتد کو تین دن سے زیادہ زندہ نہ رکھے گا، تین دن میں مسلمان ہوگیا تو بہتر ورنہ سلطانِ اسلام اُسے قتل کر دے گا۔ مرتد کے یہاں کھانا کھانے جانا اُس سے میل جول سب حرام ہے، زید اگر جاہل ہے اور ناواقفی میں یہ حرکت اُس سے ہُوئی اور اب معلوم ہونے پر علانیہ توبہ کرے تو خیر، ورنہ وہ امامت کے قابل نہیں، فورًا معزول

کیا جائے۔

قال اللہ تعالٰی لاترکنواالی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] وقال تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (یعنی اُن سے میل ملاپ نہ رکھو) ورنہ تمھیں آگ (دوزخ) چھوئے گی (مراد یہ کہ آتشِ دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے)۔ اور نیز ارشاد فرمایا، اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۲: ۱۱ رجمادی الاخرٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درمیان اس مسئلہ کے زید خاندان قادریہ وچشتیہ میں خلیفہ ہے اور مولود خواں بھی ہے اور علمِ فارسی میں دخل رکھتا ہے، علاوہ ازیں کلام نعتیہ میں اس کی تصنیفات بھی موجود ہیں اور حاجی بھی ہے، اور یہ زید کو علم تھا کہ بکر قادیانی ہے دانستہ اُس کے مکان پر واسطے کھانا کھانے گیا لہذا اس کی نسبت ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور زید سے محفل مولود شریف پڑھوانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید گنہگار ہوا، اس نے حکم شریعت کے خلاف کیا، اس سے علانیہ توبہ لی جائے، اگر نہ مانے تو اس سے محفل شریف نہ پڑھوائی جائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ ہیڈ ماسٹر اسکول ٹ شہر تھانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ شہر کی مارکیٹ جس میں گوشت بکتا ہے اس میں ایک مجوسی نے سُور کاٹا اور صاف کیا، لوگوں نے گوشت لینا بند کر دیا، اور مسلمانوں کا خیال ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] و [3] " " ۶/ ۶۸

کہ جب تک اس مارکیٹ کا فرش اور وہ مقام جس پر ہم کو شک ہے نکال نہ دیا جائے ہم گوشت اس مقام سے ہرگز نہ خریدیں گے، کیا آپ اجازت دیں گے کہ فرش وغیرہ مشکوک اشیاء کو خارج کر دیا جائے یا کوئی دوسری صورت اختیار کی جائے تاکہ شک رفع ہو اور وہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اُس ناپاک ملعون جانور کی نجاست مثل پاخانے کے ہے ہر نجاست دھو کر زائل کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کے لئے فرش وغیرہ بالکل نکال دینا ضرور نہیں اور نکال دیا جائے تو اور بہتر ہے مگر یہاں زیادہ قابلِ توجہ یہ ہے کہ مجوسی کے ہاتھ کی بکری ذبح کی ہُوئی بھی سوئر کے مثل ہے اور جہاں مجوسی ذابح ہو یا مجوسی بھی ذابح ہو اور اس کا کاٹا ہُوا اور مسلمان کا ذبیحہ دلیل صحیح شرعی سے متمیز نہ ہو وہاں سے کسی حلال جانور کا گوشت خریدنا، کھانا، کھلانا سب حرام ہے۔ یُونہی اگر مجوسی گوشت بیچتا ہو اور حلفاً کہے کہ یہ جانور مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا ہے جب بھی اُس کا خریدنا حرام ہے مگر یہ کہ مسلمان نے ذبح کیا اور وہ یا اور مسلمان اُس وقت سے خریداری کے وقت تک اُس جانور کو دیکھتا رہا کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا وہ مسلمان کہے کہ یہ میرا یا فلاں مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے اس وقت خریداری جائز ہے۔ حدیث میں مجوس کی نسبت ہے:

سنوابهم سنة اهل الكتاب غير ناكحى نسائهم ولا اٰكلى ذبائحهم[1]

اُن (آتش پرستوں) سے اہلِ کتاب کی روش اور طریقہ اختیار کرو سوائے اس کے کہ اُن کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور نہ اُن کا ذبیحہ کھاؤ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیة عن جامع الجوامع لابی یوسف من اشتری لحما فعلم انه مجوسی واراد الرد فقال ذبحه مسلم یکره اکله اھ ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا یثبت الحرمة[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تتارخانیہ میں جامع الجوامع سے حضرت امام ابویوسف سے روایت ہے کہ جس شخص نے گوشت خریدا پھر اسے معلوم ہوا فروخت کرنے والا تو آتش پرست ہے تو اس نے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے جھٹ کہہ دیا کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے تو اُس گوشت کا کھانا مکروہ ہے اھ پس اس کا حاصل یہ ہُوا کہ صرف بیچنے والے کا آتش پرست ہونا (گوشت

[1] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر حدیث ۱۵۳۲ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۱۷۲/۴
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۱۹/۵

میں) حرمت پیدا کر دیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۴ مرسلہ منشی حاجی محمد ظہور صاحب ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) چند سوداگر مسلمان ایسے ہیں کہ تجارت بھی کرتے ہیں اور سُود بھی کھاتے ہیں اور زمیندار بھی ہیں ایسوں کے یہاں کا کھانا پینا اور لڑکی لڑکوں کا بیاہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہنود عام طور پر سُود کھاتے اور زمینداری و دکانداری بھی کرتے ہیں اُن کے یہاں کا کھانا جو بسبب رسم بھیجتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہر دو شخصوں کے یہاں کا کھانا آئے اور نہ کھایا جائے تو کس کو دیا جائے؟

(۳) ایک شخص بسبب اپنی ضرورتوں کے روپیہ لے کر سُود دیتا ہے اس کے یہاں کا کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ سُود کا ہے مثلاً سُود میں چاول لے تھے یا چاول کی کٹوتی بغیر شرائط شرعی کی تھی وہی چاول پکائے ہیں تو اس کا کھانا جائز نہیں، اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سُودی روپے سے، تو اس کا کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حکم حلت ہے۔ یہ تو اصل اُس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملا نہ چاہیے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[1]

اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اُن سے شادی بیاہت کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے یونہی اگر گھی میں چربی ملی ہو تو ہندو سے خریدنا بھی حرام ہے اور اگر اُن کی پُوجا کا کھانا ہو تو مطلقاً لینا منع ہے اور اگر مفاسد سے خالی ہو تو لے لینے بھی حرج نہیں اور نہ لینا بہتر، اور اگر لینے میں اسلام کی طرف اس کی رغبت کی امید ہے تو لینا بہتر، جو کھانا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

ان دونوں جوابوں میں ناجائز بتایا اُس کا لینا ہی منع ہے، لے لیا ہو تو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) جو خود سُود نہیں کھاتا صحیح ضرورت کے سبب سُودی قرض لیتا ہے اس کے یہاں کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۸ از ضلع نینی تال کاشی پور ڈاکٹر اشتیاق علی بروز یکشنبہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب دام اقبالہ، بعد آداب کے معلوم ہو کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیر و عافیت کا خواہاں، باعثِ تکلیف یہ ہے کہ برائے نوازش ذیل کے سوالوں کا جواب بھیج دیں گے تو بندہ بہت مشکور ہوگا:

(۱) اہلِ کتاب کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اہلِ کتاب عیسائی ہو یا انگریز، ان کا باورچی مسلمان ہو یا عیسائی، یہ بات ضرور ہے کہ یہ لوگ شراب پیتے ہیں اور بدجناور کھاتے ہیں۔

(۲) اہلِ ہنود کے ہاتھ کا پکا ہُوا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) یہاں عیسائیوں خصوصًا انگریزوں کے ساتھ کھانا کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم[1] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ اُن کے ساتھ پانی پیو۔

اُن کے برتن نجاست سے خالی نہیں ہوتے، اور اُن کا باورچی اگرچہ مسلمان ہو ناپاک گوشت پکاتا ہے،

ومن یرتع حول الحمی یوشك ان یقع فیه[2] وھو تعالٰی اعلم جو کوئی چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں جا پڑے۔ وھو تعالٰی اعلم (ت)

(۲) ہندو کے ہاتھ کا پکا ہُوا گوشت حرام ہے مگر اُس صورت میں کہ مسلمان نے ذبح کیا اور اپنی آنکھ سے غائب ہونے نہ دیا اس کے سامنے پکایا اور باقی کھانے اس کے پکائے ہوئے جائز ہیں

---

[1] کنز العمال برمز عق عن انس حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب الحلال بیّن والحرام بیّن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۷۵
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/۲۸

جبکہ پانی یا برتن میں خلط نجاست معلوم نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۹ تا ۲۵۱ از بنارس چھاؤنی محلہ دبوری محال تحانہ سکرو رسیدہ مولوی عبدالوہاب بروز چہارشنبہ بتاریخ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) یہ کہ اگر کسی شخص کو دعوت دے کر بلائے اور وہ شخص دعوت کھا کر کھانے میں عیب نکالے تو وہ شخص گنہگار شرعًا ہے یا نہیں، جائز کہ نہیں، مثلاً کہے کہ گھی کم ہے مرچ زیادہ ہے۔

(۲) یہ کہ کسی مرد مسلمان کا سر برہنہ ہو کر کھانا کھانا از رُوئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟ اور اُس شخص کے ساتھ جو سر برہنہ کھاتا ہو شیطان کھاتا ہے یا نہیں؟ اور خلافِ سنّت ہے یا نہیں؟

(۳) یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کی دعوت کرے تو چند آدمیوں کو لے کر اس شخص کا دعوت میں جانا اور اُن لوگوں کو بھی مجبور کر کے دعوت کھلانا جائز ہے یا نہیں حالانکہ یہ لوگ بلا دعوت ہیں؟

الجواب

(۱) کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہئے مکروہ و خلافِ سنّت ہے۔ عادتِ کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں، اور پرائے گھر عیب نکالنا تو مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمال حرص و بے مروّتی پر دلیل ہے، گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں یہ عیب نکالنا ہے، اور اگر کوئی شَے اسے مضر ہے اسے نہ کھانے کے عذر کے لئے اس کا اظہار کیا نہ کہ بطورِ طعن وعیب، مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں، اور اتنا بھی بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ کو اور تکلیف نہ کرنی پڑے، مثلاً دو قسم کا سالن ہے ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اُسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتا دے، اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے اب اگر نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ کو اس کے لئے کچھ اور منگانا پڑے گا اسے ندامت ہوگی اور تنگدست ہے تو تکلیف ہوگی، ایسی حالت میں مروّت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جو بسم اللہ کہہ کر کھاتا ہے شیطان اُس کے ساتھ نہیں کھا سکتا اور جو بغیر بسم اللہ کے کھائے شیطان اس کے ساتھ کھائے گا اگرچہ سر پر سو کپڑے ہوں، ننگے سر کھانا ہنود کی رسم اور خلافِ سنّت ہے، ہاں کوئی عذر ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) بلا دعوت جو دعوت میں جائے اُسے صحیح حدیث میں فرمایا: دخل سارقًا وخرج مغیرًا[۱] چور بن کر گیا اور

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی اجابۃ الدعوۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۹ (امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۹)

لٹیرا ہوکر نکلا خصوصاً جبکہ دعوت عام نہ ہو تو معہود و معروف سے زائد آدمی لے جانا سخت ناجائز ہے مثلاً جو لوگ عادی ہیں کہ بے آدمی کے ساتھ لئے ہوئے کہیں نہیں جاتے اُن کی جو دعوت کرے گا آپ جانے گا کہ ساتھ آدمی ہوگا المعروف کالمشروط (جو بات لوگوں کے عرف اور رواج میں مشہور ہے وہ طے شدہ شرط کی طرح ہے۔ ت) ہاں اگر کسی بے تکلفی والے نے دعوت کی اور کچھ حاجتمند ہیں کہ یہ اُن کو ساتھ لے گیا اور ان کا بار اس پر نہ پڑے گا خواہ یُوں کہ دستر خوان وسیع ہے اور دل فراخ یا یُوں کہ اُن کی کفالت یہ خود کرے گا اور اُسے ناگوار نہ ہوگا تو حرج نہیں، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما نے غزوہ خندق میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دعوت کی اور دو صاحبوں کے قابل کھانا پکایا، جب یہ دعوت کو عرض کرنے گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باٰواز بلند ارشاد فرمایا کہ اہلِ خندق! جابر تمہاری ضیافت کرتا ہے۔ وہ ایک ہزار صحابہ کرام تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اور جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا، جب تک ہم تشریف نہ لائیں کھانا نہ اتارا جائے[1] کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ گھبرائے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ مقدسہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حال بیان کیا کہ یہاں دو ہی آدمیوں کے قابل کھانا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع ایک ہزار صحابہ کے تشریف لاتے ہیں، ان بی بی نے کہا: آپ کو اس کی کیا فکر ہے جو لاتے ہیں وہی سامان فرمانے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے آٹے اور ہانڈی میں لعابِ دہن اقدس ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ روٹی پکانے والی بلالو اور ہانڈی چُولھے پر رہنے دو۔ اُس قلیل آٹے اور گوشت سے ایک ہزار صحابہ کو پیٹ بھر کر کھلا دیا اور ہانڈی ویسا ہی جوش مارتی رہی اور آٹا ذرا کم نہ ہوا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: مرسلہ شیخ احمد از بمبئی معرفت حکمت یار خاں بریلی بروز دوشنبہ

۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ ملفوظ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قمار باز جس کا پیشہ سوائے جُوا کے اور کچھ نہ ہو، یا کوئی طوائف ناچنے گانے والی یا کوئی کسبی حرام پیشہ بارھویں شریف یا گیارھویں شریف میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کی نیاز کرے اس کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ ارشاد فرمائیں۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اُس سے مخالطت ویسے ہی نہ چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۹

قال اللہ تعالٰی و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اُس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے مگر مذہب صحیح میں نفسِ طعام حرام نہیں سوا اس صورت کے کہ وہ خود اُسے وجہ حرام میں ملا ہو مثلاً اُجرتِ غنا یا زنا یا رشوت زانیہ میں ناج دیا گیا وہ ناج اس کھانے میں ہے یا اس نے اسے زرِ حرام سے خریدا اور خریداری میں عقد و نقد اُسی مال حرام پر جمع ہُوئے مثلاً وہ زرِ حرام دکھا کر کہا اس کے عوض دے دو یہ تو حرام پر عقد ہوا پھر جب اس نے دے دیا وہی زرِ حرام ثمن میں دیا یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا حرام ہے ورنہ نہیں،

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ ہندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شَے کے متعلق حرام ہونے کو نہ جانیں۔ فتاوٰی ہندیہ بحوالہ ذخیرہ، حضرت امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۳: مسئولہ اشرف علی طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بروز پنجشنبہ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک رنڈی سے نکاح کر لیا ہے اور اس رنڈی کا مال اسباب بھی اپنے مکان پر لے آیا ہے، اب وُہ مال طیّب ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس کے گھر میں کھانا پینا کیسا ہے، اور اس شخص نے اپنا مال بھی اُس رنڈی کے مال میں ملا دیا ہے، بیان کرو ثواب پاؤ گے۔

الجواب

وُہ مال یُوں ہرگز طیب نہیں ہو سکتا اور اس نے اپنا مال اُس سے ملا کر یہ بھی خبیث کر دیا اُس کے یہاں کھانا پینا نہ چاہئے جبکہ رنڈی کا مال غالب ہو، اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو سامنے آیا ہے رنڈی کا مال ہے جب تو اس کا کھانا عین حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

مسئلہ ۲۵۴ بروز سہ شنبہ بتاریخ ۲ رجادی الاولیٰ شریف ۱۳۳۴ھ

کیا حکم ہے شرع مطہرہ کا اس میں کہ دعوتِ طعام کون سی سنّت ہے کہ کس دعوت طعام سے انکار کرنا اور قبول نہ کرنا گناہ ہے؟ بالتفصیل ارشاد ہو۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا سنّتِ مؤکدہ ہے جبکہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہا نہ ہو، نہ اور کوئی مانع شرعی ہو، اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے، کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے، باقی عام دعوتوں کا قبول افضل ہے جبکہ نہ کوئی مانع ہو نہ کوئی اُس سے زیادہ اہم کام ہو، اور خاص اس کی کوئی دعوت کرے تو قبول کرنے نہ کرنے کا اسے مطلقاً اختیار ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

دعی الی الولیمۃ ھی طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام وفی الھندیۃ عن التمرتاشی اختلف فی اجابۃ الدعوۃ قال بعضھم واجبۃ لایسع ترکھا وقال العامۃ ھی سنۃ والافضل ان یجیب اذا کانت ولیمۃ والا فھو مخیر والاجابۃ افضل لان فیھا ادخال السرور فی قلب المؤمن واذا اجاب فعل ما علیہ اکل اولا والافضل ان یأکل لو غیر صائم وفی البنایۃ اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول او انشاء الحمد او

کسی کو ولیمہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ اور ولیمہ، شادی کی دعوت کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ہر دعوتِ طعام، ولیمہ کہلاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی سے روایت ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف کیا گیا (یعنی اس کی شرعی حیثیت و نوعیت میں ماہرین قانونِ فقہ کا اختلاف ہے) چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک دعوت قبول کرنا شرعاً واجب ہے۔ لہٰذا اس کے ترک کی کوئی گنجائش نہیں لیکن عام علماءِ کرام نے فرمایا کہ وہ سنّت ہے۔ اور افضل (اور عمدہ) یہ ہے کہ دعوتِ طعام ضرور قبول کرے بشرطیکہ دعوتِ ولیمہ ہو ورنہ اُسے اختیار ہے (یعنی دعوت قبول کرنے نہ کرنے میں وہ خود مختار ہے) لیکن اجابت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک مسلمان کے دل کی خوشنودی ہے (کہ اس طرح کرنے سے اس کو دلی مسرت ہوگی جو کہ اسلام میں مطلوب ہے) اور جب دعوت قبول کرلے تو پھر جو کچھ اس کی ذمہ داری ہے اسے نبھائے کھانا

ماشبهه فلا ينبغی اجابتها لاسيما اهل العلم اھ و مقتضاه انها سنة مؤكدة بخلاف غيرها وصرح شراح الهداية بانها قريبة من الواجب و فی التاتارخانية عن الينابيع لودعی الی دعوة فالواجب الاجابة ان لم يكن هناك معصية ولا بدعة والامتناع اسلم فی زماننا الا اذا علم يقينا ان لا بدعة ولا معصية اھ والظاهر حمله علی غير الوليمة لما مر تامل اھ[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔

خواہ کھائے یا نہ کھائے۔ لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا ضرور کھائے۔ اور البنایۃ شرح الہدایۃ میں ہے کہ اجابتِ دعوتِ طعام سنّت ہے خواہ دعوتِ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔ رہی وُہ دعوت کہ جس سے نام و نمود، نمائش اور فخر و ریا اور قصیدہ گوئی وغیرہ مقصود ہو۔ تو پھر اس قسم کی دعوت کو قبول نہ کرنا اور مسترد کردینا ہی زیادہ مناسب ہے خصوصًا اہلِ علم حضرات کے لئے (یہی زیادہ موزوں ہے) اھ اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ سنّتِ مؤکدہ ہے جس کے علاوہ یہ حکم نہیں، البتہ شارحینِ ہدایہ نے یہ تصریح فرمائی کہ دعوت کا حکم واجب کے قریب ہے۔ تاتارخانیہ میں ینابیع کے حوالے سے منقول ہے کہ اگر کسی کو شمولیت دعوت کے لئے مدعو کیا جائے تو اسے قبول کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت کا کام نہ ہو۔ اور ہمارے زمانے میں زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ دعوت میں شمولیت سے باز رہے۔ ہاں البتہ اگر اُسے قوی یقین ہو کہ وہاں کوئی گناہ اور بدعت نہیں (تو پھر ضرور شریک ہو) اور ظاہر یہ ہے کہ اُسے غیر ولیمہ پر حمل کیا جائے اس وجہ سے جو بات گزر چکی۔ غور و فکر کیجئے اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۵: از بمبئی سندھرسٹ روڈ ۹ شیخ امام علی صاحب اسکریم والے روز شنبہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جھینگا مچھلی کا شمار مچھلیوں میں ہے یا نہیں اور اس کا کھانا ہمارے مذہب میں جائز ہے یا مکروہ یا کیا؟ فقط۔

الجواب

جھینگے میں اختلاف ہے کہ وُہ مچھلی ہے یا نہیں، اگر مچھلی ہے حلال ورنہ حرام، لہذا اس سے بچنے میں احتیاط ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۶: از ملک کاٹھیاواڑ مقام ارٹیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

گوشت ہمیشہ کے واسطے کھانا بعض بولتے ہیں کہ یہ قرآن شریف سے ثابت نہیں، اس کا

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۱

42 خلاصہ لکھنا۔

الجواب

قرآن مجید میں گوشت ہمیشہ کھانے کی کہیں ممانعت نہیں، یہ غلط بات ہے، ہاں نفس پروری کو قرآن مجید نے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ ۲۵۷ بریلی نومحلہ ۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین بیچ اس امر کے، عشرہ محرم الحرام میں شکار کھیلنا مسلمانوں کو درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

جسے کھانے یا دوا کے لئے کسی جانور کی حاجت ہے وہ اگر بقدر حاجت دو ایک جانور مار لائے تو یہ کسی کھیل یا تفریح کا فعل نہ ہوگا۔ آیہ کریمہ اذا حللتم فاصطادوا[1] (لوگو! جب تم (احرام سے فارغ ہو کر) حلال ہوجاؤ تو پھر شکار کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔ ت) اسی کا ذکر ہے مگر بے حاجت مذکورہ تفریح طبع کے لئے جو شکار کیا جاتا ہے وہ خود ناجائز ہے کہ ایک لہو ولعب ہے لوگ خود اُسے شکار کھیلنا کہتے ہیں اور کھیل کیلئے بے زبانوں کی جان ہلاک کرنا ظلم وبے دردی ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

الصید مباح الا للتلھی۔[2] (یاد رکھو) شکار کرنا مباح ہے مگر جب کہ بطور کھیل ہو (تو اس کی اجازت نہیں)۔ (ت)

اسی طرح وجیز کردری وتنویر الابصار میں ہے۔ تو کھیل اور ناجائز کھیل اور عشرہ محرم۔

اناللہ وانا الیہ راجعون، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ بے شک ہم اللہ تعالٰی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ اور اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۸ مرسلہ محمد حسن صاحب فاروقی ضلع پورنیہ ڈاکخانہ اسلام پور ۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ

سُودخوار کے مکان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور جس حال میں کہ سُود کا شُبہہ ہو اُس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اگر زید تمام عمر سُود کا مال جمع کرتا رہا اور اس کے بیٹے عمرو کو بخوبی معلوم کہ یہ مال تمام سُود کا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الصید ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۰۴

تو اس صورت میں بعد مرنے زید کے وُہ مال عمرو کے حق میں حلال ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اور در صورت نہ معلوم ہونے عمرو کے کہ یہ مال سُود کا ہے یا کہ تجارت کا یا اور کوئی کمال حلال کا، مگر درحقیقت وہ مال سود کا تھا، اگر وہ مال حلال سمجھ کر کھائے تو کون گنہ گار ہوگا ؟ فقط

الجواب

جو چیز بعینہٖ سُود میں آئی ہو مثلاً گیہوں یا چاول، اُس کا کھانا بلا شُبہہ حرام ہے۔ اور اگر سُود کے رُپے سے خریدی گئی یُوں کہ وُہ روپیہ دکھا کر کہا گیا کہ اس کے بدلے دے دے اور پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیا تو یہ چیز بھی ناجائز ہوگئی، اور اگر ایسا نہیں تو حُرمت نہیں، مگر سُود خوار کے یہاں کھانے سے احتراز مناسب ہے اور شُبہہ کے مال سے زیادہ احتراز چاہیے مگر حرمت نہیں جب تک معلوم نہ ہو،

بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ هندیة[1] عن الذخیرة عن محمد رحمہ الله تعالٰی۔

ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں۔ ہندیہ (فتاوٰی عالمگیری) میں ذخیرہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

وارث اگر جانتا ہے کہ فلاں روپیہ سُود کا ہے تو اُسے لینا جائز نہیں، مورث نے جس سے لیا تھا اُسے واپس دے یا تصدق کرے اور اگر کسی معین روپے کی نسبت علم نہیں اتنا جانتا ہے کہ اس میں اس قدر روپے حرام کے ہیں تو اتنا روپیہ مستحق کو پہنچائے، اور اگر یہ بھی نہیں معلوم تو لینے والے پر وبال اور اس کے لئے حلال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹: مرسلہ محمد تقی مقام بجسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی رحیم بخش ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
پیشۂ تصویر سے اکل وشرب کیسا ہے ؟ فقط

الجواب

تصویر حرام کے پیشہ سے اکل وشرب جائز نہیں کہ وہ کسب خبیث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۰ تا ۲۶۱: از پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل مارکیٹ گوشت مرسلہ حبیب احمد صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
(۱) ہندو کے ہاتھ کا بنایا ہُوا کھانا یا شیرینی وغیرہ کھانا یا پانی شربت وغیرہ پینا کیسا ہے ؟ اور گڑ اور تیل اور گھی وغیرہ جن میں پانی نہیں جذب ہوتا ہے اُن کا کھانا جائز ہے یا ناجائز ہے ؟ کسی گاؤں میں جہاں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

مسلمان نہ ہو یا ریل کے اسٹیشن پر جہاں مسلمان نہ ہو کیا کرنا چاہیے، ایک واعظ نے کہا تھا کہ ہندو کے یہاں کھانے سے دل میں اندھیرا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ کھانے سے چالیس یوم تک دعا قبول نہیں ہوتی، جب ایک دفعہ کھانے سے چالیس یوم دعا قبول نہیں ہوتی تو روزمرہ کھانے سے قلب بالکل سیاہ ہو جائے گا تو اس کھانے پر حرام قطعی ہونے کا فتوٰی ہونا چاہیے، امید کہ جواب مشرح تحریر فرمایا جائے۔

(۲) بے نمازی قطعی جسے کلمہ تک ابھی تک یاد نہ ہو اس کے ہمراہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور گاؤں والے جو رشتہ دار ہوں اور صفتِ مذکورہ سے موصوف ہوں اُن سے کس طرح سلوک کیا جائے؟

الجواب

(۱) ہندو کے یہاں گوشت کھانا حرام ہے اور اور چیز میں فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1] | ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین چیز کی حرمت کو نہ پہچانیں (ت)

چالیس دن دُعا قبول نہ ہونا محض غلط ہے اور ہندوستان میں رہ کر احتراز دشوار،

ماجعل علیکم فی الدین من حرج۔[2] | اللہ تعالٰی نے دین (اسلام) میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) فاسقوں کے ساتھ سلوک میں سلف صالح کا عمل مختلف رہا ہے اور اس کا مبنی مصلحت شرعیہ ہے جسے یہ جانے کہ نرمی سے راہ پر آئے گا اس سے ہدایت کے لئے میل جول کرے اور جسے یہ جانے کہ میرے قطع تعلق سے اس پر اثر پڑے گا اور گناہ چھوڑے گا اس سے ہدایت کے لئے قطع کرے مگر ماں باپ سے کہ ان سے قطع کی کسی طرح اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از رائے پور چھتیس گڑھ مرسلہ گوہر علی عرائض نویس نیا پارہ اکھاڑا
شراب خواری کی نسبت کیا مسئلہ ہے؟

الجواب

شراب حرام ہے اور سب گندگیوں کی ماں ہے اس کے پینے والے کو دوزخیوں کا جلتا لہو اور پیپ پلایا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

مسئلہ ۲۶۳ تا ۲۶۵: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلورمل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

تقریب طعام شادی کی تین صورتیں ہیں، ہر ایک کی شرکت کا علیحدہ حکم بیان فرمائیں :

(۱) بعض ایسا کرتے ہیں کہ پہلے لوگوں کو دعوت کھلا کر اُسی روز یا دوسرے روز بارات نکالتے ہیں اگرچہ جلسہ دعوت میں باجہ وغیرہ نہیں ہوتا مگر دعوت کھانے والوں کو معلوم ہے کہ دو ایک روز میں جو بارات یہاں سے نکلے گی اس میں باجہ وغیرہ سب ہوگا۔

(۲) بعض لوگ جب دُلھن کو رخصت کرکے گھر لاتے ہیں تب کھانا کرتے ہیں اگرچہ جلسہ دعوت میں کچھ نہیں ہے مگر بارات میں سب کچھ تھا۔

(۳) دُلھن کے گھر دعوت ہے اور اس کے یہاں کچھ باجہ وغیرہ نہیں ہے مگر اس کے یہاں جو بارات آئی ہے اس میں باجہ وغیرہ سب کچھ ہے اور دُلھن کے گھر والوں کی تین حالتیں ہیں ہر ایک کا علیحدہ حکم تحریر فرمائیں :

(۱) بعض تو دُولھا والوں کو فرمائش دے کر باجہ وغیرہ منگاتے ہیں۔

(۲) بعض نہ فرمائش دیتے ہیں نہ منع کرتے ہیں۔

(۳) بعض منع کرتے ہیں مگر دُولھا نہیں مانتا اور باجے کے ساتھ آتا ہے۔

ان تینوں میں کس کے یہاں شرکت جائز ہے، اور کیا اس تیسرے پر شرعاً الزام ہوسکتا ہے، کیوں نہ اُس نے بارات واپس کردی اور کیوں نکاح کردیا، شرکت میں اگر عوام وخواص کا فرق ہو تحریر ہو۔

الجواب

پہلی دو صورتوں میں شرکتِ دعوت میں کوئی حرج نہیں خصوصاً دعوتِ ولیمہ کہ سنت ہے اور اُس میں بلا عذر شرعی نہ جانا مکروہ،

ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

جس نے کسی کی دعوت قبول نہ کی اس نے ابا القاسم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ت)

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الکراہیۃ الحدیث الثالث المکتبۃ الاسلامیہ ۴/۲۲۱

اور تیسری صورت میں وہی دو صورتیں ہیں جو اُوپر گزریں وہ منکرات مکان دعوت میں ہیں یا دوسرے مکان میں، اور وہی احکام ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ وہ کہ فرمائش کرکے ممنوعاتِ شرعیہ منگاتے ہیں سخت گنہگار اور اُن ممنوعات کے کرنیوال سُننے والوں سب کے گناہوں کے ذمہ دار ہیں اُن سب پر گناہ ہوگا اور اُن سب کی برابر اُن پر،

من دعٰی الٰی ضلالۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الٰی یوم القیٰمۃ لاینقص من اوزارھم شیئا[1]

جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو گمراہی کی طرف بُلایا (اور گمراہی کی دعوت دی) تو اس داعی پر اس کا گناہ ہے اور اُس شخص کا بھی گناہ قیامت تک جس نے اس گمراہی پر عمل کیا لیکن اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی (یعنی کاسب اور موجد دونوں کی سزا میں کچھ کمی نہ ہوگی)۔ (ت)

اور وُہ جو نہ منگائیں نہ منع کریں وہ بھی گنہگار ہیں کہ اپنے یہاں گناہ کرنے سے منع کرنا ہر شخص پر واجب ہے اور وُہ کہ منع کریں اور ادھر والے نہ مانیں تو اُس کا ان پر الزام نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[2]

کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائیگی۔ (ت)

اور برات کا پھیر دینا یہ مصالح پر موقوف ہے، اگر کوئی ضرر نہیں ضرور پھیر دے ورنہ اُس ضرر اور اس مفسدہ میں موازنہ کیا جائے جو زیادہ مضر ہو اُس سے بچیں۔

من ابتلٰی ببلیتین فاختار اھونھما[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جو کوئی دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو وُہ ان دونوں میں سے اسے اختیار کرے جو زیادہ آسان اور ہلکی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۶: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدابخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

تقریبِ ولادت یا ختنہ یا گھر بھوج یعنی تیاری مکان میں اکثر لوگ کھانا کرتے ہیں یہ اسراف

---

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء من دعا الی ھدی الخ امین کمپنی دہلی ۲/۹۲
سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹
[2] القرآن الکریم ۶/۱۶۵
[3] اسرار المرفوعۃ حدیث ۸۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۵

ہے یا نہیں اور ان دعوتوں میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں جبکہ اس تقریب میں عورتیں مکان کے اندر ڈھولک سے گاتی بجاتی ہیں اگرچہ مجلسِ دعوت میں کچھ نہ ہو۔

الجواب

مجلس دعوت میں ہو یا دوسرے مکان میں سب کے احکام مفصل اوپر گزرے، اور جبکہ منکرات شرعیہ نہ ہوں اور کھانا نیتِ محمودہ سے ہو تو اسراف نہیں، اور ریاء و تفاخر کے لئے ہو تو حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۷ از موضع کسگنجہ ڈاکخانہ گھونگچائی تحصیل پورنپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ امانت اللہ محرر ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے ہندوؤں کی کسی تقریب میں کھانا کھایا اس میں گوشت مردار جھٹکے کا جس کو ہندو گردن مویشی کی مار کر کاٹتے ہیں زید کے کھانے کے واسطے نہیں دیا، زید نے گوشت مانگا تو ہندوؤں نے انکار کیا کہ مسلمان جھٹکا نہیں کھاتے ہیں، زید نے کہا ہمیں کھانے کو دو ہم جھٹکا کھاتے ہیں۔ ہندوؤں نے زید کو بھی کھانے کے لئے دیا زید نے کھایا، جب اہلِ اسلام کو معلوم ہوا تو اُسے ترک کرکے کھانا کھلانے اور کھانے سے علیحدہ کردیا، جب زید تائب ہوا تو اہل اسلام نے اس کا قصور معاف کرکے زید کو از سرنو ایمان کی تلقین کی اور میلاد شریف پڑھوا کر اُسے شریک کرلیا جس کو عرصہ پانچ برس کا ہوا، اب زید مذکور نے ہمراہی بکر کے ایک چیتل مردار شیر کی ماری ہوئی کاٹ کر گاؤں میں فروخت کی، ایک سپاہی نے خریدنا چاہا تو بوجہ خوف کے سپاہی کو گوشت دینے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تمھارے کھانے کا نہیں ہے مردار ہے، اُس چپراسی نے زید کو زدوکوب کیا، اب شرع شریف کا زید مذکور کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

زید بقید مسخرہ شیطان ہے، اُس کے دین ایمان کا کچھ ٹھیک نہیں، مسلمانوں کو اُس سے پرہیز لازم ہے، اُس سے سلام کلام میل جول سب ترک کردیں اُس کے ہاتھ کا پانی تک کوئی نہ پیے، کیا اعتبار ہے کہ وہ ناپاک پانی مسلمان کو پلائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۸ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

میلاد شریف جس کے یہاں ہو وہ پڑھنے والے کی دعوت کرے تو پڑھنے والے کو چاہیے یا نہیں؟ اور اگر کھایا تو پڑھنے والے کو کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پڑھنے کے عوض کھانا کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیے نہ کھانا چاہیے، اور اگر کھائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہوگیا اور ثواب کیا چاہتا ہے بلکہ جاہلوں میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصوں سے دونا دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر ان کو اوروں سے دونا نہ دیا جائے تو اس پر جھگڑتے ہیں، یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے اور یہی اس کا ثواب ہوگیا۔

قال اللہ تعالٰی لاتشتروا باٰیتی ثمنًا قلیلًا۔[1] اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۹: ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کے یہاں کچھ خوشی ہے اور کنبے کا کھانا ہے اس نے میلاد شریف پڑھنے والوں کو بھی کہا ہے کہ تمھاری دعوت ہے، تو کھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

جب کسی کے یہاں شادی میں عام دعوت ہے جیسے سب کو کھلایا جائے گا پڑھنے والوں کو بھی کھلایا جائے گا اس میں کوئی زیادت وتخصیص نہ ہوگی تو یہ کھانا پڑھنے کا معاوضہ نہیں، کھانا بھی جائز اور کھلانا بھی جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۰: از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب سب انسپکٹر ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

زید کو کوئی خبر خوشی کی آئے اور زید نے اس کے شکریہ میں کھانا یا مٹھائی تقسیم کی تو کیا اس میں اغنیاء وفقراء دونوں شامل ہوسکتے ہیں یا صرف اغنیاء؟

الجواب

فقیر اور اغنیا دونوں شامل ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۱ و ۲۷۲: از پودل سوپول ڈاکخانہ ہیرول ضلع دربھنگہ بلگرام مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ہندو کے یہاں کا پکا ہوا، شیرینی یا کوئی چیز مسلمان کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور میلاد شریف وغیرہ میں ہندو کے یہاں کا پکا ہوا یا بنا ہوا تقسیم کرنا چاہیے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

(۲) میلاد شریف میں قوالی کی طرح پڑھنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہندو کے یہاں کا گوشت اور اُس کی جس شے کی نسبت معلوم ہو کہ اس میں کوئی چیز حرام یا نجس ملی ہے وہ ضرور حرام ہے، اور جس شے کا حال معلوم نہیں وہ جائز ہے مجلس شریف میں بھی اُسے خرچ کر سکتے ہیں، اور بہتر بچنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قوالی کی طرح پڑھنے سے اگر یہ مراد کہ ڈھول ستار کے ساتھ جب تو حرام اور سخت حرام ہے، اور اگر صرف خوش الحانی مراد ہے اور کوئی امور شِ فتنہ نہ ہو تو جائز بلکہ محمود ہے اور اگر بے مزامیر گانے کے طور پر راگنی کی رعایت سے ہو تو ناپسند ہے کہ یہ امر ذکر شریف کے مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۳ از مدرسہ منظر الاسلام مرسلہ عبدالقوی صاحب بنگالی متعلم مدرسہ مذکور ار رجب المرجب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صدف کو بجائے چامیس یعنی چمچے کے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، سیپ کا کھانا حرام ہے، سیپ کے چمچے سے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۴ از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا پینا، اپنے برتنوں میں کھلانا، اُن کے برتنوں میں کھانا اور اُن کا حقّہ پینا اور اُن کو اپنا پلانا جائز ہے۔ دلیلِ جواز میں یہ آیت پیش کرتا ہے:

احل لکم الطیبٰت وطعام الذین اُوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم[1] (لوگو!) تمہارے لئے ستھری اشیاء حلال کر دی گئیں اور اُن لوگوں کا کھانا جنھیں کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا انکے لئے حلال ہے (ت)

الجواب

امور مذکورہ ممنوع ہیں، اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے، اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2] اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

علماء فرماتے ہیں اس میں قیامت تک ہر کافر و بدمذہب داخل ہے والقعود مع کلھم ممتنع (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔ ت) یہ اُن کی طرف میل کا موجب ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1] بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

بدمذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے:

لا تؤاکلوھم و لا تشاربوھم[2] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بشّروا و لا تنفّروا۔[3] بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

آیہ کریمہ میں "طعام" سے مراد ذبیحہ ہے، گیہوں، چاول، دُودھ، دہی تو مشرک کے یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو، اہل کتاب کی کیا تخصیص۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر میں اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبد ابن حمید حضرت مجاہد اور عبدالرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

طعام الذین اوتوا الکتٰب ذبائحھم[4] طعام اہل کتاب سے ان کے ذبیحہ مراد ہیں۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا[5] بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] کنزالعمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

[3] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[4] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن وعبد بن حمید عن مجاہد و عبدالرزاق عن ابراہیم النخعی ۲/ ۲۶۱

[5] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم [1] — بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲۷۵ ازموضع سران ڈاکخانہ بشندور تحصیل وضلع جہلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طعام کو حاضر رکھ کر کھانے سے پہلے دعا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، بلکہ مطلق دُعا مسنون ہے کہ حدیث میں ہے جب کھانا لاکر رکھا جائے کہو:

بسم اللہ و باللہ بسم اللہ خیر الاسماء فی الارض وفی السماء لایضر مع اسمہ داء اجعل فیہ رحمۃ وشفاء [2] — اللہ تعالٰی کے بابرکت نام سے اور اس کی مقدس ذات سے، اللہ تعالٰی کے نام سے کہ زمین اور آسمان میں جس کے سب سے اچھے نام ہیں، اس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری تکلیف نہیں دیتی، اللہ تعالٰی اس میں شفاء اور رحمت فرمائے۔ (ت)

یہ دُعا نہیں تو کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷۶ و ۲۷۷ از بھیرہ ضلع شاہ پور محلہ پراچگان مسئولہ محمد رحیم پراچہ بابلی ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) شہد کا اتارنا جائز ہے یا ممنوع؟

(۲) اگر جائز ہے تو شرعاً کچھ بیت النحل میں چھوڑنا لابدی ہے یا نہ؟

الجواب

(۱ و ۲) شہد کا اتارنا بلاشبہہ جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس [3] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے ایک مشروب (پینے کی چیز) نکلتا ہے کہ جس کے رنگ الگ الگ (اورجدا) ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفاء (تندرستی) ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۲ [2] کنز العمال حدیث ۴۰۷۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۴۹
[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹

اور بیت النحل میں اس کا کچھ حصہ چھوڑنا ضرور نہیں کہ وہ ان کی غذا نہیں ان کی غذا پھل پھول ہیں،

قال تعالٰی ثم کلی من کل الثمرات [1] — اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے کھالیجئے۔ (ت)

شہد تمام و کمال ہمارے لئے ہے،

قال تعالٰی خلق لکم ما فی الارض جمیعا [2] — اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے پیدا فرمایا وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۸: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبید اللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی کافر ایک برتن میں کھانا کھائے اور برتن میں کچھ کھانا باقی رہے تو باقی کھانا مسلمان کھاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں حضرت شیخ سعدی قدس سرہ پر کہ فرماتے ہیں:

نیم خوردہ سگ ہم سگ را شاید

(کتے کا جھوٹا کتے ہی کے لائق ہے یعنی وہی کھائے۔ ت)

نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا [3] (خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ دلاؤ۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۹: از جبلپور بازار لارڈ گنج مرسلہ احمد علی محمد کچھی ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم صاحب اپنی ایک گجراتی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ کچا انڈا حرام ہے اور پکا ہوا جائز ہے، تو ظاہر فرمائیے کہ اس میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال جانور کا کچا پکا انڈہ سب حلال ہے، ہاں وہ کہ خون ہوجائے نجس و حرام ہے، واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[3] سنن ابی داؤد باب کراھیۃ المراء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

مسئلہ ۲۸۰ تا ۲۸۲ از ڈاکخانہ شیر پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ شبیر الحسن صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) اہلِ ہنود کی اشیائے خوردنی کا استعمال ایک مسلمان کے لئے کہاں تک جائز ہے؟

(۲) یونہی اہلِ ہنود کے ہمراہ کھانا کھانا۔

(۳) کیا اُوپر کے مسائل کے جواب ہر غیر مسلم پر عائد ہوسکتے ہیں، اگر نہ تو غیر مسلم کے بارے میں اوپر کے ہر دو مسائل کا کیا جواب ہوگا؟

الجواب

(۱) اشیائے خوردنی جو شریعت نے حلال فرمائی ہیں حلال ہیں ہنود کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کے کھانے کی ہیں، ہاں ہندو کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک اُن کی حرمت یا نجاست تحقیق نہ ہو اور بچنا اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے، ہندو کب اُس کے ساتھ کھائے گا، اور ایسا ہو تو اسے نہ چاہئے۔ حدیث میں ہے:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم[1] نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔

واللہ تعالٰی اعلم

(۳) غیر مسلم چار قسم ہیں، کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد۔ کتابی اگر کتابی ہو ملحد نہ ہو تو اُس کا ذبیحہ اور اُس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے اور باقیوں کے یہاں کا گوشت حرام۔ اور مرتد اُن میں سب سے خبیث تر ہے، اُس کے پاس نشست برخاست مطلقًا ناجائز۔ اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ بُرا ہے پھر اگر اُس میں بدمذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعثِ نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہوگا ورنہ اُس اصل حکم میں کہ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۳ از الہ آباد مدرسہ سبحانیہ مولوی ابراہیم صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور اس کا مہر لے کر لوگوں کو کھانا کھلایا کھانے تیار ہوجانے پر لڑکی سے اجازت لی، یہ کھانا کھانا کیسا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ بعد تیار ہونے کی اجازت لی ہے تو اُس وقت

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

لڑکی نے مجبورًا اجازت دے دی پہلے اُس سے اجازت نہ لی۔

الجواب

شرع مطہر ظاہر کو دیکھتی ہے، جب اُس نے اجازت دی اجازت ہوگئی۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:
الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ [1] پچھلی اجازت، سابقہ وکالت کی طرح ہے۔ (ت)
اور یہ احتمال کہ مجبوری سے اجازت دی پہلے سے اجازت لینے میں بھی قائم تھا بلادلیل اوہام کا اعتبار نہیں، اُس کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۴: از چتور گڑھ میواڑ محلہ چھیپیاں برمکان قاضی اسمٰعیل محمد صاحب مسئولہ جمیع مسلمان کنگرار
۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہیجڑہ اگر دعوت کرے اُس کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب

ہیجڑے کے یہاں دعوت کھانے کو نہ جانا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۵ تا ۲۸۶: از محلہ میاں پٹے ضلع سارن ڈاک خانہ مانجن مسئولہ عبدالعزیز میاں مدرس مدرسہ
۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کھڑے ہوکر پانی پینا کیوں منع ہے؟ اس کا ثبوت مع حدیث۔

(۲) روٹی چار ٹکڑے کرکے کیوں کھاتے ہیں، اور ایک ہاتھ سے روٹی پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے توڑ کر کیوں کھاتے ہیں اس کا ثبوت مع حدیث دیجئے، اور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ کس مذہب میں امام اعظم کے نزدیک یا کس امام کے نزدیک جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

(۱) سوائے زمزم شریف وبقیہ وضو کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ ہے، اس کی حدیثیں وفقہی بحث کتبِ علماء میں موجود ہے۔

(۲) روٹی کے چار ٹکڑے کرنا کوئی ضروری بات نہیں، بائیں ہاتھ میں لے کر دہنے ہاتھ سے نوالہ توڑنا دفعِ تکبّر کے لئے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب اولیاء والاکفاء دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۵

مسئلہ ۲۸۷ ازرچھاروڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان دھوبی کے گھر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۸ ازداناپورکمپ محلہ شاہ ٹوپی مکان جناب حکیم محمد کفیل صاحب مسئولہ حافظ محمد جعفر ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ دسترخوان پر صحابہ کرام یا اور کوئی مہمان طعام تناول فرماتے تھے تو آپ نے جو کچھ اشیائے خوردنی دسترخوان پر موجود تھیں تھوڑی تھوڑی سب چیز لوگوں کو تقسیم کرتے تھے یا خود تناول فرماتے تھے مع حوالہ حدیث مطلع فرمائیے۔ اس ہندوستان میں لوگوں نے دسترخوان میں فرسٹ سیکنڈ بنا رکھا ہے جیسے انگریزی کلاس ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دسترخوان پر قسم قسم کے متعدد کھانے نہ ہوتے تھے کہ تھوڑا تھوڑا سب میں تقسیم ہوتا ما اجتمع لونان فی فی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دہنِ اقدس میں کبھی دو رنگ کے کھانے جمع نہیں ہوئے۔ ت) دسترخوان میں فرسٹ سیکنڈ سے کیا مقصود ہے، ظاہرا یہ کوئی سنّتِ نصارٰی کا اتباع ہوگا حاضرین میں تفریق بدعت ہے اور ایک فریق کی تذلیل و دل شکنی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۹ - ۲۹۰ ازبنارس کچی باغ مسئولہ مولوی محمد ابراہیم صاحب ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں عالمِ سنّت و اہلسنّت ناصرِ ملّت علامۂ زماں محققِ دوراں رأس العلماء رئیس الفضلا حضرت مولانا الشیخ الحاج احمد رضا خاں صاحب مجدد المائۃ الحاضرہ ادامہ اللہ تعالٰی بفیوضہ الباطنۃ الظاہرہ (سنّت اور اہل سنّت کے عالم، دین کے مددگار، زمانے میں سب سے زیادہ جاننے والے، دورِ حاضر میں مسائل کی تحقیق کرنے والے، علماء کے سرتاج، فاضلوں کے امام حضرت مولانا شیخ حاجی احمد رضا خاں صاحب موجودہ صدی کے مجدد، اللہ تعالٰی ظاہری اور باطنی فیض کے ساتھ انھیں ہمیشہ رکھے۔ ت)

(۱) دعوتِ ولیمہ اور طعام کے متعلق ظاہر الروایۃ کا صرف یہ حکم ہے:

رجل دعی الی ولیمۃ او طعام فوجد هناك لعبا او غناء فلا بأس بان یقعد و یاکل کما فی الجامع الصغیر[1]

کسی شخص کو دعوتِ ولیمہ یا ویسے کھانے کی طرف مدعو کیا گیا پھر اس نے وہاں کھیل کود اور گانا بجانا پایا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ وہاں بیٹھ جائے اور کھانا کھائے جیسے کہ جامع صغیر میں موجود ہے۔ (ت)

لیکن شروح و فتاوٰی میں اس کے متعلق بہت سی قیدیں ہیں، چنانچہ عبارتِ ہدایہ یہ ہے کہ:

ولوکان ذٰلك علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد ان لویکن مقتدٰی لقولہٖ تعالٰی فلا تقعد الاٰیۃ وھذا کلہ بعد الحضور ولو علم قبل الحضور لا یحضر الخ ملخصاً[2] وھکذا فی الدر والکنز والھدایۃ وقاضی خان وغیرھا۔

اگر یہ بدعات کھانے کے دسترخوان کے پاس موجود ہوں تو پھر مناسب نہیں کہ یہ بیٹھے اگرچہ یہ پیشوا نہ ہو، اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ "یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو" (الآیۃ) اور یہ سب کچھ حاضر ہونے کے بعد ہے۔ اگر جانے سے پہلے ہی بدعات کا پایا جانا معلوم ہو تو پھر وہاں نہ جائے الخ ملخصاً۔ اور ایسے ہی دُر، کنز، ہدایہ اور قاضی خاں وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ظاہر روایت میں هناك عام ہے منزل اور مائدہ دونوں کو شامل، مگر شروحِ فتاوٰی میں تفریق کرکے جداگانہ حکم لکھا ہے، اسی طرح رجل عام ہے عالم و جاہل سب کو شامل ہے، مگر فتاوٰی میں تفصیل کرکے دونوں کا حکم علیحدہ لکھا علٰی ھذا علم قبل الحضور اور بعد الحضور سے احکام مختلف ہوجاتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ظاہر روایت میں شارحین کی یہ تقییدات معتبر ہوں گی یا نہیں، اگر معتبر ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شارحین علیہم الرحمہ کی تقیید کے موافق جب یہ مسئلہ ہے کہ اگر عامی دعوت میں جائے اور وہاں لعب وغنا پائے اگر مائدہ کے پاس ہو تو چلا آئے اور اگر منزل میں ہو تو کھائے حالانکہ حرمت استماعِ ملاہی دونوں صورتوں میں پائی جاتی ہے پھر تشقیق کا حاصل کیا ہے اسی طرح علم قبل الحضو کی صورت میں عام و خاص سب کے لئے ممانعت عام ہے کہ نہ جائے اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شرکت کی ممانعت اُسی وقت ہے جبکہ کھانے کے وقت لعب وغنا کا وجود ہو اور اگر کھانے کا وقت

---

[1] الجامع الصغیر کتاب الکراہیۃ مسائل من کتاب الکراہیۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۵۲

[2] الہدایۃ " فصل الاکل والشرب " " " ۴/۴۵۳

گزار کر دوسرے وقت لعب وغنا کا وجود ہو مگر کھانے کے وقت نہ ہو تو جائز ہے اگر یہ صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ نفس ارتکاب مناہی وملاہی میں دونوں برابر ہیں وجہ تفریق کیا ہے بعض لوگ دوپہر کو کھانا کرتے ہیں اور شام کو برات میں تمامی خرافات باجے وغیرہ رکھتے ہیں تو کیا اُس کے یہاں علم قبل الحضور کی صورت میں جائز ہوگا ؟

(۲) زید کہتا ہے کہ فی زمانِنا جو دعوتیں دی جاتی ہیں ان میں عموماً فخر و تطاول وانشاء الحمد کا خیال ہوتا ہے اور فقہاء اس قسم کی دعوتوں کو منع فرماتے ہیں لہذا وہ کسی دعوت میں نہیں جاتا اس کا یہ فعل کیسا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ آج کل جبوب طعام کی بہت بے قدری ہوتی ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) تقیید مطلق وتخصیص عمومات وتفصیلِ مجمل وتوضیح مبہمات منصب شراح ہے اسی غرض کیلئے وضع شروح ہے وہ اس سے مبائن نہ سمجھے جائیں گے بلکہ مبین کما فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار (فتاوٰی شامی) وغیرہ قابل اعتماد بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) استماع یعنی قصداً سُننا یہ تو اُس کا فعل ہے اور اس میں منزل بھی شرط نہیں کہیں ہو اور کتنی ہی دُور ہو جہاں سے آواز آئے۔ یہاں نظرِ علما اُس عاصی بالقصد کی طرف نہیں بلکہ متقی کی جانب جو اتباعِ شرع چاہتا ہے اُس کے لئے مائدہ ومنزل کا فرق ظاہر ہے مائدہ پر ہُوا تو فسّاق کے ساتھ بیٹھنا ہوگا اور آیۂ کریمہ لاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] (یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ ت) کا خلاف، بخلاف منزل۔ جب یہ شرکت دعوت کے لئے جاتا ہے اور دعوت کے وقت ملاہی نہیں تو یہ شریک اثم نہ ہوا بعد کو وہ جو کچھ کریں ان کا فعل ہے فافترقا (پس دونوں میں فرق ظاہر ہوگیا۔ ت) اور یہ حکم شراح ہنوز مجمل وطالب تفصیل ہے جسے فقیر نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا اس کا خلاصہ یہ کہ اگر اس کا اُن پر ایسا رعب ہے کہ اس کے سامنے نہ کر سکیں گے تو ضرور جائے کہ اس کا جانا نہی عن المنکر ہے۔ اور اگر انھیں اس سے ایسا علاقہ محبت ہے کہ اس کا شریک نہ ہونا کسی طرح گوارہ نہ کریں گے تو ضرور شرکت سے انکار کرے جب تک وہ ترک ملاہی کا عہد وپیمان نہ دیں، اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو تفصیل وُہ ہے کہ شراح نے ذکر فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) قبولِ دعوت سنّت ہے، فقہاء کرام کا حکم غیر معیّن پر ہے اور نہ ہرگز اُن کے یہاں تعمیم، نہ اصلاً اس پر دلیل قویم۔ وُہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسا ہو وہاں نہ جانا چاہیے۔ غیر معین پر حکم کسی معیّن

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسلمان کے لئے سمجھ لینا بدگمانی ہے جب تک اس کے قرائن واضحہ نہ ہوں، اور بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، الحدیث۔ (ت)

بحال قصد تفاخر اگر یہ جاتا تو ایک نامناسب ہی بات ہوتی۔ بنایہ امام عینی میں ہے:

اجابۃ الدعوۃ سنۃ ولیمۃ اوغیرھا واما دعوۃ یقصد بھا التطاول او ابتغاء المحمدۃ او ما اشبھہ فلیس ینبغی اجابتھا لاسیما اھل العلم فقد قیل ماوضع احد یدہ فی قصعۃ غیرہ الاذل لہ[3] ملخصًا۔

دعوت قبول کرنا سنّت ہے خواہ دعوتِ ولیمہ ہو یا کوئی اور۔ لیکن جس دعوت میں تفاخر اور مدح سرائی یا اس قسم کی باتیں ہوں تو پھر ایسی دعوت قبول کرنا مناسب نہیں خصوصًا علم وفضل رکھنے والوں کے لئے۔ کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ کسی نے ہاتھ دوسرے کے پیالے میں رکھا تو یہ اس کے لئے ذلت اختیار کرے گا۔ ملخصًا (ت)

اور اب کہ ایک مسلمان پر بلادلیل یہ گمان کیا کہ اس کی نیت ریا وتفاخر ونا موری ہے تو یہ حرام قطعی ہوا۔ جوب طعام کی اگر بے ادبی ہوتی ہے تو جائے اور اُس سے منع کرے، اگر نہ مانیں تو وبال اُن پر ہے۔ امام ابوالقاسم صفار رحمہ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں میں آج کل دعوت میں جانے کی کوئی نیت نہیں پاتا سوا اس کے کہ نمک دانی روٹی پر سے اٹھاؤں۔ ہندیہ میں ہے:

لایجوز وضع القصاع علی الخبز والسکرجۃ کذا فی القنیۃ قال الامام الصفار لااجد فی نیۃ الذھاب الی الضیافۃ سوی ان

روٹی اور چپاتی پر پیالوں کا رکھنا درست نہیں۔ اسی طرح قنیہ میں مذکور ہے۔ امام صفّار نے فرمایا میرا دعوت میں جانے کا سوائے اس کے کوئی مقصد

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۴/ ۲۰۴

ارفع الملحۃ عن الخبز کذا فی الخلاصۃ[1]. نہیں کہ میں نمک دانی روٹی پر سے اٹھا لوں۔ ایسے ہی خلاصہ میں ہے۔ (ت)

جب یہ نہی عن المنکر کی نیت سے جائے گا ثواب پائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹۱: از ڈاکخانہ گرلیفہ مقام چیتکل گوری پور ضلع ۲۴ پرگنہ مسئولہ تبارک حسین ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سُود خوار، بے نمازی، شرابی، ہیجڑا، مخنث اور جس کی بی بی سربازار باہر نکلتی ہو اُن کے ساتھ کھانا کیسا ہے، ایک شخص دوسرے کی بی بی کو زبردستی لے آیا ہے تین برس بعد نکاح کیا پہلے شوہر نے اب تک طلاق نہ دی، یہ نکاح اور اس کے ساتھ کھانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

سُود خوار، بے نمازی، شرابی، مخنث کسی کے ساتھ کھانا نہ چاہیے خصوصاً شرابی کہ اُس کے ہاتھ اور مُنہ پاک ہونے کا کچھ اعتبار نہیں جس کی بی بی سرعام بے پردہ پھرتی ہو اگر ستر کامل نہیں کرتی مثلاً سر کے بالوں یا گردن یا پیٹ یا بازو یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصّہ کھلا ہو یا باریک کپڑے سے چمکتا ہو اور وہ اس پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اس کے ساتھ بھی کھانا نہ چاہیے۔ جو پرائی عورت کو بھگا لایا اور شوہر زندہ ہے اور طلاق نہ دی اور نکاح کرلیا وہ اس نکاح کے بعد بھی زانی ہے اور یہ نکاح باطل محض ہوا ایسے شخص سے میل جول اصلاً نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

نوٹ

جلد ۲۱ شرب و طعام کے عنوان پر ختم ہوگئی
جلد ۲۲ اِن شاء اللہ ظروف کے عنوان سے شروع ہوگی۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الاکل نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۱